مجالسِ مسیح الامت

حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب

پیش لفظ

مولانا عبدالقیوم حقانی

بہ تعاون و نگرانی

الحاج ابراہیم تسبیح والا

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ
برانچ پوسٹ آفس خالق آباد ضلع نوشہرہ پاکستان

2008

مجالس مسیح الامت

حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب

پیش لفظ

مولانا عبدالقیوم حقانی

بتعاون و نگرانی

الحاج ابراہیم تسبیح والا

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ
برانچ پوسٹ آفس خالق آباد ضلع نوشہرہ پاکستان

Marfat.com

Marfat.com

مجالسِ مسیح الامت

حضرت مولانا مسیح اللہ خانؒ

پیش لفظ : مولانا عبدالقیوم حقانی

بہ تعاون ونگرانی : الحاج ابراہیم تسبیح والا

مقامِ علم، تفصیلِ ذکر، تقویٰ، اصلاح میں تاخیر کی وجہ، نورِ نبوت، نورِ علم، ترتیب سلوک، تبدیلی حالات میں تصحیح نیت، حصولِ مطلوب کے لئے طریقِ صحیح، اتباعِ اکابر اور زیادۃ فی العلم، حفظِ ماتقدم، مجاہدہ وشانِ فناء، واقعاتِ مسیح الامت، اخلاص وصدق، اسلامی تہذیب وصفائی، عقلیہ، غضبیہ، شہویہ کا اعتدال، مردِ کامل کی تشکیل، تصدیق و عمل، صراطِ مستقیم وغیرہ وغیرہ اس طرح کے دلچسپ، اثر انگیز اور دل موہ لینے والے مجالس کا حسین مرقع۔

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ
برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ سرحد پاکستان

Marfat.com

جملہ حقوق بحق القاسم اکیڈمی محفوظ ہیں

83940

نام کتاب ---------- مجالسِ مسیح الامت

حضرت مولانا مسیح اللہ خانؒ

پیش لفظ ---------- مولانا عبدالقیوم حقانی

بہ تعاون ونگرانی ---------- الحاج ابراہیم تسبیح والا

کمپوزنگ ---------- جان محمد جانؔ رُکن القاسم اکیڈمی

ضخامت ---------- 435 صفحات

تعداد ---------- 1000

سنِ طباعت بارِ اوّل ---------- صفر المظفر ۱۴۲۹ھ/ مارچ 2008ء

ناشر ---------- القاسم اکیڈمی٬ جامعہ ابو ہریرہ٬ خالق آباد نوشہرہ

ملنے کے پتے

☆ صدیقی ٹرسٹ٬ صدیقی ہاوس المنظر اپارٹمنٹس 458 گارڈن ایسٹ، نزد لسبیلہ چوک کراچی

☆ مکتبہ رشیدیہ٬ سردار پلازہ جی ٹی روڈ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

☆ کتب خانہ رشیدیہ ٬ مدینہ کلاتھ مارکیٹ ٬ راجہ بازار ٬ راولپنڈی

☆ مکتبہ سید احمد شہید ٬ ۱۰ الکریم مارکیٹ ٬ اردو بازار ٬ لاہور

☆ مولانا خلیل الرحمٰن راشدی صاحب٬ جامعہ ابو ہریرہ٬ چنوں موم ضلع سیالکوٹ

اس کے پشاور کے ہر کتب خانہ میں یہ کتاب دستیاب ہے

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Marfat.com

کتنے نغمے ہیں جو پردوں میں چھپا رکھے ہیں
آپ چھیڑیں تو یہ سازِ دلِ ناساز کبھی
کیفی

Marfat.com

فہرستِ عناوین

عرضِ ناشر ۳۲

پیش لفظ ...... از : حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب مدظلہٗ ۳۱

پہلی مجلس ...... مقامِ علم

صحابۂ کرامؓ حضور ﷺ سے تعلیم حاصل کرتے تھے ۳۹

تحصیلِ علم کتابوں کے ساتھ مخصوص نہیں ۳۹

علم سے مرادِ علمِ دین ہے ۴۰

جہاد کے ذریعے اسلام کی نشر واشاعت ۴۱

جہاد کے لئے مرکزِ علت اور تقویٰ شرط ہے ۴۲

تائیدِ ظاہری بھی باعثِ تقویت ہے ۴۲

حصولِ علم کی اہمیت جہاد پر ۴۳

فقہ دین کی فہم کو کہتے ہیں ۴۴

سرسری علم کافی نہیں ۴۴

اہلِ علم کے لئے اخلاقیات کی اہمیت ۴۵

منطق وفلسفہ کی ضرورت ۴۵

شریعت کے حکم کے مطابق استنجا بھی عبادت ہے ۴۶

اصحابِ صفہ ۴۶

Marfat.com

طلبہ کا دارالاقامہ میں قیام ۴۷
بھوک کا برداشت کرنا ۴۷
علم کا تقاضا حلم ہے ۴۷
اختلاف کے حدود ۴۷
تدریس بالکتاب کی ضرورت ۴۹
خانقاہوں کی ضرورت ۵۰
ایک اعتراض کا ازالہ ۵۰
تربیتِ اخلاق مقدم ہے ۵۱
مجالسِ شیخ ۵۱
تربیت وتزکیۂ نفس کی تعلیم ۵۲
صحبت شیخ کامل کی ضرورت ۵۳
مراقبہ قرآن وحدیث کی روشنی میں ۵۴
ایک ضروری انتباہ ۵۵
ذکرِ الٰہی قرآن وحدیث کی روشنی میں ۵۵
شغل کا مفہوم ۵۶
شغل کے منافع ۵۶
نماز ذکر ومراقبہ اور شغل تینوں کی حاصل ہے ۵۷
خانقاہوں پر ایک شبہ کا ازالہ ۵۷
پہلے طالب علم کیسے ہوتے تھے ؟ ۵۹
طالب علم مجاہد کیوں ہے ؟ ۶۱
کرامت اور استدراج میں فرق ۶۱

Marfat.com

ارتعابِ نفس کسر ہوا، ایک طالب کا دلچسپ واقعہ ۶۳
حالِ صوفیہ کا مفہوم ۶۵
حصولِ علم کی طلب میں انہماک ۶۵
طلبِ علم کا مفہوم ۶۵
طالب علم کے اوصاف ۶۶
خانقاہ اکمالیت اور اتمامیت کے لئے ہے ۶۷

دوسری مجلس ...... تفصیلِ ذکر ۶۹

جب آمر کو پہچان لیا ۶۹
پریشانیوں کا سبب اور اس کا سدباب ۷۰
ترک مولیٰ ترکِ ترک کا مطلب ۷۰
دفع وساوس شیطانی ۷۱
سالک کو فرشتہ پر فوقیت ہے ۷۳
انبیاء معصوم، اولیاء محفوظ ۷۴
سالک ہر وقت ذاکر ہے ۷۵
بن دیکھے خدا تعالیٰ کا تصور ۶۷
حضوریٔ حق کا طریق ۷۷
ذکرِ قلبی کے ساتھ ساتھ ذکرِ لسانی کی اولویّت ۸۰
باقی باللہؒ کی حکایت ۸۰
مستحب اہل اللہ کے نزدیک عملاً واجب ہے ۸۱
احتیاطاً تہجد بعد نمازِ عشاء پڑھی جائے ۸۱

Marfat.com

حرم شریف کی نماز ہی مطلوب نہیں، رضا مطلوب ہے ۸۳
خلاصۂ مجلس ۸۳

تیسری مجلس ...... تقویٰ ۸۵

خود ساختہ سی آئی ڈی ۸۶
منافقین کا حال ۸۶
طالب علمی کے زمانہ کا ایک واقعہ ۸۸
طاعت میں دوام ہے ذکر میں کثرت ہے ۸۸
خلفاء کے لئے باہم مشورہ کی افادیت ۹۴
مولانا محمد یعقوبؒ کی حکایت فناءِ نفس ۹۴
تزکیۂ نفس ۹۵
بیوی سے عشق ولایت کا درجہ ہے ۹۵
ایمان کی زیادتی مطلوب ہے ۹۷
زیادتی کے اسباب ۹۷
سالک کو مسائلِ سلوک کی ضرورت ۹۸
مجلس شیخ مجلس علمیہ سلوکیہ ہوتی ہے ۱۰۰
مجلس کا نفع کس کو ہوتا ہے ؟ ۱۰۰
شاہ فضل الرحمٰن صاحب کا واقعہ ۱۰۰
عوام کے کام کی بات ۱۰۳

چوتھی مجلس ...... اصلاح میں تاخیر کی وجہ ۱۰۵

اہلِ حق پر اعتراض کرنا باعثِ عتاب ہے ۱۰۵

Marfat.com

مولویوں کو دیر میں بیعت کرنے کی وجہ ۱۰۷
اپنی سعی پر نظر بھی شرک ہے ۱۰۸
مولویوں کی تاویلات ۱۰۹
علمِ کلام کے تدوین کی وجہ ۱۰۹
مجنوں کی حکایت ۱۱۰
جب اصل اُصول کو مان لیا تو فروع میں سوال نہیں ہوتا ۱۱۰
علمِ یقینی سے عمل متخلف نہیں ہوتا ۱۱۱
نفع وضرر کا خالق اللہ تعالیٰ ہے ۱۱۱
عشق کا تقاضا نوافل ادا کرنا ہے ۱۱۲
طالب کی اقسام ۱۱۲
بوقتِ ضرورت رخصت پر بھی عمل کرنا چاہئے ۱۱۳
عشقِ حقیقی کے آثار ۱۱۴
گناہ طاعت کے اثر کو کمزور کردیتے ہیں ۱۱۶
بیعت میں اغراضِ فاسد ۱۱۸

پانچویں مجلس ...... نورِ نبوت' نورِ علم ۱۲۱

بصارت کے لئے نورِ آفتاب کی ضرورت ۱۲۱
بصیرت کے لئے نورِ نبوت کی ضرورت ۱۲۲
ایک حِسّی مثال ۱۲۲
نورِ صحابہؓ کی ضرورت ۱۲۳
نورِ نبوت حادث ہے ۱۲۴

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے ازلی ہونے کی ایک تمثیل	۱۲۵
نورِ نبوت جامع الانوار ہے	۱۲۵
انوارِ صحابہؓ استفادہ میں مثل نوستاروں کے ہیں	۱۲۶
بُری گھڑی کے سبب بُرے اعمال ہیں	۱۲۶
طلبائے کرام کے لئے خصوصی خطاب	۱۲۷
ایک نکتہ کی وضاحت	۱۲۷
اسبابِ غفلت	۱۲۸
دینی مجلس میں فکر وتوجہ لازم ہے	۱۲۸
نوجوانوں کے لئے فہمِ سلیم کی ضرورت	۱۲۸
بُرے ساتھی کی صحبت بدترین گھڑی ہے	۱۲۹
بُری صحت کے اثرات	۱۹۸
علومِ دینیہ کا حصول نورِ نبوت کا حصول ہے	۱۳۰
نورِ الٰہی معصیت کے ساتھ حاصل نہیں ہوسکتا	۱۳۱
معصیت کے ظلمت ہونے کی دلیل	۱۳۱
ظاہر کا اثر باطن پر ہوتا ہے	۱۳۱
نورِ نبوت کی مثال	۱۳۲
عمل کے لئے بنیادی چیز علم ہے	۱۳۲
علمِ نافع کا سوال	۱۳۳
مدارسِ دینیہ ستاروں کی مانند ہیں	۱۳۳
بغیر نورِ نبوت کے اندھیرا ہے	۱۳۳
بنیادی چیز حصولِ علم ہے	۱۳۴

Marfat.com

زیادتیِ علم کا سوال ---------- ۱۳۴

چھٹی مجلس ...... ترتیبِ سلوک ۱۳۵

حقوقِ واجبہ مستحبات پر مقدم ہیں ---------- ۱۳۵
سلوک میں داخلہ کے بعد رونما ہونے والی تبدیلیاں ---------- ۱۳۶
پہلی چیز قضا نمازوں کی ادا ہے ---------- ۱۳۶
قضا نمازوں کی ادائیگی کا آسان طریقہ ---------- ۱۳۷
ایک شبہ کا ازالہ ---------- ۱۳۷
قضا کی نیت کا طریقہ ---------- ۱۳۸
مسلمان بیک وقت دو دو کانوں کا دوکاندار ہے ---------- ۱۳۸
متقی مسلمان دو قسم کی رقمیں لے کر گھر جاتا ہے ---------- ۱۳۸
مسلمان کا دنیا کا کام بھی آخرت کے لئے ہے ---------- ۱۳۹
بچے کی پرورش والدین کی ذمہ داری ہے ---------- ۱۳۹
ایک شبہ کا ازالہ ---------- ۱۴۰
آج کل عقل کم، ذہن زیادہ ہے ---------- ۱۴۱
گھر کا سامان لکڑی وغیرہ لانا مرد کے ذمہ ہے ---------- ۱۴۱
بچوں سے کام لینے کی شرط ---------- ۱۴۱
اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل اور فتویٰ عقل ---------- ۱۴۲
فکر و سوچ کی ضرورت ---------- ۱۴۲
سلوک و تصوف بھی جامۂ شریعت ہے ---------- ۱۴۳
ایماندار تاجر لاپرواعابد سے بہتر ہے ---------- ۱۴۳

Marfat.com

حقوق العباد کو چھوڑنے سے عبادت بھی داغدار ہوجاتی ہے ۱۴۴
قرآنِ پاک کو سمجھنے کے لئے محاوراتِ عرب کی ضرورت ہے ۱۴۴
عشاء کے وقت قبل وتر بھی تہجد ادا ہوجاتی ہے ۱۴۵
حقوق العباد کی اہمیت ۱۴۵
ہنسی کے آنسو ۱۴۶
حضرت شبلیؒ کی حکایت ۱۴۶
امیر کی انوکھی تعریف ۱۴۸
تکلم کے آداب ۱۴۸
حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کا واقعہ ۱۴۹
اتباعِ شریعت کا مزہ ۱۵۰
اطمینان وسکونِ قلب کا ذریعہ ۱۵۱
ایک شبہ کا ازالہ ۱۵۱
غیر محقق پیر کی حکایت ۱۵۲
ادائیگی زکوٰۃ ۱۵۲
ادائیگی زکوٰۃ کا آسان وسہل طریقہ ۱۵۳
صارفینِ زکوٰۃ ۱۵۴
فضائل بلا مسائل کافی نہیں ۱۵۴
حج بیت اللہ شریف کا ایک اہم فریضہ ۱۵۵
اسلام کے بنیادی عقائد ۱۵۶
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول بحیثیت اُمتی رسولؐ ۱۵۷
حقوق العباد اور معاملات ادا کرنے کا طریقہ ۱۵۷

Marfat.com

حضرتِ والا نور اللہ مرقدہٗ کا بیویوں کے ساتھ عدل ۱۵۸
مدرسین کو عملی نمونہ بننا چاہئے ۱۵۹
نبی پر کتاب کے نزول میں مصلحتِ خداوندی ۱۵۹
مہتمم اور مدرس ہر ایک کا کام ۱۶۰
مہتمم کا ہر وقت پابندِ مدرسہ ہے ۱۶۱
دو بیویوں میں انصاف ۱۶۲
نشست و برخاست میں انصاف ۱۶۲
بیوی سے مکان کے فائدے کا معاوضہ ۱۶۳
حضرتؒ کے عدل کا ایک عجیب واقعہ ۱۶۴
رنگِ شریعت کس طرح حاصل ہو؟ ۱۶۵
عبادت کا صحیح مفہوم ۱۶۶
ظاہر و باطن کا تقویٰ ۱۶۶
حقِ تقویٰ اختیار کرو ۱۶۸
مستقل وقتِ عبادت کا اہتمام کیا جائے ۱۶۸
خاص طلبہ کو خطاب ۱۶۹
جوانی کے کام ۱۷۰
خدامِ دین کو بہت مضبوطی چاہئے ۱۷۰
پختگی اور مضبوطی کا ذریعہ ۱۷۰
حضرت گنگوہیؒ کی مضبوطی کی بعض حکایات ۱۷۱
حضرت مجدد تھانویؒ کی مضبوطی کی بعض حکایات ۱۷۱
عنوان و معنون کا تلازم ۱۷۲

Marfat.com

لفظِ مسلم کا کیا تقاضا ہے ؟ ۱۷۲
طلبہ کو خطاب ۱۷۳
اسلام وعلم کے آثار ۱۷۳
فصلِ امتیازی کا ظہور قیامت میں ۱۷۴
ریاء شرکِ خفی ہے ۱۷۴
طلبہ کو خاص خطاب ۱۷۵
ملفوظ ۱۷۶

ساتویں مجلس ...... تبدیلی حالات میں تصحیح نیّت ۱۷۷

عقیدۂ مشیت پر شبہ کا ازالہ ۱۷۸
بلا استاد ترجمہ قرآن دیکھنے کا غلط نتیجہ ۱۷۸
خلق وکسب کی ایک مثال ۱۸۰
نیتوں کی نگرانی ضروری ہے ۱۸۱
جنت ملنے کے دو (۲) درجے ۱۸۳
حاجی صاحبؒ کی غایت تواضع ۱۸۳
ایک ضروری انتباہ ۱۸۴
ایک شرعی اُصول ۱۸۴
سینما وٹی وی برائیوں کی جڑ ہے ۱۸۵
فواحش، منکرات سے اجتناب ۱۸۵
ایک تفسیری نکتہ ۱۸۶
ایک بلاغتی نکتہ ۱۸۷

Marfat.com

تلاشِ روزی کے حکم میں نکتہ ۱۸۸

کسی کمال پر کبھی نہ اترانا چاہئے ۱۸۹

کمال کے عارضی سلب ہونے میں حکمت ۱۸۹

قناعت وکفایت دونوں کا خیال ضروری ہے ۱۹۰

منگنی بھی شادی کی طرح ہونے لگی ۱۹۰

عقیقہ کی شرعی حیثیت ۱۹۱

زمین میں پھیلنے کی تیسری وجہ ۱۹۱

فنا فی اللہ کا مفہوم ۱۹۱

فناء کی حقیقت ۱۹۲

اسلام رہبانیت کی تعلیم نہیں دیتا ۱۹۲

وعظ کا مقصد اور نیت کا ثمرہ ۱۹۳

روزی کمانا اور اللہ کی یاد ۱۹۵

یاد کی حقیقت ۱۹۵

نماز جامع اذکار وعبادات ہے ۱۹۵

ایاک نعبد میں ایک نکتہ ۱۹۶

صراطِ مستقیم پر کون ہیں ؟ ۱۹۷

ظاہری پاکی میں شبہ اور اس کا علاج ۱۹۸

ایک وہمی صاحب کی حکایت ۱۹۹

باطنی پاکی میں شبہ کی چند مثالیں ۲۰۰

اعلیٰ درجہ کا آلہ وسبب ادنیٰ درجہ ہی ہے ۲۰۱

Marfat.com

کمالِ ایمان مطلوب ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۰۳

دین کے راستہ میں جان ومال دونوں مطلوب ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۰۵

قرآنِ پاک بھی ذکر ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۰۵

اعجازِ قرآن نبوت کی دلیل ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۰۶

حدیث وفقہ کلام اللہ کی تشریح ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۰۷

منکرینِ حدیث کا جواب ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۰۸

خلاصۂ بیان ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۰۹

آٹھویں مجلس...... حصولِ مطلوب کیلئے طریقِ صحیح ضروری ہے...... ۲۱۰

کامیابی طریقِ صحیح سے ہوتی ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۱۰

قاعدہ مذکورہ کا قرآن سے ثبوت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۱۱

دنیا اور آخرت کے کاموں کی نوعیت الگ الگ ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۱۲

توحید وشرک کی حقیقت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۱۲

یاعبدالقادر شیئا اللہ کہنا شرک ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۱۳

قریب بشرک ایک نئی تعبیر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۱۳

حضرت مجدد تھانویؒ کی حکایت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۱۴

صحیح طریقہ کی بعض مثالیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۱۴

استنباطِ باطل کی مثال ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۱۵

صرف لغت دیکھ کر تفسیر کرنا جائز نہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۱۶

محض لغوی تفسیر کے اعلان کی ایک نظیر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۱۶

عبداللہ بن مسعودؓ کا ایک عورت کو انتباہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۱۷

Marfat.com

ہر چیز کی دلیل قرآن سے طلب کرنا منع ہے	۲۱۸
قرآن وحدیث دونوں پر عمل کرنا ضروری ہے	۲۱۸
زیادتِ ایمان کا طریقہ احکام پر عمل کرنا ہے	۲۱۹
ذکروشغل فہم قرآن کے لئے مثل شرط ہیں	۲۱۹
ذکروشغل کسی دنیوی غرض سے نہ ہونا چاہئے	۲۲۰
شدتِ تعلق مع اللہ کا مطالبہ	۲۲۰
تفویض اللہ کا ذاتی حق ہے	۲۲۱
دنیا میں اطمینانِ قلبی جنت الفردوس ہے	۲۲۱
اطمینان ذکراللہ میں ہے	۲۲۲
طریقِ اطمینان وہی ہے	۲۲۳
بادشاہی میں بھی اطمینان نہیں	۲۲۳
تجارت میں بھی چین نہیں	۲۲۴
مؤمن کو قبر محبت میں کھینچتی ہے	۲۲۴
محبت عمل کو آسان کردیتی ہے	۲۲۶
ترکِ عمل بھی زیادتِ تعلق کا سبب ہے	۲۲۶
واقعہ لیلۃ التعریس	۲۲۷
فکرمند اور بے فکر کا فرق	۲۲۷
صحابۂ کرامؓ کا عشق طبعی روحی تھا	۲۲۸
ترکِ مستحب پر رنج کیفیت شوقی سے ہوتا ہے	۲۲۹
تسبیح کا اثر اطاعتِ کاملہ ہے	۲۲۹
ملا جامیؒ کی توبہ کا واقعہ	۲۳۰

Marfat.com

خلاصۂ مجلس ۲۳۲

نویں مجلس ...... اتباعِ اکابر اور زیادت فی العلم ۲۳۴

اکابر اور ہم میں فرق ۲۳۴
لوگوں کی چار اقسام ہیں ۲۳۵
حضرتِ والاؒ کی تعلیم متقدمین کا نچوڑ ہے ۲۳۵
مطالعۂ کتب بھی اتباعِ شیخ ضروری ہے ۲۳۶
استاد بھی دراصل طالب علم ہی ہے ۲۳۶
رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا کی عجیب تفسیر ۲۳۷
علمِ غیر نافع لائقِ اعراض ہے ۲۳۷
حصولِ علم کی تلقین ۲۳۸
طلبہ کے مطالعہ کا طریق ۲۳۹
ایک ذہین طالب علم کی حکایت ۲۴۰
ذہن علمِ نافع میں چلانا چاہئے ۲۴۰
نفسِ علم اور زیادتِ علم کا حصول ۲۴۰
علمِ تفصیلی کا سیکھنا فرضِ کفایہ ہے ۲۴۱
عالم کی صفات ۲۴۱
مفتی کیسے طالب علم کو بنانا چاہئے ۲۴۳
رئیس فی العلم دباؤ میں نہیں مانتا ۲۴۳
منصبِ وہبی اور حاصل کردہ میں فرق ۲۴۳
اہلِ علم کو مشتبہ جگہ سے بھی بچنا چاہئے ۲۴۴

Marfat.com

دین صرف نماز میں منحصر نہیں ۲۴۵
طالب علم کیسا ہونا چاہئے ۲۴۵
ماؤں کی ایک عام مثال ۲۴۶
عنوان ومعنون کا تلازم ۲۴۶
لفظِ مسلم کا تقاضا ۲۴۷
طلبہ کو خطاب ۲۴۸
اسلام اور علم کے آثار ۲۴۸
فصلِ امتیازی کا ظہورِ قیامت میں ۲۴۸
ریاء شرکِ خفی ہے ۲۴۸
ملفوظ ۲۵۰

دسویں مجلس ...... حفظِ ما تقدّم ۲۵۱

حفظِ ما تقدّم ۲۵۱
حرص کی نگاہ ۲۵۱
نگاہِ بد سے حفاظت کا قاعدہ کلیہ ۲۵۲
طلب وکسب ۲۵۳
حفظ ما تقدّم کی دلیل ۲۵۳
حفظ ما تقدّم سے غفلت ۲۵۴
ایک خنزیر کا واقعہ ۲۵۵
حفظِ ما تقدّم کیا ہے ؟ ۲۵۵
بھوک سے پہلے کھانے کا انتظام ۲۵۵

Marfat.com

جیسا زمانہ ویسے ہتھیار ۲۵۶

بچپن، جوانی اور بڑھاپے کا سامان ۲۵۶

ہر شخص کی ضروریات الگ الگ ہیں ۲۵۷

آنے والی ضرورتوں کا انتظام ۲۵۷

ضرورت کے ساتھ سامانِ راحت ۲۵۷

دنیوی ضرورتوں کا انتظام بھی دین ہے ۲۵۸

دینی فریضہ کی ادائیگی کے بعد دنیوی معاش کا کام ۲۵۸

دُنیا میں رہ کر آخرت کا سامان ۲۵۹

لکھنؤ کے نواب صاحب کی پھانسی کا واقعہ ۲۵۹

صحت کا خیال ۲۶۰

حفظِ ماتقدم میں آنکھ کا کام سب سے زیادہ ہے ۲۶۱

دُنیا کی فنائیت کو سوچو ۲۶۲

سامانِ شادی کی مثال ۲۶۲

عاقبت اندیشی ۲۶۳

لطیف طبائع کا حال ۲۶۳

تعلّی کسی حال میں جائز نہیں ۲۶۴

مشتبہات سے بھی بچو ۲۶۵

مدارس تعلیم کے لئے اور خانقاہیں انطباقات کے لئے ہیں ۲۶۵

تعلیم اور تبلیغ کے ساتھ ذکر ۲۶۶

رہائش، آسائش، زیبائش اور نمائش کا فرق ۲۶۷

Marfat.com

حضرت علیؓ کا جمعہ کے روز اچھے کپڑے پہن کر چلنے کا واقعہ ۔۔۔۔۔۔ ۲۶۸
اللہ کی عبادت کرو خوف رکھتے ہوئے ۔۔۔۔۔۔ ۲۶۸
انسان عالمِ صغیر ہے اس کی سرحدیں ۔۔۔۔۔۔ ۲۷۰
نگاہ نیچی رکھنے کا حکم ۔۔۔۔۔۔ ۲۷۰
فرض واجب سنت مستحب سب اپنے اپنے درجے میں مطلوب ہیں ۔۔۔۔۔۔ ۲۷۱
اسی طرح منکرات بھی ہیں ۔۔۔۔۔۔ ۲۷۲
زمانۂ طالبعلمی میں حضرت تھانویؒ کی نصیحت ۔۔۔۔۔۔ ۲۷۳
شیخ صاحبِ فن ہوتا ہے امراض اور اس کے معالجات جانتا ہے ۔۔۔۔۔۔ ۲۷۳
علم بذریعہ صحبت ۔۔۔۔۔۔ ۲۷۴
شیخ کا علم انبیاء کا سا تجویز اطباء جیسی سیاست بادشاہوں کی سی ۔۔۔۔۔۔ ۲۷۴
خلاصۂ مجلس ۔۔۔۔۔۔ ۲۷۴
دُعا ۔۔۔۔۔۔ ۲۷۵

گیارہویں مجلس ...... مجاہدہ وشانِ فناء ۔۔۔۔۔۔ ۲۷۶

مشاہدہ بمجاہدہ ۔۔۔۔۔۔ ۲۷۷
نیت پر ثواب ۔۔۔۔۔۔ ۲۷۷
ہر سانس عبادت ۔۔۔۔۔۔ ۲۷۸
عبدیت کا مفہوم ۔۔۔۔۔۔ ۲۷۸
فعل اور عمل میں فرق ۔۔۔۔۔۔ ۲۸۰
ہر سانس عبادت ۔۔۔۔۔۔ ۲۸۰
نماز کی مثال ۔۔۔۔۔۔ ۲۸۱

Marfat.com

قرآنِ پاک میں رحمت اور رحمانیت ہی کا ذکر ہے ۳۱۵
حفظِ ماتقدّم ۳۱۵
مؤمن اور کافر کے فِسق میں فرق ۳۱۶
ایمان کا تقاضا وفاداری ہے ۳۱۶
شیخ مذکر ہے ۳۱۶
ایمان کا تقاضا وقارِ عہد ۳۱۷
عقد اور عہد ۳۱۷
کلمہ طیبہ بنیاد ہے ۳۱۸
عالمِ برزخ کی مثال ۳۱۹
مؤمن ہو کر غفلت کیسی ۳۱۹
فقہی مثال ۳۱۹
عہدِ الست کی مثال ۳۲۰
ایمان کا تقاضا تسلیم کرنا ۳۲۳
گستاخی معاف ہو لکھنا رسم ہے ۳۲۳
پاس انفاس کا مطلب ۳۲۳
ہر سانس محرک ہے ۳۲۴
ذکر کی تاکید ۳۲۵
خوف وطمع ۳۲۷
پورا کلام اللہ رحمت ہے ۳۲۸
علاج معالجہ بھی عبادت ہے ۳۲۸
تضرع کا مفہوم ۳۲۹

Marfat.com

پاس انفاس کا فائدہ ۳۳۰
حضرت علیؓ کا واقعہ ۳۳۱
احساسِ کمتری کیا ہے ؟ ۳۳۱
ذلّت کے کاموں سے بچو ۲۳۲
مسائلِ سلوک مدلّل ہیں ۳۳۳
واقعاتِ مسیح الامت ۳۳۷
واقعہ ۳۳۷
اساتذہ کے لئے ہدایت ۳۳۸
واقعہ ۳۳۸
واقعہ ۳۳۸

تیرہویں مجلس ...... اخلاص وصِدق ۳۳۹

سائل پر احسان نہ جتلانا چاہئے ۳۳۹
خود کو مقدس نہ سمجھنا چاہئے ۳۴۰
بعض تعلق مع المخلوق بھی تعلق مع الخالق ہی ہے ۳۴۱
بُرا عمل اور بُرا ساتھی، ساتھی نہیں ۳۴۲
انسان میں اُنس ونسیان کا عجیب لطیفہ ۳۴۳
تحصیلِ خشوع کے لئے ترکِ جماعت جائز نہیں ۳۴۴
ایک بادشاہ کی حکایت ۳۴۵
ضرورتِ علم پر ایک بزرگ کی حکایت ۳۴۵
صرف جاننا کافی نہیں ۳۴۶

Marfat.com

اخلاصِ صحیح کے بعد ازالۂ رذائل ضروری ہے ۳۴۷
اخلاصِ نفس کا گُر ۳۴۸
صدق واخلاص کی حقیقت ۳۴۸
اخلاص وصدق کا امتیاز حدیث سے ۳۴۹
صحابی مذکور میں صدق کیوں نہ تھا ؟ ۳۵۱
کتابت زمانہ مدید سے ہے ۳۵۲
اُستاد کی انوکھی تقریر لکھ لینا چاہیئے ۳۵۲
طلب اور کسب میں فرق ۳۵۲
ایک سبق آموز واقعہ ۳۵۴
طالب دُنیا سے طالب علم کو سبق ۳۵۴
پیغمبر کی نقل بھی باعثِ قُرب ہے ۳۵۵
علماء کی زندگی کیسی ہونی چاہیئے ؟ ۳۵۶
چودھویں مجلس ...... اسلامی تہذیب وصفائی ۳۵۹
تقدیر کا بہانہ زیبا نہیں ۳۵۹
اللہ نے اختیار دے کر بھیجا ہے ۳۵۹
تصوّف کی حقیقت ۳۶۰
چِلّہ کے مفید ہونے کی شرط ۳۶۰
اصول کی ضرورت واہمیت ۳۶۰
ذکر لاالٰہ کا طریق ۳۶۱
یہ کلمہ طیبہ بھی ہے اور طاہرہ بھی ہے ۳۶۲

Marfat.com

ذکر کے اثر کا اُصول ۳۶۲

حضرت مولانا گنگوہیؒ کی لطافت کی حکایت ۳۶۲

اختلاط کا اثر ۳۶۳

اختلاط سے بچنے کی ایک تدبیر ۳۶۳

علم کا تقاضا خلوت کی محبت ۳۶۴

بلا محبت خلوت علومِ مخصوصہ کا ورود نہیں ہوسکتا ۳۶۴

عالم جاہل برابر نہیں ہوسکتے ۳۶۵

علماء کی عملی کوتاہی نہیں دیکھنا چاہئے ۳۶۵

اے عالمو! اپنے آپ کو پہچانو ۳۶۶

مجالس میں بیٹھنا کب مفید ہے؟ ۳۶۶

عالمگیرؒ کی حکایت ۳۶۷

زمانہ فتنہ بھی خاموشی اُصولِ شریعت سے ہے ۳۶۸

جامعیت سے کام چلتا ہے ۳۶۸

سفرِ لندن کا واقعہ ۳۶۹

سفرِ مصر ۳۷۰

مطالعہ کا شغف ۳۷۱

غیروں کے اچھے طریقہ سے سبق حاصل کرنا چاہئے ۳۷۱

ادارہ بھی ایک گھر ہے ۳۷۳

باپ کو بھی گھر میں بلا اجازت نہیں جانا چاہئے ۳۷۳

پوری شریعت سلوک کا سبق ہے ۳۷۴

وقت کی پابندی کا سبق ۳۷۴

Marfat.com

قانون کی پابندی کا سبق ۳۷۴
چیزیں برتنے کے لئے ہیں فیشن کے لئے نہیں ۳۷۵
بیت الخلا میں قالین ۳۷۶
ہندوستانی لباس بطورِ فیشن پہنتا ہے ۳۷۷
انگریز کی ڈگڈگی ۳۷۷
ہم نقال ہیں ۳۷۸
پہلے پردہ بہت تھا ۳۷۸
دولت میں مساوات خلافِ فطرت وانتظام ہے ۳۸۰
شرفاء کی تہذیب کا حال ۳۸۰
علماء صاحبان زمانہ کو پہچانے ۳۸۲
حضرت مجدد تھانویؒ کا گھر میں داخل ہونے کا طریق ۳۸۳
ایک انگریز مسلمان کا واقعہ ۳۸۵
صفائی کا شرعی اُصول ۳۸۶
نظّفوا افنیتکم سے تصوّف کا ثبوت ۳۸۷
طالب علم شاہِ دین ہے ۳۸۷
ذِکر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کا طریق اور اس کا اثر ۳۸۹
دُعا ۳۹۰

پندرہویں مجلس

عقلیہ، عصبیہ، شہویہ کے اعتدال کا نام مردِ کامل ہے ۳۹۱
مباح چیز سے بھی نصیحت لی جاسکتی ہے ۳۹۱

Marfat.com

باپ ربّ مجازی ہے ۳۹۳
انسان اور شیطان کا امتیاز ۳۹۳
انسان کو مرد ہو کر رہنا چاہئے ۳۹۴
مسلمان سے عفت، شجاعت، حکمت مطوب ہیں ۳۹۴
مجادلہ میں مردانگی مطلوب ہے ۳۹۵
تبلیغ کا حق اصلاً مردِ کامل کو ہے ۳۹۶
احکامِ شرح عقل کے مطابق ہے ۳۹۶
بہت کھانا افراط اور کم کھانا تفریط ہے ۳۹۷
مسائل حدودِ اللہ ہیں ۳۹۷
اسلام کے پانچ جز ہیں ۳۹۸
بزرگوں نے کھانا اور سونا چھوڑنا علاجاً کیا ہے ۳۹۸
سونا اور جاگنا بہ تحتِ حکمِ الٰہی عبادت ہے ۳۹۹
زراعت، تجارت وغیرہ بہ تحتِ حکمِ الٰہی عبادت ہیں ۳۹۹
انسان فرشتوں سے بڑھ سکتا ہے ۴۰۰
بہ تحتِ حکمِ الٰہی پہرہ دینا بھی عبادت ہے ۴۰۱
بیماری میں چارپائی پر نماز پڑھنا بھی اطاعت ہے ۴۰۲
عابد اور عارف کا فرق ۴۰۲
ایک عابد کا واقعہ ۴۰۳
حدود کا تحفظ ضروری ہے ۴۰۴
حق تعالیٰ کے یہاں تاویلیں نہیں چلیں گی ۴۰۴
عورت کے گھر کا کام ہی عبادت ہے ۴۰۵

Marfat.com

اشراق کے وقت ہی چاشت پڑھ لے ۴۰۶
تہجد کی بارہ رکعات ہی لازم نہ کرے ۴۰۶
سلوک کی تعلیم ہشاش بشاش رہنا ہے ۴۰۷
بجھے ہوئے دل سے کوئی کام نہیں ہوتا ۴۰۷
طلبہ کے لئے رائج کھیل ٹھیک نہیں ۴۰۷
اللہ کا خوف کتنا ہونا چاہئے ؟ ۴۰۷
رحمت سے نا اُمیدی کفر کا کام ہے ۴۰۸
نا اُمیدی کی بات نہ زبان پر لاؤ نہ قصداً دل میں ۴۰۸
نفسِ ایمان بھی بشاشت کو چاہتا ہے ۴۰۹
اسلامی حدود سے نکلنا اسلامی صورت بگاڑنا ہے ۴۰۹
صورت صِرف چہرہ ہی کو نہیں کہتے ۴۱۰
دُنیوی ہوسیں سلبِ علم کا سبب ہو سکتیں ہیں ۴۱۲
مردوں کے خطاب میں عورتیں بھی داخل ہیں ۴۱۳
عمل مطلوب ہے نہ کہ زوالِ مادہ ۴۱۳
توبۂ نصوح کے بعد آدمی بزرگ بن سکتا ہے ۴۱۴
فضیل بن عیاضؒ کی توبہ ۴۱۴
توبہ کے لئے ندامت طبعی کافی نہیں' ندامتِ شرعی مطلوب ہے ۴۱۵
ندامتِ شرعی کی حقیقت ۴۱۵
بعض بزرگ مولوی نہ تھے مگر مولوی گر تھے ۴۱۵
شیخ کو وقتاً فوقتاً اصلاح وتبلیغ کرنا ضروری ہے ۴۱۶
صحابی تو نہیں' جنید ہو سکتے ہیں ۴۱۷

Marfat.com

سولہویں مجلس ...... تصدیق وعمل صراطِ مستقیم ہے ۴۱۹

اللہ کو خوش رکھنے کی کوشش عقلی چیز ہے ---------- ۴۱۹
اللہ رحمت کا بہانا ڈھونڈتے ہیں ---------- ۴۱۹
رسول بھیجنا بھی کرم کا تقاضا ہے ---------- ۴۲۰
کلام اللہ بوصفِ اعجاز باعثِ تصدیق ہے ---------- ۴۲۱
یَھْدِیْ اور یضل من حیث التخلیق ہیں ---------- ۴۲۱
حالتِ تُرابیت مطلوب ہے ---------- ۴۲۲
حضرت مولانا دیوبندیؒ کی ترابیت کا واقعہ ---------- ۴۲۳
حضرت علیؓ کی ترابیت کی حکایت ---------- ۴۲۴
اَسْتَفْتِ قَلْبَکَ ہر ایک کا معاملہ نہیں ہے ---------- ۴۲۵
تحدیث بالنعمۃ میں نکتہ ---------- ۴۲۶
ایک صحابی کا واقعہ ---------- ۴۲۷
سینہ مثل آئینہ ہو جائے اس کا طریقہ ---------- ۴۲۸
تصدیق وعمل صراطِ مستقیم ہے ---------- ۴۲۹
اہلِ کتاب ہونا صراطِ مستقیم پر ہونے کے لئے کافی نہیں ---------- ۴۲۹
توبہ کی انوکھی تعبیر ---------- ۴۳۱
اہلِ علم کو خطاب ---------- ۴۳۱
توبہ کی ایک اور تعبیر ---------- ۴۳۲
ملفوظ ---------- ۴۳۳

..........☆☆☆..........

Marfat.com

عرضِ ناشر

مسیح الامت حضرت مولانا **مسیح اللہ خان** کے خلیفۂ اجل، ان کے علوم و معارف کے امین و شارح، ان کے مسلکِ اعتدال کے ترجمان **حضرت الحاج ابراہیم تسبیح والے** کی دلی تمنا تھی کہ حضرت **مسیح الامت** کے مجالس، جدید ترتیب، عمدہ کتابت اور خوبصورت طباعت کے ساتھ منظر عام پر آئیں۔ **القاسم اکیڈمی** پر اعتماد فرمایا۔ ان کی سرپرستی اور بھرپور مخلصانہ تعاون سے اکیڈمی حضرت کے اوّلین سولہ (۱۶) مجالس کو جلد اوّل کی صورت میں اُمت کے حضور پیش کر رہی ہے، مزید کام جاری ہے۔ قارئین سے اشاعت و تکمیل کیلئے دُعا کی درخواست ہے۔

عبدالقیوم حقانی

Marfat.com

پیش لفظ

از : حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہٗ

الحمد لحضرة الجلالة والصلوٰة والسلام علی خاتم الرسالة.

شیخ جامیؒ فرماتے ہیں ....

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد
بسا کیں دولت از گفتار خیزد

حقیقت بھی یہی ہے کہ انسانی سیرت وکردار پر چہرہ اور لہجہ دونوں اثر انداز ہوتے ہیں، وہ بات تیر بن کر دل میں کھب جاتی ہے جو دل کی گہرائیوں سے نکلی ہو، گفتگو کو اگر حکمت آمیز، معانی سے لبریز، مٹھاس سے معمور، دلِ دردمند کی ترجمان اور حسنِ بیان سے بھرپور ہو تو ایک ایک حرف اپنا اثر چھوڑتا ہے۔ صحابۂ کرامؓ کی سیرت سازی میں جہاں آنحضرت ﷺ کے جمالِ جہاں افروز کا اثر تھا، وہاں آپ کے بیان فیض ترجمان کی تاثیر کا بھی اتنا ہی حصہ تھا، چھوٹی چھوٹی مگر حکمت وعظمت سے لبریز باتیں' تاثیر' کشش اور کیف میں رچے جملے اور معارف وحقائق کے خزانے اپنے دامن میں لئے ہوئے مختصر اقوال' بلاشبہ صحابۂ کرامؓ کی سیرتوں پر بے پناہ اثرات چھوڑتے تھے، ان سے جہاں ایمان تازہ ہوتا، وہاں عرفان کو بھی غذا ملتی ایک طرف اگر عقل کی گتھیاں سلجھ رہی ہوتیں تو دوسری جانب ذوق ووجدان کی پرورش بھی ہو رہی تھی، گفتار کی شرینی اور بیان کی حلاوت کانوں میں جب اُترتی محسوس ہوتی' یہی رنگ ہمیں صوفیاءِ کرام کی محفلوں پر بھی غالب دکھائی دیتا

Marfat.com

ہے، جب ہم ان کی مجالس ومحافل کا احوال اوران کے ملفوظات کا مطالعہ کرتے ہیں، توان کی محفل ومجلس ایسا چمنستان نظر آتی ہے جس میں ہر گل اپنا رنگ اوراپنی مہک رکھتا ہے، رنگ آنکھوں کوسرور بخشتا اور مہک مشام جان کو معطر کرتی ہے، جب بزرگانِ دین کی محافل عروج پر پہنچیں تو دلکش جملوں، عزت آموز مثالوں اور دلچسپ حکایتوں کے ساتھ ساتھ زندگی کے عمیق ترین حقائق چٹکیوں میں حل ہوتے چلے جاتے، محفل پر کبھی جذب وکیف طاری ہوتا اور کبھی عقل وخرد کا رنگ، کبھی ایمان وعرفان کی کیفیت غالب ہوتی اور کبھی ذوق ووجدان کی، کبھی جنت کی شادابیوں کا ذکراور کبھی جہنم کی وادیوں کا تذکرہ، محفل میں رحمتِ حق کا ذکر آتا تو چہرے کھل اُٹھتے، عذابِ الٰہی کی بات چل نکلتی تو آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی، احترامِ انسانیت کا موضوع چھڑتا تو موتی لٹتے، تعلیمِ آدمیت کا مسئلہ آتا تو دریا بہتے، خدا کے عدل پر لب کشائی ہوتی تو چیخیں اُبھرتیں، اس کے فضل پر زبان کھلتی تو باچھیں کھل جاتیں، غیرت فقر کا موضوع نوکِ زبان ہوتا تو بوریا نشینوں اور خرقہ پوشوں کے سر میں سکندر کا دماغ آجاتا، خدمتِ خلق کی بحث نطق آشنا ہوتی تو پندار وناموس کے آبگینے چھنا کے سے ٹوٹ جاتے۔

الغرض صوفیاءِ کرام کی باتیں ایجاز واختصار کا بہترین مرقع ہوتیں، قطرے میں دریا اور ذرے میں صحرا کو انہوں نے سمو کر دکھایا، صوفیا کی مجالس ومحافل میں اپنی اور غیروں، امیروں اور غریبوں، شہریوں اور دیہاتیوں، عالموں اور جاہلوں، گوروں اور کالوں، نیکو کاروں اور گناہ گاروں کی یکجائی کا عجب سماں ہوتا، نہ تنقید نہ تعریض، نہ طنز نہ استہزاء نہ مناظرانہ پن اور نہ دلآزاری۔ بات وہی کہی جو ہر دل کی تھی، نصیحت سے معمور اور عبرت سے بھرپور، صوفیاءِ کرام کی مجالس گویا صحرا کے پاپیادہ مسافروں کے لئے گھنے درخت کی ٹھنڈی چھاؤں ہوتی، اور عمر بھر کی تھکاوٹ دور ہو جاتی، ان کا اندازِ تربیت اور طریقۂ اصلاح کیا تھا؟ اس کا اندازہ ان کے ملفوظات سے ہوتا ہے اور ان کے موضوعات علمی وفنی نہیں،

Marfat.com

تبلیغی و اصلاحی ہوتے تھے۔احترامِ انسانیت، توکل، توبہ، خوفِ خدا، اخلاص، ایثار، تقویٰ، محبت، خدمتِ خلق اور عجز و نیاز ان کے دل پسند اور مرغوب موضوعات تھے، چند جھلکیاں ملاحظہ ہوں، دہلی میں خانوادہ چشت کے عظیم صوفی بزرگ حضرت نظام الدین دہلویؒ کی محفل آراستہ ہے، اللہ والوں کے مزاج کی بات چھڑی تو آپ نے فرمایا :

''ایک شخص بڑی محبت کے ساتھ حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ کی خدمت میں تحفے کے طور پر چھری لے کر آیا آپ نے اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا تمہاری اس محبت پر شکرگزار ہوں' مگر مجھے چھری نہ دو، پھر کبھی آنا تو چھوٹی سی سوئی لیتے آنا کہ اللہ والے کاٹنے کا کام نہیں کرتے جوڑنے کا کام کرتے ہیں''۔

ایک بار شیخ بہاؤالدین نقشبندؒ کی مجلس سجی تھی' علم و عمل کی یکجائی اور اس کا لازم وملزوم ہونا زیرِ بحث آیا، آپ نے فرمایا :

''تو شمع کی طرح بن اور شمع کی طرح نہ بن' لوگوں کو اس پر حیرت ہوئی اور انہوں نے وضاحت چاہی۔آپ نے فرمایا ''شمع کی طرح بن'' کا مطلب ہے کہ دوسروں کو روشنی پہنچاؤ اور شمع کی طرح نہ بننے کا معنی ہے کہ اس کی طرح خود روشنی سے محروم نہ رہو''۔

توکل کیا ہے؟ اور توکل کی روح کیا ہے؟ حضرت ابوبکر شبلیؒ نے ایک بار ارشاد فرمایا :

''ایک بار ایک شخص میرے پاس آیا اور مجھ سے اپنے کثیر العیال ہونے کی شکایت کی۔میں نے اس سے کہا ان افراد کو گھر سے نکال دو جن کا رزق اللہ کے ذمہ نہیں' تم صرف انہی کی کفالت کرو جن کی رزق رسانی تمہارے ذمے ہے، یہ سن کر اسے ساری بات سمجھ میں آ گئی اور چل دیا''۔

خرقِ عادت واقعات کے ظہور اور کرامات کے صدور کا خوش عقیدہ حلقوں میں بڑا چرچا رہتا ہے اور اسے معیارِ تقویٰ اور بزرگی سمجھا جاتا ہے، مگر اس خیال کی بڑی یقین افروز

Marfat.com

وضاحت حضرت شیخ بہاؤالدین نقشبند نے بہت ہی معنی خیز اور حسن کارانہ انداز میں فرمائی ہے۔ بعض لوگوں نے آپ سے کرامت کے ظہور کی بات کی، آپ نے فرمایا:

''میری یہی کیا کم کرامت ہے کہ اتنے گناہوں کے باوجود میں زمین پر چل پھر رہا ہوں''۔

صوفیاء کے ہاں ''خود بینی'' کے بجائے ''خود شکنی'' رویہ زیادہ نظر آتا ہے اور ''ہمچو ما دیگرے نیست'' کی جگہ ''ہیچ میرزی'' کا چلن عام ہے، خوانہ نظام الدین دہلویؒ کی ایک ایسی مجلس کا ایک گوشہ ملاحظہ ہو' آپ نے فرمایا ''جسے دیکھو اور جس سے ملو اسے اپنے سے بہتر سمجھو' اگرچہ تم اطاعت گزار ہو اور وہ گناہگار ہو، ہوسکتا ہے یہ تمہاری آخری اطاعت ہو اور وہ اس کا آخری گناہ، تم اس کے بعد گناہگار بن جاؤ اور وہ اطاعت شعار''۔

شعلہ و شبنم کی یکجائی اور آتشِ شوق اور بارانِ اشک کی ہم آغوشی جیسی مجازی کیفیت کو شیخ ابوبکر شبلیؒ نے حقیقت کے انداز میں کیسے بیان فرمایا، ایک جملہ دیکھئے، آپ ایک مجلس میں تشریف فرما تھے، قریب ہی گیلی لکڑیاں جل رہی تھیں ایک طرف آگ تھی اور دوسرے سرے سے پانی رس رہا تھا، آپ کا ذہن فوراً اس طرف متوجہ ہوا اور فرمانے لگے:

''اگر یہ بات سچ ہے کہ تمہارے دل آتشِ عشقِ الٰہی میں جل رہے ہیں تو تمہاری آنکھوں میں آنسو رواں کیوں نہیں ہوتے؟''

لوگ نہ جانے عقل و دولت کسے کہتے ہیں؟ اس کی کیا علامات ہیں؟ اور اس کا مدار و معیار کیا ہے؟ اس باب میں شیخ ابوعلی محمد بن عبدالوہابؒ کا نقطۂ نظر بصیرت افروز بھی ہے اور نصیحت آموز بھی۔

اُف ہے دنیا کے کاموں پر جب وہ اُمڈ کر آجائیں اور اُف ہے دنیا کی حسرتوں پر جب وہ جاتی رہیں، عقل مند ایسی چیزوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتے، کہ آئیں تو مشغولیت کا سبب بنیں اور جائیں تو حسرت دے کر جائیں''۔

Marfat.com

"اللہ تعالٰی کے دیئے ہوئے مال میں سے خرچ کرو"۔ یہ حکمِ الٰہی ہے، کتنا خرچ کرو؟ اس کی وضاحت متعدد احادیثِ رسول ﷺ سے ملتی ہے اور احکامِ الٰہی تفصیل کے ساتھ درج ہیں، صوفیا کس نظر سے دیکھتے ہیں، جس نے پوری دنیا کا سکون چاٹ رکھا ہے اور دماغ اُڑا رکھا ہے، حضرت ابوبکر شبلیؒ کا انداز لائقِ توجہ ہے، آپ سے کسی نے پوچھا زکوٰۃ کب اور کتنی واجب ہے؟ آپ نے فرمایا مذہب فقہاء کی رو سے پوچھ رہے ہو یا مذہب فقراء کے حوالے سے؟ سائل نے کہا دونوں طرح سے ارشاد فرمائیے۔ جواب دیا، فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ سال گزرنے پر ۱۰۰ (سو) درہم میں سے ڈھائی درہم نکال دو، اور فقراء کا مشرب یہ ہے کہ جو کچھ مال و دولت ہو سال بھر کا انتظار کئے بغیر خدا کی راہ میں اور اس مخلوقِ خدا پر خرچ کر دو۔

انسان فطرتاً مدنی الطبع ہے، مل جل کر رہتا، معاملات کرتا، اور کچھ لو اور کچھ دو کے انداز میں زندگی گزارتا ہے، اس کے کچھ فرائض ہیں اور کچھ حقوق۔ فرائض کے ادا کرنے میں کوتاہی برت جاتا ہے مگر حقوق طلب کرنے میں بہت مستعد ہوشیار ہے، انسانوں کی بستی میں مفادات ٹکراتے بھی ہیں اور تحفظات آڑے بھی آتے ہیں، جھگڑے بھی اُٹھتے ہیں اور فتنے بھی پیدا ہوتے ہیں، یہ ایک عمومی صورتحال ہے مگر صوفیا کرام اس بارے میں جداگانہ رویہ رکھتے اور انداز اپناتے ہیں، وہ زندگی کو تجارتی بنیادوں پر استوار نہیں کرتے اور نہ لو اور دو کے اُصول اختیار کرتے ہیں بلکہ ان کے ہاں ایثار، مروّت، اخوت، احسان، اور ترک و توکل کا چلن زیادہ ہوتا ہے، وہ "بھلا کر بھلا ہوگا" کو فقیرانہ صدا قرار دیتے ہیں جبکہ مومنانہ انداز ان کے ہاں "سب کا بھلا" خواہ کوئی بھلا کرے یا برا یہ بھلائی کا دامن کسی صورت نہیں چھوڑتے، دوستوں پر گلہ اور زمانے پر شکوہ ان کے نصابِ زندگی میں شامل ہی نہیں، اسی نظریے کو حضرت جنید بغدادیؒ اس طرح الفاظ کا قالب عطا کرتے ہیں، فرمایا:

Marfat.com

''کوئی شخص اس وقت تک عارف وکامل نہیں بن اور کہلا سکتا جب تک کہ وہ زمین کی طرح نہ ہو جائے کہ نیک و بد اس پر چلتے اور وہ ہر ایک کے سامنے بچھتی ہے، اور بادل کی طرح نہ بن جائے جو ہر جگہ سایہ کرتا ہے خواہ گلستان ہو یا صحرا اور بیابان، اور سورج کی طرح نہ بن جائے جو ہر ذرے کو روشن کرتا ہے اور شہر و دیہات میں امتیاز نہیں برتتا، اور بارش کی طرح نہ بن جائے جو ہر چیز پر برستی ہے، پھولوں پر بھی اور کانٹوں پر بھی''۔

''مجالسِ مسیح الامت'' اسی متن کی شرح' اسی اجمال کی تفصیل' اسی نقطہ کی توضیح اور انہی اہداف کی پیش رفت ہے۔ مسیح الامت حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خانؒ کے ارشادات' مواعظ' فرمودات' مجالس اور تمثیلات' تصوف و طریقت کی روح اور باطنی علوم و معارف کا خلاصہ اور مکھن ہیں۔

مجالس مسیح الامت ایک خاص اسلوبِ حیات اور اندازِ فکر کو واضح کرتی ہیں، اور یہ اسلوب بہت حیات بخش اور یہ انداز بہت مثبت ہے، بشرطیکہ لوگ اسے محض ''ملفوظات'' نہ سمجھ لیں بلکہ زندگی کے ''معمولات'' بنالیں' اگر ایسا ہو جائے تو انسان کے ہاتھ وہ فردوس گم گشتہ آ سکتی ہے، جس کی تلاش میں صدیوں سے محوِ سفر اور بھٹک رہا ہے، ان باتوں سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ صوفیا و اولیاء صرف محیر العقول واقعات رونما نہیں کرتے اور نہ یہ ان کا بنیادی منصب ہے بلکہ وہ ایسا اندازِ حیات اپناتے ہیں جو ان کے لئے موجب عافیت اور دوسروں کے لئے ذریعۂ منفعت ہے اور یہی اللہ والوں کا بہتر تعارف اور نمایاں تشخص ہے۔

عبدالقیوم حقانی

صدر القاسم اکیڈمی' جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ

۱۷ر صفر المظفر ۱۴۲۹ھ/ ۲۵ر فروری ۲۰۰۸ء

Marfat.com

پہلی مجلس

مقامِ علم

علماء کو خطاب ہوا تھا کہ عوام کا مدارِ اخلاق، عوام کی درستگی کا موقوف علیہ علماءِ کرام ہیں۔

صحابۂ کرامؓ حضور ﷺ سے تعلیم حاصل کرتے تھے :

ارشاد فرمایا : کل بیان میں عرض کیا تھا کہ کتابیں سامنے رکھ کر تعلیم لے اور استاد کتابیں سامنے رکھ کر تعلیم دے، تعلیم کا یہی مروّجہ طریقہ ہے۔ صحابۂ کرامؓ کے سامنے کونسی کتابیں تھیں، بغیر کتابوں کے رسالت مآب ﷺ کے درس میں حاضر ہوتے تھے او رعلم حاصل کرتے تھے۔

تحصیلِ علم کتابوں کے ساتھ مخصوص نہیں :

اس سے معلوم ہوا کہ مقصود و مطلوب علم کا حاصل کرنا ہے، تحصیلِ علم مقید اور کتابوں کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ حدیث میں طلبِ علم کا لفظ آیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے :

Marfat.com

اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ بِالصِّیْنِ۔ (کنز العمال ص ۱۳۸)
علم طلب کرو اگرچہ چین جیسے دور دراز ملک میں ہو۔
دوسری حدیث میں ہے :
طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَةٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ۔ (مشکوٰۃ کتاب العلم ص ۳۴)
علم کا طلب کرنا ہر مسلمان مرد پر فرض ہے۔
ایک روایت میں وَ مُسْلِمَةٍ بھی آیا ہے یعنی عورت پر بھی فرض ہے۔

علم سے مراد علمِ دین ہے :

اور مراد علم سے علمِ دین ہے جو وحی جلی اور وحی خفی کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ وحی جلی سے مراد قرآنِ پاک ہے اور وحی خفی سے مراد حدیث شریف ہے اور فقہ، مسائل اور احکام جو قرآن و حدیث سے ماخوذ ہیں وہ بھی وحی ہی کی تعلیم ہے۔

قرآن کی آیت سے بھی علم کی واقعی حقیقت اور حصولِ علم کی اہمیت عجیب وغریب انداز کے ساتھ ثابت فرمائی ہے۔

حق تعالیٰ نے فرمایا ہے : جب جہاد کا حکم ہو سب کے سب جہاد میں نہ چلے جاویں۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ۔ (پ ۱۱ ع ۴)

اور مسلمانوں کو یہ (بھی) نہ چاہئے کہ (جہاد کے واسطے) سب کے سب (ہی) نکل کھڑے ہوں سو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر ہر بڑی جماعت میں سے ایک ایک چھوٹی جماعت (جہاد میں) جایا کرے (اور بقیہ اپنے وطن میں رہ جایا کریں) تاکہ (یہ)

Marfat.com

باقی ماندہ لوگ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں اور تا کہ یہ لوگ اپنی (اس) قوم کو (جو جہاد میں گئے ہیں) جبکہ وہ ان کے پاس واپس آویں ڈراویں تا کہ وہ احتیاط رکھیں۔

دیکھئے ! اس آیت میں علم کی اہمیت جہاد کے مقابل میں بیان کی گئی کہ ایک جماعت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں محبوس رہنا ضروری ہے۔

جہاد کے ذریعہ اسلام کی نشر واشاعت :

جہاد علمی بمقابلہ کفار زبردستی ایمان لانے کے لئے نہیں ہے بلکہ اشاعت ونشرِ اسلام کے لئے اور دین کی طرف آنے والوں کے لئے رُکاوٹوں کو دفع کرنا، ان کا انسداد کرنا، جہاد کا مقصود ہے، جہاد سے مراد مؤمنوں کی جان، مال، عزت اور آبرو کا خیال رکھنا ہے جو ایمان کی طرف آنا چاہتے ہیں ان کے لئے راہ ہموار کرنا ہے۔

خود جان کر اپنے کو تکلیف میں ڈالنا یہ اسلام میں منع ہے، مقصود حاصل ہووے نا ور خود کو تکلیف میں ڈال دینا یہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ اسی لئے تیرہ سالہ حیات مبارکہ (مکی زندگی) نہایت ہی مجاہدوں اور ریاضتوں کے ساتھ گزاری گئی تا کہ نفسانیت باقی نہ رہے، اور ہر کام رضاءِ الٰہی کے لئے ہو، تو مکی زندگی کا دارومدار اخلاقیات اور جہاد بالنفس پر تھا، تا کہ تمام اُمور یعنی تعلیم وتعلم، ظاہر وباطن، انفرادیت واجتماعیت، معاشرت و معاشیات ہر کام من حیث العادات والاخلاق صرف رضائے الٰہی کے لئے رہ جائے۔ دوسری کوئی اور چیز بیچ میں نہ رہے، اور ہر کام شریعت کے مطابق ہو۔ اسی لئے مکی زندگی میں خاموشی کے ساتھ تیرہ سال تک اخلاقِ جامعہ کے ساتھ تعلیمِ دین ہوتی رہی، اس کے سوا کوئی عبادت نہ تھی۔ نماز ہجرت سے ایک سال قبل فرض ہوئی ہے اور روزوں کی فرضیت بعدِ ہجرت ہوئی ہے۔

اب بعد الہجرت بحصولِ مرکزیت جب تعلیم میں غیروں کی طرف سے رُکاوٹیں

Marfat.com

آنے لگیں اور مومنوں کو ستایا جانے لگا، ان کو روکا جانے لگا، تب جہادِ عملی مشروع ہوا کہ اب جو بھی عمل ہوگا وہ بحدودِ شرع رضاءِ الٰہی کے لئے ہوگا اپنے لئے نہ ہوگا۔

حق تعالیٰ فرماتے ہیں : اب میری پوری تائید ان کے ساتھ ہوگی سکون یعنی غیروں سے بے التفاتی یہ ان کے قلب میں دوسری جانب سے آ گیا سکینہ میری جانب سے نازل ہونے کا گویا قلب محل ہوگیا۔

تو یہ جہاد زبردستی ایمان لانے کے لئے نہیں بلکہ تبلیغ میں رُکاوٹ کو ختم کرنے کے لئے فرض ہوا ہے۔ پیش قدمی کو روکنے کے لئے جہاد فرضِ کفایہ ہے اور ہجومِ دشمن کے وقت فرضِ عین ہے۔

جہاد کے لئے مرکزِ علّت اور تقویٰ شرط ہے :

جہاد کے لئے تقویٰ شرط ہے اور مرکزیت ہونا علت ہے۔ محض شرط کے پائے جانے پر جہاد فرض نہیں ہوتا اور حق تعالیٰ کا ارشاد :

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ۔(پ۵ع۱۲)

بلاشبہ نماز مسلمانوں پر ایک مقررہ وقت میں فرض کی گئی ہے۔

یہ ارشاد علت ہے اگر یہ ارشاد نہ ہوتا تو نہ نماز ہوتی نہ وضو ہوتا۔ اسی طرح مرکزیت کا ہونا جہاد کے لئے علت ہے اگر یہ نہیں تو جہاد فرض ہی نہیں اور تقویٰ شرط ہے تقویٰ سے سکون آتا ہے اور مرکزیت کے حاصل ہونے پر ایک قوتِ خاص منجانب اللہ مع سکینہ آتی ہے، خواہ الہامی طور پر قلب میں سکینہ پیدا فرمادیں یا ظاہری طور پر فرشتوں کے نزول کے ذریعہ۔

تائیدِ ظاہری بھی باعثِ تقویت ہے :

تائیدِ ظاہری سے بھی شرع میں تقویت ملتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو

Marfat.com

جب حق تعالیٰ نے فرعون کی طرف بھیجنے کے لئے فرمایا :

اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۔(طٰہٰ:۲۴)(اب تم فرعون کے پاس جاؤ کہ وہ بڑا سرکش ہوگیا ہے)فرعون کے پاس (تبلیغ کے لئے) جاؤ تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا مجھے ڈر لگتا ہے،فرعون بڑا سخت ظالم ہے، مجھ سے ایک اس کی قوم کا آدمی بھی مارا گیا ہے، کیا اچھا ہو کہ میرے گھر کا آدمی جس پر مجھے اعتمادِ کامل ہے جو کہ میرا بھائی ہارون ہے اسے میری قوتِ بازو کے لئے ساتھ بھیج دیجئے۔ ارشاد ہوا، بہت اچھا ہم نے ان کو نبوت دے کر تمہارے ساتھ کردیا۔

الغرض ظاہری تائید سے بھی سکینہ پیدا فرماتے ہیں خواہ کسی انسان سے ملائکہ سے یا بلا واسطہ باری تعالیٰ ایسا الہام وارد فرمادیتے ہیں کہ قوتِ قلبی حاصل ہوجاتی ہے۔ کبھی ظاہری سکون کے ساتھ سکینہ نازل فرماتے ہیں جیسا کہ غزوۂ احد میں نیند غالب کردی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا ۔ کہ پھر اللہ تعالیٰ نے اس غم کے بعد تم پر چین (بشکل) اونگھ بھیج دی جس سے سکون ہوگیا، ساری تھکان دور ہوئی اور اونگھ سے طبیعت ہلکی پھلکی ہوگئی۔

حصولِ علم کی اہمیت جہاد پر :

جہاد نشرِ اسلام میں رُکاوٹ کو دور کرنے کے لئے مشروع ہوا ہے' لیکن اس کے باوجود "علم دین" کی اس درجہ اہمیت ہے کہ سب کو جہاد میں نکل جانے سے منع فرمادیا بلکہ حکم ہوا کہ حصولِ علم کے لئے بھی ایک جماعت نبی ﷺ کے پاس رہنی چاہئے۔

علمِ طریقت کی اس درجہ اہمیت اس لئے بھی ہے کہ اگر علم صحیح طور سے بحدودِ شرع نہیں ہے تو جہاد مرضیٔ مولیٰ کے موافق نہیں ہوسکتا۔

Marfat.com

یہ بات ضمناً اس لئے آئی تھی کہ ایسا مت کرنا کہ جب نفیرِ عام جہاد کے لئے نہ ہو تو سب کے سب نکل جائیں بلکہ ایک جماعت تم میں سے علمِ دین حاصل کرنے کے لئے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر رہے اور ایک جماعت جہاد کے لئے جائے، جب تم تحصیلِ علم میں ہو تو علم کا حاصل کرنا بھی نفس پر بار ہوتا ہے تو تحصیلِ علم بھی جہاد ہے کیونکہ تحصیلِ علم میں رُکے ہوئے ہیں، پابند ہیں، آزادی سلب ہوتی ہے تو اس جہادِ نفسانی کے لئے جہادِ علمی میں رُکے رہو، سب کے سب مت نکل جاؤ۔ معلوم ہوا کہ علم کا حاصل کرنا بہت ہی غایت درجہ کی اہمیت رکھتا ہے اور آگے کیا فرمایا اس کو بھی دیکھو کہ جو جہاد کرنے والے چلے گئے تھے، جب لوٹ کر آویں تو موجودین نے آپ ﷺ کے دربار میں رہ کر جو علم حاصل کیا ہے وہ اس جہادِ جسمانی سے واپس آنے والوں کو انذار کریں یعنی دینی فہمائش، صحیح افہام و تفہیم کے ساتھ ان کے شاگرد ہو گئے۔ واسطہ در واسطہ اس طرح کہ یہ تو شاگرد بنے۔ رسول اللہ ﷺ کے اور وہ شاگردان کے بنے۔ آیت میں لِيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ جمع کا صیغہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خدمتِ نبوی میں رہنے والے فقہ (دین کی سمجھ) حاصل کریں۔

فقہ دین کی فہم کو کہتے ہیں :

فقہ کہتے ہیں دین کی باریکیوں کو سمجھنا جس میں استنباطی طاقت اور موقع محل کا پہچاننا بھی ہو۔ اگر تمہارے مقابلہ میں کوئی علمی گفتگو کے لئے آجائے تو ابلاغِ حق میں دباؤ نہ پاؤ، نہایت ہی آزادیٔ طبع کے ساتھ بحُسنِ اخلاق ان کو جواب دو۔

سرسری علم کافی نہیں :

سرسری علم کافی نہیں بلکہ گہرائی اور عمق کے ساتھ تحصیلِ علم ہونا چاہئے۔ صرف وسعتِ نظری پر اکتفاء نہیں بلکہ وسعتِ نظری کے ساتھ عمقِ نظری اور گہراؤ بھی ضروری ہے۔

Marfat.com

حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے :

فَقِیۡہٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیۡطَانِ مِنۡ اَلۡفِ عَابِدٍ۔ (مشکوٰۃ کتاب العلم ص ۳۴)

ایک ہزار عابدوں کو بہکانا تو آسان ہے، ایک فقیہ کو بہکانا مشکل ہے۔ شیطان کے پاس علم تو تھا مگر فقیہ نہ تھا اس لئے بہکاوے میں آ گیا۔ نیز شیطان کا استاد نفس تھا، اس میں حب جاہ تھا، اخلاق کی تصحیح نہیں ہوئی تھی، صرف حصول علم تھا اس لئے بھی بہکاوے میں آ گیا۔

اہلِ علم کیلئے اخلاقیات کی اہمیت :

یہاں سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ طالب علم کے لئے حُسنِ اخلاق کی کتنی اہمیت ہے۔ اخلاقِ حمیدہ محمودہ جتنا بلند ہوگا اس کے بالمقابل اخلاقِ ذمیمہ کا ازالہ ہوگا، غفلت ختم ہو کر ملکۂ یادداشت میں تیزی آئے گی اور اتنا ہی نفس کے بہکاوے سے محفوظ رہے گا۔ شیطان کو علم تھا، اس کو تفقہ نہیں تھا بس نفس کے بہکاوے میں آ گیا تو طالب علم کو علم کا حصول اس درجہ کے گہراؤ کے ساتھ ضروری ہے کہ ابلاغِ حق میں آزادی حاصل ہو، دباؤ محسوس نہ کرے۔

تحقیقی، تعمیقی علم ضروری ہے اور اس زمانہ میں تو اور بھی تحقیق و تدقیق سے علم حاصل کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ دشمنانِ اسلام و اعداءِ دین میں علمِ سائنس کا بہت چرچا ہے۔ ان کے دماغ سائنسی اور مزاج فلسفی ہو گئے ہیں، اعداءِ دین سائنسی دلائل کے ساتھ بالمقابل آنے لگے ہیں۔ لہٰذا طلبہ کو علم کی تحصیل خاص کر اس زمانہ میں گہراؤ کے ساتھ کرنا چاہئے۔

منطق و فلسفہ کی ضرورت :

علمِ منطق اور فلسفہ اور ہیئت کا حصول اشد ضروری ہے۔ اساتذہ کو فلسفہ اور عقائد

Marfat.com

کے مسائل فلسفی اور منقولی انداز میں سہل طریقہ سے سمجھانا بہت ضروری ہیں ورنہ اغیار کا بہکانا بہت آسان ہو جائے گا اور عالم اسلام ان کے بہکاوے میں آ کر شبہ میں پڑ جائے گا۔

اور یہ بہکانے کا طریقہ ہمیشہ سے چلا آ رہا ہے۔ صحابۂ کرامؓ کو کفار بہکایا کرتے تھے، مثلاً یہ کہ بھلا یہ کونسی بات ہے؟ کہ خدا کا مارا ہوا حرام اور اپنا مارا ہوا حلال یعنی طبعی طور پر جانور مر جاوے تو خدا کا مارا ہوا ہے وہ تو حرام اور اپنا مارا ہوا (ذبح کیا ہوا) حلال۔

(تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۱۳۲)

کہتے تھے ارے تمہارے رسول تمہیں استنجا کرنا، پیشاب، پاخانہ کرنا بھی سکھاتے ہیں یہ کتنی ہلکی بات ہے لیکن صحابۂ کرامؓ جو پختہ ہو چکے تھے جواب دیتے تھے کہ ہاں ہمیں پہلے ہگنا موتنا بھی نہ آتا تھا کہ کس طرح ہگنا موتنا چاہئے۔ (مشکوٰۃ باب آداب الخلاء ص ۴۲)

شریعت کے حکم کے مطابق استنجا بھی عبادت ہے:

بحق شرع علم صحیح کے ساتھ استنجا کرنا عبادت میں داخل ہے اور بحد شرع استنجا کرنے میں جو قرب حاصل ہے اس کے مقابلہ میں ہزاروں کشف، ہزاروں کرامتیں کچھ نہیں۔

تو صحابۂ کرامؓ کے زمانہ میں بیچارے نئے مسلمانوں کو اس طرح بہکایا جاتا تھا اور آج تو یہ بہکاوے کی چیز بہت دور کر رہی ہے اس لئے ہمیں علم میں مضبوطی کی اور بھی زیادہ ضرورت ہے۔ تعجب ہے کہ ادھر (غیر مسلموں) میں تو علم کی اشاعت اور پھیلاؤ بہت ہو رہا ہے اور ہم اس میں اختصار کرتے جاتے ہیں یہ بڑی کمی کی بات ہے۔

اصحابِ صفہ:

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک چبوترا تھا، جس کو عربی میں صفہ کہا جاتا ہے۔ اسی صفہ میں رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں طلبہ کا قیام رہتا تھا، اور حصولِ علم میں مشغول

Marfat.com

رہتے تھے ان کو اصحابِ صفہ کہا جاتا ہے۔

طلبہ کا دارالاقامہ میں قیام :

اسی لئے رہائشی دارالاقامہ (بورڈنگ) مدرسہ میں ہونا چاہئے اور کھانے کا انتظام بھی منجانب مدرسہ ہونا چاہئے۔ اگر ہو سکے تو نظامِ مدرسہ کے تحت بستی کے طلبہ کا بھی دارالاقامہ میں ہی قیام رہنا چاہئے کیونکہ وہاں رہ کر جو وقت کی پابندی ہوگی گھر جا کر نہیں ہوسکتی، پھر پڑھے ہوئے سبق کا تکرار جس پابندی کے ساتھ وہاں رہ کر ہوگا گھروں سے آ کر نہیں ہوسکتا کیونکہ مدرسہ میں تعلیمی نگرانی آسانی سے ہوتی ہے۔

بھوک کا برداشت کرنا :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اصحابِ صفہ میں سے تھے۔ فرماتے ہیں کہ طلبِ علم میں بعض وقت کھانا بھی نہیں ملتا تھا، شدتِ بھوک سے چکر آتے تھے اور بے ہوش ہوکر گر پڑتا تھا، لوگ سمجھتے تھے کہ جن آ گیا ہے اس لئے زمانۂ جاہلیت کے عقیدے کے موافق لوگ میرا کان مروڑتے تھے حالانکہ وہ صرف بھوک ہوتی تھی۔

تو دیکھو ! اصحابِ صفہ طالب علم تھے، ان کو پورا کھانا بھی نہیں ملتا تھا۔ آج پورا ملنے پر بھی شکایت ہوتی ہے جو طلبہ کی شان سے ازبس بعید ہے۔

علم کا تقاضا حلم ہے :

تو علم کے کچھ تقاضے ہیں جن کا اوپر ذکر کیا گیا، انہی تقاضوں میں سے ایک تقاضا حلم بھی ہے۔ علم کا تقاضا حلم ہے نہ کہ آپس میں جھگڑنا باہمی تنازع کرنا۔

اختلاف کے حدود :

اختلاف بدلائل، درجۂ علم میں ہوتا ہے۔ استاد و شاگرد کے درمیان بھی ہوتا ہے،

Marfat.com

دیکھئے امام صاحبؒ کچھ فرما رہے ہیں اور امام ابو یوسفؒ کچھ اور فرما رہے ہیں، اُس زمانہ میں اجتہادی مسائل میں اختلاف ہوتا تھا۔ آج کل اجتہادی مسائل کا دروازہ تو بند ہو گیا مگر انتظامی اُمور میں تو اجتہاد باقی ہے، اختلاف بھی اور خلاف بھی لیکن تنازع کچھ نہیں۔

اور سنئے اختلاف کہاں نہیں ہوتا، اطباء (ڈاکٹروں) میں ہے، وکلاء میں ہے حکام میں ہے۔

حضرت علیؓ اور قاضی شریحؒ کا اختلاف مشہور ہے کہ زرہ کے چوری ہونے پر حضرت علیؓ نے باوجود خلیفہ ہونے کے قاضی شریحؒ کے یہاں دعویٰ دائر کیا تھا اور گواہی میں اپنے آزاد کردہ غلام قنبر اور اپنے بیٹے کو شہادت میں پیش کیا تھا۔ قاضی شریحؒ نے فرمایا غلام تو آزاد شدہ ہے، اس کی شہادت تو قبول ہے لیکن بیٹے کی شہادت قبول نہیں۔ لہٰذا مقدمہ خارج۔ حضرتِ علیؓ یہ سن کر ہنسی خوشی واپس ہو گئے۔ یہودی نے یہ حال دیکھ کر کلمہ شہادت پڑھ لیا : **اشهد ان لا الٰه الا الله واشهد ان محمدًا عبدهٗ و رسوله** اور اسلام لے آیا۔ (تاریخ الخلفاء ص۱۲۹)

دیکھا آپ نے 'اللہ اکبر ! حضرت علیؓ بڑے ذہین' بڑے حاضر جواب' شیخین ابو بکرؓ و عمرؓ کو جب کوئی مشکل پیش آتی تھی تو فرماتے تھے حضرت علیؓ کو بلاؤ، پھر عشرہ مبشرہ میں سے ہیں جن کے جنتی ہونے کی بشارت دنیا میں ہی دیدی گئی تھی۔ تو کیا حضرت علیؓ میں جھوٹ کا احتمال ہو سکتا تھا؟ ہرگز نہیں' اگر قاضی شریح سے قسم دے کر تنہائی میں پوچھا جاتا کہ حضرت علیؓ سچے ہیں یا جھوٹے؟ تو وہ قسم کھا کر یہ کہتے کہ علیؓ سچے ہیں لیکن میں کیا کروں؟ معاملہ اور حقوق کی بات ہے اور شرعی شہادت ضروری ہے، وہ میرے نزدیک نہیں اس لئے میں مجبور ہوں۔ بیٹے کی شہادت میرے نزدیک معتبر نہیں۔

ادھر حضرت علیؓ کو دیکھئے کوئی جرح، قدح نہیں کی کہ میرے نزدیک تو بیٹے کی

Marfat.com

گواہی معتبر ہے، آپ کو ماننا پڑے گی، آپ میرے ماتحت ہیں، میں خلیفہ ہوں، آپ میرے ہی مقرر کردہ قاضی ہیں وغیرہ ایسی کوئی گفتگو نہیں کی بلکہ یہ سوچ کر کہ اجتہادی مسئلہ ہے، قاضی کی رائے کو ترجیح ہوتی ہے، ہنسی خوشی واپس چلے آئے۔ کیا اچھا واقعہ ہے۔ علماء کو ایسا حق پرست ہونا چاہئے نہ ردّ و قدح اور تنازع کا عامیانہ طریق اپنانا چاہیے۔

پھر حضرت علیؓ کا حوصلہ تو دیکھئے کہ یہ منظر حق پرستی دیکھ کر یہودی کہہ رہا ہے کہ زرہ آپ ہی کی ہے، آپ لے لیجئے لیکن حضرت علیؓ لیتے نہیں، فرماتے ہیں کہ اب تمہاری ہوگئی تم ہی رکھو۔ معلوم ہوا کہ جس طرح اہلِ علم کو باحلم ہونا چاہئے اسی طرح علم کی شان بیان ہو رہی تھی کہ حق تعالیٰ نے صحابہؓ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ایسا نہ کرو کہ جہاد کے لئے سب کے سب نکل جاؤ بلکہ ایک جماعت کو نبی ﷺ کی خدمت میں علم حاصل کرنے کے لئے رہنا چاہئے اور جب جہاد والی جماعت آئے تو جو کچھ سیکھا ہے آنے والوں کو سکھانا چاہئے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ۝

مدارسِ دینیہ کی بقا ضروری ہے کہ ان مدارس میں تفصیلی درس کی ضرورت ہے جو جڑ اور اصل ہے، اسی لئے بعض تقریروں میں مدارسِ دینیہ کو اسلام کے قلعے کہا جاتا ہے۔ یہ مدارس اسلام کی اشاعت کے قلعے ہیں۔

تدریس بالکتاب کی ضرورت ؟

چونکہ انحطاط کا زمانہ ہے، حافظے کمزور ہوتے چلے جا رہے ہیں، ورنہ تو پہلے حافظے ایسے تھے کہ کسی نے سو، سو شعر کا قصیدہ پڑھا، دوسرے نے سُن کر فوراً سنا دیا، اب حافظوں اور ذہنوں کا ایسا حال نہیں رہا۔

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اصل طریق زبانی تعلیم تھی، اب چونکہ یہ طریق

Marfat.com

قائم نہیں ہوسکتا، اس لئے علم کی تحصل کے لئے کتب کا ہونا ضروری ہوگیا اور مدارسِ عربیہ دینیہ میں کتابوں کے ذریعہ تعلیم دینے کا سلسلہ جاری ہے۔

خانقاہوں کی ضرورت :

مدارس بنیادی طور پر تعلیم میں مشغول ہوتے ہیں۔ لہٰذا تربیت کے لئے خانقاہ سے استفادہ حاصل کریں تو خانقاہ میں اہتمامِ تربیت ہے، تعلیم کا حصول مدارس میں ہو اور تربیت کا خانقاہ میں۔ چنانچہ بڑے بڑے علماء تعلیمِ درسی مدارس میں پاکر باہتمام شان تربیت کے لئے خانقاہ میں مقیم ہوئے اور مدتوں رہے۔

ایک اعتراض کا ازالہ :

یہ شبہ نہ کیا جائے کہ اُس وقت مربی تھے ہی ایسے کہ اصحابِ علوم وہاں مقیم ہوتے۔ اب ایسے مربی کہاں ہیں کہ وہاں تربیت کے لئے جائیں، اور مدارس کے اندر درس دینے والے بھی ویسے کہاں ہیں؟ کہاں ہیں مولانا گنگوہیؒ، مولانا یعقوبؒ، مولانا تھانویؒ جیسے۔ اگر خانقاہ میں خانقاہی تربیت دینے والے ویسے نہیں جیسے متقدمین تھے تو درسگاہوں کے اندر بھی اس اعتبار سے مدرسین نہیں ہیں، اگر خانقاہ کے اندر اقامت اختیار کرنا چھوڑتے ہو؟ تو درسگاہوں کا درس دینا بھی چھوڑ دو، جب اس کو نہیں چھوڑتے تو اس کو کیوں چھڑاتے ہو اور کیوں خانقاہ میں نہ جانے کی ترغیب دیتے ہو اور کیوں اس طرح کہتے ہو کہ خانقاہ میں جا کر وقت برباد کرنا ہے؟ اس انحطاط کے زمانہ میں جیسے مدارس والے ہمارے علم کے لئے کافی ہیں ایسے ہی اس انحطاط کے زمانہ میں تربیت دینے والے مشائخ خانقاہ کے اندر موجود ہیں، اگر اس کو ترک کرتے ہو، اس کو بھی ترک کردو، اس کو ترک نہیں کرتے تو اس کو ترک کرنا کیسا؟ زمانہ خالی نہیں ہے مگر یہ سب یہ خداع ہے۔

Marfat.com

تربیتِ اخلاق مقدم ہے :

مدارس میں تعلیم کا التزام ہے، اور خانقاہ میں تربیت کا اہتمام ہے۔ تیرہ سالہ مکی زندگی میں تصحیح اخلاق کرائی گئی تھی اور وہ مشائخ کے یہاں خانقاہوں میں آئے بغیر ممکن نہیں ہے۔

مجالسِ شیخ :

اور اس تربیتِ اخلاق کے ساتھ مشائخ کے یہاں تعلیم بھی ہوتی رہتی ہے، بشرطیکہ وہ شیخ صاحبِ فن ہو، فنِ تصوف باقاعدہ سیکھا ہو، ایسے شیخ کو حکم ہے کہ طالبوں کے پاس جم کر بیٹھے اور ان کو تعلیم دے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ. (پ۱۵، ع۱٦)

آپ ان کے ساتھ جم کر بیٹھئے جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں درانحالیکہ اپنے رب کو ہی چاہتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ شیخ کا ایک وقت ایسا ہونا چاہئے کہ جس میں باہر آ کر بیٹھے اور طالبینِ تزکیۂ نفس اس کے پاس آ کر جمع ہو جائیں جیسا کہ صحابۂ کرامؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر بیٹھتے تھے۔

مجلسِ شیخ میں جو طالبین تربیت کے لئے جمع ہوتے ہیں، امراضِ نفسانی دور کرنے کے لئے آتے ہیں اور مرضِ نفسانی ہر ایک کا الگ الگ ہے۔ تو ہر ایک کا نسخہ بھی الگ الگ ہوتا ہے، پرہیز بھی الگ الگ ہوتا ہے، جیسا کہ درسگاہ میں استاد کتاب شرح وقایہ، ہدایہ کا درس دیتا ہے اس میں ایک عنوان کتاب الطہارت ہوتا ہے۔ اس میں صرف

Marfat.com

استنجے کا ہی بیان نہیں ہوتا، استنجے کے لئے پانی کا بھی بیان ہے، پھر پانی کا بیان بھی مختلف طریقہ سے ہوتا ہے کونسا پانی پاک ہے، کونسا ناپاک، ناپاک کے پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ پاک پانی کی کیا پہچان ہے، اگر رنگ، بو، مزہ بدل گیا تو کیا حکم ہے؟ باب تو ہے طہارت کا لیکن اس کے ضمن میں بیانات مختلف ہوتے ہیں ایسے ہی طالبِ طہارتِ باطنی میں سے کسی کو کوئی بات پیش آرہی ہے، کسی کے اندر کوئی کمزوری ہو رہی ہے، لہٰذا شیخ جب مجلس میں آکر بیٹھتا ہے تو مختلف امراضِ باطنہ پر اس کا کلام ہوتا ہے اور مختلف موضوعات پر کلام کرتا ہے، کبھی کسی واقعہ اور حکایت کے تحت بیان کر رہا ہے، واقعات کے بیان میں ترغیب خاص ہوتی ہے اور قرآن وحدیث کا بھی یہی طرز ہے کہ واقعات و حکایات بھی آتے رہتے ہیں کیونکہ حکایت وواقعہ سے ترغیب وترہیب ہوتی ہے۔ اسی لئے شیخ کی مجلس میں کبھی ترغیب کا مضمون بیان ہوتا ہے کبھی ترہیب کا، کبھی تحضیض کا مضمون ہوتا ہے کہ مخاطب کو اُبھارو (تحضیض میں دونوں جگہ ضاد ہے جس کے معنی اُبھارنے کے ہیں، کبھی کبر کا بیان آجاتا ہے تو کبھی حسد کا ذکر آجاتا ہے کبھی قناعت کا آجاتا ہے تو کبھی اخلاص کا ذکر آجاتا ہے) یہ بیانات علمی نہیں تو اور کیا ہیں؟ تو بلا درسِ کتاب شیخ کی مجلس میں درسِ علمی بھی ہوتا رہتا ہے، تعلیم بھی چل رہی ہوتی ہے اور تربیت بھی ہو رہی ہوتی ہے۔

تربیت وتزکیۂ نفس کی تعلیم :

مگر مفصل مسائل کی تعلیم نہیں کیونکہ یہاں تعلیم وتعلم متعلق بالتربیت ہے اور یہ تمام تعلیم وتربیت وہی ہے جو قرآن وحدیث میں مذکور ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے :

لاتحاسدوا۔ (آپس میں حسد مت کرو)

لاتباغضوا۔ (آپس میں بغض مت رکھو)

Marfat.com

اور قرآن میں ہے :

لَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۔(ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو)

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۔(بلاشبہ اللہ تعالیٰ کسی تکبر کرنے والے، فخر کرنے والے کو دوست نہیں رکھتے۔

ان احادیث و آیات میں طہارتِ باطنی کا ذکر ہے تو تفصیلی ترجمہ اور معانی ظاہر یہ مدرسہ میں ہوں گے اور انطباقی طریق کے ساتھ تعلیم بانطباقِ تربیت خانقاہ میں ہے، تعلیم وہاں ہوگی اور انطباق یہاں ہوگا، جانچ پڑتال یہاں۔ نگرانی محافظت اور احتساب کے لئے مقام خانقاہ ہے۔

حاسبوا قبل ان تحاسبوا۔ حدیث پاک ہے یعنی قیامت میں حساب لئے جانے سے پہلے تم اپنا جائزہ لیتے رہو، اپنے اعمال کا حساب کرتے رہو، نگرانی کرتے رہو، آخرت کا معاملہ اس علیم وخبیر کے ساتھ ہے، اس کو ہمارے حالات سب معلوم ہیں، لہٰذا اپنے اعمال کا احتساب کرتے رہو۔

اب سمجھو کہ شیخ بھی محتسب ہے وہ طالب کا جائزہ لیتا رہتا ہے اور احتساب کا طریق بھی بتلاتا رہتا ہے کہ نفس کا احتساب کن کن طریقوں سے کرنا چاہئے، اس کے لئے کونسا وقت موزوں ہے کیونکہ کسی کے لئے کوئی وقت موزوں ہے کسی کے لئے کوئی وقت موزوں ہے۔ تو شیخ محاسبہ کی تعلیم کرتا ہے اور ذکر کی بھی تعلیم بہئیت کذائیہ خاص ہیئت کے ساتھ کرتا ہے، جس سے قلب میں ایک خاص ذوق وشوق پیدا ہوتا ہے۔

صحبت شیخ کامل کی ضرورت :

یوں تو قرآنِ پاک میں ہر وقت ذکر کرنے کا حکم ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے :

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۔

Marfat.com

اللہ کا ذکر کھڑے، بیٹھے، لیٹے کرتے رہو۔

لیکن شیخ ذکر کی ایک خاص ہیئت کذائیہ کے ساتھ تعلیم دیتا ہے، ایک خاص مقدار سے تعلیم دیتا ہے۔ فرصت، طاقت اور ہمت دیکھ کر شیخ ذکر کی تعلیم کرتا ہے، اور وقت کی بھی تعیین کرتا ہے۔ یہ خانقاہ کی تعلیم و تربیت ہے اور سب حدود کی باتیں ہیں، یہ اشغال، اذکار، مراقبات دین سے الگ نہیں ہیں، کسی کو آہستہ خفی ذکر کی تلقین کرتا ہے، کسی کو جہری اور کسی کو درمیانی آواز سے۔ کسی کو دل ہی دل میں یعنی ذکرِ قلبی، اللہ کا ارشاد ہے:

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ۔ اللہ کو دل ہی دل میں یاد کرو۔

تو درسگاہ میں جو تعلیم ہوتی ہے خانقاہ میں اسی تعلیم کی انطباقیت ہے۔ وہ شریعت سے باہر نہیں ہے عنوان کے بدل جانے سے حقیقت نہیں بدل جاتی۔

مراقبہ قرآن و حدیث کی روشنی میں:

مؤمن کی زندگی کسی وقت بھی عبادت سے خالی نہیں۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ۔ (پ۲۷ع۲)

میں نے جن اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

اس آیت میں حصر کے ساتھ فرمایا جا رہا ہے کہ انسانوں کو صرف عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ "یہ مقدمہ تسلیم" اور عبادت کا حکم بمراقبہ دیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

ان تعبد اللہ کانک تراہ فالم تکن تراہُ فانہٗ یراک۔

(مشکوٰۃ شریف ج ۱ ص ۱۱)

تو اللہ کی اس طرح عبادت کر گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے، سو اگر تو اس کو نہیں دیکھ رہا ہے تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

اس حدیث میں مراقبہ کا بیان ہے کیونکہ یہ دھیان قائم کرنا کہ میں اللہ کو دیکھ رہا

Marfat.com

ہوں یا اللہ مجھے دیکھ رہا ہے، اسی کو مراقبہ کہتے ہیں۔ الغرض یہ دوسرا مقدمہ بھی ثابت ہو گیا کہ عبادت کا حکم بمراقبہ دیا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ مؤمن کی زندگی کسی وقت بمراقبہ عبادت سے خالی نہیں۔ حدیث جبرئیل میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے صحابہ کو احکام سکھلانے کے لئے جہاں ما الایمان کہہ کر ایمان سے سوال کیا اور ما الاسلام کہہ کر اسلام سے سوال کیا پھر رسول اللہ ﷺ نے ہر ایک کا جواب دیا ہے: ما الاحسان کا سوال کیا کہ احسان کسے کہتے ہیں؟ تو حضور ﷺ نے جواب دیا: ان تعبد اللہ کانک تراہٗ اللہ کی اس طرح عبادت کرو گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو) یا ان تصلی (نماز پڑھو) یا ان تصوم فرمایا (روزہ رکھو)

ایک ضروری انتباہ :

حدیث میں دو جملے ارشاد فرمائے، پہلا ان تعبد اللہ کانک تراہٗ یعنی اس طرح عبادت کرو گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو۔ اور اگر یہ مشکل ہو تو اے مؤمن! تیرا اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ حاضر ناظر ہے، لہٰذا تیری عبادت اس طرح ہو کہ فانہٗ یراک کہ تجھے دیکھ رہا ہے، یہ تو آسان ہے کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے اس تصوّر کو جماؤ۔

ذکرِ الٰہی قرآن وحدیث کی روشنی میں :

اب رہا ذکر تو ہر وقت ذکر کرنے کا حکم ہے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَاذْكُرُو اللّٰهَ قِيَامًا وَ قُعُوْدًا وَ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ۔

کھڑے، بیٹھے اور لیٹے اللہ کا ذکر کرو۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مطالبہ کیا ہے ہر وقت ذکر کا۔ نیز حصن حصین کی حدیث ہے :

کل مطیع اللہ فھو ذاکر۔ اللہ تعالیٰ کا ہر مطیع سو وہ ذاکر ہے۔

Marfat.com

ذکر سے مراد صرف زبان پر کلمۂ شریف اور درود شریف اور تسبیحات پڑھنا نہیں بلکہ جو شخص جس وقت حکمِ الٰہی کے تحت مطیع بن کر کام کر رہا ہو تو وہ اس وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہے، اگرچہ زبان پر ذکر نہیں ہے اگرچہ اس وقت دل میں اللہ کی یاد بھی نہیں ہے لیکن جو کام کر رہا ہے، اللہ کے حکم کے تحت کر رہا ہے تو ذاکر ہے بیوی کے پاس بحکم الٰہی جا رہا ہے، وہ بھی ذاکر ہے، گو اس وقت زبان پر ذکر نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ ہر اطاعتِ کاملہ کرنے والا ذاکر ہے۔ اصل چیز اطاعت ہے۔

سو مراقبہ حدیث ان تعبد اللہ الخ سے ثابت ہوا اور ذکرِ دائمی قرآنِ پاک کی آیت اذکروا اللہ الخ سے ثابت ہوا۔ اور کل مطیع اللہ سے معلوم ہوا کہ صرف ذکرِ لسانی کافی نہیں ہے جب تک اطاعتِ کاملہ نہ ہو۔

شغل کا مفہوم :

اب رہ گیا شغل تین چیزیں صوفیہ کی تعلیم میں ہوتی ہیں۔ اذکار، اشغال، مراقبات۔ دو کا بیان ہو گیا۔ شغل اسے کہتے ہیں کہ کسی چیز پر کوئی نفع خاص حاصل کرنے کے لئے آنکھ جما کر دیکھنا، پلک تک نہیں جھپکنا۔ بس اس طرح ٹکٹکی باندھ کر، آنکھ جما کر دیکھتے رہنا اس کو شغل کہتے ہیں۔

شغل کے منافع :

اور دل میں دھیان اور خیالِ اللہ تعالیٰ جما کر ٹکٹکی باندھ کر خیال کرتے رہنا یہ نماز کے اندر بھی ہے کہ جب قیام ہو تو نگاہ سجدہ کی جگہ ہونی چاہئے جو کہ جمعیتِ خاطر اور دفع خطرات و خیالات کا ذریعہ ہے۔ جب ایک جگہ نظر جما کر دیکھے گا تو ادھر، اُدھر کے خیالات غائب ہو جائیں گے۔

Marfat.com

چنانچہ یہ مسئلہ ہے کہ میدان میں نماز پڑھ رہا ہو اور لوگ سامنے سے گزر رہے ہوں تو سترہ کھڑا کرلے تاکہ یہ سترہ نمازی اور گزرنے والے کے سامنے آڑ ہو جائے اور اگر سترہ کے لئے کوئی چیز نہ ہو تو مصلّی اپنے سامنے خط کھینچ لے۔ تاکہ نگاہ محفوظ ہو، انتشار نہ ہو، وہیں ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا ہو۔ اگر (گزرنے والے) کے لئے فائدہ نہیں ہے تو مصلّی (نماز پڑھنے والے) کے لئے فائدہ جو مقصود تھا ''جمعیتِ خاطر اور انتشارِ ذہنی سے حفاظت'' وہ حاصل ہو گیا۔

نماز، ذکر و مراقبہ اور شغل تینوں کی حاصل ہے :

نماز کے اندر اللہ اکبر سے لے کر السلام علیکم ورحمۃ اللہ تک ذکر ہے اور اللہ دیکھ رہا ہے اس کا دھیان یعنی مراقبہ ہے اور نظر کو ہر رکن میں ایک خاص جگہ پر جمانا یہ شغل ہے تو نماز میں ذکر کی بھی تعلیم ہے، شغل کی بھی تعلیم ہے، وہی تعلیم جامعیت کے ساتھ اکمالاً اور اتماماً خانقاہ میں شیخ کی طرف سے ہے، یہ ہے وہ خانقاہ جس میں تعلیم بھی ہوتی ہے اور تربیت بھی ہوتی ہے، بدرجۂ اکمال، بدرجۂ اتمام۔

خانقاہوں پر ایک شبہ کا ازالہ :

اور کس کی تربیت ہوتی ہے؟ سچے، مخلص طالب کی کہ وہاں خانقاہ میں بھی ہر قسم کے لوگ آتے ہیں کہ حضور ﷺ کی خدمت میں بھی مختلف قسم کے لوگ تھے۔ کیا وہاں منافق نہیں تھے؟ کیا حضور کی خدمت میں حضور کے دربار میں منافق نہیں تھے؟ چھوٹے بڑے، ضرور تھے۔ اسی طرح خانقاہ میں بھی ایسے ہوتے ہیں پھر کیا تعجب کی بات ہے، ان ہی میں مخلص، سچے بھی ہوتے ہیں، وہی طالب کہلاتے ہیں، اگر اس کے برخلاف کوئی دوسری قسم کا نکل آوے تو خانقاہ پر کیا زد پڑی، حضور ﷺ کے دربار میں بھی، صفہ میں بھی وحی کے لکھنے والے بھی اور نفاق والے بھی تھے، گو اقل قلیل ہی سہی مگر تھے ضرور۔ احادیث

Marfat.com

سے ثابت ہے، حالانکہ وہ زمانہ خیر کا زمانہ تھا۔ ارشادِ نبوی ہے :

خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم ثم یفشو الکذب۔ (مشکوٰۃ شریف ج ۲ ص ۵۵۴)

بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے، پھر ان کا جو ان سے ملے ہوئے ہیں، پھر ان کا جو اُن سے ملے ہوئے ہیں، پھر جھوٹ پھیل جائے گا۔

تو زمانہ خیر میں جب ایسے لوگ موجود تھے تو اب کیا اعتراض ہے؟ یہ تو بہت ہی انحطاط کا زمانہ ہے، اب اس خانقاہ میں رہنے والے اگر کچھ ایسے ویسے لوگ ہوں تو اس کا اثر طالبین پر کیا خانقاہ پر کیا؟ اور اگر خانقاہ پر اس وجہ سے کچھ اعتراض ہے تو پھر مدرسہ اور درسگاہوں کے اندر تو بہت ہیں، درس صحیح لینے والے، کتاب کو صحیح افہام وتفہیم، اکمال واتمام کے ساتھ حل کرنے والے، سمجھنے والے، پابندی رکھنے والے ہمارے اس زمانہ میں بہت کم نکلیں گے۔ طالبِ صادق بہت کم ہیں، لہٰذا مدرسہ بند کردو، جس درس کے اندر بیس ہیں تو شمار کرلو کہ طالبِ صادق، وقت کی پابندی کے ساتھ، استاد کی طرف نگاہ جما کر، حل کتاب کے ساتھ، تکرار کرانے کے ساتھ، تقریر سننے کے ساتھ کتنے ہیں، اگر خانقاہوں میں دو چار ایسے ہیں تو مدرسوں میں، درسگاہوں میں کتنے ہیں؟ خود دیکھ لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ذہن میں ڈالا ہے، کہلوایا ہے اس لئے کہا جارہا ہے۔ حالات کا جائزہ لیا جارہا ہے، اگر بعض کی خانقاہوں میں خانقاہوں جیسی زندگی نہیں ہے تو مدرسوں میں بھی مدرسوں جیسی زندگی نہیں ہے تو کیا مدارس بند کردیئے جائیں؟ ہرگز نہیں۔ اگر ایسا ہوگیا تو دہریت پھیل جائے گی، پس اگر مدرسوں کی ضرورت ہے اور بالیقین ضرورت ہے اور بہت ہی زیادہ ضرورت ہے تو خانقاہ کی بھی ضرورت ہے اور اب تو بہت ہی زیادہ ضرورت ہے کیونکہ سب جانتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں پڑھانے والے شیخ یا کالشیخ ہوتے تھے اور پڑھنے والے بھی طالبِ صادق اور تقویٰ اور طہارت رکھنے والے ہوتے تھے، لیکن اس کے باوجود بھی خانقاہ میں پہنچتے تھے۔

Marfat.com

پہلے طالب علم کیسے ہوتے تھے ؟

یہ مفتی مظفر حسین صاحب کاندھلہ کے رہنے والے شاہ محمد اسحٰق صاحبؒ کے یہاں پڑھنے گئے، فارسی وغیرہ پڑھ چکے تھے، مالا بدمنہ وغیرہ کتابیں اُن سے پہلے کی لکھی ہوئی ہیں۔ان کو پڑھ کر مسائل سے واقف تھے، شاہ صاحبؒ کی خدمت میں دہلی پہنچ گئے، اندر سے کھانا آیا، روٹی تو کھالی دال نہیں کھائی۔ جب دال کا برتن اندر پہنچا تو بیوی صاحبہ نے کہا افوہ یہ کون لڑکا آ گیا کہ روکھی روٹی کھانا تو منظور مگر دال کھانا منظور نہیں، روزانہ ان کے لئے گوشت ہونا چاہئے۔شاہ صاحب نے فرمایا میں تحقیق کرتا ہوں، بلاتحقیق کسی پر کوئی الزام لگانا یہ کوئی اچھی بات نہیں۔ چنانچہ باہر تشریف لاکر پوچھا، لڑکے! کیا کوئی پرہیز ہے؟ تم نے روٹی کھالی، دال نہیں کھائی، عرض کیا! نہیں حضرت! بس جی نہیں چاہا۔ فرمایا نہیں نہیں بتاؤ کیا بات ہے؟ عرض کیا حضرت! بات یہ ہے کہ دال میں کھٹائی پڑی تھی آم کی اور اس زمانہ میں بھی یہی طریقہ چلا آ رہا تھا کہ اکثر و بیشتر آموں کے باغات بلا پھل آئے ہوئے فروخت کر دیئے جاتے تھے اور اس کی بیع باطل ہے۔

عرض کیا کہ اس دال میں آم کی کھٹائی پڑی ہوئی تھی، اس لئے میں نے دال نہیں کھائی۔شاہ صاحبؒ نے فرمایا، ہمارا کبھی ادھر خیال ہی نہیں گیا، اندر جا کر کہا اللہ میاں نے فرشتہ بھیج دیا ہماری اصلاح کے لئے۔ ہمارا کبھی اس طرف ذہن ہی نہیں گیا۔ بعض دفعہ جزئی ایسی ہوتی ہے کہ اچھے اچھے کی نظر اُدھر نہیں پہنچتی، چھوٹے کی نگاہ پہنچ جاتی ہے اور جب چھوٹا حق اور ٹھیک کہہ رہا ہے تو بڑے کو قبول کرنا چاہئے۔ یہی اکابر کا طریقہ چلا آ رہا ہے، اسی لئے شاہ صاحبؒ نے بھی اس چھوٹے کی بات قبول کر لی اور فرمایا کہ آئندہ سے بازاری آموں کا آنا منع ہے، جب تک تحقیق نہ ہو جاوے کہ پھل لگے ہوئے باغ کے ہیں یا بلا پھل کے بکے ہوئے کے ہیں۔

Marfat.com

غور طلب بات ہے، وہ طالب علمی کا زمانہ ایسا تھا اور اب ایسا زمانہ ہے کہ تاویلوں کے ساتھ جائز کرلیں گے۔ علم پورے اعمال کے لئے ایک بنیادی چیز ہے کہ علم بلا عمل کے ہو نہیں سکتا اور اگر ہوا تو قبول نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے علم کی اس درجہ اہمیت ہے کہ جب تم کو جہاد کا حکم ہو تو سب کے سب جہاد میں مت چلے جاؤ بلکہ تحصیلِ علم کے لئے آپ ﷺ کی خدمت میں بھی حاضر رہو اور جب وہ جہاد سے واپس آئیں تو ان کو تم تعلیم دو، جو تم نے سیکھا ہے ان کو سکھاؤ، جو تم کو علم آیا ہے وہ ان کو پہنچاؤ۔ جیسا کہ آیت: فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ۔ (الآیۃ) کے تحت بیان کیا گیا، اور اسی اہمیت کو مزید در مزید ظاہر کرنے اور بتلانے کے لئے آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

من خرج فی طلب العلم فھو فی سبیل اللّٰہ حتی یرجع (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۳۴)

جو طلبِ علم میں نکلا وہ جہاد میں ہے۔

فی سبیل اللہ کہتے ہیں جہاد کو، یہ محاورہ اور اصطلاح ہے، چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ۔ (التوبۃ: ۳۸)

اے ایمان والو! تم لوگوں کو کیا ہوا کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نکلو تو تم زمین کو لگے جاتے ہو۔

تو فی سبیل اللہ کہتے ہیں جہاد کے لئے نکل جانے کو، اور اس کو رسول اللہ ﷺ نے طالب علم کے لئے استعمال کیا ہے اور اس کو استعمال کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے طالبِ علم کے لئے ارشاد ہے:

من خرج فی طلب العلم فھو فی سبیل اللّٰہ حتی یرجع۔ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۳۴)

Marfat.com

جو شخص علم کے حاصل کرنے کے لئے گھر سے باہر نکلا وہ جہاد کے اندر ہے۔ وہ اللہ کے راستہ میں ہے۔

معلوم ہوا کہ طالبِ علم جہاد کرنے والوں میں سے ہے، مجاہدین میں ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ طالب علم جہاد کس سے کر رہا ہے؟ نفس سے کر رہا ہے اور جہاد میں کیا بات پیش آتی ہے اس کو یہاں مختصراً ذکر کیا جاتا ہے۔

طالب علم مجاہد کیوں ہے ؟

شراح حدیث نے لکھا ہے کہ پہلی چیز جو جہاد میں پیش آتی ہے وہ اعلاءِ دین ہے جس کو اعلاءِ کلمۃ اللہ کہا جاتا ہے کہ جہاد دین کی برتری کے لئے ہونا چاہئے تاکہ ملک و ریاست میں سو فیصد شرعی قانون ہو اور شریعت کے مطابق معاملات نمٹائے جا سکیں۔ نہ کہ ملک گیری اور ملک داری کے لئے دوسری چیز اذلال شیاطین ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ شیطان شام کو سمندر پر تخت بچھا کر بیٹھتا ہے۔ یہ استدراج ہے، کرامت نہیں۔

کرامت اور استدراج میں فرق :

معلوم ہوا کہ کسی سے کوئی نئی سی، جدید سی بات خلاف عادت ظاہر ہو جاوے اور وہ خلافِ شرع ہو' کرامت نہیں بلکہ استدراج دُھوکہ ہے۔ شیطان تمام کافروں میں اکفر اور دریا پر تخت بچھا رہا ہے اور تمام چھوٹے شیاطین جمع ہیں، تخت ڈوبتا نہیں حالانکہ شیاطین، جنات میں سے ہیں جو انسان کی طرح بوجھل ہیں یہ استدراج ہے جو اللہ تعالیٰ نے امتحان کے لئے دیدیا ہے۔

معلوم ہوا کہ غیر مطیع سے کوئی ایسی بات خلاف عادت صادر ہو جائے تو وہ کرامت نہیں۔ الغرض شیطان اس تخت پر بیٹھ جاتا ہے۔ اب ذرّیت (کارندے) جو صبح سے لوگوں کو بہکانے کے لئے بھاگے بھاگے پھر رہے تھے آتے ہیں، کارگزاری سناتے

Marfat.com

ہیں، سب کی سنتا ہے اور کہتا ہے ماصنعت شیئا کوئی خاص کارگزاری نہیں' ہاں کر دیتا ہے ایک شیطان کھڑا ہوتا ہے کہتا میری بھی سُن لیجئے ! آج میں نے میاں بیوی کے درمیان تیزی پیدا کردی، غصہ بھڑکا دیا، یہاں تک کہ میاں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدیں۔ شیطان یہ کارگزاری سن کر خوش ہو جاتا ہے اور جوشِ مسرت میں کھڑا ہو جاتا ہے اور کہتا ہے شاباش، شاباش یہ کام کیا ہے تو نے شاباش شاباش!

آخر میں ایک شیطان اور کھڑا ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کچھ میری بھی سُن لیجئے ! ایک طالب علم علمِ دین پڑھنے جا رہا تھا، میں نے اس کا بہکانا اور پھسلانا شروع کر دیا، کبھی کچھ کہا، کبھی کچھ، یہاں تک کہ میں نے اس کو پڑھنے نہیں جانے دیا، بستہ ایک طرف رکھ دیا اور کھیل میں لگ گیا، میں نے اس کو علمِ دین کے حاصل کرنے سے روک دیا۔ یہ سن کر شیطان اُچھل پڑتا ہے اور کہتا ہے شاباش، شاباش اور سینہ سے لگا لیتا ہے، کیوں؟ اس لئے کہ علمِ دین کا حاصل کرنے والا شیطان کو بہت بُرا معلوم ہو رہا ہے۔ یہ چاہ رہا ہے کہ طالبِ علم تحصیلِ علم میں مشغول نہ ہو، اس میں میری بڑی ذلت ہے۔ یہ بچہ بڑا ہو کر عالمِ دین بنے گا، فقیہ ہوگا، نہ معلوم کتنے گنہگاروں کو راہِ راست پر لائے گا، اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے :

فقيهٌ واحد اشد على الشيطان من الف عابد۔ (مشکوۃ شریف ج ۱ ص ۳۴)

ایک فقیہ (دین کی صحیح سمجھ رکھنے والا) شیطان پر ہزار عابد سے بھاری ہے۔

تطبیق ہوگئی، یہ وجہ ہے کہ شیطان طالب علم کے بہکانے سے بہت خوش ہوتا ہے مبادا یہ بچہ بڑا ہو کر فقیہ بن جائے، میرے لئے پہاڑ جیسا بوجھ بن جائے اور میرے مکر و استدراج کے راستہ میں سنگِ راہ ہو جائے۔

جہاد میں دوسری چیز اذلالِ شیاطین تھی، طلبِ علم میں اذلالِ شیاطین بھی بدرجۂ اتم موجود ہے جیسا کہ معلوم ہوا۔

Marfat.com

ارتعابِ نفس :

تیسری چیز جہاد میں ارتعابِ نفس یعنی نفس کو مشکل میں ڈالنا۔ تعب مشقت کو کہتے ہیں۔ جہاد کرنے والا مشقت میں ہے، کفار کے مقابلہ میں جا رہا ہے۔ تو طلبِ علم کے اندر بھی اتعابِ نفس ہے، گھر سے نکلا ہے وہ گھر جیسا کھانا کہاں؟ وہ پینا کہاں؟ وہ آرام کہاں؟ وہ راحت کہاں؟ ساری چیزیں گھر کی راحتوں کی' آرام کی' کھانے پینے کی چھوڑ کر علم حاصل کرنے آیا ہے۔ یہ ہے اتعابِ نفس اور یہ ہے وہ طالبِ علم جو اتعابِ نفس کی وجہ سے جہاد کے اندر ہے، یہ تین باتیں ہو گئیں۔ اعلاءِ کلمۃ اللہ، اذلالِ شیاطین، اتعابِ نفس۔

کسرِ ہویٰ :

چوتھی بات کسرِ ہویٰ ہے یعنی نفسانی خواہشات کو توڑ دینا۔ آنکھ کیا کہہ رہی ہے؟ کس کو دیکھو؟ زبان کیا کہہ رہی ہے؟ کس طرح بولو؟ کان کیا کہہ رہا ہے؟ کدھر لگاؤ؟ ان سب چیزوں سے طبیعت کو روکنا یہ کسرِ ہویٰ ہے۔ کسر کے معنی توڑنا، ہویٰ خواہش نفس کو کہتے ہیں، اس سے پہلے اتعابِ نفس ہے۔ اتعابِ نفس مجاہدہ ہے اور کسر نفس ریاضت ہے کہ طبیعات سے رُک گیا، سونا چاہتا ہے مگر کہاں ہے سونا؟ طالب علم حقیقی کا سونا چار گھنٹہ، تین گھنٹہ سے زیادہ مشکل سے ہوتا ہے۔ جہاد کے اندر کسر ہویٰ ہوتا ہے یا نہیں؟ تاریخ میں ہے کہ نصاریٰ عورتوں کو بناؤ سنگھار کرا کے صحابہؓ کے سامنے بھیجتے تھے، مال و دولت راستوں میں پھیلا دیتے تھے کہ لالچ میں آ جائیں مگر وہاں تو تیرہ سال تک اخلاق مہذب کیے گئے تھے وہاں زر و زن و جواہر کیا چیز ہیں؟ وہاں حسین و خوبصورت دوشیزہ لڑکیوں کا سامنے آنا کیا چیز ہے؟ جہاد کے اندر یہ چیزیں ہوتی ہیں اور طالب علم میں یہ باتیں ہوتی ہیں۔

ایک طالب علم کا دلچسپ واقعہ :

ایک کتاب میں واقعہ دیکھا ہے کہ ایک جنگل کی مسجد میں ایک طالب علم رہتا تھا،

Marfat.com

اتفاق سے ایک رئیس زادی، شکار کی شوقین اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گئی اور بھٹکتی ہوئی اس مسجد میں پہنچ گئی۔ طالب علم سے ٹھہرنے کی خواہش ظاہر کی۔ لڑکی مردانہ لباس میں تھی، نسوانی آواز سے طالب علم نے پہچان لیا کہ یہ لڑکی ہے۔ دونوں سو گئے، رات میں نفس نے بہکایا کہ تنہائی ہے یہ لڑکی ہے کمزور ہے، اس سے خواہش پوری کی جائے، وہ طالب علم اُٹھا اور چراغ جل رہا تھا اس کے پاس پہنچا اور اپنی اُنگلی چراغ کے لَو کے سامنے کر دی۔ تھوڑی دیر کے بعد آ کر لیٹ گیا، کچھ دیر گزرنے پر پھر ایسا ہی ہوا اور لو کے سامنے انگلی کر دی، کئی مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ لڑکی جس کو نیند نہیں آ رہی تھی یہ سب ماجرا دیکھ رہی تھی۔ جب صبح ہوئی تو اس نے پوچھا کہ آپ رات اپنی انگلی کیوں جلا رہے تھے، طالب علم نے ٹال دیا، کچھ جواب نہ دیا۔ اس رئیس زادی نے اصرار کیا تو بتلایا کہ میں بھی انسان ہوں، نفسانی خواہشات رکھتا ہوں، میں آواز سے پہچان گیا تھا کہ آپ لڑکی ہیں۔ مجھے نفس نے بہکایا، تو میں نے نفس سے کہا کہ اس کی سزا جہنم کی آگ ہے جو دُنیا کی آگ سے ستر (۷۰) گنا زیادہ ہے، پہلے تو اس آگ کی جلن برداشت کر لے تو میں تیری خواہش پوری کروں گا۔ اس طرح انگلی جلا جلا کر میں نے اُس کی خواہش کو توڑا ہے۔

ارشادِ نبوی ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا :

من خرج فی طلب العلم فھو فی سبیل اللّٰہ حتی یرجع (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۳۴)

جو طلبِ علم میں نکلا وہ اللہ کے راستہ میں ہے (جہاد میں ہے) یہاں تک کہ لوٹ کر آئے۔

حدیث میں طلب کا لفظ آیا ہے یعنی علم کا تقاضا پیدا ہو جائے، مطلب یہ کہ جب تک اس چیز کو حاصل نہ کرے چین نہیں پڑتا، اسے کہتے ہیں تقاضا، اسی تقاضا کو صوفیہ کی اصطلاح میں حال کہتے ہیں۔ علم کی طلب کے اندر علم کے حاصل کرنے کے اندر حال پیدا ہو گیا۔

Marfat.com

حالِ صوفیہ کا مفہوم :

کسی چیز کا طبیعت پر اس طرح سوار ہو جانا کہ جب تک پورا نہیں ہوتا چین نہیں آتا۔ جس طرح بھوک، جب تک کھانا نہ لے چین نہیں آتا، یہ بھوک کا حال ہے۔

یہ چار چیزیں اعلاءِ دین، اذلالِ شیاطین، اتعابِ نفس، کسرِ ہویٰ ہوگئیں، مجاہد کو جہاد میں یہی چار چیزیں پیش آتی ہیں، طالبِ علم میں بھی یہ چار چیزیں ضرور موجود ہونی چاہئیں۔

حصولِ علم کی طلب میں انہماک :

ایھا الطلاب ! طالب علم تو طلبِ علم میں نکلا ہے، علم کا ایسا تقاضا لے کر گھر سے چلا ہے کہ جب تک اس کو حاصل نہ کرلے چین نہیں پڑتا، تمام دنیاوی اُمور، سب کچھ چھوڑ، چھاڑ کر علم کی طلب کرتا ہے کہ جب تک مطالعہ نہ کرلے، وقت پر پابندی کے ساتھ درسگاہ نہ چلا جائے، استاد کی تقریر غور سے نہ سُن لے، سننے کے بعد اس کو پھر دہرا نہ لے اسے چین ہی نہیں آتا۔

طلبِ علم کا مفہوم :

کسب اور چیز ہے اور طلب اور چیز ہے، یہاں کسب کا لفظ نہیں ہے، یہاں طلب کا لفظ ہے جس کی حقیقت ہے برابر تحصیلِ مطلوب میں لگا رہنا، اسی کو مولانا رومیؒ فرماتے ہیں......

طلبگار باید صبور و حمول　　　که نشنیده ام کیمیا گر ملول

ترجمہ : طالب کو انتہائی صابر اور برداشت کرنے والا ہونا چاہئے، میں نے نہیں

Marfat.com

سنا کہ کیمیا بنانے والا ہار کر تھک کر بیٹھا ہو دنیا کے طالب کو ہم نے نہیں سنا کہ ملول ہو کر اور تھک کر بیٹھ گیا ہو۔

اے دین کے طالبو ! کہ وہ دنیا کا طالب تھک کر نہیں بیٹھتا، اُسے حاصل نہیں کر لیتا چین نہیں لیتا۔ کھیتی کرنے والے کو دیکھ لو وہ بھی تھک کر نہیں بیٹھ جاتا!!

مولانا رومیؒ کیا فرمارہے ہیں ...... ع طلبگار باید صبور و حمول

طالب علم کے اوصاف :

طلبگار کو صبور ہونا چاہئے اور حمول صبور یعنی بہت ہی طبیعت کے خلاف کسی کی طرف سے کوئی بات پیش آ گئی تو بڑا بردبار ہے۔ صبور و حمول مبالغہ کا صیغہ ہے۔ صابر و حامل نہیں کہا۔ بہت ہی طبیعت کو روکنے والا، کسی نے کچھ گالی بھی دیدی، یا کوئی طبیعت کے خلاف بات پیش آ رہی ہے، بس آ گئی آ گئی اس کی طرف کچھ توجہ نہیں۔ یہ ہے حمول، کسی نے طالبِ علم کے خلاف کوئی بات کہہ دی، کہہ دی لیکن بھڑک نہیں۔ یہاں تو صرف علم کی طلب ہے اس کے سامنے بھڑک کیسی؟

تو حدیث میں طلب کا لفظ آیا ہے : **مَنْ خرج في طلب العلم** یعنی علم کا چاہنے والا، کہ جب تک اس کو حاصل نہ کر لے اس وقت تک چین نہیں پڑتا۔ الغرض صحیح معنیٰ میں طالبِ علم کے لئے مجاہدین کا ثواب ہے۔ جہاد کرنے والوں کے لئے جو ثواب و فضائل ہیں وہ تمام فضائل طالبِ علم کے لئے ہوں گے تو صحیح معنیٰ میں جہاد کے فضائل کا مصداق طالب علم ہیں۔

علم کا مقام بہت اونچا ہے۔ فرض و واجب، سنن مؤکدہ ادا کرنے والا اور تقویٰ کا اہتمام رکھنے والا، اگرچہ نوافل کی کثرت نہیں، اگرچہ تسبیحات کی کثرت نہیں، اس طالب علم کو جو مقام ہے وہ صرف کثرتِ تسبیح والے کا، کثرتِ نوافل والے کا نہیں ہے، مگر ہو اس

Marfat.com

طرح جس طرح بیان کیا گیا نہ کہ نماز قضاء ہو رہی ہو تو ایسا طالب علم تو ہر وقت ذاکر ہے، نفلیں نہیں پڑھتا مگر ذاکر ہے، تسبیح نہیں پڑھتا مگر ذاکر ہے، یہ کلِ مطیع اللہ فھو ذاکر کا مصداق ہے۔

الحاصل ! مندرجہ بالا بیان سے علم کی اہمیت معلوم ہو گئی کہ کتنی اونچی ہے، کتنا اونچا مقام ہے علم کے حاصل کرنے والے کا اور اس کی طلب کا۔

خانقاہ اکمالیت اور اتمامیت کے لئے ہے :

رہا انطباقِ علم کا احوالِ زندگی پر منطبق ہونا تو وہ خانقاہ کے اندر ہے جو کچھ کسر رہ گئی یعنی اتمامیت اور اکمالیت کی تو وہ خانقاہ میں ہے کیونکہ اعمالِ ظاہرہ کی تکمیل بلا اخلاقِ باطنہ کے نہیں آئے گی۔ مثلاً نماز اعمالِ ظاہر میں سے ہے، اس میں کمال بغیر احسان کے نہیں آئے گا، جس کو ان تعبد اللہ کانک تراہ میں بیان کیا گیا ہے اور احسان اخلاقِ باطنہ میں سے ہے، جس کی تحصیل خانقاہ میں ہے تو مدرسہ میں جو کچھ تعلیم حاصل کی ہے، اس کی تکمیل اور انطباق یہ خانقاہ میں ہے تو دونوں کی ضرورت معلوم کی گئی۔ علم کا مقام آپ کے سامنے پیش کیا گیا اور اس کے انطباق کے لئے اتمامیت اور اکمالیت کے لئے خانقاہ کی ضرورت اصحابِ صفہ کے واقعات کے تحت سامنے آ گئی۔ آیت بھی پیش کی گئی :

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَافَّةً ۚ فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ۝ (پ ۱۱ ع ۴)

یعنی مسلمانوں کے لئے یہ جائز نہیں کہ سب کے سب جہاد میں نکل جایا کریں ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت جہاد میں جایا کرے تا کہ جو باقی رہ گئے ہیں، وہ علمِ دین میں سمجھ حاصل کریں اور جب مجاہدین واپس آئیں تو ان کو ڈرائیں تا کہ وہ بھی احتیاط رکھیں۔

Marfat.com

اور حدیث شریف میں بھی وارد ہوا ہے۔

من خرج فی طلب العلم فھو فی سبیل اللّٰہ حتی یرجع.

جو علم کی طلب میں نکلا تو وہ اللہ کے راستہ جہاد میں ہے یہاں تک کہ واپس آئے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ محنت اور یکسوئی کے ساتھ طلبِ علم کی بھی ہمیں ضرورت ہے جس کے لئے ہم مدرسوں کے محتاج ہیں اور انطباقِ علم کے لئے خانقاہوں کے بھی محتاج ہیں۔ تو دونوں کی اہم ترین ضرورت ضروری تفصیل کے ساتھ بفضلہٖ تعالیٰ بیان کی گئی۔

..................☆☆☆..................

Marfat.com

دوسری مجلس

تفصیل ذکر

جب آمر کو پہچان لیا :

اگر دیکھا جائے کہ آمر (حکم دینے والا) کون ہے؟ تو جس چیز کے لئے امر فرما رہا ہے اس میں عملی حیثیت سے تفصیل کی ضرورت نہیں، کیونکہ آمر کو پہچان لیا جو کہ حق تعالیٰ ہیں۔ اس پہچان ہی کا نام عارف ہونا ہے۔ جب اس ذاتِ باری تعالیٰ کا عارف ہو گیا، اب اس تفصیل کی ضرورت نہیں کہ یہ امر کس درجہ میں ہے اور جب آمر کو پہچان لیا، قطعی طور اور واقعی طور پر کہ وہ خود ہی مصلحت کا خیال فرماتے ہوئے امر فرماتے ہیں، تو پھر نہ مصلحت پر نظر ڈالنے کی ضرورت رہی اور نہ مصلحت پر نظر جانے کی ضرورت رہی، بس اب تو آنکھ بند کر کے ساکت وصامت ہو کر بجمعیتِ خاطر عمل کرنے کی ضرورت رہ گئی۔

اس لئے بفرزانگی، بجرأت، بہمت، دلیرانہ، طوعاً اس مامور بہ کو بجالانا چاہئے اس پر نظر نہیں کہ کیا اجر ملے گا، کیا انعام وبخشش ہوگی، اس سے بھی قطع نظر بس عمل کرنے کی ضرورت ہے، نہ عمل کرنے کے لئے دم مارنے (سستی کرنے کی) اجازت نہ انعام پانے

Marfat.com

کے لئے دم مارنے (قصد کرنے کی) ضرورت۔ ان تمام سوچوں سے، ان تمام لایعنی فکروں سے بے فکر اور نظر انداز ہو کر اس امر کو (جس کا حکم کیا گیا ہے) عمل میں لے آنا چاہئے تو بس سیدھی سادھی زندگی حاصل ہو گئی کہ جب خاطر طبع (موافق طبع) اُصول مان لئے گئے تو تمام پریشانیوں سے نجات پا گیا اور اُس کی رضاء پر اپنی رضا حاصل ہو گئی۔

پریشانیوں کا سبب اور اِس کا سد باب :

پریشانیوں کی بڑی وجہ یہ ہے کہ انسان دماغ کے سوچنے پر چلنے لگتا ہے۔ اس نے اپنے کو کسی ذات کے حوالہ نہیں کیا ہوتا، پراگندہ دل، پراگندہ حال ہو جاتا ہے کیونکہ دماغ اپنی تجویزات کی طرف سوچنے میں لگ جاتا ہے، تجویز پر سوچتا ہے' اگر تفویض سے کام لیا ہوتا، پریشانیاں دفع ہو گئی ہوتیں اور سکون آجاتا، پریشانیوں سے حفاظت کے علاج کے لئے اس سے بہتر کوئی تجویز نہیں ہو سکتی، یہ مؤمن پورا کا پورا اللہ تعالیٰ کی رضا پر جسماً وقلباً مطیع ہو جاتا ہے۔ اس کی نظر تو اس پر بھی نہیں رہتی کہ کیا ملے گا، جب اس درجہ کی قطع نظری، فنائیت بفناء تام ہو جاتی ہے، اپنے سے نظر ہٹتے ہوئے، سعی پر نظر کرتے ہوئے اس طرح فانی بفناء تام ہو جاتا ہے تو وہ جو بعض حضرات نے فرمایا ہے، یہ بتوفیقہ تعالیٰ اس کا جامع ہو جاتا ہے یعنی...... ؏ ترکِ دنیا، ترکِ عقبیٰ، ترکِ مولیٰ، ترکِ ترک

ترک مولیٰ ترکِ ترک کا مطلب :

مندرجہ بالا یہ مصرع جب سنا جاتا ہے، اس میں بڑا اشکال پیدا ہو جاتا ہے کہ ترکِ دنیا تو سمجھ میں آتا ہے لیکن ترکِ عقبیٰ اور ترکِ مولیٰ یہ کس طرح صحیح ہو سکتے ہیں اور پھر ترکِ ترک کے کیا معنی ہیں؟ تو ترکِ ترک فناء تام کا نام ہے کہ جب ترک سے بھی نظر ہٹ گئی تو فناءِ تام حاصل ہو گئی اور ترکِ مولیٰ کا مطلب یہ ہے کہ اس جستجو میں بھی نہ پڑے کہ اللہ

Marfat.com

تعالیٰ ملے یا نہیں بس کام میں لگا رہے، اسی کو فارسی کے اس شعر میں ذکر کیا گیا ہے ......

یا بم اورا یا نیابم جستجوئے می کنم
حاصل آید یا نہ آید آرزوئے می کنم

اسی کا کسی نے اردو میں ترجمہ کیا ہے ....

ملنے یا نہ ملنے کا وہ مختار آپ ہے
پر تجھ کو چاہئے کہ تگ و دَو لگی رہے

مطلب یہ ہے کہ کام میں لگے رہو، اس فکر کو چھوڑو کہ کیا ملے گا؟ کون ملے گا؟ کب ملے گا؟ کس طرح ملے گا؟ اس سے قطع نظر ہو جاؤ۔

اس میں تمام وہ چیزیں جو غیر اختیاری ہیں سب سے نظر اندازی ہو گئی، جیسا کہ سلوک میں سالک جب تربیت کے ساتھ بتقویٰ ذکر و اذکار و مراقبات میں مشغول ہوتا ہوا چلتا ہے تو کیفیات طرح طرح کے اور وارداتِ قلب طرح طرح کے آتے ہیں تو ان کی طرف خیال کیسا؟ ان کی طرف سے قلب خالی ہے تو ان کی طرف رجوع کیا؟ اچھا معلوم ہو گیا کہ ابھی مخلوق ہے دل میں، کیفیات سے دلدادگی ہی، نہ ہونے پر رنجیدگی ہے، ہونے پر اترانا پن ہو گیا، ان کے ساتھ مشغول ہو گیا، اور آ کر چلی گئیں تو رنجیدگی ہو گئی۔ معلوم ہوا کہ ابھی شغل بخلق ہے، ابھی شغل بحق نہیں۔ تو یہ شخص کیسا پُرسکوں بفضلہٖ تعالیٰ ہے، اب یہ سالک جس کا بیان ہو رہا ہے، جن کی نظر بس اللہ تعالیٰ پر ہے، ہر وقت ذاکر ہے، اگرچہ خود اس کو اپنا ذاکر ہونا محسوس نہیں ہے لیکن عند اللہ ذاکر ہے۔

دفعِ وساوسِ شیطانی :

اگر شیطان آئے اور بہکائے تو اس طرح بہکنا نہ چاہئے، جس طرح مولانا محمد یعقوب صاحب نے نماز کی نیت باندھی، شیطان نے وسوسہ ڈالا کہ تو نے مسح تو کیا ہی نہیں

Marfat.com

نیت توڑدی جا کر مسح کرلیا۔ یہ ضروری نہیں کہ مسح کرنے کے لئے پھر وضو کرو، مسح رہ گیا بس مسح کرلیا، اب جب نماز کا وقت آوے اور نیت باندھیں تو شیطان سوار کہ مسح تو کیا ہی نہیں، ہاتھ پیروں کو کیسے کہے کہ نہیں دھوئے وہ تو تر ہو گئے ہیں۔ دیکھا شیطان کتنا ہوشیار ہے......

الغرض دوسری مرتبہ بھی نماز توڑدی اور مسح کرلیا، کئی مرتبہ ایسا ہوتا رہا، جب یہ دیکھا کہ یہ تو ہاتھ دھو کر جان کے پیچھے پڑ گیا تو اب کی مرتبہ جب شیطان نے کہا کہ مسح تو کیا ہی نہیں، مولانا نے جواب دیا، ہاں نہیں کیا، شیطان نے کہا جب مسح نہیں کیا تو وضو نہیں ہوا، مسح فرض ہے۔ مولانا نے جواب دیا ہاں نہیں ہوا۔ شیطان نے کہا جب وضو نہیں ہوا تو پھر نماز بھی نہیں ہوگی، جواب دیا ہاں نہیں ہوگی، اور اسی طرح نماز پوری کرلی۔ اب جب دوسرا وقت آیا اور نیت باندھی تو شیطان نہیں آیا۔ دیکھئے شیطان نے نماز میں آکر وسوسہ ڈالا کہ مسح تو کیا ہی نہیں، ایسی غفلت، حالانکہ وہ غفلت نہیں تھی، اسی طرح ایسے ذاکر کو شیطان بہکاتا ہے کہ ذکر تو ہے ہی نہیں ایسی غفلت؟ بس جواب دیدو گہ تیرے نزدیک غفلت ہے، عنداللہ غفلت نہیں کیونکہ ایسا سالک تو ہمہ وقت ذاکر ہے، اس کا رُواں رُواں ذاکر ہے، اگرچہ ذاکر کو اپنا ذاکر ہونا معلوم نہ ہو کہ شیطان غفلت کا تخیل پیدا کرتا ہے مگر یہ غافل نہیں، ذاکر ہے، یہ سالک مراد ہے جس کا ذکر ہو رہا ہے کہ اس کی نظر سب سے ہٹ کر صرف ایک ذات کی اطاعت و رضا پر جمی ہوئی ہے۔ ایسے سالک کے لئے، یہ شیطانی خیال ہے کہ غفلت سے سانس نکل رہے ہیں، غفلت سے سانس چل رہے ہیں، ادھر التفات، توجہ، خیال نہیں کرنا چاہئے اگر کیا تو پھر چھٹکارا نہیں، بے غم نہیں، بے فکر نہیں اور یہ سلوک کے خلاف ہے کہ فکرمند بنا، یا غم ہوا کیونکہ اس سے نشاط گیا، بشاشت گئی، حق تعالیٰ کے ساتھ جو بشاشتِ ایمانی ہونا چاہئے۔ طبیعت رجوع الی اللہ رہے، کھلی اور کھلی رہے، اس خیال سے یہ تمام باتیں ختم ہو جائیں گی۔

...... الغرض یہ سالک ہمہ دم ذاکر ہے، غافل نہیں۔ اسی کو فرمایا ہے :

Marfat.com

کل مطیع للّٰہ فھو ذاکر ۔جواللہ کا مطیع ہے وہ ذاکر ہے۔

یعنی خالص ذاتِ باری تعالیٰ کی رضا کے لئے اطاعت کرتا ہے۔اس کے سوا کوئی اور دوسری نیت خیال بالکل نہیں ۔تو جب یہ سالکِ مطیع خالصًا اللہ کی رضاءِ الٰہی میں لگا ہوا ہے ذاکر ہے، اگر چہ بظاہر ذاکر نہیں معلوم ہوتا ہے کیونکہ نفس کا غیر اللہ کی طرف میلان ہوا، فوراً رُکا، اغواءِ شیطان ہوا، فوراً رُکا، کیوں رُکا؟ اللہ کے تصور ودھیان سے کہ انہوں نے منع کیا ہے تو یہ سالک پورا مطیع ہے اور ہر مطیع ذاکر ہے جیسا اوپر بیان ہوا۔تو بقاعدۂ منطقی یوں کہو کہ نفس کا میلان ہوا رُکا، اغواء شیطان ہوا رُکا، یہ ایک مقدمہ ہوا، اور دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ جو ایسے میلانات اور اغوآت سے رُکے وہ مطیع ہے۔نتیجہ یہ مطیع ہے، اور تیسرا مقدمہ اور ملالو کہ ہر اللہ کا مطیع ذاکر ہے تو یہ سالک، بالیقین ذاکر ہے۔گھر میں ہو تو باہر ہو تو، گھر میں بھی غلط میلان ہوسکتا ہے، جس طرح باہر غلط میلان ہوسکتا ہے، اسی طرح اغواء شیطان گھر میں بھی ہوسکتا ہے، باہر بھی ہوسکتا ہے تو گھر کی زندگی میں بھی اور باہر کی زندگی میں بھی ان میلانات اور غوآت سے رُکا رہا تو مطیع ہے اور ہر مطیع ذاکر ہے، مثلاً آنکھ اُٹھی دیکھنے کے لئے تو یہ تو دیکھنے کے لئے ہے ہی لیکن اجنبیہ پر پڑکر رُکی، میلان ہونے لگا، جب میلان ہوا فوراً رُکی اور نظر نیچی جھکالی، اگر چہ اس وقت اس کی زبان پر کوئی تسبیح نہیں ہے کوئی ذکر نہیں ہے، نہ نفی واثبات نہ ذکر اسمِ ذات نہ درود شریف، نہ استغفار نہ سبحان ربی العظیم کسی قسم کی کوئی تسبیح یا ذکر نہیں ہے، لیکن وہ ذاکر ہے بفضلہٖ تعالیٰ۔

سالک کو فرشتہ پر فوقیت ہے :

اب یہ ذاکر فرشتہ سے بڑھ گیا کیونکہ وہاں تو میلان نہیں اور یہاں میلان ہے لیکن اس کے باوجود باطنًا ایسا ذاکر ہے کہ میلان کی طرف، فرط اغواء کی طرف اقدام نہیں یہ کمال ہے، اندھا اگر یوں کہے کہ میں نے کبھی کسی کو بدنگاہ سے نہیں دیکھا تو اس کا کوئی کمال

Marfat.com

نہیں، تو دیکھتا کیسے؟ نابینا ہے، بینا ہوتا دونوں آنکھیں کھلی ہوتیں اور نہ دیکھتا جب کمال تھا کہ نفس ہوتے ہوئے پھر بے نفس توفیق الٰہی سے ہوگیا۔ یہ عادت اللہ ہے کہ بے نفس بنا دیا۔ جب کوئی بے نفس بننا چاہتا ہے اللہ اس کو بے نفس بنا دیتے ہیں۔ تو یہ سالک فرشتہ سے بڑھ گیا کیونکہ اس کو اس عالم میں کیسی کیسی جاہی اور باہی اور حرصی باتیں اغواءِ شیطانی اور میلانِ نفسانی کی پیش آئیں لیکن اس کے باوجود بفضلہٖ تعالیٰ محفوظ رہا نہ کہ معصوم۔ اسی لئے حق تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا تھا جب کہ پیدائش آدم پر انہوں نے شبہ پیش کیا تھا کہ "میں جو جانتا ہوں تم نہیں جانتے کہ ان میں سے کون کیا ہوگا؟ ایسا سالک جو کامل مطیع ہو حق تعالیٰ کی امان میں آ گیا۔

انبیاء معصوم، اولیاء محفوظ :

اسی لئے کہا گیا ہے :

الانبیاء معصوم والاولیاء محفوظ۔ انبیاء معصوم ہیں اور اولیاء محفوظ ہیں۔

اور کبھی اتفاقاً خطاءً غلطی ہو جانا (یعنی ایسی غلطی سے قابلیتِ ولایت ختم نہیں ہوتی اور اگر ولایت حاصل ہونے کے بعد ایسی غلطی ہو جائے تو ولایت چھین نہیں لی جاتی۔ از محشی) وہ نہ استعدادِ ولایت کے خلاف ہے اور نہ فعلیتِ ولایت کے خلاف ہے، جیسے کبھی خطاء لغزش یہ نبوت کے بھی خلاف نہیں کیونکہ اس غلطی میں قصد و ارادہ کو دخل نہیں ہوتا جیسے جب موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف بھیجا تو اس نے جہاں یہ کہا کہ میں نے آپ کی پرورش کی تھی، میرے گھر کے اندر آپ رہے تو وہیں یہ بھی کہا کہ آپ کے ہاتھ سے ہمارا ایک آدمی بھی تو مارا گیا ہے۔ آپ نے کتنی بھاری بات کی تھی کچھ تو خیال کیجئے کہ میرا ہی کھایا، میرا ہی آدمی قتل کیا اور پھر مجھ کو اپنا تابع بنانے آئے ہو، موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ وہ غلطی تھی تو خطاءً غلطی کا صدور استعدادِ نبوت کے خلاف نہیں، اس لئے اس سے

Marfat.com

میری نبوت پر کوئی شبہ نہیں ہوسکتا، اس مقام کی تفسیر دیکھ لینا۔ خلاصۂ جواب یہ کہ میں پیغمبر کی حیثیت سے آیا ہوں جس میں دبنے کی کوئی وجہ نہیں اور وہ پیغمبری اس واقعۂ قتل کے منافی نہیں کیونکہ وہ خطاء تھی جو قادحِ استعدادِ نبوت نہیں اور استعداد کے بعد فعلیت مستبعد نہیں۔

حاصل یہ ہے کہ خطاءً کوئی غلطی ہوجائے تو یہ عصمتِ انبیاء کے خلاف نہیں ہے۔

سالک ہر وقت ذاکر ہے:

حق تعالیٰ کی طلب میں سب کچھ بھلا دیتا ہے، یہ سالک ہر وقت ذاکر ہے، ذکر کے ساتھ مشغول ہے اور ذکر کے ساتھ شغل بحق فی القلب راسخ ہے اور جب ایسا ذکر راسخ اس کے قلب میں ہے تو عام معنیٰ ذکر کے اعتبار سے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ○ (یعنی یہ ذکر (قرآنِ پاک) ہم نے اُتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں) تو اس آیت ذکر کے معنی عمومی کے اعتبار سے مطلب یہ ہوا کہ ایسے ذکر کی ہم حفاظت کرتے ہیں۔ جب ذاکر ایسے ذکر کے ساتھ ہوجاتا ہے جو شغل بحق کا ذریعہ ہو تو حق تعالیٰ ایسے ذاکر کی حفاظت فرماتے ہیں اور جب حق تعالیٰ حفاظت فرماتے ہیں، تو ذاکر محفوظ ہوجاتا ہے اور والاولیاء محفوظ کا مصداق بن جاتا ہے۔ یہ تفسیر (صوفیہ کی اصطلاح میں ایسی تفاسیر کو علم اعتبار کہتے ہیں۔ اس میں مفسرین کی تفسیر سے انکار نہیں ہوتا بلکہ عموم لفظ سے کوئی مفید علم نکال لیا جاتا ہے۔ بشرطیکہ وہ خلافِ شریعت نہ ہو۔ حدیث شریف میں ہے لکل آیة ظهر وبطن۔ صوفیہ کی یہ تفاسیر بطن آیت کا مظہر ہوتی ہیں) عموم معنیٰ ذکر کے اعتبار سے کی گئی ہے، لہٰذا مفتی صاحب کے فتویٰ لگانے کی بات نہیں ہے، پھر ذکر عام ہے، ذکر لسانی، زبان کی حرکت کے ساتھ ہو تب یا دل کے اندر صرف دھیان کی بات تب بہرصورت ذاکر ہے۔

وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ۔ اپنے رب کو دل میں یاد کر۔

Marfat.com

اس میں لفظ فی کی وجہ سے نفس ظرف ہو گیا اور وہ دل ہے تو آیت کا مطلب یہ ہو گیا کہ اپنے ربّ کا دل ہی دل میں ذکر کر، اب یہ ایسا ذاکر ہو گیا کہ ذکر روئیں روئیں، بال بال میں جاری و ساری ہو گیا، ایسا ذاکر بذکر نفس۔ یہ ہمہ وقت ذاکر ہو گیا، کوئی وقت اس کا ذکر سے خالی نہیں۔ آخر میلانِ طبع سے رُکنا کیوں ہوا؟ اغواء شیطان سے رُکنا کیوں ہوا؟ وہ کونسا مانع ہے وہ کونسا دافع ہے کہ میلان کو اندر آنے نہ دیا، اندر عکس کے طور پر کچھ تھوڑا سا ہی میلان آیا تھا کہ فوراً اس کو دفع کر دیا، اندر سے نکال دیا، یہ تمام افعال ذکر کر رہا ہے، سو یہ شخص اس اغواء شیطانی اور میلانِ نفسانی سے رُکنے کے وقت ذاکر ہے۔ وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ۔ میں نفس سے مراد ذات ہے۔ حق تعالیٰ نے اپنی ذات کو بھی نفس سے تعبیر کیا ہے۔ ارشاد ہے: كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ۔ تمہارے رب نے اپنی ذات پر رحمت کو لازم کر لیا ہے۔ ہاں تم خود اس رحمت کو زحمت بناؤ تم زحمت بلاؤ (کہ معاصی کرنے لگو) تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں، خالقِ اشیاء تو میں ہی ہوں زحمت بھیج دوں گا، مگر میں تو رحمت ہی اپنی طرف سے بھیجنا چاہتا ہوں اور اگر غیر اختیاری زحمت آ بھی گئی تو وہ بھی مؤمن کے لئے رحمت ہے حاصلِ کلام یہ ہے کہ اپنے رب کا ذکر کر اپنی ذات میں کہ ذکر تیرے اندر سرایت کئے ہوئے اس طرح ہو کہ ذکر دل میں ساری، زبان پر جاری ہو تو پورا جسم جس میں زبان و دل بھی داخل ہیں ذاکر ہو گیا۔

تو معلوم ہوا کہ صرف زبان کے ہی چلتے رہنے کو ذکر نہیں کہتے۔ دل میں اس کی یاد، اس کا خیال، اس کا دھیان، بلا کسی تفصیل کے یہ بھی ذکر ہے۔

بن دیکھے خدا تعالیٰ کا تصور :

بعض دفعہ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس کا تصور کیسے آ جائے جبکہ اس کو دیکھا نہیں؟ تو بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ یہاں مجلس خانہ میں بیٹھے ہیں اور اپنے نوزائیدہ بچہ کا خیال

Marfat.com

آجاتا ہے، یا حجرے میں بیٹھے ہیں اور بچہ کا خیال آگیا بلا کسی تفصیل کے کہ ناک کیسی ہے، آنکھ کیسی ہے، دانت کیسا ہے، ہونٹ کیسے ہیں، بلا کسی تفصیل کے خیال آ گیا کیونکہ ابھی تک بچہ کو دیکھا نہیں، نوزائیدہ ہے اور دل بچہ کی طرف کھنچنے لگا۔ ایسے ہی بلا کسی تفصیل کے ذاتِ حق کا خیال آجاتا ہے، کبھی جلالاً (تصور جلال کے ساتھ) آجاتا ہے، کبھی جمالاً (تصورِ جمال کے ساتھ) آجاتا ہے، کبھی محسناً اور معطیاً (احسان کے تصور سے) آجاتا ہے، اسی طرح کبھی مربیاً آجاتا ہے، کبھی مالکاً آجاتا ہے۔

حضوریٔ حق کا طریق :

اسی طرح تقویٰ کا اہتمام برابر کرتے رہنے اور ذکر کی تکثیر کے اندر لگے رہنے سے ذاتِ باری تعالیٰ کا تصور اور دھیان بالکل آسان ہوجاتا ہے، عادت اللہ یہی ہے کہ جب سالک کی نظر سب سے ہٹ کر اس ذات کی طرف لگ جاتی ہے تو تصور و حضور کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے۔ رہا یہ سوال کہ سب طرف سے نظر کس طرح ہٹے تو اس کا طریق حق تعالیٰ نے اس آیت میں ارشاد فرمایا ہے :

فَاذْكُرُونِيٓ اَذْكُرْكُمْ۔ تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔

حدیث شریف میں اس کی تفصیل اس طرح آئی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر بندہ مجھے تنہائی میں یاد کرے گا تو میں بھی تنہائی میں یاد کروں گا اور اگر بندہ مجھے مجمع میں یاد کرے گا تو میں اس سے بہتر مجمع میں یاد کروں گا یعنی فرشتوں کے مجمع میں۔ تو سالک کی اس فَاذْكُرُونِيٓ اَذْكُرْكُمْ نے تحضیض کردی، بھڑکا دیا، تحضیض میں تا، حا، ضاد یا اور ضاد یہ حروف ہیں، جس کے معنیٰ بھڑکانا، رغبت دلانا ہیں، تو سالک کو بھڑکا دیا، وہ سوچتا ہے کہ میں ذکر کس طرح چھوڑوں، یہ تو بڑی نعمت ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے یاد کرتے ہیں، وہ ذات تو بڑی مستغنی اور غیر محتاج ہے، بھلا اس مستغنی ذات کو کیا ضرورت پڑی کہ وہ مجھے یاد کرے۔ یہ

Marfat.com

اس کی انتہائی مہربانی ہے کہ وہ مجھے یاد کرتا ہے۔اس تصور سے سالک ذکر پر کمربستہ ہوجاتا ہے اور دھیرے دھیرے اللہ تعالیٰ کا تصور وخیال جم جاتا ہے اور ذکر اس سالک کے روئیں روئیں میں جم جاتا ہے اور اس کا یہ حال ہوجاتا ہے کہ ....

ملنے نہ ملنے کا وہ مختار آپ ہے
پر تجھ کو چاہئے کہ تگ و دو لگی رہے

جب اس کا یہ حال ہے تو غفلت کہاں ہے؟ پس اغواء شیطانی سے اپنے کو غافل سمجھنا کیسا؟ اس لئے ایسے تخیلات سے اپنے کو پاک رکھنا ضروری ہے تاکہ دل جمارہے، تازگی باقی رہے، بشاشت باقی رہے، اسی بشاشت کو بخاری شریف میں حدیث ہرقل کے اندر سوال وجواب کے ضمن میں بیان کیا گیا ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب ۶ ھ میں صلح حدیبیہ مکمل ہوگئی تو اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے نصرانی اور مجوسی بادشاہوں کے پاس تبلیغِ اسلام کے لئے دعوت نامے بھیجے ہیں، انہی دعوت ناموں میں ایک والا نامہ ہرقل کے پاس بھی بھیجا تھا۔ جب ہرقل کے پاس یہ والا نامہ پہنچا تو اس نے تحقیق کے لئے عرب کی کسی جماعت کو جو اس کے ملک میں آئی تھی تلاش کرایا۔ ابوسفیان جو اس وقت اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ تجارت کی غرض سے روم گئے تھے اور مسلمان نہیں ہوئے تھے، ان کو بلایا گیا۔ ہرقل نے ان سے چند سوالات کئے جن کو تفصیل سے بخاری شریف باب الوحی میں بیان کیا گیا ہے، انہی سوالات میں ایک سوال یہ تھا کہ اچھا یہ بتاؤ کہ اسلام لانے کے بعد کوئی اسلام سے ناراض ہوکر لوٹتا بھی ہے یا نہیں؟ ابوسفیان فرماتے ہیں میں نے جواب دیا کہ ایمان لانے کے بعد کوئی نہیں پھرتا۔ اس پر ہرقل نے کہا :

وکذالک الایمان حین تخالط بشاشتہ القلوب۔ (بخاری شریف ج ا ص ۴)

یعنی ایمان کی یہی کیفیت ہے (کہ اس سے پھرا نہیں جاتا) جبکہ اس کی بشاشت

Marfat.com

دلوں میں گھل مل جاتی ہے۔

یہ ہے وہ بشاشت جس کو نصرانی بادشاہ ہرقل بیان کر رہا ہے کیونکہ وہ اپنی کتاب انجیل کا عالم ہے۔ جب بشاشت ایمان کے اندر آجاتی ہے تو بڑھتا چلا جاتا ہے، یہی بشاشت اور حلاوت ہے جس کو الایمان یزید و ینقص (ایمان بڑھتا اور گھٹتا رہتا ہے) میں بیان کیا جاتا ہے یہ کمی اور زیادتی اسی کیفیتِ ایمان میں ہوتی ہے، ورنہ نفسِ ایمان وہ کمی و زیادتی کو قبول نہیں کرتا۔ الحاصل سالک کو ضروری ہے کہ بشاشت اور انشراح کو قائم رکھے۔

حق تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں مطالبہ فرمایا ہے :

فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذْکُرُو اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِکُمْ۔ (پ۵ ع۱۲)

جب تم نماز پڑھ چکو تو اللہ کا کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ذکر کرو۔

آیتِ مذکورہ کا مفہوم یہ ہے کہ جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو مت سمجھو کہ ذکر سے فراغت ہو گئی، نماز ہیئت کذائیہ کے ساتھ، ایک وقتی چیز ہے، اس کے بعد فراغت کیسی؟ ایک جگہ ارشاد ہے :

وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا۔ (پ۲۹ سورۂ دھر)

اپنے رب کا نام صبح اور شام لیتے رہو۔

بکرہ صبح سے لے کر دوپہر تک اور اصیل زوال سے لے کر رات تک، دونوں طرفوں کو گھیر لیا۔ مطلب یہ ہے کہ ہر وقت اللہ کا نام لیتے رہو، الغرض ذاتِ باری تعالیٰ کا مطالبہ ہر وقت ذکر کا ہے، قلباً بھی، لساناً بھی، جسماً بھی، قلباً یہ کہ دل میں یاد ہو اور لساناً یہ کہ زبان ذکر سے تر رہے اور جسماً یہ طاعتِ کاملہ میں لگا ہوا ہو، نیز کان، آنکھ وغیرہ یہ جسم کے اعضاء ہیں، جب پورا جسم ذکر میں سرشار ہوگا تو آنکھ بھی ذکر و طاعت میں ہوگی، کان بھی ذکر طاعت میں ہوگا۔ الغرض اس کا ہر عضو ذکر میں لگا ہوا ہوگا، کوئی آن اس کی ذکر سے خالی

Marfat.com

نہ ہوگی، ہاں جب قصداً و بالارادہ بیداری میں عقل و بلوغ کے ساتھ خلافِ حکم چلے گا تو ذکر سے خالی ہوگا اور غافل سمجھا جائے گا۔

ایک حدیث اور لے لیجئے : **لایزال لسانک رطبًا من ذکر اللّٰہ.** تمہاری زبان ہر وقت اللہ کے ذکر سے تر و تازہ رہے، ہر وقت، چلتے پھرتے، لیٹے، بیٹھے، باوضو، بے وضو، خلوت میں، جلوت میں، سفر میں، حضر میں، سواری میں، پیدل ہر وقت زبان اللہ کی یاد سے تازہ رہے۔

ذکرِ قلبی کے ساتھ ساتھ ذکرِ لسانی کی اولویّت :

دل کے ذاکر ہونے کے ساتھ زبان کو بھی شامل ذکر ہونا چاہئے کیونکہ ذکرِ لسانی میں زبان کو حرکت ہے اور حرکت محسوس چیز ہے، اِدھر زبان میں حرکت نہ ہوگی فوراً محسوس ہوجائے گا کہ حرکت نہیں ہے، تو فوراً متنبہ ہوجائے گا، اور ذکر لسانی شروع کردے گا، کیونکہ محسوس چیز پر جلد تنبہ ہوجاتا ہے۔ افضل یہ ہے کہ دونوں کو جمع کیا جائے۔

باقی باللہؒ کی حکایت :

اگر ذکر جامع افضل نہ ہوتا تو باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ ذکرِ لسانی کا اہتمام نہ فرماتے، اس کا قصہ یہ ہے کہ آپ بیٹھے ہوئے ذکرِ لسانی میں مشغول تھے کہ حجام خط بنانے آ گیا۔ جب ہونٹ کے بال تراشنے چاہے تو حجام نے کہا کہ حضرت تھوڑی دیر کو ذکر قطع فرما دیجئے ورنہ لب قطع ہوجائے گا۔ حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ لب کا قطع ہونا منظور ہے لیکن ذکر کا قطع کرنا منظور نہیں۔ تو کیا اس وقت ان کا قلب ذاکر نہ تھا، ضرور تھا مگر دونوں ذکروں کا جمع کرنا یہ جامعیت ہے۔

الغرض دل کے ساتھ زبان کو ذاکر رکھنا یہ بہتر اور افضل ہے۔ جب کسی سے ابتداءً

Marfat.com

کلام شروع کیا جائے یا کسی کلام کا جواب دیا جائے تو ذکرِ لسانی منقطع ہو جائے گا، جب اس سے فراغت ہوگئی تو پھر ذکر میں مشغول ہو جانا چاہئے۔ شاید کسی کو شبہ ہو کہ کسی سے کلام کے وقت چونکہ ذکر منقطع ہو گیا، اس لئے یہ اب ذاکر نہیں رہا۔ جواب یہ ہے کہ ضروری کلام یا ضروری جواب میں بھی ذکر ہے، کیونکہ یہ کلام برائے ادائے حق خلق ہے تو یہ زبان اب بھی ذاکر ہے، اُس وقت ذکر بلا واسطہ تھا اور اب حقِ خلق کی ادائیگی کے واسطہ سے ذاکر ہے۔ ٹھیک اسی طرح سے کوئی مدرس درس دے رہا ہے، زبان تدریس میں تقریر پر چل رہی ہے، تو یہ مدرس اس وقت بھی بواسطہ تدریس ذاکر ہے، غافل نہیں ہے۔ البتہ تقریر اور حل کتاب کی طرف غایت توجہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دل میں دھیان کی طرف سے تغافل، تساہل اور ذہول ہے حالانکہ یہ غفلت اور ترکِ ذکر نہیں بلکہ ضعفِ ذکر ہو گیا ہے۔ اس لئے جوں ہی تقریر سے فارغ ہوا، دل بھی بلا واسطہ ذاکر اور زبان بھی بلا واسطہ ذاکر ہو جاتی ہے۔ تو وہاں نسیان نہیں تھا، غفلت نہیں تھی بلکہ دوسری طرف توجہ کی وجہ سے صرف ضعفِ ذکر تھا، سالک ضعف کو غفلت سمجھ جاتا ہے۔

مستحب اہل اللہ کے نزدیک عملاً واجب ہے :

مستحبات پر اعتقاد و نیت تو استحباب کا ہی ہو مگر اس پر دوام فرائض کی طرح کرنا چاہئے۔ اسی لئے اہل اللہ جانتے ہیں کہ تہجد فرض نہیں ہے لیکن اس پر دوام فرض کی طرح کرتے ہیں۔ اسی لئے ان کے یہاں اس کا ترک نہیں ہے، ہاں اگر خاص عذر ہی پیش آ گیا، تو یہ معذوری ہے۔ تو معذوری کے وقت کوئی گناہ نہیں ہے۔ اس لئے کچھ رنجیدگی کی بات نہیں ہے۔

احتیاطاً تہجد بعد نمازِ عشاء پڑھی جائے :

متاخرین نے ہمارے ضعف کو مدنظر رکھتے ہوئے فرمادیا ہے کہ احتیاطاً تہجد بعد از

Marfat.com

نمازِ عشاء پڑھ لو کہ شاید آنکھ نہ کھلے اور ترک ہو جائے اور طبیعت تشویش میں ہو جائے، اس لئے تشویش سے بچنے کے سے عشاء کے بعد ہی پڑھ لو، احتیاطاً ادا کرلو، اسے حفظ ماتقدم کہتے ہیں اور آج کل آخر رات میں جاگنے کا کیا اعتبار ہے، غیر اختیاری نیند ہوتی ہے، گھڑی بجتی ہے سننے میں نہیں آتی، اس لئے حفظ ماتقدم کے طور پر نمازِ عشاء کے بعد پڑھ لینی چاہئے، آنکھ کھلے تو اُٹھ کر آخر رات میں دوبارہ ادا کر دینی چاہئے۔

تو اہل اللہ تہجد کو غیر واجب سمجھتے ہیں، مگر اس کے ساتھ معاملہ واجب جیسا کرتے ہیں کیونکہ جانتے ہیں کہ آمر حق تعالیٰ ہیں، ارشاد ہے:

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ۔ اور رات کے کسی قدر حصہ میں آپ نمازِ تہجد کیجئے جو آپ کے لئے فرضوں سے زائد چیز ہے۔ (بیان القرآن)

توفیقِ الٰہی سے آج ذکر کی تفصیل، لساناً، قلباً، جسماً ذکر کے اقسام بیان کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر قلبی مع لسانی کو دوسرے عنوان سے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ:

"جس کو چار چیزیں دی گئیں اس کو دنیا اور آخرت کی بھلائی دیدی گئی، قلبِ شاکر، زبانِ ذاکر، جسم صابر، اور بیوی ناظر ہو، اپنی بھی حفاظت کرتی ہے اور شوہر کے مال کی بھی نگرانی رکھتی ہے"۔ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۸۳)

جسم صابر یہ کمالِ طاعت کا عنوان ہے کیونکہ جسم حریت چاہتا ہے اور طاعت و تعمیلِ حکم میں مقید ہو کر رہ گیا ہے۔ طاعات کو پورا سہارے ہوئے ہے، یہاں تک کہ ذاتِ باری تعالیٰ کا حکم جس کو شریعت کہتے ہیں، اس کی طبیعت بن گئی، اسی کو کمالِ طاعت کہتے ہیں۔ اس کی نظر صرف حکم پر رہ جاتی ہے، عارف باللہ اگر بیمار ہوتا ہے اور بیماری کی وجہ سے گھر میں نماز پڑھتا ہے، مسجد میں نہیں جا سکتا تو اس کو اس کا قلق نہیں ہوتا کہ مسجد میں جماعت سے نماز نہیں پڑھی جا رہی کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ میرے لئے اس وقت میں اسی کا حکم

Marfat.com

ہے کہ گھر میں نماز پڑھوں، میرے لئے یہی مصلحت ہے، اسی میں حکمت ہے۔

حرم شریف کی نماز ہی مطلوب نہیں، رضا مطلوب ہے :

ایک بزرگ مکہ معظمہ میں بیمار ہوگئے۔ ایک ماہ تک حرم شریف میں حاضر نہ ہو سکے کہ دل میں یہ خیال تھا ایک مہینہ بیمار رہا، حرم شریف کی نماز کی حاضری سے محروم رہا، اظہارِ افسوس فرما رہے ہیں۔ تو حرم شریف کی حضوری ہی مطلوب نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی یہی رضا تھی کہ حرم میں حاضری نہ ہو، مطلوب حاصل ہے، عارف باللہ اس کو نہیں دیکھتا کہ حرم میں حاضری ہوئی یا نہیں ہوئی، اس کی نظر رضا پر رہتی ہے چاہے حرم میں نماز پڑھوالیں چاہے گھر پر۔ ایک عابد ہوتا ہے اور ایک عارف، عابد شوقِ عبادت میں ہوتا ہے، اس کو عبادت کا چسکہ ہوتا ہے، اس کی عادت کے خلاف جب ہوتا ہے افسوس کرتا ہے اور عارف اللہ کی مرضی پر نظر رکھتا ہے، وہ رجوع الی اللہ کی دولت سے مالا مال ہوتا ہے۔ رجوع الی اللہ کا مطلب یہی ہے کہ ہر وقت ہر آن یہ دیکھے کہ آقا کی مرضی کیا ہے۔

خلاصۂ مجلس :

بہر حال خلاصہ یہ ہے کہ جب معلوم ہو گیا کہ آمر (حکم دینے والے) اللہ تعالیٰ ہیں اور وہ ہماری مصلحتوں اور حکمتوں کے موافق ہی حکم دیتے ہیں تو پھر احکام میں عمل کرنے کے لئے مصلحتوں اور حکمتوں کا تلاش کرنا مخلص مؤمن جس کو سالک کہا جاتا ہے اس کے مقصد سے بہت بعید بات ہے، اس کی نظر مصالح و حکم پر تو کیا ہوتی اس کی نظر تو اللہ کے ملنے اور نہ ملنے پر بھی نہیں ہوتی، اس کی نظر تو بس اطاعت و فرمانبرداری اور مرضی مولیٰ کی تلاش میں رہتی ہے، اس کو شعر مذکور میں ترکِ مولیٰ سے تعبیر کیا گیا ہے اور پھر سالک اس تصور سے

Marfat.com

بھی خالی ہو جاتا ہے کہ میری نظر مولیٰ پر بھی نہیں ہے اس کو ترکِ ترک سے تعبیر کیا ہے، جس کو اصطلاحِ تصوف میں فناء الفناء کہتے ہیں۔

دوسری بات اہم یہ بیان کی گئی کہ ذکر، زبانی اور قلبی یاد ہی کو صرف نہیں کہتے گو یہ بھی مامور بہ ہے بلکہ اصل ذکر یہ ہے کہ خود کو اطاعت و فرمانبرداری میں کھپا دے۔ درحقیقت ذکر و یاد یہی ہے اور کلّ مطیع للّٰہ فھو ذاکرٌ کا یہی مطلب ہے، لیکن یہ مطلب بھی نہیں کہ ذکر لسانی اور ذکرِ قلبی مطلوب نہیں وہ بھی مطلوب ہیں۔ جیسا کہ آیت وَ ذْکُرْ رَبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ اور حدیث لایزال لسانک رطبًا من ذکر اللّٰہ سے ثابت کیا گیا ہے۔ اور یہ بھی بیان کیا گیا کہ ذکر لسانی اور قلبی دونوں کو جمع کرنا افضل ہے۔

غرض آپ حضرات کے طفیل سے حق تعالیٰ ذہن میں ڈالتے رہے، زبان چلتی رہی، یہ حقیقت ہے سلوک کیا چاہتا ہے جو کہ شریعت کا جزو اہم باطنی ہے۔ یہ ہے وہ سلوک، یہ ہے وہ سالک جس کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور لفظ یہ (یہ کا مشارٌ الیہ وہ سالک ہے جس میں ذکرِ لسانی اور قلبی کا اہتمام اور تقویٰ کا التزام ہو، اسی کو مطیع کامل کہا جاتا ہے۔ از محشی) سے بار بار اشارہ کیا گیا۔

☆☆☆

Marfat.com

تیسری مجلس

تقویٰ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا۔ (کامیاب ہوا جس نے نفس کا تزکیہ کیا)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰیo وَ ذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی۔

(کامیاب ہوا وہ جس کا تزکیہ ہوگیا اور اپنے ربّ کے نام کا ذکر کیا پھر نماز پڑھی)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تزکیہ ذکر و نماز سے ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے دونوں کا ایک ساتھ ذکر کیا ہے اور دونوں کو تَـزَکّٰی کے بعد ذکر کیا ہے، ذکر اسم بھی ہے اور ذکر صلوٰۃ بھی ہے۔ وَ ذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰیo اور اگر ایسا نہیں ہے کہ نماز بھی پڑھ رہا ہے، ذکر بھی کر رہا ہے اور تزکیہ نہیں ہوتا تو اس کا ایثار دنیا کی محبت ہے۔

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا۔ (بلکہ تم دنیا کی محبت کو ترجیح دیتے ہو)

اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور اس نیت پر منجانب اللہ ثمرات مرتب ہوتے ہیں،

Marfat.com

ورنہ وہیں کا وہیں رہے گا، ممکن ہے اور بگڑ جائے کہ پہلے اخلاص تھا، اب نفاق آ گیا، پہلے خوش عقیدہ تھا، اب بدعقیدہ ہوگیا۔

خودساختہ سی آئی ڈی :

ایسے سی، آئی، ڈی والے بھی ہوتے ہیں جنہیں حکومت نے مقرر بھی نہیں کیا از خود سی، آئی ڈی والا بنا ہوا ہے۔ جو منافقین حضورِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے تو کیا ان کو حکومت نے مقرر کیا تھا؟ نہیں تو، خود ہی سی، آئی، ڈی والے بنا کرتے تھے اور دوسروں سے جا کر کہہ دیتے تھے، اپنے نزدیک کسی میں جو کمی معلوم ہوئی اس کی تشہیر کر رہے ہیں، تطہیر کر رہے ہیں، یہ سی آئی ڈی دوسروں سے جا کر جو کمی بیان کر رہے ہیں، وہ درحقیقت کمی کی چیز ہوتی نہیں لیکن اس کی نظر میں چونکہ یہ منافق ہے کمی معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے سطحی طور پر جو ایسی بات ہوگئی تھی جو بظاہر خلافِ انصاف معلوم ہوتی تھی (حالانکہ تعمق نظر کے بعد اس میں بڑی مصلحت اور حکمت ہوتی تھی) اس کو اُچھالتے تھے ایسے متعدد واقعات ہیں۔

منافقین کا حال :

ایک واقعہ عرض کیا جاتا ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ کی مجلس ہو رہی تھی، جگہ پُر تھی، مجلس بھری ہوئی تھی کہ اتنے میں اصحابِ بدریین تشریف لے آئے، آپ ﷺ نے اصحابِ بدریین کی رعایت سے بعض صحابہؓ سے فرما دیا مل کر بیٹھ جاؤ، بعض سے فرما دیا کہ تم نے تو بہت باتیں سن لیں اب ان اہلِ بدر کو موقع دیدو، جاں نثار صحابہؓ نے فوراً تعمیل کی اور اُٹھ کر چلے گئے۔ منافقین کو موقع مل گیا، لگے اعتراض کرنے، کہ یہ کونسا انصاف ہے کہ جو پہلے سے بیٹھے ہیں ان کو تو اُٹھا دیا اور نئے آنے والوں کو ان کی جگہ دیدی، اس پر آیت نازل ہوئی :

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ وَ اِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ (پ۲۸،ع۲)

اے مسلمانو ! جب تم سے کہا جائے کہ مجلس میں جگہ کھول دو تو تم جگہ کھول دیا کرو، اللہ تعالیٰ تم کو (جنت میں) کھلی جگہ دے گا اور جب یہ کہا جاوے کہ اُٹھ کھڑے ہو تو اُٹھ کھڑے ہوا کرو، اللہ تعالیٰ تم میں ایمان والوں کے اور (ایمان والوں میں) ان لوگوں کے (اور زیادہ) جن کو علم دین عطاء ہوا ہے اُخروی درجے بلند کرے گا۔

اس واقعہ میں رسول اللہ ﷺ نے انتہائی حکمت اور مصلحت سے کام لیا کیونکہ عقلی قاعدہ ہے کہ مجلس میں بیک وقت جگہ نہ ہونے کی صورت میں تناوب فی الاستفاضہ سے کام لیا جاتا ہے کہ پہلی مجلس کو رخصت کر دیا جائے تا کہ دوسری مجلس کو استفادہ کا موقع مل جائے تو درحقیقت یہ کمی کی بات نہ تھی لیکن ان میں چونکہ نفاق تھا، اس لئے اس پُر حکمت بات میں بھی ان کو کمی نظر آئی اور دوسروں سے بیان کرنا شروع کر دیا۔

معلوم ہوا کہ مجلس میں کوئی سی آئی ڈی والا بھی ہوتا ہے جو دوسروں سے کہتا ہے کہ آج کی مجلس میں یہ بات کمی کی تھی حالانکہ ایسا نہیں ہے کہ کمی کی بات ہو مگر لوگ سطحی چیزوں کو جلد قبول کر لیتے ہیں کیونکہ حقیقت معلوم نہیں ہوتی۔ مثلاً ایک واقعہ دو طرح سے منقول ہے۔ شیخ ایک طرح سے بیان کرتا ہے، کسی شخص کو دوسری طرح سے معلوم ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ شیخ سے بیان میں غلطی ہوئی ہے، تو اب یہ شخص کہتا پھرتا ہے کہ یہ واقعہ اس طرح نہیں ہے جیسا کہ بیان کیا گیا بلکہ دوسری طرح ہے اور کتاب بھی دکھلا دیتا ہے، مگر اس سے شیخ کی تکذیب لازم نہیں آتی کیونکہ وہ واقعہ متعدد طریقوں سے روایت کیا ہوا ہوتا ہے۔

Marfat.com

طالبِ علمی کے زمانہ کا ایک واقعہ :

جب میں دار العلوم میں پڑھتا تھا تو کتاب کا تکرار اس طرح کرتا تھا کہ آنکھ بند کر لیا کرتا تھا اور نگاہ دوڑاتا تھا کہ فلاں صفحہ تک یہ مضمون ہے اور فلاں صفحہ تک یہ مضمون ہے، فلاں یوں کہہ رہا ہے، اور فلاں یوں کہہ رہا ہے، فلاں کا مذہب یہ ہے، فلاں کا مذہب یہ ہے، اب حافظہ کمزور ہو گیا ہے، اس لئے رُکا رُکا جھجکا بولتا ہوں۔

شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں دیکھا پوچھا آپ کے زمانہ میں طریقِ سلوک وتزکیہ کس طرح تھا؟ حضرت علیؓ نے فرمایا: ہمارے زمانہ میں سلوک اور تزکیہ تین چیزوں کے ذریعہ تھا، تلاوت، ذکر، صلوٰۃ، اب صرف ذکر رہ گیا ہے، ذکر کی زیادہ کثرت ہے۔ چنانچہ اس آیت میں تینوں چیزوں کا یکجا ذکر ہے۔

اُتْلُ مَا اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ؕ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ ؕ۔ (پ۲۱ع۱)

آپ اس کتاب کی تلاوت کیجئے جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اور نماز کو قائم کیجئے، بلاشبہ نماز بے حیائی اور بُرے کاموں سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے۔

تو تزکیہ کے لئے تینوں چیزوں کی ضرورت ہے۔ اب ذکر کی تو کثرت ہے لیکن تلاوت اور اقامتِ صلوٰۃ اس میں کوتاہی ہے۔

طاعت میں دوام ہے ذکر میں کثرت ہے :

خلاصہ یہ کہ سلوک کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے، دوامِ طاعت اور کثرتِ ذکر۔ طاعت میں دوام ہے اور ذکر میں کثرت تو ہے مگر دوام نہیں ہے کیونکہ طاعت سے تو کبھی اور کسی وقت، کسی صورت میں بھی خالی ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، کلام کے موقع

Marfat.com

ھی طاعت ہے، کسی کی طرف دیکھوتو وہاں بھی طاعت ہے، چپ رہنا طاعت ہے تو
رورت کے وقت بولنا بھی طاعت ہے۔ حرکت میں طاعت ہے تو سکون میں بھی طاعت،
ل سے خالی ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مگر ذکر میں دوام یہ عادۃً محال ہے جب کسی
عت میں انہماک کے ساتھ لگ گیا تو ذکر عادۃً چھوٹ گیا، لیکن دل میں ذکر بیٹھا ہوا
ہے۔ یہ دوامِ اطاعت اسی ذکرِ قلبی کا اثر ہے، جو دل میں بیٹھی ہوئی ہے وہی ذکرِ اصلی ہے
یمان تو اصلی تصدیقِ قلبی کا نام ہے اور اقرار باللسان اسی کی ترجمانی ہے۔ اس تصدیقِ قلبی
اقرار ہر وقت کہاں ہوتا ہے؟ جب کوئی پوچھے گا کہہ دے گا لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رّسول
، مگر ایمان ہر وقت دل میں بیٹھا ہوا ہے۔ احقر کو ایک آیت یاد آ گئی، وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ
لتقوٰی ، اللہ نے ان کے دل میں کلمۂ تقویٰ چپکا دیا ہے۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ کلمۂ
ویٰ دل میں بیٹھا ہوا ہے۔ اَلْزَمَ فعل متعدی بدو مفعول ہے، ھُمْ مفعول اوّل ہے، اور
مَةَ التقوٰی مفعول ثانی ہے اور اَلْزَمَ کا فاعل باری تعالیٰ ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ صحابۂ
رامؓ پہلے کیسے تھے، اب کیسے ہو گئے، پہلے ایسے تھے کہ خلافِ طبیعت پیش آنے پر لڑنے
نے کو تیار ہو جاتے تھے اور اب ایسے ہو گئے کہ کفار سخت، سخت شرطیں لگا رہے ہیں، مگر اللہ
ے رسول کے سامنے اپنے کو پامال کئے ہوئے ہیں۔ (یہ آیت صلح حدیبیہ کے بارے میں
ازل ہوئی ہے، جس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خواب دیکھا تھا کہ میں مکہ
ں امن و امان کے ساتھ داخل ہوا ہوں اور حلق و قصر بھی کرایا ہے، یہ خواب صحابۂ کرام رضی
لہ عنہم سے بیان کیا تو صحابہؓ کا اشتیاق زیارت بیت اللہ شریف کا بڑھ گیا اور اسی سال عمرہ
ے لئے روانہ ہو گئے۔ جب حدیبیہ مقام پر پہنچے تو کفارِ مکہ نے آپ کو عمرہ سے روک دیا اور
ت حیل وحجت کے بعد صلح نامہ مرتب ہونا شروع ہوا، سب سے پہلے کفار مکہ نے بسم اللہ
لرحمن الرحیم پر جھگڑا کیا اور کہا کہ پرانا کلمہ باسمک اللّٰھم لکھئے، پھر محمد
سول اللّٰہ لکھنے پر جھگڑا کیا، کہا محمد بن عبداللہ لکھئے۔ ایک شرط یہ تھی کہ اگر ہمارا آدمی مدینہ

Marfat.com

آئے تو آپ کو واپس کرنا پڑے گا اور تمہارا آدمی مکہ آئے گا تو ہم واپس نہ کریں گے۔ اس پر صحابہ کچھ جز بز ہوئے مگر رسول اللہ ﷺ کے سمجھانے پر سب مان گئے، اس آیت میں اس طرف اشارہ ہے) کیونکہ ہم نے ان کے دل میں کلمۂ تقویٰ جما دیا ہے، کلمہ کی اضافت تقویٰ کی طرف ہے۔ دونوں مضاف، مضاف الیہ ہیں۔ ترجمہ ہے تقویٰ کے کلمہ کو، جب کلمہ بولتے ہیں تو ذہن کہاں جاتا ہے، چوتھے کلمہ کی طرف؟ جب کسی سے کہا جاوے کہ بھائی کلمہ سنانا تو وہ چوتھا کلمہ سنائے گا، نہیں نہیں بلکہ کلمۂ طیبہ کی طرف جاتا ہے (فی تفسیر الکبیر (والزمھم کلمۃ التقویٰ) فیہ وجوہ. اظھرھا انہ لاالٰہ الا اللّٰہ ج ۲۸ ص ۱۰۳) سنائے گا۔ کلمۂ طیب کی حقیقت ذاتِ باری تعالیٰ کا موصوف بکمالات ہونا اور نقائص و عیوب سے منزّہ (پاک صاف) ہونا اور رسول اللہ ﷺ کا موصوف برسالت ہونا ہے، اس کلمۂ طیبہ کا تقاضا ہے تقویٰ اس لئے کلمہ کی اضافت تقویٰ کی طرف کی گئی ہے اور تقویٰ کی حقیقت دوامِ اطاعت ہے تو کلمہ کا تقاضا ہے دوامِ طاعت۔

الزمھم کلمۃ التقویٰ میں لفظ کلمہ سے ذکر کی طرف اشارہ ہے اور لفظ تقویٰ سے دوامِ طاعت ثابت ہوتا ہے کیونکہ کلمہ کی اضافت تقویٰ کی طرف ہو رہی ہے تو معلوم ہوا کہ کلمہ کا اثر تقویٰ یعنی دوامِ طاعت ہے۔

الغرض حق تعالیٰ کے فضل اور حضرت والا کی برکت سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ دوامِ طاعت اور کثرتِ ذکر یہ مطلوب ہے۔ دوامِ طاعت سے مراد اعمالِ ظاہرہ اور اعمالِ باطنہ کی پابندی ہے اور کثرتِ ذکر سے مراد کثرت سے زبان پر ذکر جاری رہنا ہے۔ جب فرصت ملے فوراً ذکر شروع کر دیا جائے اور اعمالِ باطنہ سے مراد اخلاقِ رذیلہ کا ازالہ اور اخلاقِ حمیدہ کا رسوخ و ملکہ ہے۔ اخلاقِ رذیلہ کا اصل میں تو امالہ ہے مگر وہ امالہ ازالہ ہی کے درجہ میں ہے، جیسے قرأت میں جب امالہ کیا جاتا ہے تو اصل حرکت ختم سی ہو جاتی ہے جیسے مجریھا کو مجرے ھا پڑھتے ہیں تو زیر جو اصل حرکت ہے امالہ میں ختم سی ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

گو زیری کچھ بو باقی رہتی ہے اور اخلاقِ حمیدہ کا رسوخ بلکہ حاصل ہونا یہ مقصود ہے۔

ذکر میں تلاوت بھی آ گئی اور تلاوت کے علاوہ جو اور اذکار ہیں وہ بھی داخل ہو گئے پھر یہ ذکر کبھی بلاواسطہ ہوتا ہے اور کبھی بواسطہ اور جب بواسطۂ طاعت ذکر بھی ذکر میں داخل ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کل مطیع للّٰہ فھو ذاکرٌ تو ذکر کے اس عام معنیٰ کے اعتبار سے یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ دوامِ ذکر بھی مطلوب ہے کیونکہ جب ذکر کو بلاواسطہ اور بواسطہ دونوں کو عام کر دیا اور ذکر بالواسطہ یہی ہے کہ اللہ نے جس وقت جس عمل کے کرنے کو فرمایا ہے اس میں بحدود و قیود باخلاص لگا رہے اور اس طرح لگا رہنا مطلوب ہے۔ تو معلوم ہوا کہ دوامِ ذکر بھی مطلوب ہے اور دوامِ طاعت بھی مطلوب ہے۔ دونوں مطلوب ہیں۔ البتہ اتنا فرق ہے کہ دوامِ طاعت بلاواسطہ مطلوب ہے اور دوامِ ذکر بالعموم مطلوب ہے۔ چاہے بلاواسطہ ہو یا بواسطہ ہو، تو جب کسی طاعت میں لگا ہوا ہے، تو اس حالت میں ذکر قلبی میں بھی کچھ قلتِ توجہ آ گئی ایسے وقت میں توجہ الی الطاعت کو ترجیح دی جائے گی کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جب دو عبادتیں بیک وقت جمع ہو جائیں اور تقدم تأخر نہ ہو سکے تو اہم کو مقدم کیا جائے گا۔ دلیل حضرت عمرؓ کا ارشاد:

اجھز جیشی و انا فی الصلٰوۃ ہے اپنے لشکر کی ترتیب دیتا ہوں اور نماز میں ہوتا ہوں۔

عمر فاروقؓ کے سامنے دو عبادتیں ہیں، ایک نماز میں کمال توجہ جس کے عبادت ہونے میں کوئی شبہ نہیں، دوسرے تجہیز جیش (ترتیب لشکر) یہ بھی عبادت ہے کیونکہ اعلاء کلمۃ اللہ کفار کے مقابلہ میں فتح پر موقوف ہے اور فتح عادۃً اس پر موقوف ہے کہ لشکر کو طریق جنگ پر ترتیب دیا جائے تو تجہیزِ جیش بھی عبادت ہے اور چونکہ لشکر مقابلہ میں گیا ہوا ہے اس لئے نماز میں اس کی ترتیب کی طرف ذہن منتقل ہو گیا تو اب دو عبادتیں جمع ہو گئیں، ایک نماز میں کمالِ توجہ دوسری تجہیزِ جیش اور دوسری اوّل سے اہم ہے کیونکہ عمر فاروقؓ کو اُمورِ سلطنت

Marfat.com

میں مشغولی کی وجہ سے تجہیزِ جیش کا یکسوئی سے وقت نہیں ملتا تھا اور نماز میں یکسوئی کی وجہ سے یہ مقصود حاصل ہو گیا اور یہ اہم و ضروری، اس لئے اس کو مقدم فرمایا۔ اسی طرح ذکرِ قلبی اور توجہ الی الطاعت دونوں عبادت ہیں لیکن عین اطاعت کے وقت ذکرِ قلبی کی طرف توجہ ضعیف ہو جائے تو یہ مرجوح اور توجہ الی الطاعت راجح ہو گی۔ اسی طرح عمر فاروقؓ کبھی خطبہ پڑھ رہے ہیں اور خطبہ پڑھتے پڑھتے کچھ اور زبان سے نکال رہے ہیں۔ سامعین حیران ہیں کہ یہ کیا ہوا خطبہ پڑھتے پڑھتے فرمارہے ہیں:

یا ساریَ الجبل، یا ساریَ الجبل ۔ (مشکوٰۃ شریف ج۲ ص۵۴۶)

اے ساریہ! پہاڑ کی پناہ لو۔ اے ساریہ! پہاڑ کی پناہ لو۔

واقعہ یہ ہوا تھا کہ حضرت ساریہؓ کو جہاد کے واسطہ بھیجا تھا، عین جہاد کے وقت آپ کو منکشف ہوا کہ دشمن کا غلبہ ہوا چاہتا ہے، آپ نے فرمایا ساریہ پہاڑ کو اپنے پیچھے کر لو یہ آواز کرامت کے طور پر اہلِ لشکر کے کان میں پہنچ گئی۔ فوراً اس پر عمل فرمایا اور دشمن پسپا ہو گیا۔ (ھکذافی المشکوۃ ج۲ ص۵۴۶)

(ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پہاڑ کی جانب سے گھوم کر دشمن کے آنے کا احتمال ہوگا)

تو دیکھئے خطبہ طاعت تھا، ایسی طاعت کہ خطبہ نہ ہو تو جمعہ ہی نہیں ہوتا تو عمر فاروقؓ نے ایک طاعت میں دوسری طاعتِ اہم کو داخل فرمایا اور اختتامِ نماز تک اس کو مؤخر نہیں فرمایا کیونکہ اہم تھی۔

الغرض ذکر عرفاً و عموماً زبان سے متعلق ہوتا ہے جیسے کلمہ بولیں تو عرفاً کلمہ طیبہ کی طرف ذہن جاتا ہے اسی طرح جب ذکر بولتے ہیں تو عرفاً مراد ذکرِ لسانی ہوتا ہے اور ذکرِ قلبی وہ دل میں جما ہوا ہوتا ہے۔ وہی ذکرِ قلبی ہے لیکن طاعت کے وقت یہ ذکرِ قلبی بھی ضعیف ہو جاتا ہے۔ تو اس کی فکر نہیں کرنی چاہئے اور طاعت کی طرف ہی متوجہ رہنا چاہئے

Marfat.com

جیسا کہ ابھی ارشاد گزرا کلّ مطیع لِلّٰہ فھو ذاکر۔

بعض حضرات مشاغلِ دینیہ اور مشاغلِ ضروریہ انسانیہ میں مشغول ہوتے ہیں۔ ذکرِ لسانی کی کثرت سے معذور ہوتے ہیں، ان کو حسرت ہوتی ہے کہ یہ وقت کثرتِ ذکر کا ہے یہ اقل قلیل ذکر والا بھی جو مشاغلِ دینیہ اور مشاغلِ ضروریہ انسانیہ میں لگا ہوا ہے۔ دوامِ ذکر میں ہے۔ شاید کسی کو شبہ ہو کہ اقل قلیل کثیر کس طرح ہے؟ جواب یہ ہے کہ تھوڑا، تھوڑا روز کیا جائے تو بہت ہو جاتا ہے۔ تو جب قلیل یا اقل قلیل پر دوام ہے تو کثیر ہوگا۔ بعض صاحبان یہ خیال کرتے ہوں گے کہ اس قلیل ذکر سے تو یہ اچھا ہے دو چار دن کہیں بیٹھ کر اچھی طرح ذکر کر لیں اور بالکل خاموش رہیں لیکن یہ کہاں کثرت ہے؟ یہ تو ایسا ہے کہ دو چار دن بیٹھ کر خوب اچھی طرح کھا لیا اور پھر تین چار دن کھانا چھوڑ دیا تو وہ کیا کثرتِ طعام ہوگا؟ کچھ نہ ہوگا، اور ایک شخص قلیل، قلیل کھانا روز کھا رہا ہے تو اس سے وہ کثیر ہو رہا ہے یا قلیل؟ ظاہر ہے کہ کثیر ہو رہا ہے۔ اس سے صحت قائم رہے گی۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف مالدار صحابی تھے۔ کسی نے پوچھا آپ اتنے بڑے مالدار کس طرح ہو گئے؟ فرمایا میں تجارت میں اس کا خیال رکھتا ہوں کہ قرض نہ دیا جائے نقد دیتا ہوں اور نفع کم سے کم لیتا ہوں، وہ تجارت ہی کیا ہوئی جس میں نفع نہ ہو مگر بنسبت دوسرے تاجروں کے نفع کم لیتا ہوں تو میری بکری زیادہ ہوتی ہے تو یہ نفع قلیل، زیادہ بکری پر نفع کثیر ہو گیا۔ یوں ہوئی ہے یہ کثرتِ دولت، تو دیکھئے قلیل، کثیر ہو گیا، یا ابھی نہیں ہوا۔ اور دوسروں کا کثیر نفع، قلیل ہو گیا، اس طرح کہ ایک صاحب نفع زیادہ لیتے تھے، گاہکوں کو معلوم ہوا وہ کھٹک گئے اور کہنے لگے کہ جہاں نفع کم لیا جاتا ہے وہاں سے کیوں نہ لیں، جہاں ہمیں چار پیسے میں چیز ملتی ہے وہاں سے کیوں نہ لیں چھ والی کیوں لیں؟ چیز وہی ہے۔ یہ نظیر سمجھ لی گئی۔ اسی طرح طالبِ تزکیہ مشغول کا اقل قلیل ذکر، کثرتِ ذکر کرنے والے سے

Marfat.com

ثواب وقرب میں کم نہیں۔

خلفاء کے لئے باہم مشورہ کی افادیت:

اسی لئے یہ طریقت کا مسئلہ ہے کہ اپنے شیخ کا انتقال ہو گیا اور خود خلیفہ شیخ ہے، شیخ مرحوم کی طرف سے بیعت لینے کی اجازت ہے۔ اس خلیفہ کو کوئی بات اُلجھن کی پیش آ گئی اپنے شیخ کا کلام سامنے ہو تو اس سے حل کرے لیکن اس کے باوجود حل نہ ہو مزید طمانیت کے لئے کسی سے مشورہ کی ضرورت ہو رہی ہے تو اپنے خلفاء میں سے کسی خلیفہ سے جس سے طبیعت مل گئی ہے، بے تکلفی ہے یا پیر بھائیوں میں سے کسی پیر بھائی سے اس کو حل کرے اور اگر ان میں سے کوئی نہیں ہے تو کسی ہم صاحبِ ذوق سے اس اُلجھن میں مشورہ کر لے، یہ مسئلہ ہے اور اسے مشورہ لینے میں کوئی رُکاوٹ نہیں ہو سکتی کیونکہ رُکاوٹ جاہ سے ہوتی ہے اور یہ خلیفہ جاہ کو پھونک چکا ہے، فنا کر چکا ہے۔ اور جہاں علمِ باطن میں ایسی رُکاوٹ کی بات پیش آ جاتی ہے، علومِ ظاہر میں بھی ایسی بات پیش آ جاتی ہے۔

مولانا محمد یعقوبؒ کی حکایت فناءِ نفس:

جیسے مولانا محمد یعقوب صاحبؒ بخاری شریف کا درس دے رہے ہیں، بیان کرتے ہوئے ایک جگہ پر رُکاوٹ ہو گئی۔ مولانا صدر مدرس تھے، کتاب لے کر اُٹھے اور اپنے ماتحت استاذ کے پاس پہنچ گئے کہ مولانا ذرا دیکھنا یہ مقام کچھ اٹکا سا ہوا ہے، اس کی تقریر فرما دیجئے، ان استاذ صاحب نے دیکھا اور تقریر کر دی، مولانا اپنی درسگاہ میں تشریف لے آئے اور درسگاہ میں آ کر طلبہ سے کہا کہ فلاں مدرس صاحب کے پاس اس مقام کو ان سے حل کرنے کے لئے گیا تھا، انہوں نے یوں تقریر فرمائی ہے اور اس مقام کا خوب حق ادا کر دیا اور اس بات کو کئی دفعہ ذکر کرتے تھے یہ اس لئے تھا کہ تزکیہ کامل ہو چکا تھا اور یہاں آج کل کوئی تزکیہ نہیں۔

Marfat.com

تزکیۂ نفس :

حب الدنیا جو اصل اصول اور جڑ ہے۔ حب الدنیا رأس کل خطیئۃ (دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے) یہ جڑ جا چکی ہے اور جب یہ جڑ جا چکی ہے تو تنا کہاں رہا؟ اس تنا میں جو شاخ میں سے شاخ نکلتی ہے وہ کہاں رہی؟ دنیا کی محبت جڑ ہے اور وہ چلی گئی اور ایسی چلی گئی کہ اب وہ جڑ جمتی ہی نہیں، اسی کو زوالِ اخلاق رذیلہ بملکۂ تامہ کہتے ہیں۔ (یادِ باری تعالیٰ) ذاتِ باقی دل میں ایسی بیٹھی کہ ذواتِ فناء کو دل میں رہنے کی گنجائش ہی نہیں کیونکہ باقی اور فانی دونوں ضد ہیں اور ضدین ایک جگہ جمع نہیں ہوتی۔

بیوی سے عشق ولایت کا درجہ ہے :

جس کو اپنی بیوی کے ساتھ عشق ہے، اس کے ولی ہونے میں کیا شبہ ہے؟ کیونکہ ولایت کا دامن عجیب وغریب عفت کو چاہتا ہے اور بیوی کے ساتھ عشق ہونے پر غیر کی طرف نظرِ شہوت نہ ہوگی تو یہ شخص انتہائی درجہ کا عفیف ہوگا تو اس کے ولی ہونے اور اس صفت کے ولایت کا درجہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ حضرت والا کا جملہ تو صرف اتنا تھا کہ جس کو اپنی بیوی سے عشق ہو جس کو عشق کہتے ہیں اس کے ولی ہونے میں کیا شبہ ہے۔ اس کی شرح کی گئی جو اوپر مذکور ہوئی۔

اور بیوی کے ساتھ عشق، عشقِ غیر اللہ نہیں ہے، وہ اللہ ہی کے لئے ہے۔ حضور ﷺ کی دعاء ہے :اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّکَ وَ حُبَّ مَنْ یَّنْفَعُنِیْ حُبُّہٗ عِنْدَکَ. (مناجاتِ مقبول، م۲ ص۱۷)

یعنی اے اللہ! میں آپ کی محبت کا رزق مانگتا ہوں اور اس کی محبت کا جس کی محبت آپ کی محبت میں معین ہو۔

تو بیوی کے ساتھ ایسی محبت باری تعالیٰ کے ساتھ محبت میں معین ہوگی تو پھر یہ عشق

Marfat.com

غیر اللہ نہ ہوگا؟ ایسا شخص عفت مآب ہوگا جس کی دلیل یہ ہے کہ رسولِ پاک ﷺ
ذاتِ باری تعالیٰ کا سب سے بلند درجہ عشق تھا لیکن اس کے باوجود حضرت عائشہ صدیقہ
رضی اللہ عنہا کے ساتھ بھی عشق تھا، باوجود اس عشق کے حقوقِ عدلیہ (برابری) سب کے
ساتھ تھے۔ حالتِ مرضِ وفات میں بھی باریک باریک باتیں (حقوق سے متعلق) پوری
فرمائی جارہی ہیں لیکن آپ عائشہؓ کی باری کا انتظار فرماتے ہیں۔ جب بقیہ بیویوں کو اس کا
علم ہوا کہ آپ عائشہؓ کی باری کا انتظار فرماتے ہیں، ہر ایک باری میں تشریف لانے میں
آپ کو تکلیف ہوتی ہے تو سب نے اتفاق کر کے کہہ دیا کہ بس اب آپ عائشہؓ کے یہاں
ہی رہا کیجئے۔ تو حضورِ اکرم ﷺ کو عائشہؓ کے ساتھ محبت تھی، تو بیوی کے ساتھ عشق دوام
طاعت کے خلاف کیا ہوتا بلکہ دوامِ طاعت میں داخل ہے یہ بات اس پر چلی تھی کہ ذکر کی
دو قسم ہیں۔ ذکر بلاواسطہ یا ذکر بواسطہ اور اس معنیٰ پر دوام ذکر بھی ہے پھر ذکر کی قلت اور
کثرت کی بحث آ گئی تھی، اسی ضمن میں تداخلِ عبادتین کا ذکر آ گیا تھا۔

کہ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى میں کلمہ کی اضافت تقویٰ کی طرف ہے اور کلمہ
سے مراد کلمۂ طیبہ ہوا کرتا ہے جو کہ ذکر ہے اور پھر اس کا تقاضا تقویٰ ہے جو کہ وجوبِ
طاعت بدوام کا نام ہے اور کلمہ کا تقاضا کثرتِ ذکر ہے۔ یہ کلمہ جو ایمان کا اصل اُصول ہے
اس ایمان کے ساتھ جب کلمہ کا تقاضا تقویٰ آتا ہے تو حق تعالیٰ ایمان میں زیادتی فرماتے
ہیں۔ ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِيْنَ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ
اِيْمَانِهِمْ (سورۂ فتح)

وہ خدا ایسا ہے جس نے مسلمانوں کے دلوں میں تحمل پیدا کیا تا کہ ان کے پہلے
ایمان کے ساتھ ان کا ایمان اور زیادہ ہو۔ (بیان القرآن)

ایمان میں تحمل پیدا کرنے سے زیادتِ ایمان مقصود ہے کیونکہ لیزدادوا جمع کا

Marfat.com

صیغہ ہے اور ایمــانـًا تمیز ہے جو ابہام نسبت کو رفع کرتی ہے کہ ان کی زیادتی من حیث الایمان ہے، مع ایمانھم ان کے ایمان کے ساتھ، مطلب یہ ہوا کہ پہلے سے جو ایمان ہے اس ایمان میں تحمل عطاء ہونے سے اور زیادتی ہوگئی تو معلوم ہوا کہ ایمان میں زیادتی ہوتی رہتی ہے اور وہ زیادتی ایمان میں ایمان کے ساتھ تقویٰ کے ذریعہ سے ہے۔

ایمان کی زیادتی مطلوب ہے :

اور اچھی چیز میں کون زیادتی نہیں چاہتا، کاشتکار کاشت میں زیادتی چاہتا ہے، زمیندار زمین میں زیادتی چاہتا ہے، تاجر تجارت میں زیادتی چاہتا ہے تو اچھی چیز میں تو ہر ایک زیادتی چاہتا ہے۔ ایمان سے زیادہ اچھی چیز اور کونسی ہوگی، پھر اس میں زیادتی کی طلب کیوں نہیں؟

زیادتی کے اسباب :

اور اگر ہے تو ہر چیز کی زیادتی کے اسباب و ذرائع ہوا کرتے ہیں، کاشتکار کاشتکاری میں زیادتی چاہتا ہے تو زمین اچھی طرح جوتے گا، اچھا بیج وقت پر ڈالے گا، پانی وقت پر دے گا، آندھی اولے سے حتی الامکان حفاظت رکھے گا، اسی طرح زمیندار روپیہ پیسہ سے زمین خریدے گا، جب اس میں زیادتی ہوگی، اسی طرح سے تاجر اچھا مال وقت پر سستا خریدے اور وقت پر اچھے داموں میں بیچے، تب زیادتی ہوگی اسی طرح ایمان میں زیادتی کے لئے تم چاہتے ہو تو اس کی یہ شکل ہے، اس طاعت اور ذکر میں لگ جانا ہے، ذکر کی اصل یہ ہے کہ دل میں کسی ذات کا بٹھالینا اور اس کا زبان پر ذکر آتا رہنا کہ دل میں بیٹھی ہوئی چیز کا تو بہانہ، بہانہ سے ذکر آتا رہتا ہے اور دل میں بیٹھی ہوئی چیز وہ ہوتی ہے جس سے غایت درجہ محبت ہوتی ہے اور ذاتِ باری تعالیٰ کے علاوہ غایت محبت کا کوئی محل نہیں ہے، لہٰذا پھر زبان پر اس کے نام نہ آتے رہنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اسی لئے حق تعالیٰ

Marfat.com

فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کے اندر ایسا عموم فرمادیا ہے کہ طہارت کی بھی ضرورت نہیں، کیونکہ ہم دوامِ ذکر چاہتے ہیں تو طاعتِ دائمی میں ذکر ہے جیسا کہ اوپر بیان کی گئی کل مطیع للّٰہ فھو ذاکر (ہر اللہ کا مطیع ذاکر ہے) کہیں بلاواسطہ کہیں بواسطہ تو اخلاص کے ساتھ، قناعت کے ساتھ، بلاحرص و طمع و لالچِ مالیہ جو مدرس دین کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ میزان الصرف ہی کی سہی جو کہ بنیاد ہے بخاری شریف کے لئے وہ مدرس اس میزان کے درس و تدریس کے وقت طاعت اور توجہ الی اللہ میں ہی ہے، اگرچہ فَعَلَ فَعَلَ کی گردان کر رہا ہے، یا گردان سن رہا ہے اور توجہ سے سن رہا ہے کیونکہ اگر توجہ نہیں کرے گا تو کوئی طالب علم گردان غلط کرسکتا ہے، جو منصبِ تدریس کے خلاف ہے۔ تو لامحالہ اسے سننے کی طرف توجہ کرنا ہوگی تو توجہ الی اللہ میں ضعف آوے گا کہ نفس ایک وقت میں دو چیزوں کی طرف توجہ نہیں کرسکتا، لیکن یہ ضعف، ضعف میں داخل نہیں ہے، جیسے کسی کو اتفاق سے چھینک زور سے آگئی یا اتفاق سے کھانسی آگئی تو اس کو تھوڑی سی دیر کے لئے ضعف کا احساس ہوگیا، اس کو ضعف نہیں کہتے۔ ضعف تو اسے کہتے ہیں کہ ہر موقع پر کمزوری کا اظہار ہو رہا ہے، جو دوسری طاعت میں مشغول ہوتے ہوئے ذکر میں یا توجہ الی اللہ میں کچھ ضعف ہوگیا، اس کو ضعف نہیں کہتے، ضعف تو اسے کہتے ہیں کہ اکثر و بیشتر دل میں اللہ کا خیال ہی نہیں، دھیان ہی نہیں، اکثر و بیشتر زبان پر اللہ کا نام ہے ہی نہیں۔

سالک کو مسائلِ سلوک کی ضرورت :

سالک کو مسائلِ سلوک جاننے کی اشد ضرورت ہے، جیسے فقہ کے مسائل ہوتے ہیں اسی طرح سلوک کے بھی مسائل ہیں، نماز پڑھنے والوں کو نماز کے مسئلوں کے جاننے کی نہایت ضرورت ہوتی ہے۔ تو ایسے ہی باطنی تزکیہ کی عبادت و طاعت میں لگنے والے کو بھی ان مسائلِ تزکیہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

Marfat.com

مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک حکایت ہے۔ مولانا گنگوہیؒ آخر عمر میں فرماتے تھے کہ اب جا کر اتنا ہوا ہے کہ نماز کے مسئلہ کے لئے کسی کتاب کو دیکھنے کی ضرورت نہیں پڑتی، اس سے اندازہ لگائیں کہ اتنی مدت میں نماز کے مسئلوں میں کتاب دیکھنے کی ضرورت نہیں پڑتی، اس میں بتلایا کہ دوسری عبادتی چیزوں میں چاہے وہ من حیث العبادات ہوں یا من حیث المعاملات ہوں، ان میں کتاب دیکھنے کی ضرورت پڑتی ہے۔

جب عباداتِ ظاہرہ نماز وغیرہ کے مسائل میں اتنی کاوش کی ضرورت ہے تو اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ عباداتِ باطنہ میں مسائل جاننے کی ضرورت ہے۔

ایک عورت نے مسئلہ معلوم کرایا کہ میرے شوہر کا انتقال ہو گیا ہے۔ بعض غیر محرم مرد بغیر اجازت اندر چلے آئے ہیں، معتدہ کی ان پر نظر پڑ گئی تو مسئلہ معلوم کرایا ہے کہ ان پر نظر پڑنے سے میری عدت تو نہیں ٹوٹ گئی۔ اس عورت کو ضرورت پڑی تو اس نے مسئلہ معلوم کرایا۔ جواب یہ ہے کہ گھر کا جو آخری دروازہ باہر نکلنے کا ہے اس سے باہر نہ جاوے اور گھر میں چاہے کوئی نظر آ جاوے تو اس سے عدت نہیں ٹوٹتی۔ رہا پردہ تو جس سے پردہ ہے ہر وقت پردہ ہے، چاہے عدت میں ہو یا نہ ہو۔

اسی طرح ایک صاحب نے مسئلہ پوچھا تھا کہ میرے پاس غیر ملک کا آیا ہوا کالا کپڑا رکھا تھا، میں نے اس کے پہننے کے لئے کپڑے سلوا لئے تو ایک صاحب کہتے ہیں کہ کالے کپڑے پہننا تو حرام ہے، جواب دیا گیا کہ آپ ان سے پوچھیں کہ حرام ہونے کی کیا وجہ ہے؟ دلیل بیان کیجئے! اس میں سوال کا جواب بھی ہو گیا کہ جب ناجائز ہونے کی کوئی شرعی وجہ نہیں ہے تو جائز ہے۔ بعض دفعہ شریعت کا علم نہ ہونے سے ایسی غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ تو دیکھئے نہ اس عورت کی عدت ٹوٹی اور نہ کالا کپڑا پہننا حرام ہے لیکن علم نہ ہونے سے پریشان ہو گئے اور مسئلہ معلوم کرایا۔ ایسے ہی سلوک طے کرتے ہوئے کوئی بات پیش آ گئی اب اس کو خبر نہیں تو پریشان ہو گیا، حالانکہ واقع میں وہ بات ٹھیک تھی مگر اپنے نظریئے میں

Marfat.com

اس کو ٹھیک نہیں سمجھا، اس لئے سالک کو مسائلِ سلوک جاننے کی ضرورت ہے۔

مجلس شیخ مجلس علمیہ سلوکیہ ہوتی ہے :

اسی لئے مجلسِ شیخ سالکوں کے لئے مجلس علمیہ سلوکیہ ہوتی ہے، مجلس علم تزکیہ ہوتی ہے اس میں صرف ذکر کی تعلیم نہیں ہوتی بلکہ علم ذکری کے لئے ہوتی ہے یعنی آثار ذکر کے ظہور پر جن علموں کی ضرورت ہوتی ہے، ان علموں کے بیان کے لئے مجلس ہوتی ہے، اسی طرح دوامِ طاعت مع الذکر پر جو آثار مرتب ہوتے ہیں ان کے علم کے لئے مجلس ہوتی ہے۔

مجلس کا نفع کس کو ہوتا ہے ؟

تو جس طرح نماز پڑھنے والے کو نماز کے مسائل کا تذکرہ نفع دے گا اور وہ اس تذکرہ سے خوش ہوگا، ایسے ہی جو سلوک کو طے کر رہے ہیں، تزکیہ میں لگے ہوئے ہیں ان کو جو باتیں پیش آتی رہتی ہیں ان کے آثار ظاہر ہوتے رہتے ہیں، ان کو یہ باتیں مفید ہوں گی ان کا جی خوش ہوگا، ان کے جی کو یہ باتیں لگیں گی اور بعض جملۂ علمیہ پر ان کو حال بھی آجاوے گا، جیسے ابھی عرض کیا گیا کہ اقل قلیل ذکر مشغولی من حیث الدین یا من حیث الدنیا جائزہ کے وقت تکثیرِ ذکر ہے من حیث الثواب والقرب کم نہیں ہے، یہ مسئلہ سلوک سن کر سالک کا جی کیسا خوش ہوگا، وہ سوچے گا کہ آج میرے سوال کا جواب مل گیا کہ جس کو میں کوتاہی خیال کر کے غمگین ہوتا تھا، آج مجھے اس کا تسکینی جواب مل گیا، اس کا جی خوش ہوگا، کام میں لگا رہے گا۔

شاہ فضل الرحمٰن صاحب کا واقعہ :

حضرت والاؒ نے حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادیؒ کا واقعہ سنایا، اس واقعہ سے پہلے ایک دوسرا واقعہ یاد آ گیا جس میں اتباعِ شیخ کا سبق ہے۔ پہلے وہ سناتا ہوں یہ بھی

Marfat.com

حضرت والاؒ نے سنایا تھا کہ حضرت شاہ صاحب کے یہاں یہ بہت رہتا تھا کہ جو آیا کہا جا رہا ہے اس کو نکالو، ارے نکالو، ارے نکالو، ایک مرتبہ شاہجہان بیگم والیہ بھوپال کے وزیر پہنچ گئے، رات کا وقت تھا، حسب عادت فرمایا، جاؤ جاؤ، نکالنے کا حکم فرمادیا، صاحبزادہ جن کا نام محمد میاں تھا (ان محمد میاں صاحب کے دو صاحبزادے تھے، نعمت اللہ میاں، فرحت اللہ میاں، میں نے ان دونوں پوتوں کو دیکھا ہے) تو صاحبزادہ نے کہا کہ یہ نواب بیگم بھوپال کے وزیر ہیں، فرمایا میں کیا کروں؟ وزیر ہیں تو اپنے گھر کے ہیں، نکالو اور زور سے کہا، مولانا پر ہر وقت جذب رہتا تھا، صاحبزادہ نے پھر عرض کیا فرمایا اچھا بلالاؤ، بلایا گیا، پوچھا کیوں آئے ہو؟ عرض کیا بیگم صاحبہ نے دُعا کے لئے بھیجا ہے، فرمایا بہت اچھا دعا کرتا ہوں، دعا ہوگئی، ٹھہرنے کی اجازت بھی مل گئی، مگر یہ شرط لگادی کہ آدھی رات تک مثلاً بارہ بجے یا ایک بجے تک ٹھہرنے کی خانقاہ میں اجازت ہے، اس کے بعد خانقاہ سے چلے جانا۔ عرض کیا بہت اچھا۔ جب وہ وقت آیا (ذرا خیال فرمایئے گا کہ پہلے لوگ کیسے ہوتے تھے اور بعض معتقدین کیسے ہوتے تھے؟ اور اب تو کچھ پوچھو مت کیسے ہیں؟) حضرت والا سنا رہے ہیں کہ جب وہ وقت آیا تو وزیر صاحب اپنا سامان لے کر چلنے لگے، بعض مقیمینِ خانقاہ کی آنکھ کھل گئی، دیکھا کہ اس وقت جا رہے ہیں تو ان معتقدین، مقیمینِ خانقاہ نے کہا اس وقت آپ کہاں جائیں گے؟ کہاں رہیں گے؟ رات کا وقت ہے پریشانی ہوگی، یہیں رہیے صبح کو چلے جایئے۔ وزیر صاحب نے کہا جو خاندانی آدمی تھے، خاندان کا ایک اثر ہوا کرتا ہے، انہوں نے کہا کہ شیخ کا حکم ہے، اسی وقت تک ٹھہرنے کی اجازت تھی، اگر اس وقت کے بعد ٹھہرتا ہوں تو یہ خیانت ہے اور حکم کی مخالفت ہے، میں نہیں ٹھہر سکتا، خانقاہ سے باہر جا کر کسی مسجد میں ٹھہر جاؤں گا، چنانچہ نہیں ٹھہرے، اسی وقت چلے گئے۔

آپ اس سے اندازہ کیجئے کہ معتقد کیا کہہ رہے ہیں؟ اور وہ وزیر صاحب کس درجہ عمل کر رہے ہیں۔ یہ واقعہ مفید ہونے کے سبب ضمناً سنا دیا، مجھے سنانا دوسرا واقعہ ہے کہ

Marfat.com

اسی طرح مولانا کے یہاں ایک شخص آیا، سلام ومصافحہ وغیرہ اچھی طرح ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد فرمایا، اچھا جاؤ، اُٹھو، اب وہ اُٹھتا نہیں۔ مولانا خود اُٹھے اور اس شخص کا بستر اُٹھا کر دروازہ پر رکھ دیا، وہ شخص اُٹھ کر چلا گیا اور بسترہ دروازہ سے لاکر اندر رکھ دیا۔ مولانا نے فرمایا پھر آگیا، اُٹھو، جاؤ، جب نہیں اُٹھا تو مولانا نے پھر بستر اُٹھا کر دروازہ کے باہر رکھ دیا، اس نے اُٹھا کر پھر اندر رکھ لیا، اسی طرح تین چار چکر ہوئے، پھر فرمایا کھانا کھالو، کھانے کا وقت ہے یہ فرما کر اندر تشریف لے گئے، گھر جا کر کھانا بھیجا، اس مسافر نے کہا کہ ساری فضیحت تو کھانے کی تھی، میں کھانا نہیں کھاتا، کھانا واپس کر دیا۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی خود کھانا لے کر آئے اور کہا بھائی لڑائی تمہاری میری ہے، کھانے سے تو نہیں، کھانا کھالو، مسافر نے کہا میں نہیں کھاتا، فرمایا کھانے سے کیا لڑائی ہے کھانا کھالو۔ خیر کھانا کھالیا، پھر پوچھا کہ کیوں آئے ہو۔ عرض کیا کہ باطنی حالت میں کچھ رُکاوٹ ہوگئی ہے، اس کو حل کرنے آیا ہوں۔ فرمایا او ہو پہلے کیوں نہیں کہا تھا، میں تو سمجھا تھا کہ جس طرح یہ سارے دنیادار دنیا کے لئے دعا کرانے آتے ہیں، اسی طرح تم آئے ہوگے، یہ لوگ اتنا ہمارا وقت خرچ کرتے ہیں۔

دیکھئے حضرت کو کشف ہوا؟ نہیں ہوا حالانکہ مولانا کو کشف بہت ہوتا تھا لیکن اس وقت نہیں ہوا۔ کشف لازمِ بزرگی نہیں ہے، ہوا ہوا نہ ہوا نہ ہوا۔ پھر فرمایا اچھا بیٹھو، بیٹھ گئے اور وہ حال جس میں رُکاوٹ ہوگئی تھی حل فرمایا، وہ شخص سلام ومصافحہ کر کے چلا گیا۔

تو دیکھئے سلوک وتصوف جس کو تزکیۂ باطن کہتے ہیں، اس میں اعمال کے ساتھ کچھ چیزیں نئی قسم کی سامنے آجاتی ہیں، ان میں پریشانی ہوجاتی ہے، ان کے حل کرنے کے لئے کچھ اُمور کی ضرورت ہوتی ہے، انہی کو مسائلِ تصوف کہتے ہیں، یہ مجالس انہی مسائلِ تصوف کے بیان کے لئے ہوتی ہیں، مسائلِ فقہ کے لئے نہیں ہوتی۔ یہ مجالس ان کے لئے مفید ہوتی ہے جو تزکیۂ باطن میں لگے ہوئے ہیں اور جو ایسے نہیں ہیں، ان کو چاہئے کہ چپ

Marfat.com

چاپ آ کر بیٹھ جائیں، ان کی سمجھ میں آئے گا نہیں، کسی بھوکے سے پوچھو کہ دو اور دو کیا ہوتے ہیں تو وہ کہے گا چار روٹی، کیونکہ وہ روٹی کا طالب ہے۔ چار روپیہ نہیں کہے گا کیونکہ اس وقت وہ پیسہ کا طالب نہیں ہے۔ میں یہ کہہ رہا تھا کہ جب کلمہ کا تقاضا تقویٰ آ جاتا ہے تو حق تعالیٰ مؤمن متقی کے دل میں سکینہ، تحمل پیدا فرما دیتے ہیں تاکہ اس ایمان میں جو اس وقت موجود ہے زیادتی ہو جاوے۔ معلوم ہوا کہ ایمان میں زیادتی ہوتی ہے، اس کا طریقہ اس کے اسباب، وسائل وذرائع کیا وہ دوامِ طاعت اور کثرتِ ذکر ہے۔

عوام کے کام کی بات:

یہاں ایک بات عوام کے سمجھنے کی ہے کہ حق تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مؤمن کے دل میں سکینہ پیدا فرما دیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر مؤمن کے دل میں تحمل کا ہونا ضروری ہے جس کا دوسرا نام وقار بھی ہے یعنی دوسروں کی طرف سے خلافِ طبیعت پیش آنے پر یا پیش آتے رہنے پر سکینہ ہونا چاہئے، تحمل ہونا چاہئے، وقار سے باہر نہ نکل جائیں، تیزی آواز کے اندر، تیزی کلام کے اندر، تیزی الفاظ کے اندر نہ آنے پاوے۔ اس کڑوی چیز کو میٹھا گھونٹ سمجھ کر پی لیوے اور میٹھا گھونٹ بنا کر کب پئے گا، جبکہ سلوک کی چیز اندر دبی ہوئی ہے۔ اس کا خیال آ گیا، اس جمی ہوئی چیز کا تصور آ گیا، وہ جمی ہوئی چیز یاد آ گئی، اس اندر کی چیز نے کڑوی چیز کو میٹھا کر کے پلا دیا۔ وہ چیز کیا ہے؟ جو اندر بیٹھی ہوئی ہے۔ وہ ہے رضا اس رضا نے تمام تلخیوں کو میٹھا بنا دیا۔ اس کو یوں سمجھئے کہ جب ہم اسکول میں پڑھتے تھے تو موسمی بخار آتا تھا جس کو ملیریا کہتے ہیں، تو صدر مدرس (ہیڈ ماسٹر صاحب) دوپہر کو کونین کی گولی اپنے سامنے کھلاتے تھے، کسی بالٹی میں پانی رکھ دیا کونین کھلائی اور پانی پلا دیا ایسے کیوں کرتے تھے؟ کہ کونین کڑوی ہوتی ہے، تو اپنے سامنے کھلاتے تھے، لیکن اب ترقی کا زمانہ ہے کونین پر شکر چڑھا دی جاتی ہے تو کونین بلا پانی کے ہی نگل لی۔

Marfat.com

تو دیکھو! کڑوی چیز میٹھی ہو کر آسانی سے حلق سے اُتر گئی۔ ایسے ہی وہ کڑوی بات جو کسی کی طرف سے پیش آئی، رضائے الٰہی کی شیرینی جو اندر رکھی ہوئی ہے، اس کے ساتھ مل کر آسانی سے پی گیا، جس طرح صحتِ جسمانی کیلئے کڑوی کونین مٹھائی چڑھا کر پی جاتا ہے، اسی طرح صحتِ روحانی کے لئے کڑوا کلام پینا ضروری ہے اور اسی تلخی کو دور کرنے کے لئے کیا چیز ضروری ہے۔ رضا۔ یہ رضائے الٰہی قرب کے لئے مطلوب ہے، اس لئے اس کڑوی چیز کو میٹھی کر کے پی گیا۔ اس سلوک کے حاصل کرنے کا یہ اثر ہوتا ہے، اگر ایک ساتھ نہیں ہو تو تدریجاً (آہستہ آہستہ) چونکہ فکر میں لگا ہوا ہے، اثر آتا چلا گیا، تدریجاً یہ حال ہو گیا کہ اگر کسی نے گالی دیدی، تأسف نہیں ہوتا، اگر ہوا تو آن، فان، اِدھر آیا اُدھر گیا، اس تأثر (افسوس) کو لے کر نہیں بیٹھ گیا، اگر کسی نے مُکا مار دیا تو پیچھے گھوم کر بھی نہیں دیکھا کہ کس نے مارا، وہ تو تزکیہ میں لگا ہوا ہے، اس درجہ پر کہ کڑوی چیز کو' کڑوے کلام کو میٹھا کلام کر کے پی لیا۔

الغرض یہ مسائلِ سلوک، تزکیۂ نفس، وجوبِ طاعت جو الزمهم كلمة التقوىٰ سے احقر نے ثابت کیا۔ جب كلمة التقوىٰ پر التزام ہوتا ہے، تو اس پر زیادتِ ایمان مرتب ہوتا ہے، جیسا کہ تفصیل سے اوپر بیان کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں طلبِ صادق بذوق و شوق عطا فرمائیں اور ایمان کی زیادتی کے طرق و ذرائع جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے، ان کو اختیار کرنے کی توفیق ارزانی عطا فرمائیں۔ (آمین)

..............☆☆☆..............

Marfat.com

چوتھی مجلس

اصلاح میں تاخیر کی وجہ

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ۔

اپنی من مانی بات ہوگئی تو اعتقاد بھی ہے، اعتماد بھی ہے اور من مانی نہ ہوئی تو کچھ بھی نہیں یہ تو اچھا پیر بنایا۔

اب دو پیر ہوگئے ایک وہ جس کو پیر بنایا ہے، دوسرے خود اپنے لئے پیر یہ تو اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ جیسا معاملہ ہوگیا کہ پیر کی بعض بات کو چھوڑ دیا، ان بعض بات میں خود اپنے لئے پیر بن گیا اور بات یہ ہونی چاہئے تھی کہ اپنی سمجھ میں نہیں آرہی، پھر بھی مان لی بات ماننا یہ ہے۔ ہاں اگر صریح نص کے خلاف ہے تو ماننے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اہلِ حق پر اعتراض کرنا باعثِ عتاب ہے :

حضرت مولانا گنگوہیؒ کے زمانہ میں کسی نے سوال کیا تھا کہ فلاں پرندہ حلال ہے

Marfat.com

یا نہیں؟ تو آپ نے جواب دیا کہ حلال ہے نہ کھانا الگ بات ہے، اس وقت ایک اچھے خاصے بزرگ تھے، ان کو جب یہ بات پہنچی تو فرمایا کہ اچھا کل کو چیل کو بھی کہہ دینا کہ حلال ہے، اس کہنے پر اس بزرگ کی نسبت میں فرق آ گیا، ان کے اندر وہ ذوق وشوق، ذائقہ، وہ حلاوت قلب کے اندر نہیں رہی، انہوں نے کسی اور بزرگ سے اپنی یہ حالت ذکر کی کہ میری ایسی حالت ہوگئی۔ ان بزرگ نے فرمایا کہیں ایسا تو نہیں کہ تم نے کسی کے ساتھ بے ادبی کی بات کی ہو، پہلے بزرگ نے فرمایا کہ مجھے تو یاد نہیں، دوسرے بزرگ نے فرمایا اچھا تو سوچ لینا، سوچنے پر مذکورہ واقعہ یاد آ گیا، اور عرض کیا کہ سوچنے پر مجھے حضرت والا گنگوہیؒ کا یہ واقعہ یاد آیا، ایسا ہوا تھا۔ دوسرے بزرگ نے فرمایا، معافی مانگ لو تو چونکہ وہ بے چارے خود بھی نیک آدمی تھے، نیک تھے، طالب تھے معافی مانگی۔ حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا یہ کوئی بات نہیں معاف ہے، معاف فرماتے ہی نسبت کا اثر لوٹ آیا' باادب بانصیب بےادب بےنصیب۔

تو جب ایک مخلوق غیر صحابی کے ساتھ خلافِ ادب بات ہو تو ایسی بات ہو جاتی ہے تو صحابہؓ کے ساتھ بے ادبی کی باتیں کہاں پہنچیں گی اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کہاں پہنچیں گی اور اللہ کے ساتھ کہاں پہنچیں گی، سلسلہ بسلسلہ قیاس کر لیا جائے تو ادب کتنی لازمی چیز ہے۔

اور اگر یہ خیال کیا جائے کہ پیر صاحب کو کیا خبر ہے؟ لیکن اللہ کو تو خبر ہے کہ پیر نے کیا تعلیم دی تھی اور کیا کر رہا ہے تو پھر بیعت ہی کیوں ہوئے تھے جو چھپا رہا ہے، کسی بات کے ٹوکنے پر بھی اس بات کے چھوڑنے پر تیار نہیں ہو رہا ہے کیوں؟ تو یہ فی الجملہ شرک نہیں تو پھر اور کیا ہے۔ امام بخاریؒ۔ **باب کفران العشیر وکفر دون کفر.** (بخاری شریف ج۱ ص۹) کے تحت ایک حدیث لائے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفرانِ عشیر (شوہر کی ناشکری) بھی کفر ہے، گو کفر باللہ نہیں ہے، اسی طرح **شرک دون شرک** کے تحت یہ بھی شرک ہے کہ جس کو پیر بنایا وہ تو ہے ہی خود بھی پیر بن گیا۔ اپنی عقل آ گئی، اپنا

Marfat.com

تجربہ آ گیا، اپنا علم آ گیا، اپنی رائے آ گئی تو اس کی رائے کے ساتھ اپنی رائے، اس کے علم کے ساتھ اپنا علم اس کی عقل کے ساتھ اپنی عقل اس کے تجربہ کے ساتھ اپنا تجربہ، اب یہ شرک نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ (صوفیہ کی اصطلاح میں اس کو شرک فی الطریقت کہتے ہیں جیسے شرک فی العقائد اسلام سے مانع ہے، ایسے ہی شرک فی الطریقت اصلاح سے مانع ہے۔ از: مجشی)

اس زمانہ میں اصلاح میں دیر پر دیر کیوں ہوتی چلی جارہی ہے، پہلے تو مرید یہ کہا کرتے تھے کہ بیعت کے وقت کی تعلیم ہماری آخری عمر تک نہیں چھوٹ سکتی اور اب آگے کیا تعلیم لیں گے، اس تعلیم پر ہی عمل نہیں جو بیعت کے وقت کی تھی۔

مولویوں کو دیر میں بیعت کرنے کی وجہ :

حضرت والاؒ نے تجربہ کی بنا پر ہی فرمایا ہوگا کہ مولویوں کو ذرا دیر میں بیعت کرنا۔ ہیر پھیر کی باتیں کرتے ہیں کہ مجھے خلافت مل جائے حالانکہ ابھی خلافت کا سوال ہی کیا پیدا ہوتا ہے؟ ابھی تو وہ احکام جو صحیح احکام ہیں انہی کی عظمت قلب میں نہیں ہے۔ انہی کو ترک کر رہا ہے اور لوگوں کو اپنی حرکات اور افعالِ ظاہرہ سے مشتبہ بنا رہا ہے۔ اسی لئے حضرت نے فرمایا تھا کہ مولویوں کو دیر میں بیعت کرنا، یہ اپنا علم اپنی رائے بہت چلاتے ہیں۔ جب اپنی رائے اپنا علم چلایا تو شرک ہوا۔ اور مرید ہو کر یہ خیال کہ پیر کو کیا خبر؟ تو بڑا بھاری شرک ہے۔ علم غیب تو اللہ تعالیٰ کو ہے، پیر کو تیرے خبر دینے سے خبر ہوگی، تو طالب ہے اصلاح کا، پھر یہ چھپانا کیسا؟ جزئی، جزئی کی اطلاع ضروری ہے، غلطی انسان سے ہوتی ہے، بشر ہے غلطی ہو ہی جاتی ہے، مگر اصلاح کا طالب اور اصلاح کی طرف اقدام تو اسی لئے تھا کہ اخلاص کے ساتھ، صدق کے ساتھ، فکر کے ساتھ، آخرت کے عقیدہ کے استحضار کے ساتھ، آہستہ آہستہ میں بشر ہو کر بے شر ہو جاؤں، معاصی اور کبیرہ گناہ تو اسی وقت چھوٹ گئے تھے، جب بیعت کے وقت یہ کہلوایا تھا کہ میں توبہ کرتا ہوں گناہوں سے، رہے صغیرہ چلو۔

Marfat.com

وہ تدریجاً سہی کہ آہستہ آہستہ چھوٹ جائیں گے۔ کبیرہ تو اسی وقت چھوٹ گئے اور اگر اتفاقاً گناہ ہوگیا تو رو پڑا کہ ہائے گناہ کیوں ہوا، پھر کبیرہ کے ارتکاب کا اصرار کیسا ہے؟ اس لئے کہ طالب صادق ہے، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝

اور جن لوگوں نے ہمارے بارے میں مجاہدہ کیا ہم ان کو ضرور بالضرور اپنے راستوں کی ہدایت دیتے رہیں گے اور اللہ تعالیٰ محسنین کے ساتھ ہیں۔

محسنین یعنی مخلصین کے ساتھ اللہ کی مدد و توفیق ہوتی ہے تو گناہ کبیرہ تو بتوفیق الٰہی بیعت کے وقت چھوٹ جاتے ہیں۔

اپنی سعی پر نظر بھی شرک ہے:

لیکن اپنی سعی پر نظر نہ ہو کہ یہ بھی شرک ہوگیا، غور فرماتے رہئے کیونکہ پانچوں وقت فرضوں میں اور سنتوں اور نفلوں میں کیا کہہ رہا تھا:

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔

ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

تو یہ عبادت بھی انہی کی مدد سے ہے، پھر اپنی سعی پر نظر کیسی؟ اپنی سعی پر نظر تو نبی کو بھی نہیں ہوتی۔ بس سعی حکم کی تعمیل میں ہے لیکن اس سعی پر نظر نہیں۔ حدیث شریف میں ہے

هذا الجهد منی و علیک التکلان۔ (مناجات مقبول منزل رابع ص ۱۴۱)

یہ میری جانب سے کوشش ہے، بھروسہ آپ پر ہی ہے۔ یہ حضور اکرم ﷺ فرما رہے ہیں کہ حکم کی تعمیل کوشش کے ساتھ میں نے کردی۔ باقی بھروسہ آپ پر ہی ہے، اس سے پہلے ارشاد ہے:

اللّٰھم ھذا الدعاء و علیک الاجابة۔ اے اللہ! یہ میری دعا ہے۔

Marfat.com

الف لام عوض میں مضاف الیہ کے ہے۔ قبول کرنا آپ کا کام ہے تو دیکھئے سعی پر نظر تو نبی کو بھی نہیں، تو سعی پر نظر شرک ہے، روٹی پکانے کے لئے لکڑی کا اکٹھا کرنا چولہے میں لگا کر آگ لگانا آٹا لانا، آٹے کو گوندھنا، پانی ڈال کر پیڑا بنانا، اس کی روٹی کی شکل بنا کر توے پر ڈال کر پھر گھی میں رکھ کر سینکنا یہ تمام اسباب ہیں لیکن ان سے یہ لازم نہیں آتا کہ ساری روٹیاں پورے طریقہ سے سینک کر، تیار ہو کر چنگیری میں آ بھی جائیں، بعض جل جاتی ہیں مثلاً تندور میں نان لگاتے ہیں کوئی نان نیچے گر گیا جل گیا، ہانڈی جل گئی، دودھ میں ابھان آ گیا، کٹورہ ہاتھ میں لیا اور گھڑے میں سے پانی لے کر اُٹھایا وہ منہ تک نہ پہنچا ہاتھ سے چھوٹ گیا اور پانی گر گیا۔ تو اپنی سعی پر نظر خلافِ توحید ہے۔

مولویوں کی تاویلات:

مولویوں کے یہاں تاویل کا پھاٹک بہت لمبا ہے، اتنا بڑا ہے کہ اس میں سے کئی ہاتھی نکل جاویں۔ سادہ ایمان گاؤں والے کا سا ہونا چاہئے۔ وجود واجب باری تعالیٰ بوحدانیت کے لئے دلائل کی ضرورت نہیں کیونکہ وجودِ باری تعالیٰ وحدانیت، توحید یہ تمام چیزیں تو ایک نوع سے بدیہی ہیں، یہ نظری نہیں ہوتیں تو پھر اس میں استدلال کی دلائل و براہین کے تلاش کی کیا ضرورت ہے۔

علمِ کلام کے تدوین کی وجہ:

معتزلہ اور فلاسفہ نے توحید اور وجودِ باری تعالیٰ پر عقلی بحثیں شروع کر دیں تو متکلمین کو علمِ کلام کی تدوین کرنے کی اس فتنہ کو دور کرنے کے لئے ضرورت پڑی ورنہ توحیدِ باری تعالیٰ اور ایمان سادہ ہونا چاہئے، جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دلائل کی ضرورت نہ تھی ہمیں بھی دلائل کی ضرورت نہیں ہے اور جن اصل اُصول کو مان لیا اس کی ہر چیز کو مانتا چلا گیا اور سادہ طریقہ سے مانتا ہوا کہتا چلا جا رہا ہے کہ دلیل کی ضرورت نہیں ......

Marfat.com

ع سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے

اگر محبوب رات کے دو بجے آنے کا حکم کرے تو عاشق فوراً تیار ہو گا یہ نہیں پوچھے گا کہ آپ مجھے دو بجے آنے کا کیوں حکم دے رہے ہیں؟ دو پہر ہی کو بلا لیا ہوتا، عاشق ہر گز نہیں کہے گا اگر کہے تو بڑے افسوس کی بات ہے ارے تو تو مجنوں سے بھی گیا گزرا ہوا۔

مجنوں کی حکایت :

کہ ایک مرتبہ بہت سے لوگ مجنوں بن کر لیلیٰ کے دروازے پر آ کر بیٹھ گئے۔ باندی نے کہا کہ آج بہت سے مجنوں آ کر بیٹھ گئے۔ کیسے پہچان ہو کہ حقیقی مجنوں کون ہے؟ لیلیٰ نے کہا کہ جاؤ اور یوں کہنا کہ لیلیٰ کو تھوڑے سے گوشت کے لوتھڑے کی ضرورت ہے، اس کو اپنے جسم میں استعمال کرے گی، اب باندی جس کے پاس جاتی ہے کوئی کہتا ہے یہ قصاب خانہ ہے؟ یہ کوئی مذبح خانہ ہے؟ گوشت تو قصائی کے یہاں ملے گا، مصنوعی مجنوں تو یہ کہہ کر چلے گئے، جو واقعی مجنوں تھا وہ بھی بیٹھا تھا، اس نے باندی سے کہا یہ پوچھ کر آ کہ کونسی جگہ کا چاہئے، باندی نے لیلیٰ سے جا کر کہا، لیلیٰ نے جواب دیا، اوہ ہو ابھی خامی ہے۔ باندی نے پھر وہی سوال کیا کہ لیلیٰ نے گوشت کی بوٹی مانگی ہے، یہ سن کو تمام مصنوعی مجنوں چلے گئے، حقیقی مجنوں نے کہا تُو میرے جسم کی ہر ہر جگہ سے بوٹی لے لے، جس جگہ کی استعمال کرنا ہو گی، استعمال کر لے گی اور باقی پھینک دی گی۔ لیلیٰ نے یہ سن کر کہا کہ واقعی مجنوں یہ ہے۔ عاشق ایسے ہوتے ہیں اور ہمارا یہ حال ہے کہ ہماری تاویلوں کا کوٹہ ہی ختم نہیں ہوتا، خدا تعالیٰ کے حاضر ناظر ہونے کا بھی عقیدہ، قیامت کا بھی عقیدہ اور پھر سوال پر سوال عقائد کے بارے میں ہو رہے ہیں۔

جب اصل اُصول کو مان لیا تو فروع میں سوال نہیں ہوتا :

ارے جب اصل اُصول کو واقع، قطعی، یقینی طور پر مان لیا تو فروع کے اندر سوال

Marfat.com

کرنے کا کیا مطلب؟ فروع تو تعمیل کے لئے ہیں، عمل تو بلا دلیل یوں ہی کیا جاتا ہے۔ جب قطعی طور پر پانچ وقت کی نماز فرض ہونا جس طرح سے بھی پہنچا مان لیا، مان لینے کے معنیٰ ہیں عمل میں لانا، تسلیم کرنا، اسلام کے معنیٰ ہیں فرمانبرداری کے لئے گردن رکھ دینا، جب اس درجہ کا اعتقاد وعقیدہ ہو جائے تو پھر اصلاح میں دیر کیوں ہو رہی ہے؟ اخلاق میں کمزوری سے کمزوری کیوں چلی جا رہی ہے؟ پختگی سے پختگی کیوں نہیں آتی' اب تک حسد کا مرض ہی نہیں نکلا۔ یہ بھی پڑھ لیا:

وَ لِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِمَّا عَمِلُوا۔

ہر ایک کو اس کے اعمال کے موافق درجات ملیں گے۔

پھر مشکوٰۃ شریف بھی پڑھ لی، اس کے بعد دس کتابیں دورۂ حدیث شریف کی بھی پڑھ لیں، اب تک پنج وقتہ نماز کا باہتمام تکبیر اولیٰ پابند نہیں ہوا۔ سردیوں میں سردی لگنے کا ہیر پھیر ہے، اس لئے تاویلیں کرتا ہے۔

علمِ یقینی سے عمل متخلف نہیں ہوتا:

دھاردار آلہ کے اُنگلی پر چلانے سے یقین کٹنے کا ہے حالانکہ یہ احتمال بھی ہے کہ نہ کٹے لیکن کٹنے کا ایسا یقین ہے کہ نہ کٹنے کا احتمال ذہن میں نہیں آتا۔ اسی طرح جس قدر مناہی شریعت میں ممنوع چیزیں ہیں چاہے بڑے ہوں یا چھوٹے وہ مضرتی (نقصان دہ) ہیں خواہ زیادہ مضرت ہو یا کم، سب سے بچنا ضروری ہے کیونکہ چھوٹی مضرت ہو ہو کر پھر بڑی مضرت بن جاتی ہے، پھر ان مناہی کے پاس قصداً بار بار جانے کا کیا سوال ہے؟

نفع وضرر کا خالق اللہ تعالیٰ ہے:

کوئی شخص جب بار بار قلب میں باختیار ضرر ارادہ لاتا ہے تو خود مضرت چاہتا ہے،

Marfat.com

اس لئے حق تعالیٰ ضرر پیدا فرما دیتا ہے، گویا کہ تو نے خود بزبانِ حال یوں کہا کہ میں ضر
چاہتا ہوں تو اللہ تعالیٰ نے ضرر پیدا فرما دیا اور مامور بہا اپنے اپنے درجہ پر سب کے سب
نافع بلامضرت ہیں، پھر ان کا ترک کیسا؟ پنجگانہ نماز اپنے اپنے وقت پر نہایت اہمیت کے
ساتھ مامور بہا ہے، ان کی ادا کا کس قدر اہتمام ہونا چاہئے۔

عشق کا تقاضا نوافل ادا کرنا ہے :

عاشقوں کو تو کہ عشق مؤمن کی فطرت ہے زیادتی کا طالب ہونا چاہئے، اسی لئے
فرائض کے ساتھ نوافل رکھ دیئے کہ طلوع وغروب وزوال کے علاوہ نوافل کی بھی اجازت
ہے کہ اے عاشق جب تیرا جی چاہے جب تیرا ذوق چاہے تو اپنا ذوقِ طلب زیادتِ نوافل
سے پورا کرلے، یہ عاشقوں کی پرواز ہے تو جو مؤمن بھی اپنے اپنے اوقات میں پنجگانہ نماز
پر ماشاء اللہ پابندی کے ساتھ چل رہے ہیں، وہ سارے کے سارے سلوک طے کر رہے
ہیں اور سالک ہیں اور جو اس کے ساتھ نوافل کے درپے ہو رہے ہیں تو وہ سلوک کے ساتھ
جذب میں ہیں۔ سالک کے ساتھ مجذوب بھی ہیں یعنی سالک عاشق ہیں وہ درجۂ عشق میں
ہیں، درجۂ تعشق میں ہیں کہ پنجگانہ ہی پر قناعت نہیں کرتے بلکہ آگے اور خدمت کو جی چاہ رہا
ہے۔ عاشق یہی تو کہے گا اے محبوب ہاتھ دبوالے، کمر دبوالے، تیل ہی لگوالے، پانی ہی
بھروالے نہ معلوم کون کون سی خدمات کو اندر سے جی چاہے گا۔ محبوب اشارہ کر رہا ہے کسی اور
کی طرف، مگر عاشق جلدی سے آگے بڑھ کر لوٹا ہاتھ میں لے رہا ہے اور پانی بھر کردے رہا
ہے۔ دیکھا عاشق کی پرواز۔ ایسا سالک، سالک مجذوب کہلاتا ہے۔

طالب کی اقسام :

طالب کی چار قسمیں ہیں، سالک محض، مجذوبِ محض، سالک مجذوب، مجذوب
سالک۔ درجۂ سلوک تک ہوتے ہوئے اندیشہ ہے کہ خدانخواستہ کہیں جلدی سے رجعت

Marfat.com

قہقری (اُلٹا لوٹنا) نہ ہو جائے اور سلوک جب جسم کے اندر آ گیا کہ عشق پیدا ہو گیا تو سالک مجذوب ہو گیا، تو اب ان شاء اللہ تعالیٰ خرابی کا اندیشہ اُٹھ گیا۔ یہ مسائلِ شرع بدرجۂ سلوک ہیں۔ بات مجنونِ حقیقی کی ہو رہی تھی۔ مجنونِ حقیقی نے کہا کہ میرے بدن کی ہر جگہ کی بوٹی لے جاؤ، جہاں کی کام آئے گی رکھ لی جائے گی۔ یہ سوال کیسا کہ جس جگہ کی بوٹی چاہئے اسی اصول کے تحت جب اس نے (اللہ ورسول نے) جس چیز کا حکم دیا ہے، وہاں عمل کرنے کے لئے سوال کیسا؟ رہے اعذار تو اس نے اعذار پر پہلے ہی مطلع کر دیا ہے کہ اگر کوئی عذر ہو تو خیر ہے کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکو تو بیٹھ کر پڑھ لینا، بیٹھ کر نہ پڑھ سکے تو لیٹ کر پڑھ لینا، پانی نقصان دیتا ہوں تو تیمّم کر کے پڑھ لینا، تو ہر موقع پر اس نے خود ہی رخصت فرمائی ہے، تو اصل عزیمت ہی ہے، باقی بضرورت رخصت بھی ہے۔

بوقتِ ضرورت رخصت پر بھی عمل کرنا چاہئے :

ضرورت کے وقت رخصت پر عمل کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ رخصت ایک نعمت ہے اور شریف الطبع کی طبیعت میں ذاتِ باری تعالیٰ کی اشد محبت ہوتی ہے، تو رخصت کی نعمت استعمال کرنے پر محبت اور بڑھتی چلی جاتی ہے۔ یہ سوچے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے مصالح و اعذار کی کیسی رعایت فرمائی ہے لیکن اگر رخصت کے اندر کاہلی اور سستی ہے تو طالب صادق نہیں جھوٹا ہے۔ ہاں واقعی علالت اور ضعف ہو تو انہوں نے خود ہی رعایت فرما دی بلکہ ایسے ضعف و علالت کی صورت میں رخصت پر عمل نہ کرے تو اظہارِ ناراضگی ہے ارشادِ نبوی ہے : **من شاق شاق اللّٰہ علیہ ۔**

جس نے اپنے کو جان بوجھ کر مشقت میں ڈالا اللہ تعالیٰ اس پر اور مشقت ڈال دیں گے۔

اپنے اوپر جان کر شدت مت کرو، ایسا کرو گے تو تم تھک کر بیٹھ جاؤ گے۔ (اللہ

Marfat.com

تعالیٰ) تو خود ہی عاشق کے عشق کو دیکھ کر رحم و کرم فرماتے ہیں۔ رعایت فرماتے ہیں، ہاں عشق کا ظہور اخلاص و صدق کے ساتھ ہو جاوے۔

عشقِ حقیقی کے آثار :

عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ بیان فرمایا ہے کہ ایک شخص کو ایک عورت سے عشق ہو گیا، اس زمانہ کے عشق عفت مآب ہوتے تھے۔ اُس وقت عشق پاکدامنی کے ساتھ ہوتے تھے، معشوقہ کو معلوم ہو گیا کہ اس کو عشق ہو گیا ہے، اس نے ملاقات کا موقع دیدیا۔ عاشق وقت پر آ گیا۔

اصل واقعہ عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔ فرماتے ہیں کہ معشوقہ نے عاشق کو ملاقات کا موقع دیدیا، وہ آ گیا، بیٹھ گیا، بہت خوش ہو رہا ہے، معشوقہ نے جذبۂ عشق میں اس عاشق کو اپنی ران پر سر رکھ کر لٹالیا، عاشق آنکھیں کھول کر، ٹکٹکی باندھ کر کہ پلک بھی نہ جھپکنے پائے اپنی معشوقہ کو دیکھ رہا ہے، اور یہ اس کو دیکھ رہی ہے۔ ایسی حالت میں بھی سالک کے اندر جامعیت آ جاتی ہے، تو مجھے اور میں تجھے دیکھا کروں' توفیقِ الٰہی سے اس وقت کَاَنَّکَ تَرَاہُ بھی ہے اور فانہ یراک بھی ہے۔ دونوں بتوفیقہ تعالیٰ جمع ہیں۔

ایسے ہی جب سالک نماز میں قیام کے اندر ہے تو سجدہ کی ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہا ہے، اس طرح پلک بھی نہیں جھپکتا اور جب ذرا جھک گیا (رکوع میں چلا گیا) تو قدموں پر ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہا ہے، ذرا پلک نہیں جھپکتا اور جب بالکل قدموں پر سر رکھ دیا (سجدہ میں چلا گیا) تو بھی پرہ بینی (ناک کی پھنگل) کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہا ہے، پلک نہیں جھپکتا۔ جب سلام کی پیشی ہو رہی ہے تو داہنے اور بائیں مونڈھے پر ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہا ہے، پلک نہیں جھپکتا، حکم تعلیم نماز میں اس طرح ہو رہا ہے، یہ مطلوب کی طرف اشارہ تمثیل سے کیا گیا، آگے قصہ کی تکمیل ہے، معشوقہ نے دیکھا کہ عاشق کے رُخسار پر ایک مسّہ ہے، ایک

Marfat.com

ہوتا ہے تل، ایک ہوتا ہے مسہ، مسہ اُبھرا ہوا ہوتا ہے، وہ اچھا نہیں لگتا، اور تل تو جمال پیدا کرتا ہے۔ تو وہ مسہ معشوقہ کو کچھ اچھا سا نہیں لگا، اس نے اپنی ران پر سے عاشق کا سر اُٹھا کر تکیہ پر رکھ دیا اور خود اُٹھ کر اندر گئی، وہاں سے ایک دھار دار آلہ لائی تا کہ مسہ کو چھیل دے۔ اتفاق سے وہ آلہ زہر میں بجھا ہوا تھا، معشوقہ کو اس کا علم نہ تھا، اس نے آہستہ آہستہ اس مسہ کو چھیلا، چونکہ وہ آلہ زہر آلود تھا، اس کا اثر جسم کے اندر پہنچ گیا۔ آنکھیں کھلی ہوئی ہیں، ٹکٹکی باندھ کر معشوقہ کو دیکھ رہا ہے، اور روح پرواز کر رہی ہے، یہاں تک کہ روح پرواز کر گئی اور اسے خبر بھی نہیں ہوئی کہ میرا سر کہاں رکھا تھا، پھر کہاں رکھ دیا گیا اور کہاں چھیلا جا رہا ہے اور کیسے روح پرواز کر رہی ہے۔ عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ نے مریدین سے فرمایا، دیکھا ایک مخلوق کا مخلوق کے ساتھ عشق کا حال تو اللہ کے عاشقوں کا ذاتِ حق کے ساتھ عشق کا کیا حال ہوتا ہوگا؟ جب ہوتا ہوگا (یہ جملہ اس لئے ارشاد فرمایا کہ احوال میں انقلاب ہوتا رہتا ہے، کبھی یہ حال ہوتا ہے، کبھی نہیں ہوتا بالخصوص تمکین کے بعد ایسے احوال کم پیش آتے ہیں، البتہ اتباع بعشق راسخ ہوتا جاتا ہے)۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ سے اشد محبت ہے۔ اور اشد محبت کا نام عشق ہے۔ تو مؤمن کو ذاتِ باری تعالیٰ عاشق ہونے کی سند دے کر مسندِ عشق پر بٹھا رہے ہیں، اب مسند کی لاج رکھنا موت کے وقت تک یہ بہت مشکل ہے، تسبیح پڑھنا بہت آسان ہے، اشراق پڑھنا آسان ہے، تہجد پڑھنا آسان ہے، حالانکہ اصل یہ ہے کہ اے مؤمن! اپنے عاشق ہونے کا ثبوت دے۔ جس کو دیکھو معمولی وظیفہ کو لکھ رہا ہے اور حق تعالیٰ مربی حقیقی فرما رہے ہیں کہ تو اپنے عاشق ہونے کا ثبوت دے۔ عشق اختیار کر۔

اس آیت میں وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ۔ ایک قسم کا اخبار ہے، یعنی خبر دی کہ مؤمن ایسے ہوتے ہیں اور اخبار کا منشا انشاء

Marfat.com

ہے جیسے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۔ کہہ دیجئے اے محمد ﷺ کہ وہ اللہ ایک ہے۔

یہ صرف خبر دینا ہے یا اس خبر دینے میں اپنے وجوب وجودی توحید کو منوانا ہے، اسی طرح ربّ حقیقی کا اس آیت میں مؤمن بندہ سے یہ مطالبہ ہے کہ عشق کے ساتھ رہو، یہ نئی بات سُنی ہوگی کہ حق تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ میرے عاشق بن کر رہو، پھر کسی حکم کی تعمیل میں حکمت وغیرہ کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسی طرح منھی عنھا سے پرہیز میں بھی کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ غذا کھائیں اور ساتھ ہی کوئی ایسی چیز کھالیں جو غذا کو نقصان دے، کیا یہ ٹھیک ہے؟ دوا کھائیں اور دوا کے ساتھ کوئی ایسی چیز کھالیں جو دوا کی خاصیت اور اثر کو کمزور کردے یا زائل کردے تو کیا یہ ٹھیک ہے؟ کوئی بھی عقلمند اسے ٹھیک نہیں کہے گا۔

گناہ طاعت کے اثر کو کمزور کردیتے ہیں :

اسی طرح مامور بہا (مامور بہا وہ احکام شرع ہیں جن کے کرنے کا حکم دیا ہے اور منھی عنھا وہ چیزیں ہیں جن سے منع کیا گیا ہے) بجالاتے ہوئے منہیات سے اجتناب ضروری ہے تاکہ مامور بہا کا اثر زائل یا کمزور نہ ہو جیسے قوۃ جسم کے لئے غذاءِ جسمانی کا کھانا اور مضر چیزوں سے پرہیز رکھنا ضروری ہے ظاہراً و باطناً ۔ مامور بہا نماز کو بھی ادا کیا اور منھی عنھا حسد کو بھی کیا۔ اب حسد، مامور بہا نماز کا جو اثر ہے، اس کو اندر ہی اندر کمزور کر رہا ہے، اندر ہی اندر جھلسا رہا ہے۔ اسی طرح رکوع، سجدہ، جھک کر قدموں پر سر رکھ کر اظہارِ محبت سے روح میں جو اثر ہوا تھا، دربار سے باہر نکل کر کسی رنگین (خوبصورت) شکل پر نظر پڑی، اس کو دیکھ کر لطف لے رہا ہے تو اس طرح دیکھنے نے، اس بدپرہیزی نے قلب کے اندر کسرِ نفس کے ساتھ جو انکسار و محبت کی شدت کا اثر ہوا تھا، اس کو مضمحل کردیا، وہ اثر کمزور ہو جاتا ہے۔

نیز اس کا بھی استحضار کرلیا جائے کہ حضورِ اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں غیور

Marfat.com

ہوں، غیر تمند ہوں اور اللہ تعالیٰ تو انتہائی غیور ہیں، لامتناہی غیور ہیں، تو یہ منھی عنھا جن سے بچنے کا حکم دیا ہے یہ کہ جب منھی عنھا کا بندہ سے ارتکاب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو غیرت آتی ہے اور جب ذاتِ حق کو غیرت آتی ہے تو اے سالک! تجھے کتنی غیرت آنی چاہئے کہ یہ منھی عنھا تو غیر ہے ، بھلا اس غیر کا صدور کیوں ہو گیا؟ غیرت آنا چاہئے، اور اگر بتقاضاءِ بشریت بھی شر ہو گیا لیکن بار بار شر کے اندر اصرار کرنا کیسا؟ کیونکہ انسان کا اقدام تو قلب میں ذاتِ حق کے ساتھ انابت اور رجوع قائم کرنے کا تھا، پھر بار بار اس کے خلاف کرنا جائے تعجب ہے۔

پہلے زمانہ میں اصلاحِ پر اتنی دیر نہیں ہوتی تھی، اب تو موٹی موٹی باتیں بھی نہیں چھوڑتا، اگر داڑھی منڈاتا ہے تو منڈاتا ہی چلا جا رہا ہے۔ خشخشی رکھتا تھا تو ایسی ہی رکھے جا رہا ہے۔ پائجامہ، لنگی ٹخنے سے نیچی پہنتا تھا، تو اب بھی وہی حال ہے، کرتہ اونچا پہنتا ہے تو اب بھی ویسا ہی ہے وغیرہ ذالک۔ کھانا بھی طریقِ سنت سے نہیں کھاتا بلکہ ممنوع طریقہ سے کھانا کھاتا ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اندر کوئی رُکاوٹ ہی نہیں ہے کہ ترکِ سنت پر روک ٹوک کرے، ابھی تو بحکمِ شرع کھانا بھی ٹھیک نہیں کھاتا۔ ابھی مسجد کے اندر بھی بحکمِ شرع ادب کے ساتھ داخل نہیں ہوتا اور نہ اس طرح باہر آتا ہے۔ ابھی تو کلام کی زیادتی بھی نہیں چھوٹی، ایسے بھی خط آتے ہیں کہ زائد کلام کی عادت تھی، ابھی وہ زیادہ چلی جا رہی ہے۔ زبان کے اندر ساکت وصامت ہونا ہی نہیں ہوتا۔ لایعنی کلام کا ترک ہی نہیں ہوتا، بلکہ اور غیبتوں کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ یہ تو ظاہری اور باطنی اعمال میں موٹی موٹی باتیں ہیں، باریک باتوں کا تو ابھی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، ابھی تو وضو ہی سنت اور استحباب واستحسان کے درجہ کے ساتھ نہیں ہوتا، نماز ہی جس سکون کے ساتھ اور سکوت کے ساتھ، خشوع کے

Marfat.com

ساتھ، خضوع کے ساتھ ہونا چاہئے وہ بھی نہیں ہوتی۔ اسی کے درپے نہیں اس کے قصد کے ساتھ نہیں اسی کے اہتمام کے ساتھ نہیں اسی لئے آگے پوچھنے کا سوال نہیں ہوتا کہ قلب کام نہیں کر رہا ہے اگر کام کرتا پوچھتا، حالات کی اطلاع کرتا، اگر کسی کو منزل پر پہنچنا ہے اور راستہ معلوم نہیں تو جگہ جگہ پوچھتا چلا جاتا ہے تا کہ منزل تک پہنچ جائے۔ اسی طرح طالبِ حق کو منزل پر پہنچنے کی طلب ہوتی تو پوچھتا، بندوں کے حقوق کا کچھ خیال نہیں، کسی کا قرضہ ہے نہ ادا کرتا ہے نہ معافی مانگتا ہے، کسی کے ساتھ کچھ کلام کرنے میں غلطی ہوئی معافی نہیں مانگتا، حالانکہ جانتا ہے کہ مجھ سے غلطی ہوگئی ہے، میں نے اس طرح کلام کیا کہ دوسرے کا دل دکھ گیا لیکن معافی نہیں مانگتا، تو نہ آنکھ قابو میں آرہی ہے، نہ زبان، نہ کان قابو میں آرہے ہیں، نہ دل، اور نہ پیر قابو میں آرہے ہیں کہ جہاں چاہا اُٹھ کر چل دیا نہ ہاتھ قابو میں آرہے ہیں۔ اگر نیت واقعی خالص فکرِ آخرت اور بصدق اصلاح کی تھی تو اصلاحِ حال میں دیر لگنے کی کوئی بات نہیں، اگر دیر لگتی جارہی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ دال میں کچھ کالا ہے، اخلاص وصدق کے اندر کچھ فرق ہے۔

بیعت میں اغراضِ فاسد :

کوئی اس لئے بیعت ہوگیا کہ تندرستی اچھی ہوجائے، کوئی اس لئے بیعت ہوگیا کہ گھر میں کچھ برکت ہوجائے، کوئی اس لئے ہوگیا کہ آمدنی اچھی ہوجائے، قرضہ ادا ہوجائے، کوئی اس لئے ہوگیا کہ شیخ سے نسبت ہوجائے گی تو لوگوں کو ہمارے اوپر اعتماد ہو جائے گا، کوئی اس لئے ہوگیا کہ لوگوں کے رجوعات ہوجائیں گی، لوگ ہم پر اعتماد کر کے اچھا اعتقاد قائم کرلیں گے کہ فلاح کی طرف منسوب ہے۔ یہ سب دنیاداری کی کاوشیں ہیں اب اصلاح ہو تو کس طرح ہو، قلب کے اندر تزکیہ آئے تو کس طرح آئے اور خلوت میں اور جلوت میں پابندی پوری استقامت کے ساتھ کس طرح ہو کہ خلوت اور جلوت یکساں

Marfat.com

ہو جائے لیکن دونوں یکساں نہیں ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی نظر مآل (انجام) پر نہیں ہے، اس لئے اعمال میں کوتاہی ہے، اگر اس کی نظر مآل پر ذرہ برابر بھی ہوتی تو اس کے دل میں تکبر ہونے کی ذرہ برابر گنجائش نہ تھی اور جن کی مآل پر نظر تھی، انہوں نے بقسم کہہ دیا کہ ہم کتے اور خنزیر سے بھی بدتر ہیں' تو مآل پر نظر ہونے کی وجہ سے عمل چلا گیا یعنی اس پر نظر نہیں رہی، البتہ امل (اُمید) رہ گئی کہ اپنے اعمال پر تو نظر نہیں لیکن اللہ کی عطا کردہ اُمید ہے، اسی کو یہاں لفظ اَمَل عَمل کے قافیہ کی لطافت سے ذکر کر دیا گیا ہے، ورنہ اصطلاح میں طولِ اَمَل لمبی لمبی تمناؤں کو کہتے ہیں۔ یہ طولِ امل حرام ہے، یہ باطنی مرض ہے، اب یہ ہو جائے، اب وہ ہو جائے، اب یہ کروں اب وہ کروں، بیٹے کی تمنا ہے وہ ہو گیا تو اس کے نکاح کی تمنا ہے نکاح ہو گیا تو پوتے کی تمنا ہے پوتا ہو گیا تو اس کے نکاح کی تمنا ہے وہ بھی دیکھ لوں۔ جب یہ طولِ امل آ جائے تو عمل چلا جاتا ہے، جب لمبی لمبی تمنائیں' آرزوئیں آتی ہیں تو بھلا اعمال وتزکیہ کہاں آوے گا، اگر آ بھی گیا تو تمنائیں آنے سے چلا جاتا ہے۔

الغرض پہلے اکابر کی نظر اعمال پر تھی، اس لئے سفر وحضر یکساں تھا، گھر اور باہر یکساں تھا، معمولات' گھر پر اور مہمان بننے پر یکساں تھے، البتہ عذر کی حالت میں احکام جدا ہیں تو ان حضرات کے اعمال حالتِ عذر کو چھوڑ کر سفر وحضر میں یکساں تھے نہ کہ طلب ظاہر کرتے ہوئے خانقاہ کے اندر بھی معمولات کی پابندی نہیں' تہجد گزاری نہیں، اشراق و چاشت گزاری' اوابین گزاری نہیں' نمازوں کی باقاعدہ پابندی' تکبیرِ تحریمہ کے ساتھ نہیں' بھلا گھر جا کر تو کیا ہوگا، حق تعالیٰ کی توفیق نیتوں کے ساتھ ہوتی ہے اور نیت صحیح نہیں کیونکہ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (اللہ تعالیٰ دلوں کا حال جانتے ہیں) نیت کا حال اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ اس لئے توفیقات نہیں' جب توفیقات نیتِ صحیح نہ ہونے کی وجہ سے نہیں تو استقامت کس طرح ہو؟ استقامت نہیں ہوتی، ڈٹا ہوا رہنا، جما ہوا رہنا، ترک کی صورت پر

Marfat.com

نظر نہ ہونا، پھر دیکھئے :

تَتَنَزَّلُ عَلَيۡهِمُ الۡمَلٰٓئِكَةُ کا ظہور ہوگا پوری آیت اس طرح ہے :

اِنَّ الَّذِيۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا ، جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، پرورش کرنے والا اللہ ہے، اس میں اشارہ فرمایا کہ جب وہی ہماری ہر طرح سے، ہر قسم سے، ہر اعتبار سے، ہر نوعیت سے پرورش کرنے والا ہے تو وہی مستحقِ عبادت ہوگا، اسی مستحقِ عبادت کا نام اللہ ہے تو لفظ رب میں اللہ کے مستحق عبادت ہونے کی طرف اشارہ کر دیا۔

آگے فرماتے ہیں کہ رَبُّنَا اللّٰهُ صرف زبان سے نہیں کہا، دل میں ٹھان کر کہا، بصیرت کے ساتھ کہا ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا کا یہی مطلب ہے کہ پھر اس پر جمے رہے، ڈٹے رہے، موت تک چھوڑنے کا نام نہیں آیا۔ اب حق تعالیٰ اس پر وعدہ مرتب کر کے فرماتے ہیں :

تَتَنَزَّلُ عَلَيۡهِمُ الۡمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا. ان کے آگے فرشتے ہوتے ہیں، ان کو تسلی دیتے ہیں، ان کو تھپتھپاتے ہیں کہ تمہارے حزن کی کیا بات ہے؟ تمہارے غم کی کیا بات ہے؟ اُداسی کی کیا بات ہے؟ دیکھا! یہ ہے استقامت، مضبوطی، جماؤ کا اثر کہ فرشتوں کے ذریعہ سے رنج و غم دور کیا جاتا ہے۔ جب یہ استقامت حاصل ہو جاتی ہے تو حضر میں بھی، سفر میں بھی، گھر میں بھی، مہمان داری میں بھی، خوشنودی میں بھی، رنجیدگی میں بھی، فراخدستی میں بھی، تنگدستی میں بھی، صحت میں بھی، علالت میں بھی معمولات پر جما رہتا ہے۔ یہ الگ بات ہے ہر ایک حالت کا حکم علیحدہ ہے جیسا کہ اوپر بھی عرض کیا گیا کہ پہلے بیٹھ کر وظیفہ پورا کرتا تھا، اب مرض ہے لیٹ کر پورا کرے۔ الغرض معمولات پر جمے رہنا یہ ہے استقامت۔ اللہ تمام مسلمانوں کو استقامت کی توفیق عطاء فرمائے۔

..................☆☆☆..................

Marfat.com

پانچویں مجلس

نورِ نبوت، نورِ علم

روزِ روشن میں دن کی روشنی اور ہماری آنکھ کی روشنی یہ دونوں روشنیاں مل کر کام دیتی ہیں، اُٹھنے، بیٹھنے، چلنے پھرنے میں آسانیاں حاصل ہوتی ہیں، یہ دونوں روشنیاں ہر چیز کو روشن کیے ہوئے ہیں لیکن جب لیل (رات) کا وقت ظلمت کدہ بن کر آجاتا ہے تو آنکھ کی روشنی بھی ختم ہوجاتی ہے اور اپنا ہاتھ بھی نظر نہیں آتا حالانکہ چشمِ رو (آنکھ) تو موجود ہے اسی طرح کمرہ میں بجلی جلتی ہے سب کچھ نظر آتا ہے بجلی بند ہوجاتی ہے اندھیرا ہوجاتا ہے چارپائی ذرا فاصلہ سے پڑی ہوتی ہے ٹٹولتا ہوا جاتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ دیوار سے لگ جائے۔

بصارت کے لئے نورِ آفتاب کی ضرورت :

روشنی آنکھ میں موجود ہوتی ہے، لیکن اس نور کو نورِ آفتابی (سورج کی روشنی) کی مدد نہیں ملتی، تو اپنا نور اپنے پاس ہوتے ہوئے بھی بلا دوسرے نورِ آفتابی کی مدد کے کام نہیں دیتا۔ بینا ہو کر نابینا جیسا چلتا ہے، آہستہ آہستہ ٹٹولتا ہوا چلتا ہے، یہ حسّی اور بصارتی مثال

Marfat.com

ہے کہ بصارت کام نہیں دے رہی ہے حالانکہ اس کے اندر بصارت و بینائی (خزانہ نور) موجود ہے مگر کیا کیا جائے باہر کی استمداد و اعانت نہیں ہو رہی ہے، اس لئے اپنی بینائی کی طاقت کا حصول بھی بیکار ہے، بینا ہو کر بھی نابینا ہے۔

بصیرت کے لئے نورِ نبوت کی ضرورت :

ٹھیک اسی طرح اور کہیں اس سے زیادہ کہ اپنے اندر عقلِ انسانی بھی ہے، اپنے اندر قوتِ ادراک یعنی بصیرتِ قلبی بھی ہے اور اپنے اندر بالقوہ قوتِ علمی بھی ہے، بالقوہ قوتِ بصیرت بھی ہے، قوتِ عقلی بھی ہے، لیکن محض اپنی قوتِ عقلیہ' قوتِ ادراکیہ' قوتِ علمیہ جب تک کہ نورِ نبوت کی شعائیں اُس نورِ عقل پر نہیں پڑیں گی، اس وقت تک یہ نورانیت کارفرما نہیں ہو سکتی، اس لئے اس کے سوا اور کوئی صورت ہی نہیں کہ نورِ آفتاب (نبوت) کو ساتھ لے کر چلو۔ اور اگر نورِ آفتاب نہیں ہے تو نورِ قمر کو ساتھ لے کر چلو، اگر نورِ قمر نہیں ہے تو نورِ نجم کو لے چلو، اگر کسی وقت نہ نورِ آفتاب رہا، نہ نورِ قمر، نہ نورِ نجم رہا تو چلنا محال ہو جائے گا۔

ایک حسی مثال :

کئی دفعہ ایسا دیکھنے میں آتا ہے کہ ظہر اور عصر کے درمیانی وقت میں گھٹا شروع ہوتی ہے اور اتنی زور کی آندھی اور گھٹا آتی ہے اور اتنا اندھیرا ہو جاتا ہے کہ اپنا جسم بھی نظر نہیں آتا اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عشاء کا وقت ہو گیا۔ کبھی عصر اور مغرب کے درمیان ایسا لگتا ہے کہ مغرب کا وقت ہو گیا تو بینائی آنکھوں کی موجود ہوتی ہے اور دن بھی موجود ہوتا ہے۔ آفتاب کہیں چلا نہیں گیا مگر آفتاب اور اس شخص کے درمیان کوئی دوسری چیز ایسی حائل ہو گئی کہ نہ نورِ آفتاب رہا اور نہ نورِ قمر رہا نہ نورِ ستارہ رہا نہ خود اپنا نورِ نظر رہا کہ اس نور کو دوسرے کی طرف جو اعانت پہنچ رہی تھی وہ سب نور ایسے مستور ہوئے جیسے کہ معدوم ہوں' تو

Marfat.com

یہ نور بھی بیکار ہو گیا۔

ان مثالوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انسان کو اپنی ضروریات میں باوجود قویٰ صحیح ہونے کے جب تک بیرونی امداد نہیں ملتی تو وہ قویٰ بھی صحیح کام نہیں دیتے، تو پھر بھلا بلا نورِ نبوت کے منزلِ مقصود (آخرت) تک پہنچنے کا صحیح صحیح راستہ اور صحیح صحیح نعمتوں کی بوچھاڑ ہوتے رہنے کا مَورد کیسے ہو سکتا ہے؟ حالانکہ جب تک روشنی نہ ہو تو ہم اندھیرے میں اپنی چارپائی کی مختصر منزل تک کو طے نہیں کر سکتے، دیا سلائی اُٹھا کر لالٹین جلانا چاہتے ہیں بلکہ بعض اوقات دیا سلائی اور موم بتی کے پاس پہنچنا بھی مشکل ہوتا ہے، تو بھلا منزلِ اصلی (آخرت) تک پہنچنا بلا نورِ نبوت کے کیسے ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ثابت ہو گیا کہ منزلِ مقصود (آخرت) تک پہنچنے کے لئے نورِ نبوت کی بھی اشد ضرورت ہے۔

نورِ صحابہؓ کی ضرورت :

نورِ نبوت کے ساتھ ساتھ نورِ نجم (صحابہؓ) کی بھی اشد ضرورت ہے۔

حضورِ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے :

اصحابی کالنجوم فبایّھم اقتدیتُم اھتدَیتُم۔

نورِ صحابہؓ تاروں کی طرح ہے اور ان تاروں میں سب تارے برابر نہیں۔ قمر تو ایک ہے، شمس بھی ایک ہے مگر تارے بہت ہیں اور سب کی روشنی برابر نہیں۔ اس عالمِ مخلوق میں نورِ آفتاب جو اصل تھا، قمر نے اس نورِ آفتاب سے استفادہ کیا، علم ہیئت میں لکھا ہے کہ نورِ قمر مستفاد ہے نورِ آفتاب سے اور نورِ نجم مستفاد ہے نورِ قمر سے اور تارا ایک نہیں کثرت سے ہیں۔

آفتاب چلتے چلتے قمر سے کہہ کر گیا تو میری جگہ کام کرنا، اگرچہ ہم اس کی بولی کو سنتے، سمجھتے نہیں ہیں، جتنی اشیاء زمین و آسمان میں ہیں، سب اللہ کی تسبیح کرتی ہیں:

قال اللہ تعالٰی : وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ. (بنی اسرائیل : ۴۴)

Marfat.com

ترجمہ : اور نہیں کوئی چیز مگر تسبیح کرتی ہے اس کی تعریف کے ساتھ۔

اور قمر بھی چلتے چلتے تاروں سے کہہ گیا کہ اب تو میں جا رہا ہوں تم میری قائم مقامی کرنا اور قائم مقامی وہی نائب کرتا ہے جو متصف بصفاتِ اصل ہو۔ یہ سلسلہ اس عالم (خلق) میں درجہ بدرجہ، نیابت در نیابت قیامت تک کے لئے قائم ہے۔ ایسے ہی عالمِ امر میں درجہ بدرجہ نورِ نبوت کا جو قائم مقام ہے وہ بھی نیابت در نیابت قیامت تک کے لئے قائم ہے اور وہ نورِ نبوت سے مستفاد اور مُستفیض بنورِ الٰہی ہے۔

نورِ نبوت حادث ہے :

البتہ نورِ الٰہی قدیم اور نورِ نبوت حادث ہے، اس لئے کہ نورِ نبوت متصل ذاتِ نبی حادث کے ساتھ ہے۔ جب ذاتِ نبی حادث ہے تو نورِ نبوت بھی حادث ہوگا، کیونکہ نورِ نبوت شرعی صفت ہے جو ذاتِ نبیؑ سے متعلق ہے، لیکن اس نورِ نبوت کا سلسلہ نورِ الٰہی قدیم ذاتِ واجب الوجود کے ساتھ ہے، اس لئے یہ سلسلہ نورِ نبوت بھی بلا وجوب (یعنی ازلی ہونے کے) قدیم یعنی ابدی ہے۔

اور قیامت تک اس کا سلسلہ باقی رہے گا بلکہ بعد از قیامت بھی رہے گا، کیونکہ بیان کیا جاتا ہے کہ نفخِ صور کے وقت فنائے عالم ہو جائے گا لیکن بعض وہ موجودات بھی ہیں جن پر فنائیتِ تامہ نہیں ہوگی گو صورۃً فنائیت ہوگی جیسے نوم کی کیفیت ہے کہ اس میں روح بالکل نہیں چلی جاتی، فنائیت طاری نہیں ہوتی، بلکہ مرجھائیت طاری ہو جاتی ہے۔ اسی طرح نورِ نبوت قیامت تک قائم ہے تو نورِ نبوت ذاتِ نبی کے ساتھ قائم ہے جو حادث ہے، تو حادث کی صفت بھی حادث بمعنی غیر ازلی ہوگی۔ البتہ نورِ الٰہی ازلی بھی ہے اور ابدی بھی ہے یعنی وہاں نہ ابتدا کا سوال ہے نہ انتہاء کا سوال ہے۔ العیاذ باللہ۔

وہ ذات کمیت یعنی ابتداء اور انتہا اور کیفیت دونوں سے پاک ہے، کیونکہ اگر کمیت کو مانا جائے تو اوّل عدمیت کو ماننا پڑے گا اور وہ ذاتِ واجب عدمیت سے پاک ہے اور

Marfat.com

کیفیت کو مانا تو تأثر کو ماننا پڑے گا اور وہ ذات تأثر سے بھی پاک ہے۔ اس لئے وہ ذات نہ کمیات میں سے ہے نہ کیفیات میں سے، نہ اس کی ابتداء ہے نہ انتہاء ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ازلی ہونے کی ایک تمثیل :

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کسی شخص نے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ سے پہلے کون تھا؟ امام صاحبؒ نے سائل کو کہا کہ تم کچھ پڑھے لکھے ہو۔ سائل نے عرض کیا کیوں نہیں، پڑھا لکھا ہوا ہوں۔ امام صاحبؒ نے فرمایا اچھا گنتی سُناؤ۔ سائل نے سنانا شروع کیا۔ ایک' دو' تین۔ امام صاحبؒ نے کہا نہیں نہیں' اس طرح نہ سناؤ' بلکہ سو سے اُلٹی سناؤ۔ ننانوے، اٹھانوے، ستانوے، چھیانوے، پچانوے، چورانوے، تیرانوے، بانوے، اکیانوے، سائل نے سنانا شروع کر دیا، سناتے سناتے ایک پر آ کر رُک گیا۔ امام صاحبؒ نے کہا کہ آگے سناؤ۔ سائل نے کہا ایک سے پہلے تو کوئی نہیں، اس پر امام صاحبؒ نے فرمایا جب یہاں گنتی میں ایک سے پہلے کوئی نہیں' تو اس ایک ذاتِ پاک سے پہلے بھی کوئی نہیں۔

علاوہ اس ذاتِ پاک کے' دوسری اشیاء سب ممکنات میں ہیں اور حدوثِ تام اس ممکن کو لاحق ہوتا ہے کہ جو پہلے بھی عدمی ہے اور آئندہ جا کر بھی عدمی ہے، مگر نورِ نبوت کی ابتداء تو عدمی ہے لیکن انتہاء عدمی نہیں اسی طرح ملائکہ بھی اس میں شامل ہیں کہ ان پر اضمحلال وجود کی کیفیتِ نوم (نیند) کیسے طاری ہوگی۔ تو جب نوم جیسی کیفیت کا نام معدوم ہونا نہیں رکھا جاتا تو نورِ نبوت کے لئے معدوم ہونا کہاں ثابت ہوا؟ بلک اس نورِ نبوتِ محمدی ﷺ میں قیامت تک کے لئے قائم ہے بلکہ آپ تو جامع الانوار ہیں، جس طرح آپ نے فرمایا: انما انا اوتیت علم الاوّلین و الآخرین۔ مجھے اوّلین وآخرین سب کا علم دیا گیا ہے۔

نورِ نبوت جامع الانوار ہے :

ایسے ہی جمیع انبیاء علیہم السلام اور جمیع ملائکہ کے تمام انوار رسول اللہ ﷺ کے

Marfat.com

اندر موجود ہیں کیونکہ تمام عالَم کا وجود آپ ﷺ کے نورِ نبوت سے وجود میں آیا ہے، یہی وہ نورِ نبوت تھا جو آدم علیہ السلام کے اندر موجود تھا، پھر انبیاء علیہم السلام میں منتقل ہوتا ہوا نبی آخرالزماں ﷺ میں اس کا ظہور ہوا۔ جب آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد مکمل ہوگیا تو آپ کے جسمِ نورانی کو تو اُٹھالیا گیا مگر نورِ نبوت کو باقی رکھا گیا اور یہ قیامت تک کے لئے ہے۔ تو آپ کا نورِ نبوت مثلِ نورِ آفتاب وقمر کے ہے۔

انوارِ صحابہؓ استفادہ میں مثل نورستاروں کے ہیں:

اور نورِ صحابہؓ مثلِ نورِ ستاروں کے ہے، اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے صحابہؓ مثل ستاروں کے مختلف قسم کے ہیں، کوئی چھوٹا ستارہ، کوئی بڑا ستارہ، میرے جانے کے بعد ان سے استفادہ حاصل کرتے رہنا۔ آنکھیں بند نہ کرنا، ذرا شعور سے کام لینا اور صحابۂ کرامؓ کے بعد تابعینؒ، تبع تابعینؒ، علماءِ حقانی، صوفیائے ربانی ان کے قائم مقام ہیں کیونکہ وہ صفات جو نبی کریم ﷺ کے اندر تھے، وہی صفات (نورِ نبوت) من حیث الاستفادہ نقلاً بعد نقلٍ ان میں چلے آرہے ہیں، تو جن حضرات میں صفات (نورِ نبوت) ہیں، وہی حضرات اس قابل ہیں کہ ان سے استفادہ و استفاضہ کیا جاوے۔

بُری گھڑی کے سبب بُرے اعمال ہیں:

اسی نورِ نبوت کا نام علم ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ سَاعَةِ السُّوْءِ۔ (حصن حصین ص:۳۱۴)

یعنی اے اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں بُری گھڑی سے۔

بُری گھڑی سے پناہ غیر اختیاری ہے، مگر اس بُری گھڑی کا موجب بُرے اعمال ہیں، اور ان سے بچنا اختیاری ہے۔ مثلاً آپ کو نظر آتا ہے مگر آپ جب گھر سے نکلے تو آپ

Marfat.com

نے آنکھیں بند کر لیں یا آنکھ بند تو نہیں کی مگر بجائے نیچی نظر رکھنے کے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے منہ اُٹھا کر چل رہے ہیں۔ اینٹ سے ٹھوکر لگ گئی اور گر گئے تو یہ گرنا جو کہ بُری گھڑی ہے، یہ اس لئے آئی کہ بُرے افعال اختیار کئے۔

طلبائے کرام کے لئے خصوصی خطاب :

اسی طرح امتحان کا وقت آ گیا۔ طالب علم امتحان دینے بیٹھا، عبارت ہی نہیں پڑھی جا رہی ہے تو ترجمہ ٹھیک کیا کرے گا۔ مطلب حل کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ بُری گھڑی اس لئے آئی کیونکہ مطالعہ نہیں کرتا تھا، اسباق کا ناغہ کرتا رہتا تھا، کبھی تکرار میں جا کر بیٹھ گیا تو وہ بھی لاپرواہی سے، یہی وہ برے افعال ہیں جو طالب علم کے اندر تھے، ان کی وجہ سے امتحان کے وقت بُری گھڑی آ گئی، تو اسی لئے حضورِ اکرم ﷺ نے بُری گھڑی سے پناہ مانگی ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِکَ مِنۡ سَاعَةِ السُّوۡءِ۔

لیکن اس ساعتِ سوء کی یہ شرح ہے جو بیان کی گئی ہے۔ حدیث شریف میں پڑھا ہوگا کہ بے نمازی کا حشر قیامت کے دن قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔ (مشکوٰۃ شریف ج۱ ص۵۹)

ایک نکتہ کی وضاحت :

اس حدیث میں قارون، فرعون، ہامان تینوں کا ذکر ہے۔ اسی طرح ایک آیت میں بھی ان تینوں کا ذکر ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا مُوۡسٰی بِاٰیٰتِنَا وَ سُلۡطٰنٍ مُّبِیۡنٍ ۝ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ وَ ھَامَانَ وَ قَارُوۡنَ فَقَالُوۡا سٰحِرٌ کَذَّابٌ ۝ (پ۲۴، ع۸)

اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی آیات اور واضح حجت دے کر فرعون اور ہامان

Marfat.com

اور قارون کے پاس بھیجا تو وہ کہنے لگے کہ یہ تو جھوٹے جادوگر ہیں۔

اسبابِ غفلت :

ان تین ناموں میں اس طرف اشارہ ہے کہ دین سے غفلت کی چیزیں دولت و تجارت، سلطنت و حکومت اور وجاہت بنتی ہیں کیونکہ ان تینوں میں یہی چیزیں موجود تھیں، باوجود ایمان ساتھ لے جانے کے بے نمازی کا حشر فرعون، ہامان وغیرہ کے ساتھ ہوگا۔ اگرچہ مؤمن کے لئے بخشش اور جنت میں دخول تو ہے لیکن اوّلِ وہلہ میں، انتقال ہوتے ہی جنت میں دخول ہو جائے، اس کا وعدہ نہیں ہے۔ تو دیکھئے یہ بُری ساعت جہنم میں جانے کی اس لئے آئی کہ بُرا عمل، یعنی نمازوں کو چھوڑتے چلا جانا عمل میں آیا جو کہ عملِ سوء ہے۔ اس لئے بُری گھڑی آئی تو اس بُری گھڑی کا مرجع غیر اختیاری ہوا۔

اگر قلبی توجہ نہ ہو تو یہ بیٹھنا بھی بُری ساعت ہی ہے، اگرچہ بیٹھنا اچھی جگہ ہی کیوں نہ ہو، چنانچہ ایک شخص بے چارہ طواف سے فارغ ہوا تو کسی کی جیب کاٹ لی اور روپے نکال لئے تو ایک شخص بیت اللہ شریف کا طواف بھی کر رہا ہے اور وہیں جیب بھی کاٹ رہا ہے تو وہ اچھی جگہ پر تھا لیکن اس کے باوجود یہ حرکت کی اور اس کے لئے بُری گھڑی آ گئی۔

دینی مجلس میں فکر و توجہ لازم ہے :

اسی طرح ایسی جگہ بیٹھا ہوا ہے کہ دین کی باتیں ہو رہی ہیں، لیکن دل سے اثر لینے، غور و فکر، اخلاص و صدق کے ساتھ عامل بننے کے لئے، اصلاحی حالت درست کرنے کے لئے نہیں سن رہا ہے تو مقامِ حسن میں بھی ساعتِ سوء ہے۔

نوجوانوں کے لئے فہمِ سلیم کی ضرورت :

حضورِ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے :

Marfat.com

الشبَابُ شعبَةٌ مِن الجُنون۔ جوانی' جنوں کا ایک شعبہ ہے۔

مطلب یہ ہے کہ یہ جوانی ساعتِ حسن بھی ہے اور ساعت سوء بھی۔ اس لئے کہ اگر کسی کو فہمِ سلیم، عقلِ مستقیم حاصل ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے عشق و محبت و معرفت میں دیوانہ پن اختیار کرلیا تو یہ جوانی ساعتِ حسن ہے، ورنہ اگر محض جنون ہے کہ خواہشاتِ نفس کے پیچھے پڑا ہوا ہے تو یہ جوانی بھی ساعتِ سوء ہے۔

بُرے ساتھی کی صحبت بدترین گھڑی ہے:

وہ بڑی ساعتِ سوء (بُری گھڑی) ہے کہ جس گھڑی میں بُرے ساتھی کے ساتھ اُٹھنا، بیٹھنا، کھڑا ہونا، چلنا پھرنا ہو رہا ہے۔ اس لئے کہ یہ صاحبِ سوء، ساعتِ سوء کی جڑ ہے، بُری گھڑی اس لئے آتی ہے کہ بُرا ساتھی مل گیا، وہاں نشست و برخاست' اُٹھنا' بیٹھنا' دوستی' یاری ہوگئی تو ساعتِ خیر بھی اس اُٹھنے بیٹھنے سے ساعتِ سوء بن جاتی ہے۔

بُری صحت کے اثرات:

بہت لوگ یہ شکوہ کرتے ہیں کہ میرا بیٹا بڑا اچھا چل رہا تھا، نماز وغیرہ کی پابندی کرتا، کہنا مانتا اور کام میں لگا رہتا تھا لیکن اب کچھ دنوں سے اتنا بگڑ گیا ہے کہ ہر بات سے جواب دیتا ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ بُرے لڑکوں میں اُٹھنے بیٹھنے لگا ہو، بیچارے کہتے ہیں کہ جی ہاں ایسا ہی ہوگیا ہے۔ تو اس بھلے لڑکے کے لئے ساعتِ سوء آ گئی، اس کی جڑ وہی صاحبِ سوء (بُرا ساتھی) بنی۔ تو اس بُرے ساتھی سے خوبصورتی کے ساتھ پرہیز کرنا چاہئے، کسی سے لڑنا جھگڑنا اور کسی کو دشمن ہرگز نہیں بنانا چاہئے۔

بات یہ ہے کہ آپ ﷺ کا کلام بھرپور بلاغت کو لئے ہوئے ہے۔ تو حاصلِ کلام یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ میں صاحبِ سوء (بُرے ساتھی) کے بُرے اثر کا احتمال تک نہیں ہے پھر بھی بُرے ساتھی سے پناہ چاہتے ہیں۔ تو اے اُمتِ مسلمہ! تم کو

Marfat.com

بُرے ساتھی سے کتنا پرہیز کرنا چاہئے کہ یہ صاحبِ سوء بُرا ساتھی ساعتِ سوء کی جڑ ہے۔اس لئے صاحبِ سوء سے خوبصورتی سے بچ کر رہنا چاہئے۔

علوم دینیہ کا حصول نورِ نبوت کا حصول ہے :

اسی نورِ نبوت کا نام علم ہے۔ارشاد ہے :

اللّٰھم اِنّیْ اعوذبک مِنْ ساعۃ السوء۔(حصن حصین ص:۳۱۴)

یعنی اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں بُری گھڑی سے۔

نور کے متعلق عرض کیا گیا تھا کہ وہ علم ہے اس پر امام شافعیؒ کا واقعہ شروع کیا تھا کہ انہوں نے اپنے استاذ امام وکیعؒ سے اپنے سوءِ حفظ کی شکایت کی،لفظِ سوء کی مناسبت سے ساعتِ سوء اور صاحبِ سوء کی طرف ذہن منتقل ہو گیا کہ آج کل اس میں ابتلاء زیادہ ہے، اس لئے اس کو قدرے تفصیل سے عرض کر دیا گیا،تو امام شافعیؒ نے اپنے استاذ سے اپنے سوءِ حفظ کی شکایت کی اور فرمایا :

شکوْتُ الی وکیعٌ سُوءِ حِفظی

میں نے اپنے استاذ وکیعؒ سے اپنے خرابیِ حافظہ کی شکایت کی

فَاَوْصَانی الٰی ترکِ المعَاصِی

سو انہوں نے مجھ کو گناہ چھوڑنے کی وصیت کی

میں نے بزبانِ حال عرض کیا کہ کیوں؟ گناہ کو سوء حفظ میں کیا دخل ہے۔امام وکیعؒ نے فرمایا ....

فَاِنّ العلمَ نورٌ مِن اللہ

و نور اللّٰہ لا یعطٰی لعَاصٍ

کہ علم اللہ تعالیٰ کا نور ہے اور اللہ کا نور گنہگار کو نہیں ملتا۔

Marfat.com

گویا کہ امام وکیعؒ یوں فرما رہے ہیں، ارے بچے ! تو نے اپنے نورِ علم کے بارے میں سوال کیا ہے، اس لئے میں جواب میں کہہ رہا ہوں کہ علمِ حقیقی نورِ الٰہی کا نام ہے، یہ جو علمِ حقیقی ہے، یہ اس نورِ الٰہی کی تعبیر ہے اور نورِ الٰہی، الٰہِ حقیقی کی مخالفت کر کے کیسے آئے گا؟

نورِ الٰہی معصیت کے ساتھ حاصل نہیں ہوسکتا :

لہٰذا بطورِ نتیجہ یہ ظاہر ہے کہ علم جو کہ نورِ الٰہی ہے معصیت کر کے حاصل نہیں ہوسکتا، اسی کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ جب علم، نورِ الٰہی ہے تو علم (حقیقی) دن ہوا، اور معصیت جو مثل (ظلمت) ہے رات ہوئی۔ تو تم رات میں دن کو تلاش کر رہے ہو، تو بھلا رات میں دن اور ظلمت میں نور کا سوال کہاں پیدا ہوتا ہے۔

معصیت کے ظلمت ہونے کی دلیل :

چنانچہ امام وکیعؒ کا استدلال حدیث شریف سے ہے کہ جب کوئی معصیت کرتا ہے تو دل پر ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے، اگر توبہ کر لے تو وہ نقطہ مٹ جاتا ہے اور اگر گناہ کرتا چلا جائے تو وہ نقطۂ سیاہ بڑھتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ دل پر چھا جاتا ہے۔
(مشکوٰۃ شریف ص۲۰۴ ج۱)

حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ معصیت ظلمت ہے کیونکہ یہ سیاہ نقطہ اندھیرا ہے؟ تو یہ معصیت ظلمت ہے۔

ظاہر کا اثر باطن پر ہوتا ہے :

ظاہر کا اثر باطن میں پہنچتا ہے اور باطن کا اثر ظاہر پر پہنچتا ہے۔ مثلاً کسی نے کسی کو بُرے بُرے الفاظ کہے تو چہرہ پر زردی آئی، اسی لئے کہ ان بُرے الفاظ کا اثر جو ظاہر ہے نکل رہے تھے، دل پر باطنا پڑا، پھر دل کا اثر چہرہ پر زردی کی شکل میں نمودار ہوا، اس لئے چہرہ پر

Marfat.com

زردی آ گئی۔ اسی طرح کسی نے کسی کے منہ پر طمانچہ مارا، تو طمانچہ تو جسم پر لگا مگر یہ آنکھوں میں آنسو کہاں سے آئے، اس طمانچہ ہی کا اثر دل نے لیا، اور دل کے اثر کا اثر جسم پر پڑا، اس لئے آنکھوں میں آنسو آ گئے، تو ظاہر باطن کا شاہد ہے اور باطن ظاہر کا گواہ۔ اسی طرح نورِ علم نورِ نبوت سے مستفاد ہے اور نورِ نبوت نورِ الٰہی سے مستفاد ہے۔

نورِ نبوت کی مثال :

جیسے پاور ہاؤس جہاں بجلی بنتی ہے، تمام روشنیوں کا تعلق اسی پاور ہاؤس سے ہے، اگر کسی بلب کا تعلق پاور ہاؤس سے کٹ جائے تو پھر بھی بجلی ہرگز نہیں مل سکتی۔ اسی طرح جس علم کا تعلق نبوت کے پاور ہاؤس سے نہیں ہے، اس کو ہدایت کی روشنی ہرگز نہیں مل سکتی اور جس کا تعلق نورِ نبوت سے ہے ایسا شخص جہاں چاہے قدم بردارشتہ چلتا رہے، اس کو کوئی نقصان نہیں، کیونکہ اس کے ساتھ ہدایتِ نوری ہے اور نور کو شر قبول نہیں کرتا، تو اس شخص پر دشمن اثر نہیں کرسکتا، خواہ وہ دشمن نفس ہو یا شیطان ہو یا صاحب سوء ہو، کیونکہ نورِ علم کی وجہ سے اس کو خیر و شر میں امتیاز ہو گیا لیکن یہ حکم اس عالم کے لئے ہے جس میں نورِ علم رچ بس گیا ہو۔ اس کے لئے نہیں جو صرف کتابیں ختم کر کے، امتحان میں پاس ہو کر عالم کہلانے لگا ہے۔ علم اتنی اونچی چیز ہے کہ اس سے اونچی کوئی اور چیز نہیں ہے۔ اس علم کی جو علمِ نبوت سے مستفاد ہے، جتنی بھی مدح ہو، جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہی کم ہے، اسی لئے مشکوٰۃ شریف میں علم کے فضائل پر صفحے کے صفحے بھرے پڑے ہیں جہاں وضو کا بیان آیا ہے وہاں وضو کے فضائل بیان کئے گئے ہیں اور جہاں علم کا بیان آیا ہے وہاں علم کے فضائل بیان کئے گئے ہیں۔

عمل کے لئے بنیادی چیز علم ہے :

علم ہر عمل کا مرجع اور بنیاد ہے، بنیاد جتنی مضبوط ہوگی، اتنی ہی بلند اس پر عمارت

Marfat.com

قائم کی جاسکتی ہے۔ چاہے دس منزلہ عمارت بنی ہو، چاہے بیس منزلہ تک پہنچ جاؤ۔ بنیاد مضبوط ہے تو سب برداشت کرلے گی، اسی طرح علم عمل کی تعمیر کے لئے بنیاد ہے، مگر علم سے مراد صرف معلومات حاصل کرنا نہیں بلکہ نورِ علم ہے۔

علمِ نافع کا سوال:

اسی نورِ علم کی درخواست کرتے وقت رسول اللہ ﷺ نے علمِ نافع کی دُعا فرمائی اشاد فرمایا ہے: **اللّٰھم انی اسئلک علمًا نافعًا**۔ (اے اللہ! میں تجھ سے علمِ نافع مانگتا ہوں) اور علم غیر نافع سے پناہ مانگی ہے، ارشاد ہے: **اللّٰھُمَّ اِنی اعوذُبکَ مِن علم لاینفع**۔ (اے اللہ میں ایسے علم سے پناہ مانگتا ہوں کہ جو نفع نہ دے) ایسا علم جو نفع نہ دے سوء ہے اور علمِ سوء والا شخص صاحبِ سوء ہے۔ لہٰذا قابلِ مدح وتوصیف وہی علم حقیقی ہے جسے نورِ علم کہتے ہیں۔

مدارسِ دینیہ ستاروں کی مانند ہیں:

جب علمِ حقیقی ہی قابلِ مدح ٹھہرا تو ایسے علم کا متعلّم بھی قابلِ مدح ہوگا اور جو مقام اس علم کے حصول کا ہے وہ بھی قابلِ مدح ہوگا اور ان مقامات ہی کا نام مدرسہ ہے۔ جب مدرسہ کا قابلِ مدح ہونا معلوم ہوگیا تو اگرچہ مدرسہ مثلِ آفتاب اور مثلِ قمر نہیں لیکن مثلِ نجم ضرور ہے اور نجم چھوٹے، بڑے ہر طرح کے ہوتے ہیں، ہر ایک اپنی جگہ پُرنور ہے، ایسے ہی مدارسِ دینیہ کو بھی سمجھ لیا جائے۔

بغیر نورِ نبوت کے اندھیرا ہے:

اسی طرح نورِ نبوت، نورِ صحابہؓ نہ رہا تو ان نجومِ ہدایت (مدارسِ دینیہ) سے ہی نفع اُٹھالینا چاہئے، یہ بھی اللہ کا احسان ہے کہ انہوں نے ان تاروں کو پیدا فرمادیا اور ہمارے

Marfat.com

لئے ہدایت کا سامان مہیا کر دیا اور ہم اس کے طفیل راستہ سہولت سے طے کر لیتے ہیں۔

بنیادی چیز حصولِ علم ہے :

ذاتِ باری تعالیٰ نے ابوالبشر سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمانے کے بعد نورِ علم عطا فرما کر سرفراز فرمایا تھا۔ وَ عَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا۔ (اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے اسماء وآثار وخواص سکھا دیئے) تو وجود کے بعد صفتِ علم سے سرفراز فرمانا علم کی مدح کے لئے کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہلِ علم اور اہل جہل کی عجیب طور پر مدح وقدح فرمائی ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں :

قُلْ ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَایَعْلَمُوْنَ ○ (پ ۲۳ ج ۱۵)

قل امر کا صیغہ ہے ذاتِ باری تعالیٰ فرما رہے ہیں رسولِ پاک ﷺ کو کہ اے آفتابِ نورِ نبوت ! آپ کہہ دیجئے عالم اور غیر عالم برابر نہیں ہو سکتے۔ اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُلُوالْاَلْبَابِ. انّما حصر کے لئے ہے کہ اس کو بڑی فہم والے جولبّ لباب عقل کا رکھتے ہیں وہی سمجھ سکتے ہیں، اس میں خطاب آپ ﷺ کو ہے مگر سنانا آپ ﷺ کی اُمت کو ہے۔

زیادتی علم کا سوال :

ایک اور آیت یاد آئی قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا . حق تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہیں کہ اگرچہ آپ ﷺ کے باطن میں میرے دیئے ہوئے علوم بہت کچھ ہیں لیکن مجھ سے دعا کرتے رہا کرو، درخواست کرتے رہا کرو کہ اے ربّ مجھ کو علم میں زیادتی عطا فرماتے رہئے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جہاں نفسِ علم مطلوب ہے وہیں اس نورِ علم میں زیادتی بھی مطلوب ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

چھٹی مجلس

ترتیبِ سلوک

شرعاً ہر کام کا طریق وضابطہ متعین ہے۔ اس لئے ہر کام درحقیقت وہ کہلایا جاتا ہے جو شریعت کے مطابق ہو۔ اگر شریعت سے ہٹ کر کرلیا جائے تو گویا کام صورتاً ہوتا نظر تو آتا ہے مگر حقیقتاً نہیں ہوتا۔

حقوقِ واجبہ مستحبات پر مقدم ہیں :

کسی پر قرض ہو اور خیرات کرتا ہے، قرض کی پرواہ نہ کرے یا کسی پر زکوٰۃ واجب ہو اور بجائے زکوٰۃ ادا کرنے کے خیرات کرتا ہے یا کسی پر قرض بھی ہو اور قرض ادا کئے بغیر حج کرنے چلا جاوے یا بیوی بچوں یعنی نابالغ اولاد کا نان ونفقہ اس کے ذمہ واجب ہے، اس کی ادائیگی کا تو اہتمام نہیں اور حج کرنے جارہا ہے یا ایسے ہی ورثہ جو ترکہ سے استحقاقِ وراثت رکھتے ہیں، ان میں سے کسی وارث کے لئے وصیت بھی کررہا ہے حالانکہ وارث کے لئے وصیت جائز نہیں تو یہ جتنے بھی کام ہیں ٹھیک نہیں ہیں۔ اس لئے کہ فقہ ظاہری کے

Marfat.com

احکام شرعیہ کے مطابق نہیں، حکم حاکم کے خلاف کر رہا ہے۔

سلوک میں داخلہ کے بعد رونما ہونے والی تبدیلیاں :

تصوف وسلوک میں داخل ہونے کے بعد، اس کے کچھ معمولات وتسبیحات بھی ہیں کہ ان کو پڑھتا ہے، ذکر وتلاوت بھی ہے کہ ان کو بجالاتا ہے، کوئی شغل بھی ہے اور مراقبات وتصورات بھی ہیں اور نہ معلوم کیا کیا اوراد وظائف ہیں، یہ سب کچھ کر رہا ہے لیکن پندرہ سولہ سال کی عمر جب سے وہ بالغ ہوا، اس زمانہ سے لے کر زمانۂ اصلاح کی طرف متوجہ ہونے تک کے درمیانی زمانہ کی نماز ہی نہیں پڑھی، اور اگر کبھی پڑھ لی، تو کسی وقت کی نہیں بھی پڑھی، رمضان شریف کے روزے آئے کبھی پورے رکھ لئے، کبھی نہیں رکھے یا کبھی دس دن کے رکھ لئے، کبھی پانچ دن کے رکھ لئے، زکوٰۃ کی ادائیگی کی طرف کبھی خیال بھی نہیں گیا، ہاں کوئی آتا جاتا سائل پہنچ گیا، اس کو کچھ پیسے دئیے دو ہزار بھی دیدیئے، پانچ ہزار بھی دیدیئے، مگر نیتِ زکوٰۃ نہیں کی، اور حسابِ زکوٰۃ رکھنے کی تو بات ہی نہیں، لوگ عمرہ کے لئے جارہے تھے، اس کو بھی خیال آیا تو عمرے کے لئے چلا گیا مگر حج کی طرف التفات ہی نہیں، اب جب سلوک وتصوف میں قدم رکھا، اصلاح کی طرف متوجہ ہوا تو اشراق بھی ہے، چاشت بھی، اوابین بھی، تہجد بھی، وظیفوں ونفلوں میں لگ گیا، تلاوت کی طرف بھی لگ گیا۔

پہلی چیز قضا نمازوں کی ادا ہے :

لیکن یہ کبھی نہ سوچا کہ پندرہ سولہ برس کی عمر میں بالغ ہوا تھا اور اب میری اتنی عمر آگئی، ان دونوں عمروں کے درمیان کا زمانہ کتنا ہے؟ مثلاً پندرہ برس کی عمر میں بالغ ہوا تھا، اب پینتالیس برس کی عمر ہے تو پینتالیس میں سے پندرہ برس کا زمانہ بلوغ سے پہلے کا نکال دیجئے تو تیس رہ گئے، اب تیس برس کی عمر کے زمانہ میں میری کتنی نمازیں چھوٹیں، کتنے

Marfat.com

روزے چھوٹے، ان قضا نمازوں اور روزں کا تو اہتمام ہی نہیں اور نفلوں میں لگا ہوا ہوں' یہ میری عقل کو کیا خبط ہو گیا۔ کیا تیس برس میں کبھی سوچا، غور و فکر کیا، کبھی تحری کی، اسی سوچ اور غور و فکر کو تحری کہتے ہیں، اس تحری کا یہ نتیجہ ہوگا کہ اپنی حالت پر افسوس صد افسوس کرے گا کہ اتنے عرصہ کی نمازیں میرے ذمہ ہیں۔ میں نفلوں کا تو اہتمام کر رہا ہوں اور فرائض قضا کر رکھے ہیں، جن کا بھاری بوجھ میری چھاتی پر ہے، اس کا مجھے خیال بھی نہیں اور مجھے کسی نے اب تک ادھر توجہ بھی نہیں دلائی، یہ میری بڑی بھاری غلطی ہے، اس افسوس کا یہ اثر ہوگا کہ اب عہد کرے گا کہ نفلوں کو تو چھوڑوں گا اور جو فرائض کا قرضہ ہے اس کو ادا کروں گا۔

قضا نمازوں کی ادائیگی کا آسان طریقہ :

قضا نمازوں کی ادائیگی کا آسان طریقہ یہ ہے کہ جس وقت کی نماز پڑھی جائے، اس کے ساتھ جماعت سے قبل یا جماعت کے بعد اسی وقت کی قضا کے صرف فرض پڑھ لیا کرو اور عشاء میں وتر بھی۔ اور فرصت و ہمت کے وقت ایک وقت یا ایک دن میں کئی کئی وقت یا کئی کئی دن کی پڑھ لی جائے۔

اگر کوئی درمیان میں انتقال کر گیا کہ قضا نمازیں بھی اور قضا روزے بھی باقی رہ گئے اور نیت پورے طریقہ سے عزمِ مصمم (پختہ ارادہ) کے ساتھ ادا کرنے کی تھی، تو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیں گے، کیونکہ وہ ذات عالم الغیب والشہادۃ ہے، وہ ذات جانتی ہے کہ فلاں سال سے تجھے پشیمانی آ گئی تھی کہ پورے ادا کروں گا لیکن موت تو تیرے قبضہ میں نہیں تھی، وہ تجھ کو آ گئی، اسی لئے حق تعالیٰ سے قوی اُمید ہے کہ ایسے عذر کی حالت میں قصور معاف فرما دیں گے، یہ نیت کا ثمرہ ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ :

اکثر یہ شبہ ہوتا ہے کہ فجر و عصر کے بعد تو نماز پڑھنا جائز نہیں، جواب یہ ہے کہ وہ

Marfat.com

عدم جواز نفلوں کے لئے ہے، قضا کے لئے نہیں، قضا پڑھ سکتے ہیں۔ یہ قضا نماز پڑھنے کا آسان طریقہ ہے، بس کمر بستہ ہو کر ادا کرنا شروع کر دینا چاہئے۔

قضا کی نیت کا طریقہ :

اب سوال ہوا کہ قضا کی نیت کس طرح کریں؟ تو یوں نیت کر لو کہ میرے ذمہ پہلے سال کی جو صبح کی نماز ہے اس کی نیت کرتا ہوں اور اگر پڑھے لکھے ہو تو کاغذ میں لکھ لیا کرو تاکہ حساب میں آسانی ہو۔

مسلمان بیک وقت دو (۲) دوکانوں کا دوکاندار ہے :

مسلمان دوکاندار بیک وقت دو (۲) دوکانوں کا دوکاندار ہو گیا ہے کیونکہ آخرت کا بھی اعتقاد متحضر ہو گیا ہے۔ بعض لوگ ایسے بھی گذرے ہیں کہ دنیا کی دوکانداری بھی کر لیتے تھے جو کہ وہ بنیت دین، دین ہی کی دوکانداری تھی۔ وہ لوگ اس طرح پر دوکانداری کرتے تھے کہ گاہک آ گیا تو سودا دیدیا، گاہک چلا گیا تو نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے، پھر گاہک آ گیا تو سلام پھیر کر سامان کے لینے دینے کی بات چیت کر لی، سامان دیدیا، پیسے لے لئے وہ چلا گیا، پھر نماز کی نیت باندھ لی۔

متقی مسلمان دو قسم کی رقمیں لے کر گھر جاتا ہے :

جب دوکان بند کر کے گھر جانے لگے تو وہ لوگ دونوں قسم کی تجارت کی رقم (اجر و ثواب) آخرت کا ذخیرہ اور (روپیہ پیسہ) دنیا کا مال گھر لے کر جا رہے ہیں، یہ لوگ دنیوی پیسے بھی لے کر جا رہے ہیں اور جو نماز پڑھ رہے تھے آخرت کا ذخیرہ وہ بھی لے کر جا رہے ہیں، کسی دن سو (۱۰۰) رکعت پڑھ لی، کسی دن پچاس (۵۰) پڑھ لی، کسی دن چالیس پڑھ لی، یہ تو گاہک کے اوپر ہے، گاہک زیادہ آتے رہے تو دس پڑھ لے گا ہک کم آئے تو مسلسل

Marfat.com

و، سو بھی پڑھ لیتے تھے، اس قسم کے متعدد واقعات ہیں۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ سری سقطیؒ جو اُن کے ماموں تھے وہ بھی وکان میں ایسا ہی کرتے تھے۔ وہ دونوں دوکانوں کو چلاتے ہوئے بیک وقت دونوں خیرے لے کر گھر جاتے تھے کیونکہ دونوں جہاں کے حقوق ادا کرنے ہیں' مسلمان اور ؤمن ہوکر ایک ہی حق ادا کرنا یہ کب زیب دیتا ہے، ہاں جب تک شادی نہیں کی تھی اکیلا ا، ایک ہی حق اپنی ذات کا ادا کرتا تھا مگر جب شادی کرلی بیوی ہوگئی تو اس کا بھی حق ادا لرتا ہے۔

اسی طرح جب ایمان لے آیا، آخرت و قیامت کو مانتا ہے اور ربّ ذوالجلال لے سامنے کھڑے ہوکر سوال کا جواب دینے کا یقین ہے تو یہاں بھی کام کررہا ہے اور وہاں اب دینے کا بھی سامان تیار کررہا ہے۔

سلمان کا دنیا کا کام بھی آخرت کے لئے ہے:

اور یہاں کا نباہنا درحقیقت وہاں کا ہی نباہنا ہے، نپٹانا ہے وہ بھی آخرت کا ہی ام ہے، اگر بیوی کو کھانا، پینا، نان ونفقہ نہ دیا تو اللہ میاں کے یہاں پوچھ ہوگی، بیوی بچوں ی پرورش اور ان کی نگرانی جو اس کے ذمہ تھی کیوں نہ کی کہ بچے کسی ایسی ویسی جگہ تو نہیں یٹھتے، کہیں کوئی بگڑ تو نہیں گیا کیونکہ یہ سب اسی کی ذمہ داری ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ اپنے بھائی سے کہہ کر آیا تھا کہ میرے بچوں کی نگرانی رکھنا، رے وہ اپنے گھر کی اور بچوں کی خبر لے گا یا تمہارے بچوں کی۔

بچے کی پرورش والدین کی ذمہ داری ہے:

جب ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو اللہ میاں انتظام کرتے ہیں، جب ماں کے

Marfat.com

پیٹ سے باہر آ گیا تو بھی اللہ میاں نے پہلے سے اس کے لئے دودھ کا انتظام کر دیا کہ ماں کی چھاتی میں دودھ پیدا کر دیا۔

لیکن جب بچہ کھانے پینے کے لائق ہو جاتا ہے تو اس کی ذمہ داری ماں، باپ پر ڈال دی جاتی ہے اب اس کا کھانا پینا ماں باپ کے ذمہ ہے، اسی لئے جب بچہ کھانے پینے کے لائق ہو جاتا ہے تو اللہ میاں کی طرف سے ماں کی چھاتی میں دودھ نہیں رہتا۔ وہ تو بچہ کی ضرورت کی وجہ سے غیر اختیاری طور پر اللہ تعالیٰ نے پیدا فرما دیا تھا، جب ضرورت ختم ہو گئی، دودھ بھی ختم ہو گیا۔

ایسے ہی بیوی کے نان ونفقہ کی ذمہ داری میاں کے ذمہ ہے، اگر چہ بیوی صاحبہ کو باپ کے گھر سے بطورِ جہیز کتنا ہی ذخیرہ مل گیا ہو یا میراث میں کتنی ہی نقد و جائداد حاصل ہو گئی ہو پھر بھی بیوی کے نان ونفقہ کی ذمہ داری میاں پر لازم ہے، جس خاندان اور حیثیت کی بیوی ہے، اسی حیثیت کے اعتبار سے میاں کی ذمہ داری ہے، ادنیٰ درجہ والی ہے تو اسی اعتبار سے نفقہ واجب ہوگا، اگر اوسط خاندان و مرتبہ والی ہے تو اوسط درجہ کا واجب ہوگا اور اگر دنیوی اعتبار سے اعلیٰ درجہ کی ہے کوئی رئیس زادی یا شہزادی ہے تو اسی کے اعتبار سے نان ونفقہ واجب ہوگا، اس لئے پہلے ہی سوچ لینا چاہئے کہ کیسے گھرانے میں شادی کر رہا ہوں، اگر تو چٹنی روٹی کھاتا ہے تو وہ بھی کھالے گی یا نہیں؟

ایک شبہ کا ازالہ :

اور اگر کسی عورت کو دودھ نہیں اُترتا یا کم اُترتا ہے تو یہ اتفاقی بات ہے اس میں بھی بعض وقت اپنی کوتاہی ہوتی ہے کہ ایسی غذائیں نہیں کھلائی جاتیں جس سے دودھ خوب اُترے، بعض طبی اور ڈاکٹری تدابیر ایسی ہیں جن سے دودھ اُترنے لگتا ہے، ان کو کیوں نہیں اختیار کیا؟ الغرض یہ نادر ہے اور نادر پر حکم نہیں لگایا جاتا۔ النادر کالمعدوم۔

Marfat.com

آج کل عقل کم، ذہن زیادہ ہے:

آج کل عقل کی بہت کمی ہے، ذہن کی بہت افراط (زیادتی) ہے، اہلِ سائنس چاند پر جارہے ہیں لوگ سمجھ رہے ہیں بڑے عقلمند ہیں عقل کے ذریعہ چاند پر جارہے ہیں یہی بھاری مغالطہ ہے، اگر یہ عقلمند ہوتا تو پہلے اللہ تعالیٰ کو مانتا جو خالق و مالک ہے۔ جب اسی کو نہیں مانا تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ یہ عقلمند نہیں ہے، سو عقل سے نہیں ذہن سے جارہے ہیں، ترکیب و تحلیل جس سے نئی نئی چیزیں ایجاد میں آتی ہیں، یہ ذہن کی جدت ہے۔

گھر کا سامان لکڑی وغیرہ لانا مرد کے ذمہ ہے:

اگر دنیاوی اُمور چھوڑ کر مرد حضرات نفلوں میں لگ جائیں تو گھر کے لئے لکڑی، آٹا دال، مصالحہ وغیرہ کون لاوے گا۔ غلہ کا مہینہ، دو مہینہ، چار مہینہ کا انتظام کر بھی دیا تو جو روزانہ باہر سے لانے کی چیزیں ہیں مثلاً گوشت، ترکاری، سبزی، دودھ وغیرہ وہ کون لائے گا۔ اسی طرح بعض مدرسین سے ان کی بیوی صاحبہ کہتی ہیں کہ پڑھانے تو جارہے ہو لکڑیاں ختم ہوگئی ہیں، دوپہر کو کھانا کس طرح پکے گا، تو مدرس صاحب کہتے ہیں کہ لڑکوں کو بھیج دوں گا وہ لے آئیں گے۔ بیوی کچھ با صلاحیت ہے تو کہتی ہے کہ طلبہ پڑھنے کے لئے آئے ہیں یا گھر کا کام کرنے کے لئے، لڑکوں کو بھیجنا جائز بھی ہے، یہ تو راحت حاصل کرنا ہوا، یہ تو اپنی غرض کے لئے کام لینا ہوا، یہ تو جائز نہیں ہے۔

طلبہ سے کام لینے کی شرط:

ہاں اگر تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کی تربیت کرنا بھی والدین کی طرف سے تمہارے سپرد ہے تاکہ ان کو بھی کام کرنے کا صحیح ڈھنگ معلوم ہو جائے یا اس کی طبیعت میں کام کرنے سے جو رُکاوٹ ہے وہ دور ہو جائے تو خیر، لیکن آج کل ایسے استاذ کتنے ہیں؟ پھر

Marfat.com

اگر استاد ان باتوں کا خیال رکھ کر کام لیتا بھی ہے۔ تو تمام بیبیوں میں یہ صلاحیت کہاں
آپ نے تو صرف لکڑی لینے بھیجا تھا، وہاں بیوی صاحبہ بچہ کھلوانا، پانی بھروانا، غلہ منگوانا،
منگوانا سب کام لے رہی ہے، یہ کس طرح جائز ہے؟ بالخصوص جب کہ بیعت ہو کر
بلا بیعت اصلاح میں داخل ہو گیا ہے تو ہر کام کی اصلاح کرنی پڑے گی۔

اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل اور فتویٰ عقل :

اللہ میاں کا فضل ہے کہ قضا میں سنتِ مؤکدہ اور غیر مؤکدہ سب کو ہی معاف
کر دیا؛ مگر ہماری عقل کہتی ہے کہ بلوغ کے بعد سے یہ فریضۂ الٰہی کیوں چھوڑا، جب تو ا
تعالیٰ اور قیامت پر ایمان لایا ہے، تو فریضۂ الٰہی کا تجھے پتہ کیوں نہ چلا، تو دنیا میں ایسا مشغو
ہو گیا کہ مدہوش ہو گیا، اب تمہاری سزا یہ ہے کہ ادا بھی پڑھو قضا بھی مع سنتوں کے پڑھو
نفل بھی پڑھو۔ ہماری عقل کا تو یہ فتویٰ ہے کیونکہ سزا جرم کے موافق ہونا چاہئے، لیکن وہ ذا
ارحم الراحمین، اکرم الاکرمین کیا فرما رہی ہے، نہیں نہیں ایسا نہیں، انسان ہے اور قاعدہ ہے :

الانسانُ مرکبٌ مِن الخطاء والنسیان ۔

انسان غلطی اور بھول سے مرکب ہے۔

غلطی ہو گئی لہٰذا قضا میں صرف فرض ہی پڑھ لیا کرے۔ ہمیں یہ تمہاری تو
شرمندگی پسند ہے۔ قربان جایئے باری تعالیٰ کی اس سزا پر جو جزاء سے بھی بڑھ کر ہے۔

فکر و سوچ کی ضرورت :

اس ذات سے ہمیں کتنی محبت ہونی چاہئے، ہم نے سوچنا چھوڑ دیا، اس لئے
مخلوق کی محبت ہمارے جگر و دل میں بیٹھ گئی ہے اور خالق کی محبت جو اصل فطرت
ہمارے اندر رکھی ہوئی تھی وہ مغلوب ہو گئی۔ یہ سوچے اس محبوبِ حقیقی کا یہ کتنا بڑا اکرم ہے

Marfat.com

قضا نمازوں میں صرف فرض پڑھنے کا حکم فرمایا، سنتیں اور نوافل سب معاف فرما دیئے، اب یہ حال ہے کہ قضا نمازیں پڑھتا چلا جا رہا ہے اور اس سوچ کے اندر اس خالق کی محبت بڑھتی چلی جا رہی ہے یہ ہے سلوک۔

سلوک وتصوف بھی جامۂ شریعت ہے :

یہ سلوک وتصوف بھی جامۂ شریعت ہے، یہ جامۂ سلوک' شریعت نے ہی پہنایا ہے کیونکہ شریعت کے دو لباس ہیں، ایک ظاہری اس کو فقہ کہتے ہیں، دوسرا باطنی' اس کو تصوف کہتے ہیں، شریعت ان دونوں لباسوں کی جامع ہے۔

تصوف میں شریعت کی حقیقت بیان کی جاتی ہے، یہاں ایسے طریق سے جو تکبّر کی دعوت دینے والا ہے، جس سے تکبر پیدا ہوتا ہو، اس سے روکا جاتا ہے۔ بعض دفعہ سالک سے کہا جاتا ہے تم ننگے پیر کیوں پھرتے ہو، جوتی پہن کر کیوں نہیں چلتے ہو، اچھا اپنا تصوف ظاہر کرتا پھرتا ہے، تواضع آنے سے پہلے ہی تصوف ظاہر کرتا ہے تا کہ لوگوں کی نظروں میں تیری تشہیر ہو جائے کہ بڑے بزرگ آدمی ہیں، ابھی سے بشر حافی بن گیا، بشر حافی جیسا بن تو جا، پھر جوتی اُتار دینا، ابھی تو اس کو جوتی اُتار دینے سے روکا جائے گا، اس کو شیخ ہی جانتا ہے وہ شیخی خور کی شیخی کو مٹاتا ہے، جس چیز سے لوگوں کی نظروں میں تشہیر ہو، اس سے اس کو منع کیا جاویگا۔

ایماندار تاجر لاپرواعابد سے بہتر ہے :

جب بچوں کا نان ونفقہ واجب ہو گیا، تو اب جو شخص بیوی بچوں کا نفقہ ادا کرنے کے لئے حلال وطیب کا لحاظ کرتا ہوا ضرورتِ شرعیہ کا خیال کرتا ہوا کمانے میں لگا ہوا ہے، وہ سالہا سال تک راتوں کو عبادت کرنے والے ان عابدین کی ہزاروں' ہزاروں' ہزاروں

Marfat.com

رکعات سے بہتر ہے جو بیوی بچوں کے نان ونفقہ کی پروانہیں کرتے۔

حقوق العباد کو چھوڑنے سے عبادت بھی داغدار ہو جاتی ہے :

یہ ہے اصل شریعت اس کے چھوڑ دینے سے گنہگار ہوگا چاہے صورتِ عبادت کا کیسا ہی کام کر رہا ہو، اس کو بجائے ثواب ملنے کے گناہ کی لپیٹ میں ظلمت ملتی رہے گی اور سینکڑوں قسم کی عبادتوں کے ثواب کا وزن مضمحل وکمزور ہوتا چلا جاوے گا، اس میں جو نور آیا تھا، گناہ کی ظلمت سے داغ، دھبہ پڑتا رہے گا جیسے سیاہی کا دھبہ سفید کپڑے پر۔

بھائیو ! یہ تسبیحات پڑھنے کی مخالفت نہیں ہو رہی بلکہ تسبیح ہاتھ میں رکھو، کون منع کرتا ہے، البتہ توفیقِ الٰہی سے اس کا ڈھنگ سکھایا جا رہا ہے کہ پہلے دل کی جانچ کرو، نفس کا جائزہ لو کہ شریعت پر چل رہا ہے یا نہیں؟ پھر تسبیح ہاتھ میں رکھو، کون منع کرتا ہے۔ خالی الذہن ہو کر نہیں بلکہ نفس کی نگرانی کرتے ہوئے ورنہ کام بگڑ جائے گا۔

قرآنِ پاک میں ارشاد ہے :

وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ط (پ۲۹، ع۱۴)۔ (اللہ کو قرض حسنہ دو)

تو اس سے حقیقتاً قرض دینا مراد نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ تم جو کسی غریب محتاج کو دے رہے ہو، تو یوں سمجھو کہ اللہ تعالیٰ پر قرض ہے، یہ بیچارہ غریب کہاں سے ادا کرے گا اور اس کے عوض میں نہ معلوم اللہ تعالیٰ تمہیں کیا کیا دے گا۔

قرآنِ پاک کو سمجھنے کے لئے محاوراتِ عرب کی ضرورت ہے :

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ''علیکم بدواوین العرب'' (تم عرب کے دوانین کو لازم پکڑلو) کیونکہ جو شخص دواوین جاہلیت کے ذریعہ سے محاوراتِ عرب کو سمجھے گا، وہ قرآن مجید کو بھی خوب سمجھے گا تو جیسے اللہ تعالیٰ کو قرض دینا ایک محاورہ ہے،

Marfat.com

ظاہری معنیٰ مراد نہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہونے سے ظاہری معنیٰ مراد نہیں بلکہ انہوں نے اپنے کرم سے روزی کا وعدہ فرمالیا ہے، اس کی ذمہ ہونے سے تعبیر کی گئی ہے۔ جیسے اہل اللہ نفلوں کو خصوصاً تہجد کو عقیدہ میں سمجھتے تو ہیں نفل، فرض وواجب نہیں سمجھتے، لیکن اس طرح پابندی سے ادا کرتے ہیں جس طرح فرض ادا کیا جاتا ہے، اس لئے بھی کہ ابتداء اسلام میں یہ (تہجد) فرض تھی، ان کا کرم ہے کہ فرضیت کو مٹا کر سنت قرار دیدی۔

عشاء کے وقت قبل وتر بھی تہجد ادا ہو جاتی ہے:

بعض علماءِ محققین نے لکھا ہے کہ چونکہ تہجد کی نماز سنتِ مؤکدہ ہے، اس لئے اگر آخری شب میں اُٹھ کر نہ پڑھ سکو تو عشاء کے وقت ہی وتر سے پہلے چار رکعت تہجد کی نیت سے پڑھ لیا کرو، ورنہ تہجد تو وہی ہے جو آخر شب میں اُٹھ کر پڑھی جاوے، لیکن اگر سالک اس سہولت کے باوجود نہیں پڑھتا، آخری شب میں تہجد کے لئے اُٹھتا نہیں اور شروع شب میں یوں سمجھ کر کہ یہ بھی کوئی تہجد ہے پڑھتا نہیں تو اس پر شیطان غالب آ گیا لیکن مشائخ محققین شریعت کو سمجھنے والے شیطان کی نہیں چلنے دیتے۔

حقوق العباد کی اہمیت:

اور ہوسکتا ہے کہ خالق اپنا حق معاف کردے لیکن مخلوق کا جو حق واجب تھا، وہ ادا نہیں کیا تو اس حق کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں کریں گے بلکہ بدلہ دلوائیں گے، اگر کسی کے تین پیسے کسی کے ذمہ تھے اور ادا کرسکتا تھا مگر ادا نہیں کئے تو سات سو نمازیں جو قبول ہو چکی ہیں، اس سے لے کر صاحب حق کو دیدی جائیں گی۔ حق مار لینا کوئی کھیل نہیں، اس کے باوجود اب تو یہ حال ہے کہ زمینوں کی زمینیں ہضم کر جاتے ہیں، مگر کوئی پرواہ نہیں ہے۔ دیکھو آج کل چکبندی چل رہی ہے، جو روپے پیسے والے ہیں، رشوت دے دے کر بیچارے غریبوں

Marfat.com

کی اچھی اچھی زمین خود حاصل کر لیتے ہیں اور خراب و بیکار ان غریبوں کو دیدیتے ہیں۔ ظاہر میں تو یہ غریب مارا جارہا ہے مگر عنداللہ حقیقت میں وہ دونوں (مالدار اور حاکم) مارے جارہے ہیں اور وہ حاکم خوش ہے کہ میرے پاس روپیہ آ گیا اور مالدار خوش ہے کہ اس کے پاس عمدہ زمین آ گئی، دونوں ہنس رہے ہیں لیکن یہ کھسیانی ہنسی ہے۔

ہنسی کے آنسو:

اس ہنسی کے آنسو جب نکلیں گے جب حقیقی عدالت قائم ہوگی، اور حقیقی عدالت مرنے کے بعد قائم ہوگی، وہاں صحیح تحقیق ہو کر صحیح فیصلہ ہوگا اور حقیقی جزا اور سزا دی جائے گی، یہاں دنیا میں تو کچھ موٹی موٹی باتیں آرام و تکلیف کی پہنچتی رہتی ہیں، حقیقی آرام و تکلیف تو آخرت کے ہیں، کسی کی زمین قبضہ میں کر کے تُو تو مر جاوے گا، کب تک زندہ رہے گا، بیٹے پوتے مزے کریں گے تو ان کے لئے ظلم کو کے حاصل کر رہا ہے۔

حضرت شبلیؒ کی حکایت:

حضرت شبلیؒ حضرت جنید بغدادیؒ کی خدمت میں مرید ہونے کے لئے آئے، یہ متقدمین حضرات بڑی دیر میں بیعت کیا کرتے تھے، کبھی کہہ رہے ہیں یہ کرو، کبھی کہہ رہے ہیں وہ کرو، امتحان لے رہے ہیں کہ سلوک میں داخل ہو رہا ہے کتنا مضبوط ہے، کتنا پختہ معتقد ہو کر آیا ہے۔ چنانچہ حضرت جنیدؒ نے بھی حضرت شبلیؒ سے فرمایا ارے شبلیؒ! تم تو گھر کے امیر بھی ہو اور شہر رَے کے حاکم بھی رہ چکے ہو، تم نے لوگوں پر ظلم و زیادتیاں کی ہوں گی، جاؤ پہلے معافی مانگ کر آؤ۔ چنانچہ گئے اور ایک سال تک گشت کیا اور سب لوگوں سے معافیاں مانگی، دیکھا کیسے درجہ کے بڑے شخص تھے، امیر ہونے کے ساتھ حاکم بھی تھے، تب بھی سب سے معافیاں مانگی، اب تو غریب بھی معافی نہیں مانگتا، تکبر غریب کے اندر ایسا

Marfat.com

گھسا ہوا ہے کہ جانتا ہے میں غریب ہوں، مگر معافی مانگنے کو تیار نہیں۔

حضرت جنید بغدادیؒ نے ان سے فرمایا کہ اب ایک سال تک بھیک مانگو، غرضیکہ حضرت شبلیؒ نے ایک سال تک بھیک مانگی، مگر کسی نے کچھ بھیک نہ دی۔ حاضر ہو کر کہا کہ بھیک مانگو اب کے بھیک ملے گی اور جو کچھ ملے وہ غریبوں کو تقسیم کرتے رہنا اور ہمارے لنگر خانہ سے کھانا کھاتے رہو۔

پہلے خلفاء وسلاطین کے زمانہ بادشاہت میں خزانہ شاہی سے مدارس وخانقاہوں کا خرچ مقرر ہوتا تھا، ایسے لنگر خانے ہوتے تھے کہ جو غریب ومسکین وغیرہ آویں تو اسے کھانا کھلا دیا جاوے۔ اب تو ایسا نہیں ہے۔

پھر گئے، ایک سال اور بھیک مانگی اور جو ملتا غریبوں کو تقسیم کرتے رہے اور لنگر سے کھاتے رہے۔ اب تین سال کے بعد خانقاہ میں رہنے کی اجازت ہو رہی ہے اور فرمایا کہ مجلس میں جہاں جگہ ملے بیٹھ جایا کرو۔

اس تین سال کے عرصہ میں ان کی اصلاح تو ہو گئی، خیر جب اصلاح ہو گئی تو اب ذکر و تسبیح بتانا شروع کر دی۔ تب ہی تو آج ہماری زبانوں پر اُن کا نامِ نامی اس طرح آرہا ہے سیدنا حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہ العزیز۔ یہ عظمت واحترام اسی اصلاح میں مجاہدہ کرنے کی وجہ سے ہے اور اسی مجاہدہ پر وعدۂ حق ہے :

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝

ترجمہ : اور جن لوگوں نے ہمارے دین (کے کام) میں کوششیں کیں، ہم (بھی) اُن کو ضرور اپنے رستے دکھائیں گے اور کچھ شک نہیں کہ اللہ اُن (لوگوں کا) ساتھی ہے جو (خلوصِ دل سے) نیک عمل کرتے ہیں۔ (عنکبوت:۶۹)

حدیث شریف (مشکوٰۃ شریف: ج۲ص ۴۳۳) میں آیا ہے رسول اللہ ﷺ کا

Marfat.com

ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کو غریب متکبر پر بہت غصہ آتا ہے حتیٰ کہ قیامت میں اس کی طرف نظر رحمت بھی نہیں فرمائیں گے کیونکہ اس امیر کے پاس تو تکبر کا سامان بھی ہے، اے غریب تیرے پاس تو کچھ بھی نہیں، پھر تجھ کو تکبر کس بات پر ہے؟ اب تو بڑے سے بڑے غریب بھی متکبر بنے ہوئے ہیں۔ الا ماشاء اللہ۔

امیر کی انوکھی تعریف:

امیر عام طور پر تو اسی کو کہتے ہیں جس کے پاس روپیہ، نقد، جائیداد زیادہ ہو لیکن حقیقتِ حال یہ نہیں بلکہ ہر وہ چیز جس کی وجہ سے لوگوں کے رجوعات، رُجحانات ہوتے ہیں، اس کو بڑا تصور کرتے ہیں، اس کی وجہ سے اعزاز لوگوں کے خیال میں آتا ہے، ہر ایسی چیز امارت ہے اور جس میں ایسی چیز پائی جاتی ہے وہ امیر ہے، یہ امیر کی عمومی تعریف ہے۔ لہٰذا کوئی زمین و جائیداد کے اعتبار سے امیر ہے اور کوئی منصب و عہدہ کے اعتبار سے امیر ہے، کوئی تجارت و سوداگری کے اعتبار سے امیر ہے، کوئی عبادت کی کثرت کے اعتبار سے امیر ہے، کوئی علوم کے خزانہ کی کثرت میں امیر ہے، کوئی بہترین قرأت سے امیر ہے، کوئی بہترین حفظ سے امیر ہے، کوئی بہترین آواز سے امیر ہے۔

تکلم کے آداب:

ایسے ہی کوئی نیا آدمی خانقاہ میں آکر رہتا ہے، اس کو آدابِ خانقاہ کا علم نہیں، اس نے منتظم سے کچھ کہہ دیا، ٹھیک ہے گوارا کر لیا جائے گا، ابھی آیا ہے، اس کو نہ شرعی حکم کا پوری طرح علم ہے، نہ عملی زندگی بنی ہے، اس کے برخلاف دوسرا شخص ہے، عرصہ سے خانقاہ میں رہتا ہے اور کہتا ہے کہ اصلاح کی نیت سے آیا ہوں، وہ بھی بھاری بھر کم دل دکھانے والے الفاظ زبان سے نکالے اور تیزی کے ساتھ اس منتظم سے پیش آوے، یہ کیسے گوارا ہو گا، اس

Marfat.com

کو تیزی سے جواب دینے کا کیا حق ہے؟ تم تو پرانے ہو چکے ہو، اچھا تم اس منتظم کی اصلاح کرنا چاہتے ہو تو پہلے اپنی اصلاح کی فکر کرو، کہیں تمہارے اندر تکبر نہ آ جاوے کہ تم سے وہ بیچارہ نرمی سے کہہ رہا ہے اور تم تیز ہو رہے ہو۔

رہا نئے شخص کے متعلق! تو اگر اس کی طرف سے کوئی ناگوار بات پیش آوے تو کہہ تو دینا چاہئے لیکن وہ اصلاح میں مشغول ہے، آہستہ آہستہ اصلاح ہو جائے گی۔

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کا واقعہ :

اس طرح حضرت ابراہیم بن ادہمؒ جو سلسلۂ چشتیہ کے شیخ المشائخ ہیں، سلطنت چھوڑ کر سلوک و تصوف کی طرف آئے تھے۔ وہ تو بادشاہت کے ذائقہ، راحت و آرام، دولت وصولت، عزت و حشمت، حشم و خدم کا فائدہ اور مزہ اُٹھائے ہوئے تھے، اس طرح کے مورچھل جھلا جا رہا ہے کہ مکھی نہ آنے پاوے اور کیسے عمدہ عمدہ کھانے دسترخوان پر ہوتے تھے، سب چھوڑ چھاڑ کر تصوف کی طرف آئے تھے۔ زمانہ بادشاہت میں تو یہ حال تھا کہ ہر کام کے لئے خادم موجود، لیکن جب اِدھر آئے تو غریبی اس درجہ کی کہ کپڑا پھٹ گیا، سوئی، دھاگہ اپنے پاس ہی موجود ہے اپنے ہاتھ سے بیٹھے سی رہے ہیں تا کہ سنت پر عمل ہو جائے کیونکہ حضورِ اکرم ﷺ بھی اپنا پیراہن مبارک اپنے دست مبارک سے ہی سی لیتے تھے اس لئے حضرت ابراہیم بن ادہم بزبانِ حال فرما رہے ہیں کہ میں بھی خود کیوں نہ سی لوں۔

ادھر ہم اپنا جائزہ لیں کہ سب کا سب کام والدہ محترمہ یا بیوی صاحبہ پر ڈال دیتے ہیں۔ وہاں بادشاہت چھوڑ کر غریبی میں اپنا کپڑا خود سی رہے ہیں کہ اتباعِ سنت نصیب ہو، بھائیو ! سمجھے؟ یہ ہے اصلاح۔

اب کوئی ان سے پوچھے کہ حضور والا آپ تو بادشاہت کر رہے تھے، ایسی راحت و لذت، عیش و عشرت اور خوشی و انبساط میں زندگی بسر کر رہے تھے، یہاں کیوں آ پھنسے، سب

Marfat.com

مزے کیوں بدل دیئے؟ ابراہیم بن ادہمؒ فرمادیتے کہ میں نے جو سکون واطمینان اور راحتِ قلب یہاں (سلوک وتصوف کی زندگی میں) پایا وہاں (بادشاہت میں) کہاں تھا۔ وہاں تو ہر وقت بے چینی، بے سکونی، دل کے اندر ہر وقت ہائے، ہوئے، کہیں یہ خطرہ کہ فوج نہ بگڑ جائے، کہیں یہ اندیشہ کہ رعایا خلاف نہ ہو جائے، یہ تمام تفکرات یک لخت ختم ہو گئے، اور ذہن نے تصوف وسلوک کے دھیان کے ساتھ شروع ہو گئی۔

اتباعِ شریعت کا مزہ:

واقعہ یہ ہے کہ دہلی میں دو کسبی (رنڈی) بڑی حسین وجمیل رہتی تھیں، ان کے یہاں بڑے بڑے نواب زادے اور رئیس زادے آتے تھے، وہاں کسی غریب، غرباء کی پہنچ نہیں ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ اتفاق سے ایک پر حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ (نگاہِ پُرتاثیر) پڑ گئی اور دوسری حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کے وعظ سے متاثر ہو گئی، وہ دونوں اس فعلِ شنیع سے تائب ہو گئیں اور دونوں نے شادی کر لی۔ دونوں شاہ صاحبؒ کے ساتھ سفرِ جہاد میں روانہ ہو گئیں اور لشکر کا کھانا پکانا اور گھوڑے خچروں کا دانہ دلنے کا کام ان کے سپرد ہوا۔ کسی نے ان دونوں سے پوچھا کہ تم نے وہ زمانہ بھی دیکھا ہے کہ بڑے بڑے شہزادے، نواب زادے تمہارے یہاں آتے تھے اور تم شاندار مکانوں، کوٹھی، بنگلوں اور معطر کمروں میں عیش وعشرت اور اسبابِ راحت کے ساتھ رہتی تھیں، اور اب یہ مشقت کا زمانہ گزر رہا ہے۔ بتاؤ کونسا زمانہ تمہاری نظر میں بہتر ہے؟

دونوں نے بے ساختہ بیک زبان فوراً کہا ہمارا وہ زمانہ افسردگی، رنج وغم کا زمانہ تھا، کسی وقت دل کو سکون وچین نہیں تھا اور اس حال میں ہم جو سکون وچین، اطمینانِ قلب پا رہے ہیں، ہم اُسے بتا نہیں سکتے۔

یہ ہے راستہ راحت وسکون کا جو ان دونوں نے تجربہ کے بعد حاصل کیا ہے،

Marfat.com

اسبابِ راحت کا نام راحت نہیں ہے، سامانِ راحت جمع ہونا راحت نہیں ہے، جب تک سکونِ قلب حاصل نہ ہو، کروڑ پتی بھی ہے، سرمایہ دار بھی ہے، بڑے بڑے کارخانوں اور ملوں کا مالک بھی ہے، دو چار بڑی بڑی کوٹھی اور بنگلے بھی ہیں، دو چار دوکانیں بھی خوب اچھی چل رہی ہیں، حشم و خدم، نوکر چاکر بھی ہیں سارے اسباب راحت کے میسر ہیں لیکن اگر قلب کا اطمینان و سکون حاصل نہ ہو تو سب لاحاصل اور بے سود ہے۔

اطمینان و سکونِ قلب کا ذریعہ :

وہ تعلیمات جن سے اطمینان و سکون حاصل ہوتا ہے، اسی کو ذاتِ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے :

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ۔ (پ۱۳،ع۹)

جو لوگ ایمان لائے اور ان کے قلوب اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اطمینان پاتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ مؤمنین کی شان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ان کے قلوب اطمینان پاتے ہیں، لہٰذا حق تعالیٰ آگے فرماتے ہیں :

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝ کان کھول کر سن لو، غور سے سنو، اللہ کے ذکر سے، اللہ کی یاد سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

ذکر اللہ کو چھوڑ کر اطمینان حاصل نہیں ہوسکتا، چاہے ہفت اقلیم (ساری دنیا) کی بادشاہی کیوں نہ بن جائے کیونکہ سکون و اطمینانِ قلب ذکر اللہ کا تقاضا اور اثر ہے، خواہ کسی نوع کا ذکر ہو، ذکر لسانی ہو، ذکر قلبی ہو، ذکر جسمی ہو، ذکر مالی ہو، ذکر حقوقی ہو، یہ سارے کے سارے ذکر میں داخل ہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ :

یہاں ایک شبہ ہوتا ہے کہ حضرت سری سقطیؒ کے واقعہ میں بیان فرمایا کہ وہ سو سو

Marfat.com

نفلیں پڑھ لیتے تھے اور ہم سے فرمارہے ہیں کہ نفلیں پھر دیکھنا پہلے قضا نماز ادا کرو تو کیا سری سقطیؒ بلا قضا پڑھے ہی شیخ بن گئے کہ جنید بغدادیؒ کے وہ شیخ تھے تو کیا قضا نمازیں سر پر رکھے ہوئے ہی پیر بن گئے، واہ، واہ یہ خوب پیر بنے۔

غیر محقق پیر کی حکایت:

بعض ایسے پیر بھی آئے ہیں کہ جن کے ایک ہزار مرید تھے اور نمازیں ان کی ذمہ قضا تھیں۔

ایک صاحب پٹیالہ (پنجاب) کے رہنے والے تھے، ان کے ایک ہزار مرید تھے، کچھ ٹھیک سے سلوک و تصوف کی حقیقت کے واقف کار نہیں تھے، گردن جھکا کر بیٹھ گئے، ذکر نفی و اثبات کر لیا، تہجد پڑھ لی بس پیر بن گئے۔ سوال کیا کہ ذرا کچھ سلوک کی ترتیب بتلائیے تو سلوک کے متعلق کچھ بیان کرنا شروع کیا، سنتے رہے، جب مقامِ توبہ کا ذکر آیا اور یہ سنا کہ مقامِ توبہ سلوک و تصوف میں پہلا قدم ہے اور اس مقامِ توبہ کی جو تفصیل اس احقر نے شروع کی تو ان کی جھرجھری آ گئی حالانکہ سردی کا موسم تھا، مگر میاں صاحب کو پسینہ آ گیا اور کہا بس، بس اب مجھ میں سننے کی تاب نہیں، مجھ میں ہمت نہیں کہ آپ کی بات سنوں۔ یہ میری پیری کیسی؟ میری تو آنکھیں کھل گئیں، میرے امراض میرے سامنے کھل کر آ گئے۔

یہ صاحب پیر تھے اور سلوک کا اوّل قدم توبہ بھی درست نہ کیا تھا، بعض پیر ہو جاتے ہیں اور جو نمازیں قضا ہو گئیں ہیں، ان کے ادا کرنے کی پروا نہیں کرتے، کیونکہ سلوک کی تربیت کا ان کو علم نہیں۔ ترتیبِ سلوک کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے ظاہر شریعت کو درست کرے۔ بلا ظاہر کے درست کئے باطن شریعت درست نہیں ہو سکتا۔

ادائیگی زکوٰۃ:

اب آگے زکوٰۃ کو لیجئے، کیونکہ سلوک کے طے کرنے کی ترتیب چل رہی ہے کہ

Marfat.com

پہلے ظاہر شریعت کا حق ادا کرو، اعمالِ ظاہرہ کو فقہی احکام و مسائل کے مطابق ادا کرو، تو زکوٰۃ بھی حقِ شریعت میں سے ایک حق ہے، اس کی ادائیگی بھی ضروری ہے۔

اگر کوئی سوچے کہ پہلے تو میرے ذمہ زکوٰۃ واجب تھی، مگر اب تو میں خود بھیک منگا، کنگال ہو گیا ہوں، اب میں کیا کروں؟

توبہ کرتے رہو اور گڑگڑا کر توبہ کرو اور یہ نیت پختگی کے ساتھ کرلو کہ اے اللہ جب بھی میرے پاس روپیہ پیسہ آگیا، میں ضرور بالضرور زکوٰۃ ادا کروں گا، اور یہ دعا کرتا رہے کہ اے اللہ جو جائز طریقے روپیہ حاصل ہونے کے ہوتے ہیں، میں نے اختیار کر لئے ہیں، اے اللہ جس دن بھی میرے پاس مال آگیا، تو ایک ایک پیسہ زکوٰۃ کا ادا کروں گا۔ اے اللہ تیرا خوف میرے دل پر چھا گیا ہے، لہٰذا اس کوتاہی میں مجھے معاف فرمانا۔ فضلِ الٰہی سے اُمید قوی ہے کہ انشاء اللہ سب زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اور اگر ادا نہ ہوئی تو معاف فرمادیں گے، جبکہ نفاق سے نہیں اخلاصِ نیت کے ساتھ کھڑا ہوا اور لگا ہوا ہے اور اخلاصِ نیت پوشیدہ چیز ہے، مگر اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے، جسم کو کسبِ مال اور نماز روزہ کی ادائیگی میں لگانا یہ اختیاری امر ہے، بندہ اس کا مکلف ہے، اور پیسے آویں، روپیہ مل جاوے یہ غیر اختیاری ہے۔ اس کا مکلف نہیں ہے، اسی لئے نماز روزہ چونکہ جسم سے ادا کی جا سکتی ہے، اس لئے صرف توبہ کرنے سے معاف نہ ہوں گے، ادا کرتے رہنا ضروری ہے۔ البتہ زکوٰۃ جبکہ مال اس کے پاس نہیں ہے اور حاصل بھی نہ کر سکا تو باری تعالیٰ معاف فرمادیں گے۔ یہ تمام تفصیل اس وقت ہے جبکہ زکوٰۃ واجب ہونے کے بعد یہ کنگال ہو گیا۔

ادائیگی زکوٰۃ کا آسان وسہل طریقہ:

ادائیگی زکوٰۃ کا آسان طریقہ یہ ہے کہ زکوٰۃ کا پیسہ اموالِ موجودہ سے نکال کر الگ تھیلی میں نیت زکوٰۃ کر کے رکھ دو، اوپر احتیاطاً زکوٰۃ بھی لکھ دو، تاکہ تھیلی کہیں دوسری

Marfat.com

تھیلیوں میں نہ مل جاوے اور جو غریب محتاج آوے اُٹھا کر اس میں سے دیدیا۔ اس وقت زکوٰۃ کی نیت کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ تو زکوٰۃ کی نیت ہی سے علیحدہ رکھا ہے۔

صارفینِ زکوٰۃ :

نیز خرچ کرنے میں بھی اختیار ہے چاہے غریب بھائی بہن کو (جو کہ ایک ساتھ شریک نہ رہتے ہوں) دو یا جو ایسے رشتہ دار ہیں جیسے ماموں، خالو، پھوپھا، تایا، چچا، یا منہ بولا بیٹا وغیرہ ان سب کو دے سکتے ہو، لیکن اپنے حقیقی بیٹے، پوتے، پڑپوتے، نواسے، نواسی وغیرہ، اسی طرح باپ، دادا، پردادا ان کو زکوٰۃ کو دینا جائز نہیں۔ حقیقی بہن، بھائی اور خالو، ماموں، پھوپھا وغیرہ کو دے سکتے ہیں، لیکن دیتے وقت ان سے یہ نہیں کہنا چاہئے کہ یہ زکوٰۃ ہے، بھائی شرمندہ ہوگا کہ اوہو مجھ کو زکوٰۃ کھلاتا ہے، اس لئے اس کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔

فضائل بلا مسائل کافی نہیں :

صرف فضائل کا سننا کافی نہیں ہے، ورنہ فضائل کے سُننے سے واقعی عبادات کا شوق پیدا ہو جاتا ہے لیکن اگر قاعدہ قانون عبادات کے کرنے کا معلوم نہیں ہے تو کیا صحیح طریقہ سے کام کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں اور جب صحیح نہیں کر سکتا تو کس طرح قبول ہوگا؟ اسی لئے قدوری سے لے کر ہدایہ آخرین تک پہلے پانچ سال فقہ کو پڑھایا جاتا ہے۔ خوب مسائل سے واقف کرایا جاتا ہے، پھر حدیث شریف پڑھائی جاتی ہے، جس میں فضائل بھی ہیں اور مسائل کا بھی بیان ہے۔ مسائل کو پختہ اور خوب مضبوط کر دیا کہ ہر موقع کے متعلق مسائل و قانون اور آدابِ زندگی بتلا دیئے، پھر حدیث شریف میں مسائل اور فضائل دونوں ساتھ ساتھ آتے ہیں، کیونکہ فضائل سے شوق آوے گا اور شوق آ کر پھر عمل آوے گا اور عمل کا قانون پہلے ہو چکا ہے۔ لہٰذا وہ عمل قانون کے مطابق صحیح بھی ہوگا اور قبول بھی ہوگا۔

Marfat.com

حج بیت اللہ شریف ایک اہم فریضہ ہے:

اب رہ گیا حج تو حج کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ۔ کہ اللہ تعالیٰ کے لئے لوگوں کے ذمہ بیت اللہ کا حج ہے، ان پر۔ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ط۔ (پ۴) جو کہ اس تک سبیل (زادِ راہ) یعنی جانے اور واپس آنے کی طاقت رکھیں۔

حج کرنا چاہئے تھا لیکن نہیں کیا تو اس پر افسوس کرے کہ ہائے افسوس پہلے میرے پاس مال موجود تھا، میرے ذمہ حج فرض ہو گیا تھا، مگر آج میرے پاس پیسہ نہیں ہے۔ اے اللہ، اب میں کیا کروں؟ میری زندگی کچھ ایسی لاابالی پن سے گزر رہی تھی کہ آپ کی دی ہوئی عقل سے کام نہیں لیا۔ یہ تو مجھے معلوم تھا کہ مجھ پر حج فرض ہے، لیکن میں نے آپ کی عطا کردہ نعمتِ عقل سے کام نہیں لیا اور نعمتِ عقل کی ناشکری کا ثبوت پیش کیا کہ دنیا میں ایسا منہمک ہو کر مشغول ہوا کہ مجھے روپیہ پیسہ کا لالچ آ گیا، میں حج کرنے کے لئے نہ گیا، آج میرے پاس روپیہ نہیں ہے، میں کیا کروں؟ ہاں میں کوشش وفکر میں ہوں، جس دن میرے پاس حج کے لائق پیسہ ہوگا، حج بیت اللہ شریف کو ضرور جاؤں گا، میرا پہلا کام یہی ہوگا کہ حج کروں گا۔ اے مستجاب الدعوات میری دعا قبول فرما لیجئے اور آئندہ کے لئے حج کرنے کا راستہ کھول دیجئے، کیونکہ استطاعتِ مالی بڑھانا اور پیسہ حاصل کرنا یہ غیر اختیاری ہے، البتہ سبب اور طریقہ روپیہ حاصل کرنے کا وہ اختیاری ہے، وہ میں نے اختیار کر لیا ہے۔

اپنی گزشتہ کوتاہی پر افسوس بھی کرے اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا رہے، اس طرح اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ ایک دن ایسا آئے گا کہ یہ فریضۂ حج سے سبکدوش ہو جائے گا لیکن یہ ضرور ہے کہ جب مال مل جائے فوراً حج کرے اور درخواست وغیرہ جو ضروری کام ہیں، ان کو کرنا شروع کر دے، اور ایک بات اور یاد رکھئے کہ جو روپیہ کما رہا ہے، سال

Marfat.com

گزرنے پر اس میں سے زکوٰۃ بھی ادا کرتا رہے، یہ نہیں کہ حج کے لئے جو روپیہ جمع کر رہا ہے اس میں زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی، نہیں نہیں، اس میں بھی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

الغرض ----- اسی طرح ہمت اور کوشش میں لگا رہے، ان شاء اللہ حج ادا ہو جائے گا، اور اگر حج ادا نہ کر پایا اور بیچ میں ہی انتقال ہوگیا تو کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا نام حاجیوں کی فہرست میں لکھ دیں اور یہ تو بعید ہی نہیں کہ مواخذہ نہ ہوگا۔ کیونکہ اس نے ارادہ کر رکھا تھا کہ میں حج ضرور ادا کروں گا، مگر روپیہ نہیں پا سکا۔ اس لئے معذور رہا۔

ارشادِ نبوی ہے : اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔

اللہ تعالیٰ اخلاص اور سچی نیت کو دیکھتے ہیں، تو ایسے شخص کے حج نہ کرنے کو معاف فرمادیں گے۔ جس نے ایسی مجبوری کی حالت پیش آنے پر حج نہیں کیا تو، اور اگر ایسا اہتمام اور مجبوری نہیں ہے، تو اس کی غلطی کو معاف نہیں کریں گے بلکہ وہ اور گرفتارِ عذاب ہو جائیگا۔

یہ ہے ترتیب سلوک، یہ ہے ترتیبِ توبہ، اب چاہے بیعت ہو، چاہے بیعت نہ ہو، ہر صورت میں بندۂ مومن کے لئے ضروری ہے کہ اس طرح زندگی گزارے اور بیعت ہو تو اور بھی زیادہ باترتیب سلوک طے کرنے کی ضرورت ہے، جب نماز کی، روزہ کی، زکوٰۃ کی، حج کی ادائیگی ہو چکی تو یہ عبادات سے متعلق حقوق ادا ہو گئے۔

اسلام کے بنیادی عقائد :

اسلام کے بنیادی عقائد یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ذات و صفات میں قدیم ماننا، وہ ایک ہے، یکتا ہے، کوئی کسی اعتبار سے اس کا شریک نہیں، اللہ تعالیٰ کے نبیوں و رسولوں کو ماننا، ملائکہ کو ماننا، جو کتابیں نازل ہوئی ہیں، ان کو ماننا، مرنے کے بعد زندہ ہونے کو ماننا، مرنے کے بعد سوال و جواب اور حساب و کتاب اور قیامت کو ماننا، پلِ صراط پر چلنے کو ماننا، کچھ عارضی سزا ہے، جو گنہگار مسلمان کے لئے ہے، کچھ ہمیشہ کے لئے ہے جو کفر و شرک والی

Marfat.com

سزا ہے، دوزخ کا یقین ہونا کہ پیدا ہو چکی ہے، یہ سب چیزیں ایمان و عقائد کے اندر داخل ہیں، ان کو یقین کے ساتھ ماننا رہے، تمام انبیاء کو برحق جاننا یہ بھی عقیدہ میں داخل ہے مگر عمل کرنے کے لئے صرف نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہی ماننا ضروری ہے، عمل کسی اور نبی کی شریعت پر نہیں ہوگا، عمل کے لئے صرف آپ ﷺ کی ذاتِ والاصفات ہی کو ماننا ضروری ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول بحیثیت اُمتی رسولؐ :

حضرت عیسیٰ علیہ السلام باوجود رسول و نبی صاحب کتاب (انجیل) ہونے کے قربِ قیامت میں تشریف لاویں گے، جیسا کہ ہمارا، ہم سب اہل السنت والجماعت کا عقیدہ ہے، تو وہ اپنا مذہب نہیں چلائیں گے بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بحکم اُمتی ہمارے رسولِ اعظم ﷺ کے مذہب و قانون پر چلیں گے۔

یہ قانون جو حق تعالیٰ نے نبی آخر الزمان حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل فرمایا ہے، اسی قانون اور انہی احکام کا نبی بھی مکلف ہو رہا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ نہیں فرمائیں گے کہ میری انجیل کے اندر تو شراب حلال تھی، لہٰذا حرام نہیں ہو سکتی، بلکہ حضور ﷺ کے احکام کے سامنے سر جھکا دیں گے۔

الغرض ...... ایمان لانا تو سب نبیوں اور سب کتابوں پر ضروری ہے لیکن عمل کرنے کے لئے آخری نبی اور آخری کتاب (قرآن مجید) جو آخری نبی ﷺ پر نازل ہوئی ہے، وہی لازم ہے۔

حقوق العباد اور معاملات ادا کرنے کا طریقہ :

اب معاملات کو لیجئے مثلاً کسی سے قرضہ لیا تھا یا اور کوئی کسی کا مالی حق اپنے ذمہ

Marfat.com

ہے تو پہلے اس کو ادا کرو، کیونکہ حقوق العباد میں سے ہے اور یہ معلوم ہی ہے کہ تین پیسے کی جگہ سات سو مقبول نمازیں صاحب حق کو دلا دی جائیں گی، پھر کل قیامت میں کھڑا سوچے گا کہ یہ کیا ہوا، اتنے سے پیسوں کے بدلہ میں اس قدر مقبول نمازیں چلی گئیں۔ یہ خیال آتے ہی اس نے قرضہ ادا کرنے کی نیت کر لی۔ پیسہ اپنے پاس موجود ہے، ادا کرنا شروع کردیا۔ یہاں تک کہ الحمدللہ تعالیٰ سب ادا ہوگیا اور اگر پیسہ موجود نہیں ہے تو اب کس طرح ادا کرے۔ یہاں توبہ سے کام نہیں چلے گا، تو اس کا طریقہ یہ ہے، اس سے جا کر معافی مانگو اور اگر کھل کر معافی نہ مانگ سکو کہ اس کے مکان یا دوکان سے چوری کی تھی یا راستہ میں جیب کاٹی تھی، تو اس طرح معافی مانگو کہ بھائی صاحب آپ کا میرے ذمہ کچھ حق ہے، ادائیگی کے لئے میرے پاس پیسے نہیں ہیں، لہٰذا میں معافی چاہتا ہوں ہاتھ جوڑ کر، پیروں میں پڑ کر، تھوڑی میں ہاتھ ڈال کر معافی مانگو آخر کہاں تک معاف نہیں کرے گا، جب اخلاصِ صدق سے، سچے اقرار کے ساتھ بار بار روؤ گے، تو اللہ تعالیٰ اس کے دل میں رحم ڈال دے گا اور وہ کہہ دے گا کہ میری طرف سے معاف ہے، اللہ تعالیٰ بھی معاف فرمائے۔ اور اگر صاف طریقہ سے ہمت کر کے کہدو۔

حضرتِ والا نور اللہ مرقدہٗ کا بیویوں کے ساتھ عدل :

حضرت والا قدس سرہٗ العزیز کے حقوق العباد کی ادائیگی کے بارے میں بکثرت واقعات ہیں، جیسا کہ بعضوں کو دوسری شادی کا بڑا شوق ہوتا ہے، اس لئے تکوینا بڑا اچھا ہوا کہ حضرت والاؒ کی دوسری شادی ہوئی تکمیلا للاصلاح بڑا اچھا ہوا کہ ہمارے لئے سبق بن گیا۔

ایک دن بڑی پیرانی صاحبہ رحمہا اللہ تعالیٰ نے ناز میں کہا کہ آپ نے دوسری شادی کر کے اپنے مریدوں کے لئے دوسری شادی کا راستہ کھول دیا، حضرت والاؒ نے فرمایا کہ راستہ کھول دیا بند کردیا۔ پیرانی صاحبہؒ نے عرض کیا بند کیسے کردیا۔ فرمایا میرا معاملہ جو تم دونوں

Marfat.com

کے ساتھ ہوتا رہتا ہے، ان کے سامنے موجود ہے اور چونکہ آپ جانتی ہیں کہ مرید پیر کے ہر عمل کو دیکھتا، جانتا اور گرویدہ ہوتا ہے، پیر کے طریق کو عمل میں لاتا ہے (یہ اس لئے فرمایا کہ پیرانی صاحبہؒ فقیہ، عالمہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ العزیز سے بیعت تھیں اور مثنوی شریف حاجی صاحبؒ سے پڑھی ہوئی تھیں) پیرانی صاحبہؒ نے عرض کیا کہ جی ہاں جانتی ہوں۔ فرمایا بس تو پھر میں نے راستہ بند کر دیا کہ وہ میرے اعتدالی برتاؤ سے سمجھیں گے کہ ہم سے اپنی دوسری بیوی کے ساتھ ایسا برتاؤ نہیں ہو سکتا، جو میں عمل کر کے دکھا رہا ہوں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اپنی عملی زندگی میں اپنا اسوۂ حسنہ عمل کر کے دکھلایا تھا جس کے ہم مکلف کئے گئے ہیں یا حضور ﷺ کی عملی زندگی صرف پڑھنے پڑھانے ہی کے لئے ہے۔

مدرسین کو عملی نمونہ بننا چاہئے:

مدرسین و معلمین کو چاہئے کہ اپنی عملی زندگی کو بھی عملاً نمونۃً شاگردوں کے سامنے رکھیں، ورنہ وہ معترض ہوں گے کہ یہ کہاں مدرس بن بیٹھے، ان کی عملی زندگی تو پڑھانے کے مطابق نہیں ہے۔ اس لئے معلم و مدرس بن کر جو پڑھا رہے ہو، اپنی زندگی کو اس پر منطبق کر کے عملاً شاگردوں کے سامنے رکھو۔

نبی پر کتاب کے نزول میں مصلحتِ خداوندی:

یہاں سے یہ مصلحت بھی معلوم ہوگئی کہ نبی کو کتاب دے کر کیوں بھیجا، بس کتاب خانہ کعبہ پر نازل فرما دیتے، وہاں سے نقل در نقل ہو کر اور آج کل فوٹو (عکس) چل رہا ہے، عکس کے ذریعہ تمام عالم میں تقسیم ہو جاتی، مگر ایسا نہیں کیا، کیونکہ اس طریقہ سے عملی نمونہ سامنے نہ آتا، وہ تو نبی کے کر کے دکھلانے سے ہی سامنے آیا ہے، نبی تعلیم بھی کرتا رہا اور کر کے دکھلاتا بھی رہا۔

Marfat.com

یہ اس زمانہ میں نہایت ضروری ہے کہ استاذ شاگردوں کے سامنے اپنی زندگی کا عملی نمونہ پیش کریں، عملی عبادتی نمونہ بھی اور عملی اخلاقی بھی دونوں قسم کے نمونے پیش کرنے چاہئیں کیونکہ طلبہ کے سامنے اساتذہ کے اعمال زیادہ ہوتے ہیں، مہتمم کے زیادہ نہیں ہوتے وہ تو کوئی ضرورت پیش آ گئی تو مہتمم کے پاس درخواست لے کر چلے گئے اور استادوں کا درسگاہ وغیرہ میں شاگردوں کے ساتھ اکثر وقت نشست و برخاست، اُٹھنا، بیٹھنا، پڑھنا پڑھانا ہوتا رہتا ہے۔

مہتمم اور مدرس ہر ایک کا کام :

اس لئے اے اساتذہ و مدرّسین حضرات! پہلے اپنے آپ کو سنبھالو، مہتمم صاحب کو بعد میں کہنا، وہ منتظم ہونے کی حیثیت سے ہے، وہ تدریسی و تعلیمی حیثیت سے نہیں، تدریسی اور تعلیمی حیثیت سے تم ہو۔ تم مہتمم صاحب کی چال دیکھتے ہو، اور اس کے مطابق چلنا چاہتے ہو، اگر مہتمم اوقاتِ مدرسہ میں وقت کی پابندی نہیں کرتا، حالانکہ اس کو انتظاماً و سیاسۃً پابندی کرنی چاہئے تاکہ عملہ پر دباؤ رہے لیکن حقیقۃً اس پر پابندی نہیں ہے کیونکہ وہ تو ہر وقت مدرسہ کے کام میں لگا ہوا ہے، جو لوگ اس سے گھر پر آ کر ملتے ہیں، ان سے بھی نظامِ مدرسہ کے اعتبار سے ملاقاتیں کرتا ہے، بات چیت کرتا ہے، ان لوگوں کے دلوں کے رُجحانات کو مدرسہ کی طرف پھیرتا ہے، ان سے مشترکہ تعلق و محبت وغیرہ کا برتاؤ ہوگا، تو مدرسہ کی طرف ان کا رجوع اور تعلق بڑھے گا، مہتمم مختلف طریقوں کے ساتھ ان کا تعلق بڑھاتا رہتا ہے۔

اے مدرّسین صاحبان! تم بھی اس کی نقل کرتے ہو، اس کو بھی پابند وقت بناتے ہو وہ گھر پر رہ کر بھی مدرسہ کا کام ہی کرتا ہے، کبھی مخلوق کے کام میں لگا ہوا ہے تاکہ مخلوق کی رجوعات مدرسہ کی جانب ہوں، کیا یہ رجوعات ضروری نہیں ہیں؟ جب ضروری ہیں تو اب

Marfat.com

مخلوق کے ساتھ میل، ملاپ اور حسنِ سلوک ورواداری جو کچھ وہ کررہا ہے، وہ سب مدرسہ ہی کا کام ہوتا ہے، وہ لوگوں کو مانوس کرکے ان کے ذہن کو مدرسہ کی طرف راغب کررہا ہے اور معترض کے ذہن کو صاف کرنے کے لئے احوال وکوائفِ مدرسہ آمد وخرچ کا حساب، تعلیمی، تعمیری ترقیات جو ہوچکی ہیں، یا آئندہ لائحۂ عمل سوچا جارہا ہے، ان سب کو سُنا رہا ہے تاکہ ذہن صاف ہوکر زبانِ اعتراض بند رہے، اور آئندہ کوئی زبان اعتراض کا جواب دے گا اور کلمۃ الخیر کے ساتھ کلام کرے گا، کیونکہ مہتمم نے پہلی ہی ملاقات میں ان کا ذہن صاف کرکے ان کی زبان پر مہر لگادی تھی، اب وہ خود بھی مدرسہ کی امداد کی طرف مائل ہوگا اور دوسروں کو بھی حالاتِ صحیح سے مطلع کرکے مدرسہ کی طرف متوجہ کرے گا، اگر کسی وقت اس کے سامنے مدرسہ کی امداد کا ذکر آئے گا تو کیا تعاون نہیں کرے گا؟ یقیناً ضرور کرے گا بلکہ دعوت تعاون میں معاون بن کر مہتمم صاحب کا شریکِ کار بن جائے گا، تو بھلا پھر معلم و مدرس ہوکر مہتمم لوگ تو وقت کی پابندی کرتے ہی نہیں تو ہم ہی پابندی کیوں کریں۔

مہتمم ہر وقت مدرسہ کا پابند ہے:

وہ تو ہر وقت پابند ہے، سو رہا ہے تو خواب مدرسہ ہی کا دیکھ رہا ہے، جب بھی وقت مدرسہ کا پابند ہے تو پھر یہ قیاس مع الفارق کیسا ہے؟ کہ مہتمم پابندی نہیں کرتا ہے، تو ہم بھی پابندی نہیں کرتے، ہر ایک کا موضوع الگ الگ ہے تمہارا جو موضوع ہے تم اس کو ادا کرو۔ مہتمم کا جو موضوع ہے، مہتمم اس کو ادا کرے گا، ان ہی کاموں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مہتمم وقت کی پابندی کرے، وقت پر جائے تاکہ مدرسہ کا جائزہ لے کہ وقت کی پابندی کے ساتھ، ٹھیک کام ہو رہا ہے یا نہیں؟ کوئی ضرورت ہو تو غیر وقت بھی جائے، دیکھا بھالی اور نگرانی کے لئے کیونکہ مہتمم وقت ہی کا پابند نہیں ہے بلکہ وہ تو ہر وقت مدرسہ کے لئے وقف ہے۔ تم تو چھ ہی گھنٹے کے لئے ہو، وہ بھی تم پورے انجام نہیں دیتے اور جو بڑی کتابوں

Marfat.com

والے ہیں، ان کے تو چار، پانچ ہی گھنٹے ہوتے ہیں، یہ سب باتیں ضمناً آرہی ہیں جو نہایت ضروری ہیں، اس لئے وضاحت کے ساتھ عرض کر دی گئیں۔

دو بیویوں میں انصاف :

پیرانی صاحبہؒ نے دوسری شادی کرنے پر فرمایا کہ آپ نے دوسری شادی کر کے مریدوں کے لئے دوسری شادی کا راستہ کھول دیا۔ حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کھول دیا یا بند کر دیا؟ پیرانی صاحبہؒ نے عرض کیا بند کیسے کر دیا؟ حضرت والاؒ نے فرمایا اس لئے کہ وہ لوگ میرا عدل وانصاف جو تمہارے ساتھ ہے، اس کو دیکھتے ہیں تو سمجھیں گے کہ ایسا عدل و انصاف اور برابری ہم سے نہیں ہو سکتی تو دوسری شادی کرنے سے رکاوٹ ہوگئی تو راستہ بند ہو گیا یا راستہ کھل گیا۔ چنانچہ تم جانتی ہو کہ کوئی چیز ہدیہ کی کسی رسّی میں بندھی ہوئی آتی ہے، تو جیسے وہ ہدیہ تقسیم کرتا ہوں باقاعدہ ناپ کر اس رسّی کو بھی تقسیم کرتا ہوں اور اشیاء کی تقسیم بھی اندازے سے نہیں کرتا بلکہ تول کر کرتا ہوں (چنانچہ خانقاہ میں حضرت والاؒ کی نشست گاہ کے قریب ایک ترازو رکھی ہوئی تھی جس کو حضرت والاؒ مزاحاً میزانِ عدل فرمایا کرتے تھے) اور اگر کوئی کپڑا آتا ہے تو تم دونوں سے پوچھتا ہوں کہ کس نوع و رنگ کا پسند کرتی ہو، پھر ایک کا پسند شدہ کپڑا زیادہ قیمت کا ہے اور دوسرا کم قیمت، تو دونوں کی قیمت کا اندازہ کرا کے جس کے پاس کم قیمت گیا، اس کو کمی کے برابر نقد پیسے دیدیئے جاتے ہیں، تا کہ دونوں کے ہدیہ میں برابری ہو جائے۔

نشست و برخاست میں انصاف :

غرضیکہ دوسری شادی کے بعد دونوں بیویوں میں عدل و انصاف کا مسئلہ بہت مشکل ہے۔ اسی طرح رات کے سونے میں تو برابری ہے ہی جیسا کہ آگے آتا ہے۔ حضرتؒ کا یہ معمول تھا کہ بعد عصر ٹہلنے جانے سے قبل تھوڑی دیر کو ہر ایک بیوی کے گھر

Marfat.com

جایا کرتے تھے اور گھڑی دیکھ کر جتنی دیر ایک کے پاس بیٹھتے تھے، اتنی ہی دیر دوسری کے پاس بیٹھتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ بھی بعد عصر تھوڑی تھوڑی دیر کے لئے ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاس جایا کرتے تھے، حضرت والاؒ بھی سنت کی پیروی میں ایسا کیا کرتے تھے۔

اور سنئے فرماتے تھے کہ اب میں دُھلے ہوئے کپڑے بھی خانقاہ میں اپنے پاس ہی رکھتا ہوں کیونکہ اگر ایک گھر میں کپڑے رکھتا تو دوسرے گھر والوں کو شکایت پیدا ہوتی کہ ہمارے ساتھ اتنی خصوصیت نہیں جتنی دوسری کے ساتھ ہے۔

نیز فرماتے تھے کہ ایک کی باری میں دوسری کا خیال لانا بھی خلافِ عدل سمجھتا ہوں کیونکہ دوسری کا خیال لانے سے اس کی طرف توجہ میں کمی ہوگی جس کی باری ہے، یہ بھی حق تلفی ہے۔

نیز فرماتے تھے کہ میں دونوں بیویوں کے اعزہ و اقارب سے بھی ان کے مراتب کے لحاظ سے ہمیشہ حسنِ سلوک اور مراعات کا معاملہ کرتا ہوں۔

بیوی سے مکان کے فائدے کا معاوضہ :

نیز دونوں بیویوں کے لئے الگ الگ گھر بنواتے تھے اور دونوں بیویوں کو ان کے کھانے وغیرہ کا خرچ ہر ماہ الگ الگ برابر، برابر دیتے تھے اور اپنے کھانے کا خرچ ہر ایک کو الگ دیا کرتے تھے۔ جب دونوں نے بہت اصرار کیا کہ بس اب تو یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ اپنے کھانے کا خرچ علیحدہ دیں، اس کو موقوف کیجئے تو حضرت والاؒ نے موقوف فرما دیا لیکن پھر بھی اپنے کھانے کا خرچ ہر ایک کی ماہانہ رقم میں حساب کر کے شامل فرما دیا کرتے تھے اور آخر عمر میں ہر ایک کو الگ الگ غالباً ایک ہزار روپیہ یک مشت دیدیا۔ پھر کسی مزاح کے

Marfat.com

لہجہ میں ظاہر فرمایا دیا کہ یہ میں نے فلاں سَن تک کا کرایۂ مکان اور اپنی خوراک کا حساب لگا کر یک مشت روپیہ دیدیا ہے۔ کرایۂ مکان اس لئے ادا فرماتے تھے کہ دونوں مکان دونوں بیویوں کو ملک فرما چکے تھے، اس لئے اس تمتع کا معاوضہ بھی ادا فرماتے رہتے تھے۔

الغرض ...... اس طرح عمل کر کے دکھلا دیا، تو پیرانی صاحبہؒ سے اس قسم کے واقعات بیان کر کے فرمایا کہ میرے دوستوں کے سامنے یہ تفصیل موجود ہے، وہ دیکھیں گے کہ ادائے حقوقِ ازواج میں عدل و مساوات کی اتنی رعایت کرنی پڑتی ہے تو دشوار سمجھ کر عقدِ ثانی کی ہمت نہ کریں گے۔

حضرتؒ کے عدل کا ایک عجیب واقعہ :

انتہائی عدل پر ایک واقعہ اب یاد آیا کہ ایک کاشتکار حضرت والاؒ کے پاس دو تربوز لایا، یہ شخص جانا پہچانا تھا، آدابِ ہدیہ سے بصحبت حضرت والاؒ واقف تھا، ان سے ہدیہ کا لینا دینا تھا، اس لئے دونوں تربوز لے لئے۔ ورنہ حضرت والاؒ ہر ایک کا ہدیہ قبول نہ کرتے تھے، جب تک محبت سے دینا ثابت نہ ہو جائے کیونکہ حضور ﷺ نے ہدیہ کا اُصول مقرر فرما دیا ہے، تهادوا تحابوا ، ہدیہ دو، لو، آپس میں محبت رکھو۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ہدیہ کے اندر سوائے محبت کی نیت کے دوسری کوئی نیت کرنا جائز ہی نہیں ہے، اگر ثواب کی نیت کرے گا، وہ ہدیہ نہیں رہے گا، صدقہ بن جائے گا۔ برکت کی نیت کرے گا تو رشوت ہو گئی، یہ بھی ہدیہ نہ ہوا، اگر خصوصی توجہ اور خوب دعائیں لینے کی نیت ہے تو یہ بدگمانی، بدعقیدگی ہوئی۔ یہ سب اغراضِ ہدیہ میں ممنوع ہیں، تو جب تک محبت ثابت نہ ہو جائے کسی طرح قبول نہ کرتے، پھر حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا دو تربوز کیوں لائے، ایک ہی لے آتے، اس گاؤں والے نے اپنی دیہاتی بول میں کہا : ”کیا تیرے دو بیوی نہیں ہیں؟“

حضرت والاؒ نے فرمایا کیوں نہیں صاحب دو ہی ہیں، اس نے کہا بس تو پھر ایک،

Marfat.com

ایک کے لئے، دوسرا دوسری کے لئے، حضرت والاؒ نے فرمایا بات تو ٹھیک کہی آپ نے مگر دیکھو تو ایک تربوز کا وزن کم ہوا اور دوسرے کا وزن زیادہ ہوا، تو دونوں کے پاس برابر کہاں پہنچے، ایک کے پاس کم وزن کا پہنچ گیا، دوسری کے پاس زیادہ وزن کا پہنچ گیا تو یہ کونسا عدل و انصاف ہوگا۔ گاؤں والا کہنے لگا میں تجھے جانوں ہوں کہ میرے حضرت جی ایسے عادل و منصف ہیں، میں ان دونوں تربوز کو تلوا کر لایا ہوں۔

ادائیگی حقوق العباد اور جزئیاتِ حقوق میں عدل و مساوات کس قدر مہتم بالشان مسئلہ ہے۔ بعض ں کو دوسری بیوی کرنے کا شوق ہے، اس کے لئے بڑے علمِ دین، حسنِ تدبیر اور کمالِ عقل کی ضرورت ہے، ورنہ ظلم و تعدی سے بچنا بہت مشکل ہے۔

رنگِ شریعت کس طرح حاصل ہو ؟

اب سوال ہوتا ہے کہ شریعت کا یہ رنگ کس طرح حاصل ہو، تو اس کا طریق یہ ہے کہ کسی شیخِ کامل کی خدمت میں پہنچ کر خدا کی محبت اور خدا سے خاص تعلق پیدا کرو، جب دل محبتِ خدا کے رنگ میں رنگ جائے گا، تو شریعت کا رنگ مذکور آ جائے گا۔ چنانچہ میرے شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے پاس قانونِ شریعت کے جاننے والے بڑے بڑے علامہ پہنچے جو علم کے ساتھ دل لگائے ہوئے تھے، ان کے دلوں کو ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ ایسا رنگ تھا کہ وہ شریعت کے ایسے ہی باریک احکام پر چلتے تھے، بتوفیقِ الٰہی ایسی کیفیت ہو جاتی ہے کہ جو دل میں بیٹھا ہوا ہے، اس کے خلاف کرنے کی طاقت و ہمت نہیں رہتی، خلاف کی طاقت سلب ہو جاتی ہے، حق تقویٰ دل کے اندر رچ بس جاتا ہے، اب اس سے ہٹ کر اس کا قدم کیسے اُٹھے گا، جب یہ حق تقویٰ بتوفیقہٖ تعالیٰ حاصل ہو جاتا ہے، تو سب کام آسان ہو جاتے ہیں۔

Marfat.com

عبادت کا صحیح مفہوم :

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے :

یٰاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوااللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَاتَمُوْتُنَّ اِلَّاوَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ ۝

اے ایمان والو ! اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کرنے سے ڈرتے رہو، بچتے رہو، جیسا کہ ڈرنے کا اور بچنے کا حق ہے۔ (پ۴ ع۲)

مطلب یہ ہے کہ جیسے تم نے کفر وشرک کی معصیت کو چھوڑ کر ایمان اختیار کیا ہے، ایسے ہی ایمان کا جو حق ہے، اس کو بھی اختیار کرو، یعنی کفر وشرک کے علاوہ جو معصیت کی چیزیں ہیں، ان کو بھی چھوڑ دو، اٰمنوا میں تو کفر وشرک کو چھوڑ کر ایمان والی زندگی آ گئی اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ میں ظاہری، باطنی، اعمالی زندگی آ گئی، حقوق اللہ اور حقوق العباد داخل ہو گئے کہ ان حقوق میں اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف کرنے سے بچتے رہو، ڈرتے رہو، جیسا کہ بچنے اور ڈرنے کا حق ہے، جیسے تم نے شرک وکفر کو چھوڑا ہے، ایسے ہی گناہِ کبیرہ، گناہِ صغیرہ اور مشتبہات کو بھی چھوڑ دو اور یہ صرف دس، پندرہ سال کے لئے نہیں بلکہ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ ' یعنی تمہاری موت نہ آوے' مگر اس حال میں کہ تم پوری تابعداری کے ساتھ ہو۔ وقتِ موت تک تم پورے حق تعالیٰ کے قانون کے تابعدار بنے رہو، اسی حقوق اللہ اور حقوق العباد کے ادا کرنے کا نام عبادت ہے، صرف نماز روزہ ادا کرنے کا، زکوٰۃ دینے کا اور زیادہ پیسہ ہو تو حج کرنے کا نام ہی عبادت نہیں ہے، اگر ان ارکانِ اربعہ کے علاوہ کسی اور چیز کا نام عبادت نہیں ہے تو پھر بندوں اور دوسری مخلوق کے متعلق اللہ تعالیٰ نے احکام کیوں نازل فرمائے ہیں۔

Marfat.com

ظاہر و باطن کا تقویٰ:

غرضیکہ موت کے وقت تک مؤمنین سے تقویٰ کا مطالبہ ہے، ظاہری اعمال مامور بہا اور منہی عنہا کے متعلق بھی اور باطنی اخلاق وعقائد اور اوامر ونواہی کے متعلق بھی، اور باطن کیا ہے؟ مثال کے طور پر تکبّر ہے، حسد ہے یہ باطن سے متعلق ہیں، جیسے شراب پینا چھوڑا ہے، جو ظاہر سے متعلق تقویٰ ہے ویسے ہی تکبّر کو چھوڑنا بھی ضروری ہے، جو باطن کا تقویٰ ہے یہ کیا بات ہے کہ تم نے شراب تو چھوڑ دی اور تکبّر نہیں چھوڑتے۔ جب خدا تعالیٰ کے خوف سے شراب چھوڑی ہے تو خدا کے خوف سے تکبّر کیوں نہیں چھوڑا۔ معلوم ہوتا ہے کہ دال میں کچھ کالا ہے، یہ محاورہ ہے۔ شراب پینا خدا کے خوف سے نہیں چھوڑا بلکہ اس لئے چھوڑا ہے کہ پینے کے وقت یہ خیال رہتا ہے کہ شراب پینا خاندان کی شرافت ونجابت کے خلاف ہے، عزت کے خلاف ہے، اس سے لوگوں میں بدنامی ہوگی، اس لئے چھوڑی، اگر اس کو حکمِ خداوندی کے خلاف سمجھ کر اور خوفِ خدا کی وجہ سے چھوڑا تھا تو تکبّر کو کیوں نہیں چھوڑا۔ ڈکیتی، چوری کرنا تو چھوڑ دی کہ لوگوں کو معلوم ہوگا تو خواری اور شرمندگی ہوگی لیکن چھپ کے جیب میں سے نکال لینا نہیں چھوڑا، تو کیا یہ چوری نہیں ہے، اچکن والا تو موجود نہیں ہے، لیکن خدا تو موجود ہے، وہ ذاتِ احکم الحاکمین تو دیکھ رہی ہے، اسی طرح چوری تو چھوڑ دی، لیکن حرص ولالچ کیوں نہیں چھوڑا۔ رشوت کیوں نہیں چھوڑی، جھوٹ بولنا، غیبت کرنا وغیرہ کیوں نہیں چھوڑا؟ اس لئے کہ سب کر رہے ہیں، اس کو کوئی عیب ہی نہیں جانتا۔ ارے مؤمن ہو کر اس کا عیب ہونا تیری نگاہ سے ایسا نکلا، کیا نہیں جانتا کہ یہ سب کفار ومشرکین کے کام ہیں، یہ تیرے اندر کفر وشرک کا کام ہو رہا ہے، رشوت لینا، سود (بیاج) لینا یہ تو کفر وشرک والوں کے کام ہیں، تو تو مؤمن ہے، پھر تجھ سے سود لینا کیسے ہوا، یہ تو تُو بندوں کا حق تلف کر رہا ہے، شرک والوں کا کام کر رہا ہے، اور پھر دعویٰ کر رہا ہے

Marfat.com

اَنَا مُسلمٌ مُومن (میں مسلمان ومومن ہوں)

حقِ تقویٰ اختیار کرو :

جب تم مؤمن ومسلم ہوتو اس کا حق تقویٰ اختیار کرو، اطاعتِ کاملہ اعمالِ ظاہرہ اور اخلاقِ باطنہ میں مدنظر رکھو، یہی عبادت کی حقیقت ہے، اسی کو حق تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے :

وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ کہ اے میرے پیارے محبوب محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ، آخر الزمان، خاتم الانبیاء والمرسلین (ﷺ) اپنے رب کی عبادت کرتے رہو، موت کے وقت تک وَاعْبُدْ فرمایا ہے کہ عبادت کرتے رہو، صرف صَلِّ (نماز پڑھو) نہیں فرمایا، صُمْ (روزہ رکھو) نہیں فرمایا زَکِّ (زکوٰۃ دیتے رہو) نہیں فرمایا وَاعْبُدْ فرمایا ہے، نماز، روزہ اور عبادت میں یہی فرق ہے کہ عبادت تمام حقوق اللہ اور حقوق العباد کو شامل ہے عبادت کا مفہوم ایسا عام ہے کہ تمام احکامِ شرع کو حاوی ہے اور عبادت کا حکم رسول اللہ ﷺ کو اس لئے دیا گیا ہے کہ جب آپ خود اُمت کے سامنے جس طرح حکم ملا ہے، نہیں کریں گے تو اُمت کو کیا معلوم ہوگا کہ کس طرح کیا جائے گا، جس طرح آپ ﷺ لوگوں کو پیغامِ حق سنانے اور تبلیغ کرنے کے مکلف تھے، اسی طرح آپ اس کے بھی مکلف تھے کہ کرکے دکھائیں، یہ نہیں کہ آپ مخلوق کو تعلیماتِ اسلام اور طریقِ عبادت کے سکھانے اور فرضِ منصبی کی حیثیت سے تبلیغِ اسلام میں لگے رہنے پر ہی اکتفا کریں۔

مستقل وقت عبادت کا اہتمام کیا جائے :

چنانچہ دوسری جگہ سورہ اَلَمْ نَشْرَحْ میں ارشاد ہے :

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ○ جب آپ عبادتی تبلیغی کاموں سے فارغ ہوجائیں، تو اپنے اوپر عبادتِ ذاتی میں مشقت اُٹھایئے، مضبوطی کے ساتھ، مخلوق سے الگ ہوکر ذکر کرو

Marfat.com

نوافل وغیرہ میں اللہ کی عبادت میں اپنے آپ کو لگایئے اور مخلوق سے علیحدگی کا وقت رات کا ہے، لہٰذا یہ یکسوئی رات کے وقت اختیار فرمایئے۔

وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ ٥ اور رغبت کے ساتھ اپنے رب کی طرف متوجہ رہئے اس آیت شریفہ میں رسول اللہ ﷺ کو بھی مکلف بنایا جا رہا ہے کہ اپنے لئے بھی کوئی مخصوص وقت ہونا چاہئے کہ جس میں اللہ کی یاد کے سوا کسی کا دخل اور شرکت غیر بالکل نہ ہو اور ذات بحت کے سوا کسی کی طرف بالکل توجہ نہ ہو۔

اور جب رسول اللہ ﷺ اس کے مکلف ہیں حالانکہ کارِ تبلیغ میں مشغولی آپ کو توجہ الی الحق سے مانع نہیں ہو سکتی تو پھر اُمت کے خدامِ دین کے لئے یہ حکم کیوں نہ ہوگا، اسی لئے مدرسین بھی، مبلغین و مصنفین و مؤلفین بھی، واعظین و مناظرین بھی سب ہی اس بات کے مکلف ہیں کہ کوئی وقت عبادت کا رات کے کسی حصہ میں اپنے لئے مستقل رکھیں۔

بعض معلمین و مدرّسین یہ خیال کرتے ہیں کہ تعلیم و تعلم میں مشغولی کے احادیث شریف میں بہت فضائل وارد ہوئے ہیں، لہٰذا یہ پڑھنا پڑھانا اور مطالعہ کرنا قائم مقام تہجد کے ہو جائے گا، واہ واہ، خوب سمجھے کہ تعلیم میں مشغولی سے تہجد معاف ہو گئی۔ اگر ایسا ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم بھی تو تعلیم و تعلم میں مشغول رہتے تھے، پھر ان سے بھی تہجد معاف ہو جانا چاہئے تھا۔ اللہ تعالیٰ اس سوءِ فہم سے سب کو محفوظ رکھیں، صدق و اخلاص نصیب فرمائیں۔

خاص طلبہ کو خطاب :

اپنا فرض منصبی پہچانو، پنجوقتہ نماز باجماعت مسجد میں تکبیر اولیٰ کے ساتھ پڑھو۔ وضو باقاعدہ کرو، مستحبات کا خیال کر کے کرو، انگلیوں کا خلال تک دھیان رکھ کر کرو، ابھی تو وضو بھی ٹھیک نہیں ہے، نماز کا پورے اخلاص و صدق کے ساتھ ہونا تو بعد کی بات ہے۔

Marfat.com

جوانی کے کام:

ایک دن بعد فجر بعض مخصوص اعزہ اور خدام کی موجودگی میں اپنے ضعف کا ذکر فرمانا شروع کیا۔ پھر فرمایا نوجوانی میں میری طبیعت میں ذرا جھجک نہ تھی، بعض علماء سے مکالمہ ہوتا تھا، دلائل کے ساتھ جواب دیتا تھا۔ ذرا جھجک نہ ہوتی تھی، رؤسا، امراء، نوابین کی مجلس میں جانا ہوتا تھا، تو طبیعت بالکل نہ جھجکتی تھی۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ نواب مزمل اللہ خان، نواب بھیکم پور کے یہاں امراء، رؤسا کا اجتماع تھا۔ رؤسا آتے اور سلام کر کے کرسی پر بیٹھ جاتے۔ میں بھی برادرِ نسبتی جناب مولانا پیارے میاں صاحب کے ساتھ پہنچا تو بھائی صاحب تو تمام امراء کی طرح سلام کر کے بیٹھ گئے لیکن میں نے آگے بڑھ کر نواب صاحب سے مصافحہ بھی کیا، طبیعت میں ذرا جھجک نہ ہوئی، لیکن اب اس کے برخلاف حال یہ ہے کہ کوئی مجمع بھی آتا ہوا نظر آتا ہے تو طبیعت اولاً جھجک جاتی ہے۔ گو کام سب کا کرتا ہوں، سب کی سنتا ہوں، سب سے فرداً فرداً نمٹتا ہوں، لیکن اعصابی کمزوری کی وجہ سے طبیعت اوّلِ وہلہ میں متاثر ہو جاتی ہے۔

خدامِ دین کو بہت مضبوطی چاہیئے:

پھر فرمایا ایک بات کہتا ہوں۔ غور سے سنو! میری بات تو دوسری ہے جیسا کہ ابھی کہا کہ اعصاب کا ضعف ہے لیکن تم جوان ہو، اعصاب بھی مضبوط ہیں تم ایسی ویسی باتوں سے متاثر نہ ہونا۔ یاد رکھو مخالفین تو ہوا ہی کرتے ہیں اور بعض وقت اپنوں کی طرف سے ہوتی ہیں۔

پختگی اور مضبوطی کا ذریعہ:

تم یہ دیکھ لو کہ جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں یا لکھ رہے ہیں قرآن و حدیث اور تعاملِ

Marfat.com

صحابہ اور تعاملِ اکابر کی روشنی میں اس کا درجہ ہے۔ جب تحقیق ہو جائے کہ حق وہی ہے جو تم پر واضح ہوا ہے، تو انتہائی مضبوط رہو اور مخالفتوں کی پرواہ نہ کرو۔

حضرت گنگوہیؒ کی مضبوطی کی بعض حکایات :

بعض مسائلِ اختلافیہ میں حاجی صاحب کا مسلک کچھ نرم تھا، اختلاف کو ختم کرنے کے لئے ایک رسالہ ''ہفت مسئلہ'' لکھا جس میں انتظامِ شریعت کے بالمقابل اصل مسئلہ میں کچھ لینیت (نرمی) اختیار کی گئی تھی۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ آخر میں نابینا ہو گئے تھے۔ جب رسالہ مذکورہ گنگوہ پہنچا تو بعض خدام سے فرمایا کہ پڑھ کر سناؤ کیا لکھا ہے؟ چنانچہ سننا شروع کیا۔ سُن کر فرمایا کہ اس کو میرے حمام میں جھونک دو۔ انتظامِ شریعت کی خاطر پیر کا رسالہ حمام میں جھونکوا دیا۔ لوگوں میں بہت شورش ہوئی کہ پیر کا رسالہ اور حمام میں جھونکوا دیا، مولانا گنگوہیؒ فرماتے تھے کہ ہم تو صبر کئے بیٹھے ہوئے تھے، حاجی صاحب کے پاس بھی اطلاع پہنچی، حاجی صاحب کا خط مکہ مکرمہ سے آیا لکھا تھا کہ آپ نے جو کچھ کیا ٹھیک کیا، آپ ہندوستان میں اسی کے مکلّف تھے اور اسی موقع پر یا کسی دوسرے موقع پر یہ بھی تحریر فرمایا کہ مجھے آپ سے اللہ کے لئے محبت ہے جیسے اللہ کو بقا و دوام ہے، اسی طرح اللہ کے لئے جو محبت ہو، اس کو بھی بقا و دوام ہے۔

حضرت مجدد تھانویؒ کی مضبوطی کی بعض حکایات :

اسی طرح ہمارے حضرت والا مولانا تھانویؒ کے ایک مرید نے خواب میں دیکھا تھا کہ میں اس طرح کلمہ پڑھ رہا ہوں۔ لا الٰہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ یہ خواب ان مرید نے حضرت والا کو لکھا۔ حضرت والا نے جواب میں لکھا کہ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ تمہارے پیر متبعِ سنت ہیں۔ بس اس جواب کی وہ تشہیر کی گئی کہ الامان والحفیظ۔ بعض

Marfat.com

اپنوں کی جانب سے بھی اعتراضات کئے گئے، مگر حضرت والا پر ان تمام اعتراضات کا کچھ اثر نہ ہوا کیونکہ جو لکھا تھا شریعت کے مطابق لکھا تھا اور جب عوام کی طرف سے جیسے وہاں خطاب حاجی کا ہوا تھا، یہاں خطاب مولوی صاحب کا مل گیا تو طالب علم کو کس طرح رہنا چاہئے، مولیٰ والا ہو کر رہنا چاہئے یا مُولی والا ہو کر مُولی جانتے ہو جو کھائی جاتی ہے۔

عنوان و معنون کا تلازم :

جب اس کو مولوی کا خطاب مل گیا، اسی طرح لڑکا حفظ کرنے لگا، اس کو حافظ جی کا خطاب مل گیا، تو لڑکا حفظ کرنے بیٹھ گیا، اس کو کہا جا رہا ہے آؤ حافظ جی، جب میزان ہاتھ میں آگئی تو کہا جا رہا ہے، آؤ مولوی صاحب تو اس عنوان کا کیا تقاضا ہے، عنوان معنون سے خالی نہیں ہونا چاہئے تو جب یہ لڑکا حافظ جی اور میزان والا مولوی صاحب کہے جا رہے ہیں تو اس عنوان کا کیا تقاضا ہے، یہی تقاضا ہے کہ اس کی زندگی میں تقویٰ و طہارت آنا چاہئے۔ عنوان معنون کی خبر دیتا ہے، تو مولوی علم کی اور حافظ جی حفظ کی خبر دے رہا ہے، پس علم و حفظ کا جو تقاضا ہے، اس کو بجالانا چاہئے، عنوان سے معنون کی طرف استدلال کرنا یہ مثل دلیل اِنّی (دلیل لمّی اور دلیل انّی یہ استدلال کے دو طریق ہیں، جن کو علماء جانتے ہیں، مثلاً دھواں دیکھ کر سمجھ لینا کہ آگ موجود ہے، یہ دلیل انّی ہے اور آگ دیکھ کر پتہ لگا لینا کہ یہاں دھواں بھی ہے، دلیل لمّی ہے۔ اصطلاحِ منطق میں اوّل کو استدلال اور ثانی کو تعلیل کہتے ہیں) کے ہے اور معنون سے عنوان کا پتہ چلانا یہ دلیل لمّی کے مثل ہے۔ اثر سے مؤثر کی طرف استدلال کرنا یہ دلیل انّی ہے، اور مؤثر سے اثر کو معلوم کرنا یہ دلیل لمّی ہے۔

لفظِ مسلم کا کیا تقاضا ہے :

اسی طرح مسلمان جو ترجمہ ہے مسلم کا۔ تمہارے واسطہ حق تعالیٰ نے پہلی کتابوں

Marfat.com

میں اوراس کتاب قرآنِ پاک میں مسلم نام رکھا ہے : هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَ فِيْ هٰذَا ۔ تو مسلم کا عنوان معنون سے خالی نہیں ہونا چاہئے۔مسلم کے معنیٰ تابعدار کے ہیں تو اے مسلمان تیرا عنوان معنون تابعداری سے خالی نہیں ہونا چاہئے، ورنہ تو کیسا مسلم ہے کہ تیرے معنون میں تابعداری رکھی ہوئی ہے، اور تو تابعدار نہیں ہے، کامل تابعداری کرنے والا، کامل حکم پر چلنے والا، تو اے مسلم تیرا عنوان معنون تابعداری کو چاہتا ہے، یہ عرض کرنا تھا، اس لئے کہا تھا سمجھے۔

پھر جب مسلم میں تابعداری رکھی ہوئی ہے تو مسلم مولوی کے ساتھ تو ایک صفت مولویت کی زیادہ لگی ہوئی ہے، تو مسلم مولوی کا معنیٰ تو اور آگے بڑھا ہوا۔اب اپنے کو جانچ لو کہ میری نسبت کیسی ہے؟ کہیں میں ...... ؏ بدنام کنندۂ نکونامے چند

تو نہیں ہوں۔عنوان کیا ہے؟اور معنون کیا ہے؟ اَيُّهَا الطّلاب غور کیجئے، جب چلتے ہیں تو کتاب بغل میں ہے اوراس کا اثر دل میں ہونا چاہئے اوراس کا عملی ظہور جسم میں ہونا چاہئے۔اس احقر فقیر غریب کی حدیث (بات) بھی غریب ہے، حدیث بھی تو صحیح، حسن اور غریب ہوتی ہے۔

طلبہ کو خطاب :

میرے عزیز بچو ! طالب علمو! اپنے کو پہچانو کہ آپ کون ہیں؟ کس طرح رہنا چاہئے۔تمہارے ساتھ فصل لگ گئی ہے، فصل کھیتی نہیں، فصل امتیازی کہ کفر سے ہٹ کر تم مسلم ہو اور مسلم کے بعد مولوی ہو۔یہ مولویت تمہارے لئے فصل امتیازی ہے، اس سے تم عوام سے ممتاز جماعت بن گئے ہو۔

اسلام وعلم کے آثار :

تو اس علم کا اثر قلب میں اور قلب سے جوارح (ہاتھ پاؤں) میں اثر امتیاز کا آنا

Marfat.com

چاہئے من حیث المسلم اور من حیث المولوی جوارح میں سنجیدگی، متانت، وقار، قلب میں حلم، ایثار، فتوحات، توکل، قناعت وغیرہ صفات حسنہ قلبیہ، روحانیہ آنے چاہئیں، یہ فصل علم جوں جوں بڑھتی جائے گی، فصل قلبی اخلاقِ حسنہ بڑھتے چلے جائیں گے۔

فصلِ امتیازی کا ظہور قیامت میں :

اسی فصل امتیازی کی وجہ سے میدانِ حشر میں حق تعالیٰ کفار سے فرمادیں گے۔ وامتاز والیوم ایھا المجرمون ۔اے کفارتم آج کے دن مومنوں سے جدا ہو جاؤ، جیسے دنیا میں تم مؤمنوں سے جدا رہے، یہاں بھی جدا رہو، تو اسلام کی فصلِ امتیازی ہے، اس نے شرکت سے جدا کر دیا۔

ریاءشرکِ خفی ہے :

اسی طرح شرکِ خفی یعنی ریا بھی نہ ہونا چاہئے بس توحید خالص ہو، کیسی توحیدِ خالص؟ ایسی کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام نافی بھی ہے تو اس نافی نے کلمہ طیبہ کو لا سے شروع کیا جس کے معنیٰ نفی کے ہیں (یہ توفیقِ الٰہی سے آپ حضرات کی برکت سے نیا عنوان ہے) تو اس ذاتِ نافی نے کلمۂ طیبہ کو لا کے ساتھ شروع کر کے اشارہ فرمادیا کہ اے مؤمن! تیرے اندر سب سے پہلے غیر اللہ کی نفی ہونا چاہئے، اثبات پھر دیکھا جائے گا، تو لا نفی کو کہہ کر یہ مؤمن بھی غیر اللہ کے لئے نافی ہو گیا۔ قلب کے اندر بھی نفی اور زبان پر بھی نفی نفی تو غیر اللہ کی طرف ذرّہ برابر بھی مائل ہونا کیسا؟ یہ خلافِ توحید ہے، اسی لئے حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار ۔اے مسلمانو! تم ظالم لوگوں کی طرف مائل نہ ہو، کہیں تم کو دوزخ کی آگ نہ لگ جائے، یہ بات شرکِ خفی ریا پر چلی تھی۔

Marfat.com

میں یہ کہہ رہا تھا کہ مسلم کا عنوان اس کو چاہتا ہے، شرک جلی اور خفی دونوں سے پورا پرہیز ہو، کیونکہ وصف مؤمن اولاً نفس امتیاز کو چاہتا ہے اور پھر امتیاز پر امتیاز کو چاہتا ہے، قولاً بھی، حالاً بھی اور عملاً بھی، پھر وصف علم کے ساتھ اور زیادہ امتیاز کو چاہتا ہے۔

طلبہ کو خاص خطاب :

لهٰذا ایها الطلاب ! فاطلبوا لعلم طلبًا جدًا علمًا کثیرًا نافعًا ۔اے طلبہ تم فارغ البال ہو، طلبِ علم کے سوا تم کو کوئی کام نہیں۔لہٰذا اس طرح علم اور طلبِ علم اور زیادتِ علم میں مشغول ہو، جس کی آپ کے سامنے کچھ تفسیر کی گئی۔

اس طرح علم اور زیادتِ علم میں مشغول شغل بحق کے ساتھ رہو۔حق کہتے ہیں پوری سچی بکّی کذب سے خالی، باطل سے ممتاز چیز کو۔تو علم میں شغل بحق کے ساتھ مشغول ہو، متانت وسنجیدگی کا اہتمام ہو، وقار وحلم کو اپنے اندر لئے ہوئے ہو۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس طرح طلبِ علم اور زیادتِ علم میں مشغول بشغل حق رہنے کی توفیقِ ارزانی عطا فرمائیں۔(آمین ثم آمین)

خدا حافظ، فی امان اللّٰہ۔

☆☆☆

Marfat.com

ملفوظ

فرمایا مبتدی کو مختلف اہلِ حق کے پاس بیٹھنا بھی مضر ہے، پھر اہلِ باطل مبتدع وغیرہ کے پاس بیٹھنے کے کیا معنیٰ؟ ہاں اگر دونوں شیخوں کا مذاق ایک ہو تو اور بات ہے۔ حضرت والا نور اللہ مرقدہٗ مختلف الوان کے بزرگوں کے پاس بیٹھنے سے منع کرتے تھے کیونکہ طریقِ علاج مختلف ہوتے ہیں۔ رنگ مختلف ہوتے ہیں، اس میں طالب کا قلب مشوش ہو جاتا ہے۔ ابھی یہ مبتدی ہے، اس کا قلب شیخ کے ساتھ جما نہیں ہے۔ بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو دوسری جگہ ہیں، اپنے شیخ کے یہاں نہیں مثلاً وہاں کرامات ہیں، اپنے شیخ میں نہیں، وہاں شب بیداری ہے، نفل روزہ داری ہے، یہاں نہیں، اب یہ مرید خیال کر رہا ہے کہ بجائے وہاں کے یہاں بیعت ہو جاتا، تو اچھا تھا بس تشویش آ گئی، نہ اِدھر کا رہا نہ اُدھر کا۔

بعض مشائخ صاحبِ توجہ ہوتے ہیں، یہ مرید توجہ میں جا کر بیٹھ گیا، قلب میں سرسراہٹ اور رونق آ گئی۔ اپنے شیخ کے یہاں برسوں بیٹھا، ان میں سے کچھ بھی نہ ہوا، بس سمجھنے لگا یہاں تری ہے، شیخ میں خشکی ہے، تشویش پیدا ہو گئی، یہ اس کو مضر ہے۔ مگر یہ حکم مبتدی کے لئے ہے لیکن اگر اعتقاد میں پختگی آ گئی ہے کہ کہیں بھی جاتا ہے، کیسا ہی دیکھتا ہے، اپنے شیخ کی طرف سے ذرا اعتقاد میں فرق نہیں آتا، اس کو مختلف مشائخ کے یہاں جانا مضر نہیں۔ یہ سلوک کا مسئلہ ہے جس طرح فقہ کے مسائل ہیں، اسی طرح تصوف کے بھی مسائل ہیں۔

............☆☆☆............

Marfat.com

ساتویں مجلس

تبدیلیٔ حالات میں تصحیح نیّت

اللہ تعالیٰ نیتوں کو خوب جانتے پہچانتے ہیں۔ ہر ایک کو اُس کی نیت کے اعتبار سے حق تعالیٰ کی طرف سے درستگیٔ اخلاق و اصلاحِ حال آتی ہے، جس کا نام ہدایت ہے، اب جس درجہ کا اخلاص ہوگا، اسی اعتبار سے ہدایت آئے گی۔ قرآن شریف میں ایک آیت ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ۔ (پ۱۳،ع۸)

واقعی اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتے جب تک وہ لوگ اپنی حالت کو خود نہ بدلیں۔

اسی نے اصلاح کی طرف توجہ نہ کر کے خود اپنے اوپر ظلم کیا ہے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ○ (پ۱۱ع۱۰)

یہ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ذرا سا بھی لوگوں پر ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ خود ہی اپنے

Marfat.com

آپ کو تباہ کرتے ہیں۔

ایسے شخص نے اپنی طرزِ عمل سے گمراہی بلائی تھی۔ سو اللہ تعالیٰ نے اس کو گمراہی دیدی کیونکہ تخلیق کی حیثیت سے خالق تو ہر شئی (چیز) کا وہی ہے ہدایت کا بھی ضلالت کا بھی۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ۔ (پ۲۲ع۱۴)

سو اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔

عقیدۂ مشیت پر شبہ کا ازالہ:

اس آیت سے عام لوگوں کو شبہ ہو جاتا ہے کہ جب ہدایت و ضلالت دونوں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں تو ہم مجبور ہوئے؟ حالانکہ یہ بات نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ بندہ ہدایت کے اسباب اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہدایت پیدا کر دیتا ہے اور گمراہی کے اسباب اختیار کرتا ہے تو ضلالت پیدا کر دیتا ہے۔ اس پیدا کرنے کو جسے تخلیق کہتے ہیں۔ یضل و یھدی سے تعبیر فرمایا ہے۔ اس سے بندہ کا مجبور ہونا لازم نہیں آتا۔ اسی لئے تو قرآن شریف کا ترجمہ دیکھنا بلا استاد جائز نہیں، بعض وقت بلا استاد کے محض ترجمہ دیکھنے سے بڑا شبہ پڑ جاتا ہے۔

بلا اُستاد ترجمۂ قرآن دیکھنے کا غلط نتیجہ:

افریقہ یا لندن سے ایک لڑکی کا خط آیا تھا جو بہت نیک، بڑی پابند صوم و صلوٰۃ، بڑی تلاوت کرنے والی اور بڑی دیندار ہے، وہ لکھ رہی ہے، بے چاری میاں کا رونا رو رہی ہے کہ نماز کے قریب نہیں جاتا، شراب پیتا ہے، دوسروں کی طرف نظر کرتا ہے اور میرا تعلق شریف گھرانے سے ہے، دین کے اعتبار سے بھی خاصی دیندار ہوں کہ الحمدللہ تعالیٰ طبیعت

Marfat.com

میں دینداری ہے، پھر مجھے یہ ایسا شخص کیوں ملا؟ جو قرآن شریف میں یہ ہے :

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَ الطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ۔ (پ۱۸ع۹)

ترجمہ : یعنی خبیث خبیثہ کے لئے اور طیب طیبہ کے لئے تو میں تو خبیثہ نہ تھی پھر مجھے ایسا شخص کیوں ملا؟ میں نے اس بے چاری کو جواب لکھ دیا کہ :

"اسی لئے بغیر استاد کے قرآنِ پاک کا ترجمہ دیکھنا جائز نہیں ہے اور اس آیتِ شریفہ کا مطلب یہ ہے کہ جس مرد کی طبیعت خبیث قسم کی ہے اور اس کو بیوی طیبہ، دیندار اور خوبصورت سی مل گئی لیکن خباثتِ طبع کی وجہ سے اس کی خبیث طبیعت تو خبیثہ، بازاری عورت اور نمائشی عورت کی طرف چلے گی، ایسے ہی عورت خبیثہ کو مرد نیک دیندار اور طیّب مل گیا لیکن اس کی طبیعت تو خبیثہ ہے تو اس خبیثہ عورت کی طبیعت تو اس خبیث مرد کی طرف جو شوخئ مزاج والا، آوارہ بدچلن ہو، تو میاں کی خبیث طبیعت تو ادھر چل رہی ہے، تم تو ماشاء اللہ تعالیٰ دیندار اپنی جگہ پر ہو یہ خبیثہ کا تصور کیسا؟ وہ تو اس کی خبیث طبیعت ہے تمہاری طبیعت تو دینداری کی ہے ماشاء اللہ تعالیٰ"۔

وہ بیچاری یوں سمجھی کہ شاید میرے اندر کوئی خباثت تھی جو مجھے ایسا خبیث مرد ملا۔ تو یہ شبہ اسی لئے پیدا ہوا کہ ترجمہ قرآن پاک کسی استاد سے نہیں پڑھا تھا، اسی طرح فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ میں بھی اسی لئے شبہ ہوتا ہے کہ آیت کا صحیح مطلب نہیں سمجھا جاتا۔ مطلب وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا کہ اگر کوئی بُرے افعال اختیار کر کے ضلالت چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ ضلالت کو پیدا فرما دیتے ہیں کیونکہ خالق ہر چیز کے وہی ہیں۔

Marfat.com

اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کے خالق ہیں۔

خلق وکسب کی ایک مثال:

مثال کے طور پر ایک شخص کو منزلِ مقصود کا راستہ معلوم نہیں ہے۔ دوسرا شخص اس کا ہاتھ پکڑ کر کہتا ہے اچھا تمہیں راستہ معلوم نہیں ہے۔ آؤ میں تمہیں راستہ بتاؤں اور اس نے راستہ بتلانا شروع کر دیا۔ دیکھو سیدھے جاؤ پھر داہنی طرف کو مڑ جانا، پھر بائیں طرف کو ہو جانا۔ پہلا شخص کہتا ہے اب مجھے راستہ معلوم ہو گیا، مگر جب چلنے لگا تو بتائے ہوئے راستہ کے خلاف جدھر کنواں ہے اُدھر کو جا رہا ہے تو رہبر نے ہاتھ پکڑ کر کہا ارے ارے ادھر نہیں ادھر کنواں ہے اب وہ پہلا شخص کہتا ہے اجی کنواں کہاں ہے؟ میرا ہاتھ چھوڑ دے، اس نے ہاتھ چھوڑ دیا کیونکہ وہ خود ہی کنویں میں گرنا چاہتا ہے کوئی عقل کا اندھا ہوگا، آگے چلا اور اندھیرے کی وجہ سے کنویں میں گر گیا، تو اس شخص کو راستہ دکھانے والے نے کنویں میں تھوڑا ہی گرایا ہے، اس نے تو منع کیا تھا، وہ تو ہاتھ پکڑے ہوئے تھا، مگر وہ ہادی کو ساتھ نہیں لے گیا وہ ہاتھ چھڑا کر خود کنویں میں گرا ہے ورنہ دین اسلام کا حکم تو کچھ اور ہے جس کو فارسی کے اس شعر میں بیان کیا گیا ہے ....

اگر بینم کہ نا بینا و چاہ است
اگر خاموش بنشینم گناہ است

اگر میں دیکھوں کہ نابینا جا رہا ہے اور سامنے کنواں ہے تو ایسے وقت خاموش بیٹھوں تو گناہ ہے۔

چنانچہ اگر تم دیکھو کہ نابینا جا رہا ہے اور آگے کنواں ہے تو اگر تم نماز بھی پڑھ رہے ہو تو تمہارا فرض یہ ہے کہ نماز کے مقابلہ میں نیت توڑ کر اس کو کنویں میں گرنے سے بچالو، یہ اسلام کہتا ہے اور جب کوئی بیچارہ تعلیماتِ اسلامی پر عمل کرتے ہوئے نیت توڑ کر بچانا چاہ

Marfat.com

رہا ہے ہاتھ پکڑ رہا ہے، تو نابینا صاحب چلا رہے ہیں کہ میرا ہاتھ کیوں پکڑ لیا، اس نے کہا ارے بھئی آگے کنواں ہے، تو نابینا کہتا ہے، چھوڑ میرا ہاتھ نہ معلوم تو کون ہے؟ اس نے کہا بہت اچھا تیری خوشی۔ اس نے ہاتھ چھوڑ دیا اور وہ کنویں میں گر گیا تو کنویں میں یہ خود گرا، یا اس (ہادی) نے گرایا اور اگر کوئی چٹ پٹا (ظریف) قسم کا آدمی ہے تو پیچھے سے تھوڑا سا دھکا بھی دیدے گا۔ خیر شریف آدمی تو ایسا نہیں کرسکتا تو بھلا اللہ تعالیٰ کسی کو ہدایت سے ہٹادے اور گمراہی میں ڈالے، کہیں ایسا ہوسکتا ہے۔ العیاذ باللّٰہ، العیاذ باللّٰہ، العیاذ باللّٰہ۔

تحقیق کی حیثیت سے تو عزت و ذلت اور ہدایت و ضلالت سب کچھ اسی کے دستِ قدرت میں ہے لیکن اس کی تخلیق ہمارے کسب پر مرتب ہوتی ہے، ہم جیسے اعمال کرتے ہیں حق تعالیٰ ویسی ہی تخلیق مرتب فرمادیتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف ذلت اور ضلالت کا انتساب مت کرنا یہ تم اپنی سوءِ تدبیر سے خود مول لیتے ہو، بلکہ یوں دعا مانگو کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت بخشیں اور سب کی مغفرت فرماویں۔ (آمین ثم آمین)

اور جس درجہ کا اخلاص ہوگا اسی درجہ کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت آئے گی، اللہ تعالیٰ لوگوں پر ظلم نہیں کرتا کہ ان کو قابلیت ہدایت کی نہ دے اور پھر مواخذہ فرمادے مگر لوگ خود ہی اپنے آپ کو تباہ و برباد کرتے ہیں کہ قابلیت موہوبہ کو ضائع کردیتے ہیں اور اس سے کام نہیں لیتے، غرضیکہ اللہ تعالیٰ نیتوں کا حال خوب جانتا ہے، اسی نیت کے اعتبار سے معاملہ کرتا ہے۔

نیتوں کی نگرانی ضروری ہے:

ہمیں اپنی نیتوں کو سوچنا اور سنبھالنا چاہئے۔ بزرگوں کی طرف اپنا انتساب (منسوب ہونا) لوگوں کی نگاہوں میں مختلف پہلوؤں پر مشتمل ہوتا ہے، بہت سی اغراضِ فاسدہ والی نیتیں ہوتی ہیں جیسے جاہ طلبی، مال طلبی، لوگوں سے اپنے کاموں کا نکالنا، اپنا اعتماد

Marfat.com

دوسروں پر قائم کرنا، تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ یہ صاحب فلاں جگہ فلاں صاحب سے تعلق رکھتے ہیں، تو ماشاء اللہ تعالیٰ سلیم الطبع صالح ہوں گے حالانکہ وہ کج طبع فاسد المزاج ہے، اپنا اعتماد لوگوں پر قائم کرتا ہے، دنیوی کام نکالنا چاہتا ہے اور شیخ کو دھوکہ میں ڈالنا اور رکھنا چاہتا ہے اور اپنی دنیا بنانا چاہتا ہے، لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ یہ فلاں جگہ جاتے آتے ہیں اور فلاں شخص سے تعلق رکھتے ہیں' انہیں کی صحبت میں بیٹھتے اُٹھتے ہیں تو یہ شخص بھی ماشاء اللہ تعالیٰ انہی کی طرح دیندار ہوگا' اس اعتماد کے قائم ہو جانے کے بعد اس شخص نے کبھی دو سو روپیہ اُدھار لے لئے اور واپس دیدیئے، کبھی سو لئے اور واپس کر دیئے، کبھی پانچ سو روپیہ لے لئے اور واپس دیدیئے، بس اسی نسبت وانتساب سے اعتماد قائم ہو گیا، جب خوب اعتماد بیٹھ گیا تو ایک دم دس ہزار روپے قرض لے لئے، اب دس ہزار روپیہ قرض لینے کے بعد نہیں دیتا، ایسا ہو گیا گویا کہ بھول گیا تقاضا کرنے پر ٹال دیتا ہے، یہ سب تجربات وواقعات ہیں' تو اس کا مقصود تو بس کام بنانا تھا، اس کا مقصود تو یہ تھا کہ دس ہزار روپے آجائیں، وہ آ گئے۔ جب ایسی نیت ہوگی تو ظاہر بات ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے اس کو کیا خاک نفع ہوگا اور کیا خاک ہدایت واصلاح ہوگی۔

الغرض بزرگوں کی طرف لوگوں کے آنے کی اور صحبت میں رہنے، بیٹھنے، اُٹھنے کی اور بیعت ہونے کی اور تعلق قائم کرنے کی نیتیں مختلف ہوتی ہیں، اسی نیت کے اعتبار سے نفع ہوگا، اگر اس کی نیت حق تعالیٰ کے ساتھ تعلق مضبوط اور قوی ترین کرنے کی ہے تو ویسا ہی فائدہ ہوگا اور اگر کسی دنیوی منفعت حاصل کرنے کی ہے تو اسی نسبت سے دنیا بھی حاصل ہو جائے گی، لیکن آخرت کا حصہ کتنا رہے گا۔ ہاں ایمان پر خاتمہ ہوا، تو جنت مل ہی جاوے گی لیکن اوّل ہی وہلہ میں مرتے ہی جنت ملنے کا کوئی سوال نہیں کیونکہ دنیادار کو بھی مرتے ہی اوّل وہلہ میں جنت مل جائے تو پھر احکام کا مکلف کرنا کیسا ہے؟ گناہوں پر سزا کیوں

Marfat.com

لکھی ہے؟ کفر اور اس پر مجرم کیوں قرار دیا جارہا ہے؟

جنت ملنے کے دو (۲) درجے :

تو بات دراصل یہ ہے کہ ایک تو من حیث الایمان جنت کا ملنا ہے اور ایک من حیث الایمان الکامل جنت میں داخل ہونا ہے۔ لہٰذا ایمانِ کامل کی حیثیت سے جنت کا ملنا اوّل وہلہ میں ہوگا اور مطلق ایمان کی حیثیت سے جنت کا ملنا اوّل وہلہ میں نہ ہوگا بلکہ سزا بھگت کر ہوگا۔

حاجی صاحبؒ کی غایتِ تواضع :

ایک شخص نے اپنے آپ کو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ العزیز کا داماد ہونا ظاہر کیا، حالانکہ آپ کی کوئی صاحبزادی ہی نہیں تھی، پھر داماد ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اب لوگ تحقیق تو کرنا جانتے ہی نہیں، سمجھے ہاں بھائی داماد ہوگا تو اس نسبت پر خوب دنیا کمانی شروع کر دی جہاں جاتا ہے خوب خدمت کی جارہی ہے، بعض اولیاء اللہ عجیب و غریب متصف بصفاتِ حق و متخلق باخلاق اللہ تعالیٰ ہوتے ہیں، حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ بھی ایسے ہی تھے کہ آپ جامع الصفات' پہ توِ حق صفت رأفت و رحمانیت اور رحیمیت کے مظہر اتم، گویا کہ آپ سراپا رحمۃ للعالمین تھے جب کسی نے حضرت حاجی صاحبؒ سے کہا کہ حضرت فلاں شخص اپنے کو حضرت کا داماد ظاہر کر کے آپ کے مریدوں سے خوب دنیا حاصل کر رہا ہے چونکہ حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ پر شفقت مروّت اور عبدیت غالب تھی تو آپ نے فرمایا کہ :

"ارے بھائی ! اب تک مجھ سے کسی کو دین کا تو کچھ نفع ہوا نہیں' اگر کسی کو دنیا کا نفع ہو جائے تو کیا میں اس کو بھی بند کر دوں"۔

Marfat.com

سبحان اللہ کیا خوب تواضع اور عبدیت ہے تو بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ غیر واقعی نسبت سے بھی نفع حاصل کر لیتے ہیں۔

ایک ضروری انتباہ :

دنیوی نقطۂ نظر سے چاہے یہ لوگ کما لیں کہ کسبِ دنیا (دنیا کمانا) ان کے ذہن میں ہے کیونکہ اہل دنیا نے اکتسابِ دنیا کو صرف حصول مال ہی کے اندر محصور کر دیا ہے حالانکہ اکتسابِ دنیا نام ہے، مال و جاہ دونوں کے حاصل کرنے کا۔

ایک شرعی اُصول :

اور دینِ اسلام نے اکتسابِ دنیا کا جواز اس وقت رکھا ہے جبکہ اکتسابِ دنیا اُمورِ آخرت (آخرت کے کاموں) میں مخل نہ ہو یعنی آخرت کے جو اعمال و معاملات ہیں۔ ان میں مالِ دنیا کا حاصل کرنا خلل ڈالنے والا نہ ہو، تب اس مالِ دنیا کا کمانا جائز رکھا ہے اور اگر آخرت کے معاملات و اعمال میں اور آخرت کے کاموں میں اس کا کمانا خلل ڈالتا ہو تو جائز نہیں قطعاً حرام ہے۔ یہ قاعدہ ہے یہ اُصول ہے کہ اصلِ حیات یعنی آخرت کے کاموں میں خلل پڑ گیا تو ایسی دنیا مذموم (بری) ہے۔ حیاتِ دنیا آخرت کے کاموں کے لئے ہے۔ ارشادِ نبویؐ ہے :اَلدُّنیَا مَزرعة الاٰخرة۔(التشرف) یعنی دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

حضور ﷺ کا مقصد یہ ہے کہ آخرت کے کاموں کو مقدم رکھو، ایسے دنیوی کاموں کو مت کرنا جن سے آخرت کے کاموں میں خلل پڑ جاوے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے :

طلب کسب الحَلال فرِيضَة بَعْد الفريضه۔ (ترغیب وترہیب ج ۳ ص ۱۲)

دنیا کا کمانا فرض ہے مگر آخرت کے کاموں کے فرض کے ادا کرنے کے بعد۔

یہ اُصول اور کلیہ ہے مگر اب حال یہ ہے کہ کاشتکار صبح سویرے ہی اُٹھ کر کھیت پر

Marfat.com

جنگل چلا جاتا ہے اور تاجر صبح ہی اُٹھ کر دوکان پر چلا جاتا ہے اور ملازم صبح ہی اُٹھ کر دفتر میں چلا جاتا ہے اور طالبِ علم غیر دینی صبح ہی اُٹھ کر پڑھنے چلا جاتا ہے۔ نماز کا نام ہی نہیں حالانکہ چاہئے تھا کہ سب سے پہلے صبح اُٹھ کر ضروریاتِ طبعیہ سے فارغ ہو کر پہلے وضو کرتا اور وضو کے بعد مسجد جا کر جماعت سے تکبیرِ اولیٰ کے ساتھ نماز پڑھتا اور پھر اُمورِ معاش کی طلب وتلاش میں نکلتا کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے:

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ (پ۲۸ع۱۲)

یعنی جب تم نماز پڑھ چکے تو اب مسجد میں مت بیٹھے رہو زمین میں پھیل جاؤ، نکل جاؤ۔ .... مگر کاہے کے لئے؟

سینما اور ٹی وی برائیوں کی جڑ ہے:

کیا سینما یا ٹیلی ویژن دیکھنے کے لئے جو آج جگہ جگہ سڑکوں پر چوراہوں پر بیٹھکوں اور گھر گھر میں بے حیائی، گمراہی کی جڑیں مضبوط کرنے اور قوم مسلم کو بگاڑنے کے لئے لگے ہوئے ہیں، دوسرے لوگوں کا کچھ نہیں بگڑتا کیونکہ وہ تو انتہائی کنارہ پر پہنچ چکے، ادھر مرا، اُدھر گرا، دوزخ نقد حال اس کے لئے لازم ہے، یہ تو بگاڑ مسلم ومؤمن کا ہے، جس کو مسلمان بھائی سمجھتے ہی نہیں، شب وروز بگڑتے چلے جا رہے ہیں۔ سینما و ٹیلی ویژن وغیرہ یہ سب مسلمانوں کے بگاڑنے کا ایک اچھا خاصا تبلیغی ذریعہ ہے کچھ کہنا بھی نہیں پڑتا اور بگڑتے چلے جاتے ہیں۔

فواحش اور منکرات سے اجتناب:

جیسے لڑکوں کا لڑکوں کے ساتھ تعلق، میل جول یہ فتنہ ہے اور بڑا بھاری فتنہ ہے حتیٰ

Marfat.com

کہ جوانوں کا جوانوں کے پاس اُٹھنا بیٹھنا بھی فتنہ ہے، اسی طرح سے یہ ٹیلی ویژن و سینما بھی ایک بہت بڑا فتنہ ہے تو کیا مسجد سے نماز پڑھ کر اس کے لئے نکل جاؤ، ہرگز نہیں بلکہ تمہاری نماز تو منع کر رہی ہے ابھی تو بڑے عظیم الشان ذوالجلال والاکرام کے ساتھ باتیں کر رہا تھا اور بعظمت و جلالت ایک عظیم المرتبت کا نام لے رہا تھا، اس کے سامنے جھک رہا تھا، پیشانی رگڑ رہا تھا اور گردن جھکا کر بایں عظمت و محبت بیٹھا ہوا تھا اور وہاں سے ذرا نکلا، باہر آیا تو اب ٹیلی ویژن اور سینما میں جا رہا ہے، لڑکوں اور لڑکیوں کو گھور رہا ہے، تاک جھانک رہا ہے اور دوسروں پر حقارت کی نظر ڈال رہا ہے، زبان کو بدکلامی اور بدزبانی میں ملوث کر رہا ہے، آپس میں گالی، گلوچ کر رہا ہے، فحش و منکرات میں مبتلا ہے تو کیا اس باعظمت و جلالت نماز کا یہی تقاضا تھا، وہ نماز تو سب فحش و منکرات سے منع کر رہی ہے۔

الغرض فانتشروا فی الارض سے سینما، ٹیلی ویژن اور گالی گلوچ کے لئے نکلنا مراد نہیں بلکہ حق تعالیٰ آگے خود اس کے غرض ارشاد فرماتے ہیں کہ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (اللہ کا فضل تلاش کرو) اس فضل کے تلاش کرنے کے لئے زمین میں پھیلنے کو فرمایا جا رہا ہے۔ رہا یہ سوال کہ مسجد میں آنا اور بیٹھنا وہ بھی تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے لئے ہے۔ اسی لئے تو بیٹھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل حاصل ہو، پھر اللہ کا فضل تلاش کرو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک فضل حاصل ہو گیا تو اب دوسرے فضل کی طلب کرو تفسیر کے لئے خود مطالعہ کریں۔

ایک تفسیری نکتہ :

جب مسجد میں اللہ کو راضی کرنے کے لئے گیا تھا اور وہاں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے ہی بیٹھا ہے لیکن نماز سے فارغ ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ خود اسے نکال رہے ہیں اور عجیب عنوان ارشاد فرما رہے ہیں کہ فانتشروا فی الارض (زمین میں پھیل جاؤ)

Marfat.com

ایک بلاغتی نکتہ :

یہاں صلہ فی ہے علیٰ نہیں، ورنہ قاعدہ سے علیٰ ہوتا کہ انتشار (پھیلنا) زمین کے اوپر ہوتا ہے، زمین کے اندر نہیں ہوتا لیکن اس کے باوجود فی جوظرف کے لئے آتا ہے اس کا استعمال کیا گیا ہے۔ لفظ علیٰ سطحیت اور لفظ فی تعمق پر دلالت کرتا ہے، چنانچہ نظرت علیٰ الکتاب کتاب پر سطحی نظر کی اور نظر فی الکتاب کتاب میں تعمق سے نظر کی۔ اسی طرح یہاں ممکن ہے کہ لفظ فی لاکر اس طرف اشارہ ہو کہ زمین پر چلنا، پھرنا تعمق کے ساتھ ہو، محض سطحیت کے ساتھ نہ ہو، یعنی کائنات ارض میں غور کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و یکتائیت کی معرفت حاصل کرتا رہے، نیز عالم کے تغیر و فناء کو سوچتا رہے تاکہ اس عالم میں زیادہ انہماک نہ ہو جائے، واللہ اعلم۔

الغرض ارشاد ہے کہ نماز سے فارغ ہو کر زمین میں پھیل جاؤ۔ سوال ہوتا ہے کہ کس چیز کے لئے زمین میں پھیل جائیں؟ تو ارشاد ہوتا ہے :

وَابۡتَغُوا مِن فَضۡلِ اللّٰہِ (اللہ کے فضل تلاش کرنے کیلئے نکل جاؤ)۔

سوال ہوتا ہے کہ اللہ آپ کے فضل حاصل کرنے کے لئے ہی تو فضل کے گھر (مسجد) میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس سے بہتر اور کونسا فضل ہے کہ اس کے لئے آپ نکلنے کا حکم فرما رہے ہیں۔ ارے وہ روزی ہے روزی وَابۡتَغُوا مِن فَضۡلِ اللّٰہِ، اللہ کے فضل یعنی روزی کو تلاش کرو۔ یعنی فضل سے مراد روزی ہے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد تم یہاں مسجد میں کیا بیٹھے ہو۔ زمین پر چلو، پھرو اور روزی کی تلاش کرو۔ تم یہ سمجھے کہ نماز پڑھنا، تسبیح پڑھنا اور تلاوت کرنا بس یہی فضل کا چاہنا ہے، ارے روزی کا تلاش کرنا، چلنا پھرنا، ڈھونڈنا یہ بھی فضل یعنی عبادت ہی ہے۔ چلو، نکلو، جاؤ اور وَ ابۡتَغُوا مِن فَضۡلِ اللّٰہِ اللہ کے فضل کو تلاش کرو۔

Marfat.com

تلاشِ روزی کے حکم میں نکتہ :

اور یہ اس لئے فرمایا کہ مجھے بھول کر روزی تلاش نہ کرنے لگیں کیونکہ روزی کو تو ہر صورت میں تلاش کرنا ہی ہوگا، کہیں ایسا نہ ہو کہ تجارت' زراعت' صنعت و حرفت' مزدوری وملازمت میں مجھے بھول کر روزی تلاش کرنے لگیں اور جب وہ حاصل ہو جائے تو اپنی سعی و کوشش کا نتیجہ سمجھ کر اپنے اوپر نظر ہونے لگے بلکہ اس کو بھی میرا فضل سمجھیں کیونکہ دل و دماغ اور عقل میری دی ہوئی ہے، ہاتھ، پیر اور سب اعضاء میرے دیئے ہوئے ہیں۔ تم نے اپنی کس چیز سے کمایا؟ یہ سمجھ کس کی دی ہوئی تھی؟ پھر تم نے جو کمایا ہے ارے فلاں شخص نے کیوں نہیں کمالیا؟ یہ بھی تو میرا فضل ہی ہے تو اپنی کوشش کا نتیجہ سمجھتا ہے۔ قارون کی طرح اپنی جدوجہد' بھاگ دوڑ کا نتیجہ سمجھ بیٹھا، کیا تجھے معلوم نہیں پھر کیا حشر ہوا! جب قارون نے یہ سمجھا کہ یہ جو کچھ مال و دولت ہے میری کوشش اور میرے علم وفن کا ثمرہ ہے، اس میں دوسرے کسی کا کوئی سہارا نہیں نہ خالق کا، نہ کسی مخلوق کا، مجھے جو کمانے کا فن آتا ہے یہ میں نے اس سے حاصل کیا ہے۔ اچھا' یہ سمجھتا ہے، بس آ گیا قہرِ خداوندی' وہ خزانہ بھی گیا، خود بھی گیا، سب درہم برہم ہو گیا۔

لہٰذا معلوم ہوا جو کوئی چیز بھی ہمارے پاس ہے وہ تو کیا ہم خود بھی ذاتی طور اپنے نہیں' کسی اور ذات کی ملکیت ہیں۔ تو اب جو چیز ہمارے پاس ہے، وہ بالذات ہماری نہیں کسی اور کی ہے۔ چنانچہ جس شخص کی فہمِ سلیم اور عقلِ مستقیم اس بات پر جم جاوے گی اس کو کسی بھی کمالِ ظاہری و باطنی خواہ مالی ہو، یا جاہی ہو، جسمانی ہو، روحانی قوت ہو، دولتی قوت ہو یا شاہی وملکی قوت ہو یا گروہ بندی کی قوت ہو کہ ایسی ایسی جماعتیں (پارٹیاں) ہمارے ساتھ ہیں، ان کی قوتوں کے حاصل ہونے پر بھی فخر و اختیال نخوت و اترانا پن کبھی نہیں آ سکتا۔ اسی لئے اہل اللہ جن کو حقیقۃً اہل اللہ کہتے ہیں ان کے اندر کبھی تکبّر کا نام نہیں آ سکتا،

Marfat.com

وہ تو ہر چیز کو ادھر ہی منسوب کرتے ہیں۔

کسی کمال پر کبھی نہ اترانا چاہئے:

علمی و عملی اور تقویٰ و پرہیزگاری کا کمال بھی آ گیا تو ان سب کمالات کو حقیقی مسبب الاسباب جان کر حق تعالیٰ کے طرف ہی منسوب کرتا ہے۔ اپنے کسی کمال کی طرف منسوب نہیں کرتا، بلکہ عطاءِ خداوندی سمجھتا ہے کہ ہیں ایسا نہ ہو کہ سلب ہو جاوے (چھن جاوے) اس لئے ہر ایسی حرکت سے، ہر ایسے فعل سے، ایسے کلام و کام سے بچتا ہوا رہے گا جو حق تعالیٰ کی مرضی کے ذرّہ برابر بھی خلاف ہو کہ کہیں یہ خطا و قصور اس عطاءِ خداوندی کے سلب (چھن) جانے کا سبب نہ ہو جائے۔

کمال کے عارضی سلب ہونے میں حکمت:

اور بعض دفعہ وقتی طور پر کمال (عارضی) سلب ہو جاتا ہے مگر اس کا سبب ہمیشہ خطاء ہی نہیں ہوتا بلکہ حق تعالیٰ اس کو اپنی طرف پورا متوجہ رکھنے کے لئے سلب فرما دیتے ہیں کہ اپنی طرف اس کی نظر نہ جائے اور اپنے اوپر ذرّہ نظر نہ رکھنے پاوے بلکہ میری طرف ہی مزید نظر جمی رہے۔ حضرت والا نور اللہ مرقدہٗ کو گڑھی پختہ والوں نے مدعو کیا، آپ تشریف لے گئے اور آپ جہاں جاتے تھے وعظ کا سوال پہلے ہوتا تھا کیونکہ اسی لئے بلایا جاتا تھا۔ چنانچہ وعظ کہنے کے لئے منبر پر بیٹھ گئے، خطبہ پڑھا اور بعد خطبہ آیت بھی پڑھ دی۔ اب اسی آیت کو بار بار پڑھ رہے ہیں لیکن مضمونِ وعظ بیان کے لئے ذہن شریف میں نہیں آتا۔ جب دو چار مرتبہ آیت پڑھنے کے بعد بھی مضمون ذہن میں نہیں آیا تو سوچا اور چاہا کہ پہلے وعظوں میں سے ہی کسی وعظ کو دہرا دوں مگر وہ بھی ذہن میں نہیں آتا۔ بالآخر منبر پر سے یہ کہہ کر اُتر آئے کہ اس وقت ذہن میں کوئی مضمون نہیں ہے۔ لہٰذا بیان نہیں ہوتا۔

Marfat.com

تو حضرت والا کو قوتِ علمیہ وعملیہ نہایت وافر درجہ پر ماشاء اللہ حاصل تھی لیکن اس وقت قوتِ علمیہ وقتی طور پر جو سلب ہوگئی، اُس کا سبب کوئی خطاء نہیں بنا بلکہ بعض حضرات کاملین واکملین کو ذاتِ باری تعالیٰ اور زیادہ چاہتے ہیں اپنی چھاتی (سینہ) سے لگانا اور لگائے رکھنا کہ لگے ہوئے تو ہیں ہی مگر دائماً لگائے رکھنا منظور ومحبوب ہوتا ہے۔

کسی بھی حاصل شدہ کمال پر ناز وفخر کرنا جائز نہیں کیونکہ وہ کمالات خود تمہارے ذاتی نہیں بلکہ عطاءِ خداوندی ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ خطاء ہونے پر سلب ہو جائے اور باقی نہ رہے تو زوال کا اندیشہ ہوگیا۔

قناعت وکفایت دونوں کا خیال ضروری ہے :

نعمت آئی تو اترانا پن نہ ہونا چاہئے تھا بلکہ قناعت سے کام لینا اور جب ختم ہو جاتی تو کفایت شعاری سے کام لینا چاہئے تھا، لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ دولت آئی تو اترا گیا اور لگا خوب خرچ کرنے اور جب ختم ہوگئی تو لگا مانگنے کہ قرض دیدو، بس نہ قناعت ہی اختیار کی اور نہ کفایت شعاری کہ تُل کر (بہت جانچ کر) خرچ کرتا۔ شادی ہوئی اس میں خوب خرچ کردیا۔ اب ہاتھ خالی ہوگیا تو مانگتا پھرتا ہے۔

منگنی بھی شادی کی طرح ہونے لگی :

اب تو یہ حال ہے کہ منگنی میں بھی پچاس، سو آدمی بلائے جاتے ہیں۔ ابھی چند روز کی بات ہے ایک صاحب آئے کہہ رہے تھے کہ منگنی میں پچاس، سو آدمی بلائے ہیں، میں نے کہا کہ جس وقت بات چیت منگنی کی ہوئی تھی دو چار آدمی تو موجود ہوں گے، کہا جی ہاں موجود تھے مگر پھر پچاس سو آدمیوں کو لڑکی والے کی طرف سے بلا رہا ہے۔ اگر برا نہ مانو تو ایک بات کہہ دوں، آج مسلمان کا مسلمان پر اعتبار نہیں رہا کیونکہ جس وقت بات چیت ہوئی تھی

Marfat.com

دو چار آدمی تو آئے تھے مگر حالات ایسے ہو گئے کہ مسلمان کا مسلمان پر اعتبار نہیں رہا۔ اس لئے بات پکی ہونے کے بعد پچاس سو آدمیوں کو بلا رہا ہے تاکہ کل کو پھر نہ جائے، اور عقیقہ میں بکرے تو دو ہی ذبح ہوں گے لیکن برادری کو کھانا کھلانا ہے، اس لئے لاؤ ایک کٹڑہ بھی ذبح کرالوں اور پھر پلاؤ وغیرہ بھی ہو جاوے۔ تو دیکھئے عقیقہ کیا ہوا اچھی خاصی شادی ہو گئی۔

عقیقہ کی شرعی حیثیت :

حالانکہ عقیقہ کی شرعی حیثیت صرف اتنی ہے کہ ساتویں دن بچہ کا سر منڈوادو اور بالوں کی مقدار چاندی خیرات کردو، وہ بھی جب کہ پاس ہو اگر اللہ نے زیادہ دیا ہے لڑکی کے لئے ایک بکرا اور لڑکے کے لئے دو بکرے ذبح کر کے قربانی کی طرح تین حصے کرلو۔ ایک خود رکھ لو، ایک غریبوں میں تقسیم کردو اور ایک اپنے عزیزوں کو تقسیم کردو۔

زمین میں پھیلنے کی تیسری وجہ :

یہاں سے ایک اور بات معلوم ہو گئی جو نماز پڑھ کر زمین میں نکلنے کی تیسری وجہ ہے، وہ یہ کہ یہ عالم، عالم الاسباب، یعنی یہاں ہر چیز کے حصول کو اسباب کے ساتھ متعلق کر دیا ہے، پس ان اسباب کو جو کسی چیز کے حاصل کرنے کے لئے حق تعالیٰ نے مقرر فرما دیئے ہیں، ان اسبابِ صحیحہ، جائزہ کو اختیار کرو، پھر کامیابی کی اُمید رکھو، تو جس طرح مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے آنا فضلِ الٰہی ہے اسی طرح روزی کمانے کے لئے مسجد سے نکل جانا بھی فضلِ الٰہی ہے۔ اسی طرح جائز طرح کمانے میں بھی ہاتھ، پاؤں، آنکھ، زبان کا ہلانا یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور عبادت ہے، اجرِ عظیم ہے۔

فنا فی اللّٰہ کا مفہوم :

ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر نظر رکھنا، اپنے ہاتھ، پیر، دماغ و عقل وغیرہ پر نظر رکھنے کو

Marfat.com

پھینک دینا بس اللہ تعالیٰ پر نظر رکھنا اسی کا نام صوفیہ کی اصطلاح میں فنائیت ہے، اسی کو مٹائیت کہتے ہیں، یہ تمام نکتے فضل اللہ سے نکل رہے ہیں، دیکھئے کس طرح اپنے اوپر سے نظر ہٹادی کیسا ہی کمالِ جسمانی، کمالِ علمی، کمالِ عملی، کمالِ مالی، کمالِ دولتی، کمالِ ملکی ہو، ان سب سے نظر اُٹھادینا چاہئے، اپنے کو فنائیت کے گھاٹ اُتار دیا، اپنے کو مٹیت کے اندر لے لیا، مٹی پن آ گیا، اپنے اوپر سے نظر ہٹالی، اسی کا نام فناء ہے اور اس بیچارہ کو اس فناء پر بھی نظر نہیں، اسی کو فناء الفناء کہا جاتا ہے۔

فناء کی حقیقت :

فناء کی حقیقت یہ ہے کہ تمہارا نفس جو شیطان کے ساتھ مل کر کہ نفس بادشاہ اور شیطان وزیر ہے یہ دونوں مل کر حق تعالیٰ کے حکم کے خلاف سبق پڑھاتے ہیں۔ یہ مخالفت نہ رہے، بس مرضی حق تعالیٰ کی رہ جاوے اور کام کرنے اور کلام کرنے سے پہلے سوچ لے کہ اس کام اور کلام میں حق تعالیٰ کی مرضی ہے یا نہیں، اگر ہو تو بولو اور کرو اور نہ ہو تو نہ بولو اور نہ کرو، جب ایسا ہو گیا تو فناء آ گئی۔ یہ ہے فناء کی حقیقت۔

اسلام رہبانیت کی تعلیم نہیں دیتا :

یہاں سے عوام کے اس اعتراض کا جواب نکل آیا جو مولویوں پر کیا جاتا ہے کہ یہ تو چاہتے ہیں کہ بس راہب بن کر مسجد میں بیٹھ جائیں۔ بھلا ایسا کوئی مولوی کہہ سکتا ہے؟ حق تعالیٰ تو یوں فرمائیں کہ نماز سے فارغ ہو جاؤ تو زمین میں روزی تلاش کرنے کے لئے پھیل جاؤ اور مولوی اس کے خلاف کہے بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کوئی سیاحی مولوی ہو گا تو کہہ دے گا، حقیقی مولوی ایسی بات نہیں کہہ سکتا۔ سیاحی عطائی مولوی کو کہتے ہیں جو گھر بیٹھے کتابیں دیکھ کر بلا استاذ پڑھے بیچارہ مولوی بن گیا ہوگا، وہ تو ایسی بات کہے تو کہہ دے یہ تو مولوی

Marfat.com

نہیں ہے، یہ تو مولا والا نہیں ہے، ہاں مُولی والا ہے۔ "بات سمجھ میں آئی"۔

آپ مُولی جانتے ہیں (ایک سبزی ہے) مولوی میں مولیٰ بمعنیٰ اللہ اور یا نسبتی جیسے افریقی میں یاء نسبتی (افریقہ والا) اسی طرح مولوی اللہ والا اور مُولوی (مُولی والا)۔ ایسے سیاح، عطائی کو تم نے خواہ مخواہ مولوی سمجھ لیا جہاں کسی نے لچھے دار تقریر کی مشق کی اس طرح کہ بس اس کی تقریر سنتے ہی رہو، کبھی تڑپا رہا ہے، کبھی ہنسا رہا ہے، کبھی رُلا رہا ہے، کبھی بڑے دلکش آواز کے ساتھ نعتیں پڑھ رہا ہے، خوب واہ واہ ہو رہی ہے اور جب وہاں سے اُٹھ کر آئے تو جیسے آئے تھے ویسے ہی خالی چلے گئے۔ کوئی چائے پلانے میں لگا ہوا ہے، کوئی شربت پلانے میں لگا ہوا ہے، کوئی مجلس کی آرائش میں لگا ہوا ہے، کوئی خیموں کے اندر لگا ہوا ہے، کوئی دیکھ بھال میں لگا ہوا ہے، جب مجلس ختم ہوگئی تو جس نے بلایا تھا انتظام کے عمدہ ہونے کی وجہ سے اس کی واہ، واہ ہوگئی، نعتیں وغیرہ پڑھنے والوں کی بھی واہ، واہ ہوگئی۔ تقریر کرنے والے کی بھی واہ، واہ ہوگئی اور آمد و رفت کے کرایہ کے علاوہ کچھ اور بھی مل گیا، جیسا داعی ہو، اپنی حیثیت کے موافق کرایہ سے زائد ہی دیتا ہے۔ یہ سب کچھ ہوگیا۔

وعظ کا مقصد اور نیت کا ثمرہ :

مگر وعظ کا جو مقصد ہے یعنی دینی فائدہ ہو، دنیا سے دل ہٹے اور آخرت کی طرف راغب ہو، وہ کسی کو حاصل نہ ہوا، بلانے والا بھی شہرت اور ناموری کے لئے بلاتا ہے، اس کو بھی دنیوی فائدہ تو چاہے ہوگیا لیکن آخرت کا ثواب نہ ملا کیونکہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں :

اِنّما الاعمالُ بالنیات وانما لامرء مانوی۔ (مشکوٰۃ شریف ۱/۱۱)

بس اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور بس ہر شخص کو وہی ملے گا جو اُس نے نیت کی

Marfat.com

ہے۔

یعنی رسولِ مقبول ﷺ فرماتے ہیں کہ تمام کاموں میں نیت کا اعتبار ہے اگر نیت اچھی ہوگی تو ثواب ملے گا ورنہ نہیں۔ یہاں تک کہ ہجرت جو ابتداءِ اسلام میں بہت بڑا عمل تھا اس کی بھی یہی حالت ہے۔ چنانچہ آگے رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں :

فمن كان هجرته الى الله و رسوله فهجرته الى الله و رسوله و من كان هجرته الى دنيا يصيبها او امرءة يتزوجها فهجرته الى ما هاجر اليه.

(متفق عليه (مشكوة : ۱/۱۱)

سو جس کی ہجرت اللہ اور رسول کی طرف ہے تو اس کی ہجرت اللہ اور رسول کی طرف ہے (یعنی یہ ہجرت لائقِ مدح ہے) اور جس کی ہجرت کسی دنیا کی طرف ہے کہ وہ اس کو مل جائے یا کسی عورت کی طرف ہے کہ اس سے نکاح کرے تو اس کی ہجرت اس چیز کی طرف ہے جس کی ہجرت میں نیت کی ہے۔

مطلب ظاہر ہے کہ ہجرت جیسے نیک عمل میں بھی ثواب اسی وقت ملے گا جبکہ اللہ اور رسول کی خوشنودی کے لئے یہ عمل کیا ہے ورنہ ہرگز ثواب نہ ملے گا۔ دوسرے اعمالِ خیر کا بھی یہی حال ہے مثلاً کوئی شخص اللہ کے لئے مسجد بنواتا ہے یا کوئی شادی کے بعد سنتِ رسول سمجھ کر ولیمہ کرتا ہے تو بے انتہا ثواب ہے اور اگر شہرت و ناموری کے لئے ایسا کرتا ہے تو اُلٹا گناہ ہوا۔

الغرض اللہ تو یہ فرماویں کہ نماز پڑھ کر زمین میں پھیل جاؤ اور روزی کماؤ، حق تعالیٰ کا فضل سمجھتے ہوئے۔ جب مولیٰ (اللہ تعالیٰ) یہ کہہ رہا ہے تو بھلا کوئی مولوی یہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ راہب بن جاؤ؟ مسجد میں بیٹھے رہو؟ فهو يتهمنا (وہ ہم کو بہتان دیتا ہے) اللہ تعالیٰ ہم سب کو معاف کرے۔

Marfat.com

روزی کمانا اور اللہ کی یاد :

لیکن یہ نکلنا اس روزی کے لئے ہو جو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کیونکہ وابتغوا من فضل اللہ فرمایا گیا ہے۔ رہا یہ سوال کہ اس کی پہچان کیا ہے کہ یہ روزی کمانا اللہ کا فضل ہے تو حق تعالیٰ خود آگے ارشاد فرماتے ہیں: واذکروا اللّٰہ کثیرًا یعنی روزی کمانا جو اللہ کا فضل ہے، اس میں ایسے مت لگ جانا کہ مجھے بھول جاؤ اور جس طرح چاہو کمانے لگو، پھر وہ اللہ کا فضل کہاں رہے گا کہ نہ جائز کا خیال رکھا نہ ناجائز کا، نہ حلال کا خیال رکھا نہ حرام کا اور اس کمانے میں ایسا لگا کہ جب اس کے بعد نماز کا وقت آیا تو اس کا اس کمانے کے اندر بھی خیال نہ رکھا۔

یاد کی حقیقت :

اور جب تم اللہ کے فضل یعنی روزی کمانے میں لگو تو ایسے مت لگ جانا کہ اللہ کی یاد جو دل میں ہوتی ہے وہ بھی نہ رہے بلکہ کثرت سے اُس کی یاد دل میں رہے، جس کا یہ اثر ہو کہ حلال وحرام کا خیال رہے، جائز وناجائز کا خیال رہے۔ اور اللہ کی یاد دل میں اس وقت جمے گی جبکہ نمازوں کو نمازوں کے اوقات میں صحیح طریقہ سے، کہ نمازوں کے جو آداب ہیں ان کے ساتھ اہتمام سے ادا کی جائیں۔

نماز جامع اذکار وعبادت ہے :

کیونکہ نماز جامعِ اذکار ہے، وہاں تسبیح بھی ہے، وہاں تحمید بھی ہے، وہاں تکبیر بھی ہے، وہاں ہاتھوں کو کانوں تک اُٹھا کر اس اشارہ کا یہ مطلب ہے کہ میں اس وقت دنیا کے تعلق اور دنیا کی محبت کو دل سے نکال کر پشت کے پیچھے پھینک رہا ہوں اور جو اللہ تعالیٰ نے کلمۂ لا الٰہ الّا اللّٰہ نفی واثبات تعلیم فرمایا تھا، دنیا کو اب عملاً اس کو کر کے دکھلا رہا ہوں، اب

Marfat.com

میں نے دنیا کے تعلق و محبت کو دل سے نکال کر پھینک کر میں نے اپنے نفس کو پکڑ لیا ہے۔ لطیفۂ نفس ناف کے نیچے ہے، اسی جگہ ہاتھ باندھے جاتے ہیں تو اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ نفس کو پکڑ لیا، کہیں لوٹ کر نہ آ جاوے، اللہ تعالیٰ کا نام لینا شروع کر دیا۔ اللہ اکبر، تسبیح شروع کر دی، سبحان اللہ، تحمید شروع کر دی الحمد للہ پھر القاب و آدابِ ذکر کرنا شروع کر دیئے، الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین ایاک نعبد پھر مانگنا شروع کر دیا و ایاک نستعین اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔

جب کسی کو درخواست دیتے ہیں تو پہلے مدح و ثنا ہوتی ہے، القاب و آداب ہوتے ہیں، اسی فطری طریقہ کا حق تعالیٰ نے نماز کے اندر حکم صادر فرمایا ہے۔ اور ایاک نستعین میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہ سب کچھ تحمید و القاب اور عبادت سب آپ کی مدد کے ساتھ ہیں، آپ کی مدد کے بغیر مجھ سے کوئی عمل نہیں ہو سکتا، یہ جو کچھ ہو رہا ہے آپ کی مدد شاملِ حال ہے، عبادت بھی آپ کی مدد کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ اسی لئے ایاک نعبد کے بعد وایاک نستعین ہے جس میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہ عبادت بھی آپ کی مدد سے ہو رہی ہے، آپ کی مدد نہ ہو تو کوئی عبادت بھی نہیں ہو سکتی۔

ایاک نعبد میں ایک نکتہ:

اس کے بعد علماء اور طلبہ کے سمجھنے کا ایک نکتہ بیان کرتا ہوں۔ یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھی جائے تب تو ایاک نعبد و ایاک نستعین جمع کا صیغہ لانا درست ہے کہ امام کے ساتھ نماز میں بہت سے شریک ہیں، لہٰذا امام سب کی طرف سے درخواست کر رہا ہے لیکن جب تنہا نماز پڑھ رہا ہے تو اس وقت تو تنہا ہے ایاک نعبد و ایاک نستعین کے بجائے واحد کا صیغہ پڑھنا چاہئے تھا۔ انفرادی حالت میں جمع

Marfat.com

کا صیغہ کیوں لایا گیا؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم اکیلے نہیں ہیں ہمارے ساتھ روح بھی ہے، دل بھی شریک ہے، اس عبادت میں زبان بھی شریک ہے، ہاتھ بھی شریک ہیں، پیر بھی شریک ہیں، نیز اس عبادت میں مال بھی شریک، کپڑے بھی شریک کہ اس میں پیسہ خرچ کیا ہے۔ تو بندہ اس سارے مجموعے کو اللہ کے سامنے پیش کر رہا ہے۔ سو اس تمام مجموعے کو از سرتا پیر اللہ کے سامنے پیش کر کے عبادت کر رہا ہے۔ اور چونکہ ایسی عبادت کوئی معمولی چیز نہیں ہے اس لئے ایاک نستعین میں اللہ تعالیٰ سے مدد چاہ رہا ہے کہ اے اللہ! ایسی عبادت کی توفیق بھی آپ ہی دے سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایاک نعبد میں ایاک باوجودیکہ مفعول بہ ہے جس کا حق فعل سے مؤخر ہونے کا ہے مگر یہاں تقدیم مفعول حصر کے لئے ہے یعنی صرف آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور چونکہ ایسی عبادت بلا صراط مستقیم کے نہیں ہوسکتی، اس لئے آگے صراط مستقیم کی ہدایت مانگ رہے ہیں کہ اے اللہ! سیدھے راستہ پر چلا، بالکل ٹھیک ٹھاک صحیح راستہ، اس راستہ پر سے کہیں ڈگمگا نہ جاؤں، اس طرح کہ نہ آنکھ غلطی کرنے پائے نہ زبان، نہ کان، نہ دل، نہ ہاتھ، نہ پیر۔ صراطِ مستقیم کی ہدایت یہ ہے کہ ان تمام چیزوں کو عبادت میں لگانے کے لئے پھر سوچنا نہ پڑے، دل میں اس طرح بیٹھ جائے کہ پھر سوچنا نہ پڑے، سوچا سچایا دل میں بیٹھ جائے، اے اللہ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ صراطِ مستقیم پر آخری دم تک قائم رہوں۔

صراطِ مستقیم پر کون ہیں:

یوں کہنے کو تو سب کہہ دیتے ہیں کہ ہم بھی صحیح راستہ پر ہیں لیکن میری عرض یہ ہے کہ جن لوگوں پر آپ کا خاص انعام ہوا ہے، ان کے راستہ پر چلایئے کیونکہ آپ کے انعام فرمانے کی وجہ سے معلوم ہوگیا کہ صحیح اور سیدھا راستہ انہی لوگوں کا ہے، اسی لئے آگے بدل لا کر عرض کرتے ہیں صراط الذین انعمت علیھم، جن پر آپ کی نعمتیں ہوئی ہیں

Marfat.com

ان کا راستہ مانگتا ہوں جن کا بیان دوسری آیت میں ہے :

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۔

جو لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کرتے ہیں وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے یعنی نبیوں کے ساتھ، صدیقوں کے ساتھ، شہداء کے ساتھ اور صالحین کے ساتھ۔

یعنی ان لوگوں کا راستہ جن پر آپ کے انعامات ہوتے رہے ہیں۔ وہ راستہ صراطِ مستقیم نہیں جس کے متعلق یہود و نصاریٰ بھی کہتے تھے کہ ہمارا راستہ صراطِ مستقیم ہے، اس کی تو میں نفی کر رہا ہوں۔

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۔ ان کا راستہ نہیں جن پر آپ کا غضب نازل ہوا ہے اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم بھی صحیح راستہ پر ہیں یعنی یہودی اور نہ ان کا راستہ جو گمراہ ہیں یعنی نصاریٰ، بلکہ ان کا راستہ مطلوب ہے جو آپ کے محبوب ہیں، جن پر آپ کی نعمتیں ہوتی رہتی ہیں، یہودیوں والا، نصرانیوں والا، مشرکوں والا راستہ نہیں چاہئے۔ پھر آخر میں کہتا ہے آمین اے اللہ ! اس دعا کو قبول فرمالیجئے۔ ایمان پر قائم ہو گیا پھر چاہے ذہن میں یہ تفصیل رہے یا نہ رہے مگر جماؤ کے بعد اسی خیال کے ساتھ عبادت ہوتی ہے۔

ظاہری پاکی میں شبہ اور اس کا علاج :

ایک بات کی طرف ذہن منتقل ہو گیا وہ یہ کہ جو واقعی صوفی ہیں، جنہوں نے باطن کی صفائی کر لی ہے، خواہ مخواہ بعض اوقات ان کے پاس بھی شیطان آجاتا ہے اور ان کو ظاہری پاکی کے وساوس میں مبتلا کر دیتا ہے۔ ایک ظاہری پاکی ہوتی ہے، وضو، غسل وغیرہ اور ایک باطنی پاکی ہوتی ہے یعنی ریا وغیرہ سے قلب کو پاک کرنا۔ تو ظاہری پاکی میں بعض

Marfat.com

وقت بڑی فضیحت ہو جاتی ہے، لوٹے پر لوٹے خرچ ہو جاتے ہیں مگر استنجاء اور وضو ہی نہیں ہوتا۔ یوں کہتا ہے کہ ابھی پاک ہی نہیں ہوا۔ سوال یہ ہے کہ اگر پاک نہیں ہوا تو آخر کیوں؟ شریعت کا تو یہی حکم ہے کہ ایک دفعہ نہیں تو دو دفعہ دھولو، بس کافی ہے اور اللہ کا رحم دیکھو کہ تم کو رسول اللہ ﷺ کی اُمت میں سے بنایا ورنہ پہلی اُمتوں میں تو ناپاکی کی جگہ قینچی سے کاٹنے کا حکم تھا۔ شریعت کے مقابلہ میں اپنی طبیعت چلاتا ہے، یہ تو اپنی طبیعت کو شریعت کے مقابلہ میں چلا کر ایک گونہ اعتراض کر رہا ہے۔ تو کیا تو یہ چاہتا ہے کہ جس طرح اُمتوں پر سختی کی گئی تھی کہ بلا کاٹے پاک ہی نہ ہوتا تھا، اُمتِ محمدیہ کو بھی تو بہ تو بہ یہی حکم دیا جاتا؟ کیا حق تعالیٰ یہ نہیں فرمائیں گے کہ تو نے میرے رحم کی اچھی قدر کی؟ بعضوں کو یہ وہم ہو جاتا ہے کہ کپڑے پر سے ابھی دھبہ تو چھوٹا ہی نہیں، پھر پاک کس طرح ہو؟ اگر دھبہ نہیں چھوٹتا نہ چھوٹے، شریعت نے دھبہ چھٹانے کا مکلف نہیں کیا۔ تین مرتبہ دھولیا، بس پاک صاف ہو گیا، جاؤ جا کے نماز پڑھو۔ ورنہ تو رحمٰن کے مقابلہ میں شیطان آ گیا، کہ وہم وشبہ میں ڈال کر جماعت سے روک رہا ہے۔ بعضوں کو پیشاب کے قطرہ کا شبہ ہو جاتا ہے کہ پیشاب سے فارغ ہی نہیں ہوتے۔ جہاں فارغ ہوئے جھٹ قطرہ آنے کا شبہ ہو گیا، پھر بعض کو قضاءِ حاجت کے بعد استنجاء کرنے میں شبہ ہو جاتا ہے کہ لوٹے پر لوٹے خرچ کر رہا ہے، مگر استنجاء ہی نہیں ہوتا، وہاں جماعت جا رہی ہے، مگر صوفی صاحب کی پاکی ہی نہیں ہو رہی ہے۔ ان صوفیوں کو حلال وحرام میں شبہ نہیں ہوتا۔ حلال وحرام میں وہم میں نہیں پڑتے، حرام ومشتبہ تو چھوڑ رکھا ہے، روزی حلال وطیب ہے؟ مگر انہیں پاکی ناپاکی میں شبہ ہوتا ہے، نہا رہے ہیں مگر غسل ہی ختم نہیں ہوتا۔

ایک وہمی کی حکایت:

ایک صاحب رئیس آدمی تھے اور رئیس ہونے کے باوجود بیچارے متقی قسم کے

Marfat.com

آدمی تھے۔ نہا کر غسل خانہ سے کپڑے پہن کر باہر آئے آ کر بیٹھ گئے، ذہن وہم کی طرف چلا، نوکر کو آواز دی، نوکر آ گیا، کہا کہ غسل خانہ میں پانی رکھو، مجھے شبہ ہو گیا ہے، دوبارہ غسل خانہ میں گئے وہ کپڑے جو ابھی پہنے تھے، اُتار دیئے دوبارہ نہائے اور دوسرے کپڑے پہن کر پھر باہر آ گئے، آتے ہی پھر شبہ اور وہم آ گیا، آواز دے رہے ہیں، فلانے، نوکر فوراً آیا، اس سے کہا کہ پانی رکھو، مجھے شبہ ہو گیا ہے، اسی طرح کئی کئی مرتبہ ہوتا تھا، اسی طرح ان کا وضو بھی کئی کئی بڑے بڑے لوٹوں سے ہوتا تھا۔ جب تھانہ بھون حضرت والا نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں آنا جانا ہوا، اور حضرت کی باتیں سُنی تو سب وہم چلا گیا۔ ایک چھوٹے سے لوٹے سے وضو ہو جاتا تھا، اور غسل خانہ سے ایک دفعہ ہی غسل کر کے نکل آتے تھے۔

تو ایسے صوفیوں کو ظاہری ناپاکی اور باطنی ناپاکی میں بہت شبہ ہوتا ہے، ظاہری کا تو بیان ہو گیا اور باطنی وہ اخلاص وریا ہے کہ ایک کام دین کا کیا، اب ٹٹول رہا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس میں مخلوق کی طرف خیال جا کر میرے اخلاص میں فرق آ گیا ہو، کہیں ریا نہ ہو گیا ہو، اب بے چین اور پریشان ہو گیا۔

باطنی پاکی میں شبہ کی چند مثالیں :

ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا رکوع اور سجدہ اس طرح کر رہا تھا، اتنے میں ایک شخص آ گیا اور آ کر دیکھ رہا تھا خیال آیا کہ کہیں ریا نہ ہو گیا ہو، یا مثلاً ذکر کر رہا تھا ایک شخص وہاں سے گزرا یا آ کر بیٹھ گیا، وہ اس کے ذکر کو دیکھ رہا تھا، خیال آیا کہ کہیں ریا نہ ہو گیا ہو۔ یا تلاوتِ کلام اللہ اچھی آواز سے کر رہا تھا ایک شخص سن رہا تھا، خیال آیا کہ کہیں ریا نہ ہو گیا ہو۔ یہ ریا کا خیال اس کو پریشان کر رہا ہے۔ جیسے اس کو ظاہری پاکی ناپاکی میں شبہ ہو رہا تھا۔ اسی طرح باطنی پاکی ناپاکی ریا و اخلاص میں شبہ ہو رہا ہے، وہ کسی محقق کے پاس بیٹھ کر حقیقتِ اخلاص وریا کو ہی نہیں سمجھا۔ اخلاص وریا دونوں چیزیں اختیاری ہیں کیونکہ اخلاص

Marfat.com

کی تحصیل کا حکم ہے اور ریا کے ازالہ کا حکم ہے اور جس چیز کا حکم ہوتا ہے، وہ اختیاری ہے، تو اخلاص کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ دیکھ کہ تو نے اپنے ارادۂ اختیاری قلبی سے اس شخص کے دل میں اعزاز و وقعت حاصل ہونے کے لئے اپنی عظمت اس کے دل میں بٹھانے کے لئے اور اس لئے کہ دست بوسی قدم بوسی ہونے لگے، تو یہ تیری نیت تھی یا نہیں؟ اب وہ سوچنے بیٹھ گیا۔ یہ معلوم ہوا کہ میری نیت' میرا ارادہ ان باتوں میں سے کسی چیز کی طرف تھا ہی نہیں۔ اگرچہ اس وقت رضائے باری تعالیٰ کی نیت کا استحضار بھی نہیں تھا، تب بھی ریا نہ تھی، رضاءِ الٰہی حاصل تھی۔

الغرض اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ یہ خیال ریا نہیں ہے، جب ریا نہیں ہے تو اس کے بالمقابل وہ اخلاص ہے، جب ایک ضد گئی تو اس کے مقابل دوسری ضد آ گئی۔ پس معلوم ہوا کہ اخلاص بلاشبہ حاصل ہے۔

اعلیٰ درجہ کا آلہ وسبب ادنیٰ درجہ ہی ہے :

رضاءِ الٰہی کی نیت کے استحضار کے ساتھ نیک کام کرنا یہ اخلاص کا اعلیٰ درجہ ہے مگر اس اعلیٰ (بالعین) کا آلہ (بالالف) وہی پہلا درجہ ازالۂ درجہ ہے تو ازالۂ ریا جو اخلاص کا ادنیٰ درجہ ہے یہ آلہ (ذریعہ) ہے اعلیٰ درجۂ اخلاص ہونے کا۔ سمجھے، یہ فقیر کی باتیں ہیں، خدا کرے کہ سمجھ میں آ جائیں۔ جیسے یہ بلب روشنی کا آلہ ہے اس کے جلنے سے روشنی ہو جاتی ہے، اسی طرح یہ دفعِ ریا آلہ ہے اخلاص کے اعلیٰ درجہ حاصل ہونے کا۔ دفعِ ریا یہ روشنی ہے جو اخلاص کے اعلیٰ درجہ کی طرف راستہ دکھائے گی۔

روزی کمانے کے لئے اللہ تعالیٰ کا فضل ہے نکل گئے، اب چاہے اس کے فضل ہونے کا استحضار ہے یا نہیں، لیکن وہ روزی کی تلاش وطلب میں حلال وحرام کا لحاظ وخیال رکھ کر حلال روزی کما رہا ہے، جائز ناجائز کا خیال رکھ کر جائز روزی کما رہا ہے، کہیں دوسرے

Marfat.com

کا مال میرے پاس نہ آجاوے، اس کا خیال رکھ کر کما رہا ہے، اب چاہے رضاء کا استحضار، ذاتِ باری تعالیٰ کی یاد کا دل میں ہونا اور رہنا اس کا خیال ہے یا نہیں، بہرصورت اخلاص و رضا حاصل ہے، اگرچہ دل میں یاد کا استحضار نہیں ہے کیونکہ جو مقصود تھا، وہ حاصل ہے یعنی حلال کمانا اور دوسرے کا مال محفوظ رکھنا، دوسرے کا خواہ مخواہ دل نہ دکھانا، جس کا اللہ نے حکم کیا ہے وہ حاصل ہے، تو رضا حاصل ہے، یہ یادِ الٰہی کا دل میں بٹھانا اسی لئے تو تھا کہ حکمِ الٰہی کے موافق کام ہوتا رہے۔ یہ یادِ الٰہی اور ذکر لسانی تو مقصود کا ذریعہ تھا، یہ ذکر بالذات مقصود نہیں۔

اگر ہر وقت ذکر مقصود بالذات ہوتا تو تمام مسلمان جو یادِ الٰہی سے خالی ہیں لیکن کام اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق کرتے ہیں، ایسے تمام مسلمان گنہگار رہوں گے۔ مقصود تو ذاتِ باری تعالیٰ کی صحیح طاعت پر لگا رہنا ہے، ذِکر اس مقصود کا ایک ذریعہ ہے۔

روزی کمانے میں جائز ناجائز کا خیال رکھنا اور حلال وحرام کا خیال رکھنا اور اس طرح خیال رکھنا کہ دوسرے وقت میں جو نماز کا حکم آنے والا ہے، اس کو نہ بھول جانا، جب اگلے وقت کی نماز کا خیال دل میں ہے تو اب اس کمانے سے کہ یہ بھی عبادت ہے دوسری نماز تک جو وقت گزر رہا ہے یہ سب نماز ہی کے حکم میں ہے، تم اس وقت بھی نماز ہی کے اندر ہو۔ حدیث شریف ہے حضور ﷺ کا ارشاد ہے :

المرء فی الصّلوۃ ما دام ینتظر الصلوۃ فذالکم الرباط، فذالکم الرباط، فذالکم الرباط. (ھکذا معنیً فی ریاض الصالحین ص۱۸۷)

ترجمہ : آدمی نماز میں ہے جب تک نماز کے انتظار میں ہے، یہی رِباط ہے، یہی رِباط ہے، یہی رِباط ہے۔

رِباط کے معنی ہیں انتظارِ صلوٰۃ کے، یعنی نماز کے انتظار میں رہنا بھی حکماً نماز میں

Marfat.com

ہنا ہے تو بالمعنی نماز میں رہتے ہوئے زراعت کر رہا ہے، تجارت کر رہا ہے مگر شرط یہ ہے کہ دل میں یہی ہے کہ کہیں وقت نہ نکل جائے، کہیں نماز نہ نکل جائے، تو اس کھیتی کے وقت ور تجارت کے وقت میں بھی نماز ہی میں ہے۔

جب یہ مؤمن نفسِ ایمان کو ترقی دیتے ہوئے تعلق مع اللہ کے اس خاص درجہ کو پہنچ گیا جس کو اوپر بیان کیا گیا تو اب یہ مؤمنِ کامل اور دیندارِ کامل ہوگیا، اسی کا نام ولی ہے، گو پہلے بھی نفسِ ایمان والے کا نام ولی تھا لیکن کامل ولی نہیں، ناقص ولی، انقص ولی تھا، جیسے دنیوی نقطۂ نظر سے کسی کے پاس ایک روپیہ ہے تو لغۃً تو وہ مالدار ہے، مگر عرفاً اس کو مالدار نہیں کہا جاتا۔ تو ایسے ہی مالدار من حیث تصحیح العقائد ایمان تو ہے لیکن ایمان مالدار نہیں یعنی ایمانِ کامل نہیں۔

اس تفصیل کے بعد آگے ارشاد ہوتا ہے: **لعلکم تفلحون** ۔ یہ تمام ہونے کے بعد اب تم اُمید رکھو کہ پورے کامیاب ہو ، **لَعَلَّ** اُمید کے لئے آتا ہے اور فلاح کے معنی کامیابی کے ہیں اور کامیابی صلاح کے بعد ہوتی ہے اور صلاحیت کی وہ باتیں ہیں جو اوپر بیان کی گئیں، جن کا حاصل یہ ہے کہ تجارت اور کوئی دنیوی کام آخرت سے غافل نہ کرے۔ جب یہ درستگی آجائے گی تو اُمید رکھو، ادھوری کامیابی کی نہیں، پوری کامیابی کی۔

کمالِ ایمان مطلوب ہے :

کامل مؤمن ہونا مطلوب ہے اور کامل کامیابی کے لئے کامل ایمان شرط ہے۔ بھلا کوئی ناقص کامیابی چاہتا ہے؟ کسی نے ایک لاکھ روپیہ تجارت میں لگایا اور ایک لاکھ ہی واپس آ گیا یا ایک روپیہ اوپر ایک لاکھ واپس آ گیا تو اس کو کوئی کامیابی نہیں کہے گا۔ ہاں یہ کامیابی ہے کہ ایک لاکھ تجارت میں لگایا اور ایک لاکھ زاید ہو کر دو لاکھ آ گیا تو اس کو کامیابی کہا جائے گا۔ اب اللہ تعالیٰ نے ہم کو عالمِ ارواح سے تجارت آخرت کے لئے بھیجا ہے، تو

Marfat.com

تجارتِ آخرت کے لئے نفسِ ایمان کے ساتھ جب ایمان کے تقاضے کے ساتھ وہ با
ہوں گی جو ابھی عرض کی گئیں تو وہ تجارتِ آخرت ایمانِ کامل کے ساتھ کامیابی اور پو
کامیابی ہے۔

قرآن میں خود ایمان کی تکمیل کو تجارت کے لفظ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ چنا
ارشاد ہے :

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ
(پ ۲۸، ع

اے ایمان والو ! کیا میں تم کو ایسی تجارت نہ بتادوں جو تم کو دردناک عذا
سے نجات دے۔

یہ خطاب مؤمنوں کو ہے یا کافروں کو؟ ظاہر ہے کہ مؤمنوں کو ہے تو جب
مؤمن ہیں تو دردناک عذاب سے بچنے کی کیا بات ہے؟ مؤمن تو وہ ہیں ہی ایمان لا چکے
پھر دردناک عذاب سے بچنے کو، اسی لئے تو فرمایا گیا کہ ابھی کامل مؤمن نہیں ہے، اس
پوری کامیابی حاصل نہیں ہوگی۔ ابھی تو اسے تجارت کرنا ہے، وہ باتیں بجالانا ہیں جو ایما
کے تقاضے ہیں، ان کو آگے ارشاد فرماتے ہیں :

تؤمنون باللّٰہ و رسولہ۔ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔

اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا تو پہلے ہے، دونوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔
اللہ پر تو ایمان لے آیا مگر رسول پر ایمان نہیں لایا تو ابھی یہ مؤمن نہیں ہوا۔

دین کے راستہ میں جان و مال دونوں مطلوب ہیں :

اس کے بعد فرماتے ہیں: وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۔
اور اللہ کے راستہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ خوب کوشش کرو، اس کوشش کرنے کو

Marfat.com

پانا کہتے ہیں۔ جیسے دنیوی تجارت میں اپنے آپ کو کھپاتا ہے کبھی آگرہ جارہا ہے، کہیں
ام جارہا ہے، کبھی دہلی جارہا ہے وغیرہ وغیرہ اور اپنا مال ساتھ لئے جارہا ہے تو اپنے مال و
ن کو تجارتِ دنیوی میں استعمال کرتا ہے اسی طرح تجاهدون فی سبیل اللّٰہ، اللہ کے
ستہ میں اللہ نے جس راستہ میں چلنے کا حکم کیا ہے، اپنے آپ کو کھپادو، جان کو کھپادو جب
میابی ہے۔

رآنِ پاک بھی ذکر ہی ہے :

ذکر کے بارے میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے : واذکروا اللّٰہ کثیرا ۔ اللہ کا
رت کے ساتھ ذکر کرو، ادھر قرآنِ پاک بھی ذکر ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے :

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ۔ (پ۱۴، ع۱)

بلاشبہ ہم نے ذکر قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ قرآنِ پاک کی تلاوت اور اس کو سمجھنا ذکر ہے تو اس قرآنِ
ک کو کثرت کے ساتھ حاصل کرنا ہے۔ حروف کو صحیح طور سے حاصل کرنے کے اعتبار سے
یح معنی کو کثرت سے جاننے کی حیثیت سے، احکام کو کثرت سے صحیح پہچاننے کی حیثیت
سے اور ان سب کو صحیح اور پورے طریقہ سے عمل میں لانے کی حیثیت سے۔ نصائح کو غور
سے سننے اور عمل کرنے کی حیثیت سے کہ جگہ جگہ کفار و مؤمنین کو قرآن کھٹکھٹاتا رہتا ہے،
یک جگہ ارشاد ہے :

وَفَرِحُوۡا بِالۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَمَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا فِی الۡاٰخِرَۃِ اِلَّا مَتَاعٌ۔
(الرعد:۲۶)

اور یہ لوگ دنیوی زندگی پر اتراتے ہیں حالانکہ دنیوی زندگی آخرت کے مقابلے
میں بس ایک حقیر سا سودا ہے۔

Marfat.com

کہیں ارشاد ہے :

اِعْمَلُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّ لَھْوٌ وَّ زِیْنَۃٌ وَّ تَفَاخُرٌ بَیْنَکُمْ وَ تَکَا
فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۔ (پ ۲۷، ع ۱۹)

یعنی جان لو بس دنیوی زندگی کھیل، کود اور زینت و زیبائش ہے اور ایک دوسر
پر فخر کرنا ہے اور مال و اولاد میں بڑائی جتلانا ہے۔

ایک جگہ ارشاد ہے :

فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّا قَلِیْلٌ ۔ (پ ۱۰، ع ۱۲)

کہ دنیوی زندگی اُخروی زندگی کے مقابلہ میں بہت تھوڑی ہے، چند روزہ ہے
پس مؤمن کی شان سے اس متاعِ قلیل پر کفایت و قناعت نہیں ہے۔ اس متا
قلیل پر مؤمن کی آخرت کے مقابلہ میں نظر نہیں ہے۔

اعجازِ قرآن نبوت کی دلیل ہے :

قرآنِ پاک کا اعجاز دلالۃً قبولیتِ نبوت کے لئے مؤمن کو کافی ہے۔ قرآنِ پاک
کا اعجاز یعنی اس کے سامنے تمام فصحاءِ عرب نے ہتھیار ڈال دیئے اور کہہ دیا کہ قرآنِ پاک
اللہ تعالیٰ ہی کا کلام ہے اور ہم عاجز ہیں ایسا کلام نہیں بنا سکتے تو ان پر ایمان لانے والو
کے لئے مؤمنوں کے واسطے دلالت اعجازِ قرآن ثبوتِ نبوت محمد ﷺ کے لئے کافی ہے
جب رسول اللہ ﷺ پر ان کا ایمان ہوگیا اور قرآن کا کلام اللہ ہونا معلوم ہوگیا تو دنیا
متاعِ قلیل ہونا ان کی سمجھ میں آ کر دنیا نظر انداز ہوگئی اور ان کی نظر آخرت پر ہی لگ گئی تو
آخرت کی تجارت کے اندر ہی لگ گئے، پھر وہ قرآنِ پاک کے اندر جن اعمالِ صالحہ کا ذ
کیا ہے، اس میں لگ گئے۔ اس طرح کہ منہی عنہا سے رُک گئے۔ ظاہری منہی عنہا کو بھ
چھوڑ دیا اور باطنی منہی عنہا کو بھی ترک کر دیا، جس طرح انہوں نے شراب پینا چھوڑا، ا

Marfat.com

طرح ریا و تکبر کو بھی چھوڑ دیا اور اعمالِ صالحہ کو بجالانے لگے اور ان اعمالِ صالحہ کو قرآن مُعجز میں دیکھا تو آخر دم تک اعمالِ صالحہ کو پکڑ لیا، اسی اعتبار سے ان کو کامل کامیابی ہوگئی۔

حدیث وفقہ کلام اللہ کی تشریح ہے:

رہی حدیث و فقہ، تو حدیث بھی قرآنِ پاک ہی کی تشریح ہے، اس وجہ سے کہ قرآنِ پاک میں ارشاد ہے:

مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَ مَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ۔(پ۲۸ ع۴)

جو کچھ رسول تم کو دیں اس کو لے لو اور حدیث رسول اللہ ﷺ کا دیا ہوا کلام ہے تو حدیث بھی کلام اللہ کی تشریح ہے، گو وہ وحی غیر متلو ہے۔ اور فقہ بھی قرآن ہی کی تشریح ہے کیونکہ ارشاد ہے:

وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ۔(پ۵ ع۸)

استنباط فقہ کے ذریعے سے ہی تو ہوتا ہے۔ نیز فقہ میں مسائلِ متفرقہ فی القرآن والحدیث کی تبویب کردی گئی ہے۔ مثلاً قرآنِ پاک میں وضو کا ذکر ہے، نماز کا ذکر ہے، اسی طرح قرآنِ پاک میں حلال وحرام کا ذکر ہے، لیکن ایک جگہ اکٹھا نہیں۔ تو قرآنِ پاک میں جو متفرقاً ذکر ہے، ان سب کو ایک جگہ پر اکٹھا ذکر کردینے کا نام فقہ ہے۔ مثلاً طہارت کے مسائل جو قرآنِ پاک میں متفرقاً ذکر تھے، وہ ایک جگہ کتاب الطہارات کا عنوان قائم کر کے اکٹھا کردیا۔ نماز کا بیان جو قرآنِ پاک میں متفرقاً تھا، اس کو فقہاء نے کتاب الصلوٰۃ کا عنوان قائم کر کے ایک جگہ اکٹھا کردیا ہے۔

الغرض کتاب اللہ مثل متن کے ہے اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث اس کی شرح ہے اور ان دونوں کی تبویب فقہ ہے۔

Marfat.com

منکرینِ حدیث کا جواب :

یہاں سے منکرینِ حدیث کا جواب نکل آیا جو یوں کہتے ہیں، ہمارے پاس قرآن سے دلیل لاؤ، کوئی کہتا ہے میں فقہ نہیں مانتا، حدیث سے جواب لاؤ۔ ماقبل کی تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ حدیث وفقہ دونوں کلام اللہ ہی ہیں اوران سب کا مجموعہ دلائلِ اسلام واحکامِ اسلام ہیں، اگر ان میں سے کسی ایک سے حکم ثابت کردیا جائے گا تو ثبوت بالکل درست ہوجائے گا، یہ کہنا کہ قرآن سے دلیل بیان کروغلط ہے، کتاب اللہ ہی تو کہہ رہی ہے کہ میرے رسول کے کلام کو مانو۔

دعویٰ میں مدعیٰ علیہ کی جانب سے مطلق شہادت کا مطالبہ کرنا تو درست ہے کیونکہ ثبوت مدعی کے لئے شہادت شرط ہے لیکن مدعی علیہ کا یہ کہنا کہ صاحب میں تو جب اس بات کو مانوں گا کہ فلاں جج صاحب آ کر شہادت دیں تو کیا اس کا یہ کہنا صحیح ہے؟ ہر صاحب فہم کہے گا کہ صحیح نہیں۔ اس سے کہا جائے گا جو گواہ پیش کئے جارہے ہیں، ان میں جرح کرو، کوئی ایسی خرابی نکالو جس سے شہادت باطل ہوجائے، لیکن یہ کہنا کہ متعین طور پر فلاں جج صاحب آ کر شہادت دیں تو مانوں گا، اس کی یہ بات نہیں مانی جائے گی۔

اسی طرح یہ کہنا کہ تمہاری بات تب شریعت سے ثابت مانوں گا جب قرآنِ پاک سے دلیل لاؤ، یہ بات قابلِ قبول نہیں ہے۔ یہ علمی باتیں درمیان میں ضمناً آتی رہتی ہیں۔ آپ کے سامنے سلوک کی باتیں پیش کی جارہی تھیں، ریا اور اخلاص کی بات ہورہی تھی، ظاہری اور باطنی پاکی میں وہم وخیال کا بیان کیا جارہا تھا، اور نفسِ ایمان وکمالِ ایمان کا بیان کیا گیا، تمام تفصیل ذہن شریف میں آ گئی ہوگی اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ہر چیز میں مقصود کمال ہے۔ لہٰذا ایمان میں بھی مطلوب کمالِ ایمان ہے اور وہ موقوف ہے۔ مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ۔ پر جس کا حاصل ہے کمالِ اتباعِ شریعت

Marfat.com

ظاہراً و باطناً اس کو مضبوطی سے پکڑ لینا چاہئے۔

خلاصہ :

الحمد للہ تبدیلی حالات کے متعلق تصحیحِ نیت کی باتیں توفیقِ الٰہی سے حضرت والا کی برکت سے زبان پر آتی گئیں، پھر آپ کے دل میں بیٹھ گئیں، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مؤمن انتظارِ صلوٰۃ کی وجہ سے ہر وقت نماز میں ہے اور ہر وقت اخلاص میں ہے، ہر وقت ایمان کے ساتھ کمالِ کامیابی میں ہے۔ حق تعالیٰ ہم کو اپنی رضا پر چلتے رہنے کی توفیقاتِ ارزانی سے نوازیں۔ (آمین ثم آمین)

Marfat.com

آٹھویں مجلس

حصولِ مطلوب کیلئے طریقِ صحیح

کباب اردو کا لفظ ہے، گوشت اور مصالحہ ملا کر سیخ پر پکایا جاتا ہے، اور کباب عربی کا لفظ بھی ہے، باب کے معنیٰ دروازہ اور کاف تشبیہ کے لئے ہے یعنی دروازہ کی طرح، تو کباب کا دروازہ منہ ہے، منہ میں رکھو گے تو کباب اندر پیٹ میں جائے گا، جب باب سے داخل کیا جائے گا تو اندر پہنچے گا۔

کامیابی طریقِ صحیح سے ہوتی ہے:

یہاں سے یہ قاعدہ معلوم ہوا کہ جس کام کا جو طریق ہے، راستہ اور دروازہ ہے اس کو اختیار کیا جاوے گا تو فتح یاب (کامیاب) ہے ورنہ نہیں۔ یہ کامیاب فارسی کا اسمِ فاعل سماعی ہے، امرِ حاضر پر کوئی اسم داخل کردو تو فارسی کا اسمِ فاعل سماعی بن جاتا ہے تو کامیاب میں کام تو اسم ہے اور یاب یافتن سے امرِ حاضر ہے، یافتن مصدر، مضارع یابد،

Marfat.com

اس کے آخر سے دال دور کردو تو یاب رہ گیا، اس پر کام داخل کردیا، تو کامیاب ہوگیا۔ یہ اسمِ فاعل سماعی بن گیا اور اسمِ فاعل قیاسی اس کا دوسرا طریق ہے کہ امر حاضر کے آخر میں لفظ ندہ بڑھادو، اسم فاعل قیاسی بن جائے گا جیسے گوئی سے گوینده قیاسی ہر مصدر سے بنایا جاسکتا ہے اور سماعی کو ہر مصدر سے نہیں بناسکتے بلکہ اہلِ لسان نے جس مصدر سے استعمال کیا ہے اسی سے ہم بناسکتے ہیں۔ تو کامیاب یہ فارسی کا اسمِ فاعل سماعی ہے، اس کے معنی ہوئے مقصد پانے والا یعنی جس کام کو چاہتے تھے وہ کام ہوگیا۔ اس کام کے حاصل کرنے کا جو طریقہ صحیح دروازہ تھا' اس کو حاصل کرنے چلا تو منزل پر پہنچ گیا، تو کباب بھی پیٹ میں جب پہنچے گا جب وہ صحیح دروازہ منہ کو اختیار کرے گا۔ صحیح دروازہ اختیار کیا، صحیح منزل پالی، ورنہ کامیاب ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، کان میں رکھ لو یا ناک میں رکھ لو، سوراخ تو یہاں بھی ہے مگر اندر پہنچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ غرض جو صحیح طریق استعمال کرے گا صحیح نتیجہ پالے گا، کامیاب ہوگا ورنہ نہیں۔

قاعدہ مذکورہ کا قرآن سے ثبوت :

اور یہ مسئلہ قرآنِ پاک میں بھی ہے :

وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ (پ۲، ع۸)

زمانۂ جاہلیت میں حالتِ احرام میں اگر گھر میں آنا چاہتے تھے تو دروازہ سے نہیں آتے تھے بلکہ پیچھے سے نقب لگا کر آتے تھے اور اس کو نیکی اور ثواب کا کام سمجھتے تھے، اس پر قرآن نے فرمایا کہ یہ کوئی نیکی کی بات نہیں ہے کہ گھروں میں ان کی پشتوں سے داخل ہو، لیکن نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص حرام (چیزوں) سے پرہیز کرے اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ اور اللہ سے ڈرو۔ اُمید ہے کہ تم کامیاب ہوجاؤ۔

Marfat.com

اس آیت سے یہ قاعدہ نکلتا ہے کہ جس کام کے کرنے کا جو طریق صحیح ہے، اس سے کام کیا جائے، جب ایسا ہوگا تو کوئی وجہ نہیں کہ کامیاب نہ ہو۔

اس قاعدہ میں دنیوی کاروبار اور اُخروی کام سب داخل ہو گئے، جس کام کو بھی کرو اس کے کرنے کا صحیح طریقہ سیکھو' کسی بھی کام کے کرنے سے پہلے اس کا صحیح علم حاصل کرو' جب علمِ صحیح اس کے حاصل کرنے کا ہوگا وہ کام صحیح، صحیح انجام پاوے گا چاہے دنیوی کام ہو یا اُخروی کام ہو۔

دنیا اور آخرت کے کاموں کی نوعیت الگ الگ ہے :

مگر آخرت کے کاموں کی نوعیت الگ ہے اور دنیا کے کاموں کی نوعیت اور ہے آخرت حاصل ہونے کی تجارت کا طریقہ اور ہے اور دنیا حاصل کرنے کی تجارت اور۔ کل آپ کے سامنے آخر میں ایک آیت شریفہ تلاوت کی گئی تھی۔

يَـٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ۔

(پ۲۸، ع۱۰)

اے ایمان والو ! کیا میں تم کو ایسی تجارت کا پتہ نہ بتاؤں جو تم کو دردناک عذاب سے نجات دے تو یہ تجارتِ آخرت ہی تو ہے کہ جس کے ذریعہ سے عذابِ الیم سے نجات ہو جائے۔ آگے ارشاد ہے :

تؤمنون باللّٰہ ...... اللہ پر ایمان لاؤ یعنی اللہ کو جیسا ماننا چاہئے ویسا مانو، ورنہ تو مشرکین بھی اللہ تعالیٰ کا انکار نہیں کرتے تھے، لیکن جیسا اللہ تعالیٰ کو علم وقدرۃ اور ارادہ وغیرہ میں ماننا چاہئے تھا ویسا نہیں مانتے تھے جس کو توحید کہتے ہیں۔

توحید وشرک کی حقیقت :

اور اگر وہ چیزیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں ان کو دوسروں کی طرف منسوب

Marfat.com

کر دیا تو پھر توحید کہاں رہی؟ شرک ہو گیا، حق تعالیٰ ہر چھوٹی اور بڑی چیز سب پر وہی قادر ہے، وہی دیتا ہے تو توحید ہے اور اگر دنیوی حکام کی طرح اللہ تعالیٰ کو بھی سمجھا کہ بڑی چیز اللہ سے مانگی جائے اور چھوٹی چیز اس کے فرشتوں سے بھی مانگی جا سکتی ہے جیسا کہ بڑے کام کیلئے تو کلکٹر صاحب ہیں اور چھوٹے موٹے کام ان کے پیش کار سے بھی کرائے جا سکتے ہیں۔ ان فرشتوں کو اللہ کا پیشکار مان لیا کہ یہ اللہ تعالیٰ سے کہہ دیں گے، اللہ تعالیٰ ان کی بات مان لیتے ہیں۔ تو چھوٹے موٹے کام ان سے کہہ دو۔

یا عبدالقادر شیئا لِلّٰہ کہنا شرک ہے :

اسی طرح شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کہہ دو وہ انتقال کر گئے تو کیا بات ہے؟ منتقل ہی تو ہو گئے ہیں یہیں بیٹھے بیٹھے کہہ دو ان کو خبر پہنچ جائے گی یا عبدالقادر شیئا لِلّٰہ العیاذ باللہ یہ کہہ رہا ہے کہ کچھ آپ بھی عنایت فرما دیجئے، بجائے خدا سے مانگنے کے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے مانگ رہا ہے اور وہ بھی مرنے کے بعد، یہ شرک نہیں تو اور کیا ہے؟ مشرکینِ مکہ بھی تو یہی کہا کرتے تھے : لیقربونا الی اللہ زلفیٰ ، کہ ہم ان بتوں کی عبادت اس لئے کر رہے ہیں کہ یہ ہم کو اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں باوجود اس عقیدہ کے وہ مشرک ہی رہے، اسی طرح کسی مسلمان کا یہ عقیدہ ہونا کہ ان کو بھی خدائی کاموں میں دخل ہے یہ بھی شرک ہے۔

قریب بشرک ایک نئی تعبیر :

اور ایک بات شرک تو نہیں مگر قریب بشرک ہے کہ مسلمان خود دعا چھوڑ کر بزرگوں سے کہتا ہے، آپ دعا کریں اور جوان سے کہا جاتا ہے کہ بھائی آپ خود بھی تو زبان سے دعا اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کریں تو کہتے ہیں اجی ہماری کیا دعا؟ اس کے معنیٰ یہ ہیں گویا مومن

Marfat.com

یوں کہہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری نہیں سنتے، العیاذ باللہ۔ اس کے یہ معنی نکلے یا نہیں نکلے کہ آپ اللہ کے آدمی ہیں، آپ کی سنتے ہیں، ہماری نہیں سنتے، تو یہ شرک کے قریب پہنچ گیا، اگرچہ مشرک نہیں ہوا، یہ نئی تعبیر ہے کہ مشرک تو نہیں ہے مگر قریب بشرک ہو گیا۔

حضرت مجدد تھانویؒ کی حکایت :

ایک شخص نے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے یہی کہا کہ میری کہاں زبان ہے کہ میں دعا کروں تو حضرت والا نے فرمایا تمہیں کلمہ شریف یاد ہے؟ کہا ہاں یاد ہے، پوچھا کیا ہے؟ انہوں نے کہا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اس پر فرمایا اچھا اس کے لئے تو تمہاری زبان میں اہلیت وقابلیت ہے، اتنے بڑے کلمہ کے لئے جو اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچے گا اور دعا کرنے کے لئے تمہاری زبان کے اندر اہلیت وقابلیت نہیں ہے۔ اتنا بڑا کلمہ تو زبان سے نکال سکتے ہو اور دعا زبان سے نہیں نکال سکتے۔ جب تم نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا تو تم نے اللہ کے واحد، ایک ہونے کو مانا اور وہ کلمہ قبول ہو گیا یا قبول نہیں ہوا، ظاہر ہے کہ قبول ہو گیا جب تمہاری زبان سے یہ کلمہ، یہ بات نکلنا قبول ہو گیا تو دوسری بات جو تم زبان سے نکالو گے تو قبول نہیں ہو گی؟ اچھا سمجھا کہ شیطان نے راستہ مار دیا، شرک کے قریب ہونے کا سبق پڑھا رہا ہے، مشرکین کے قریب پہنچا دیا، لہٰذا خود بھی دعا کرو، پھر دوسروں سے بھی دعا کراؤ، کون منع کرتا ہے۔

یہاں بھی جو صحیح طریقہ اللہ کے سامنے حاجت پیش کرنے کا تھا، اس کو چھوڑ دیا اور دوسرا طریقہ صرف بزرگوں کے پاس جا کر دعا کرانے کا اختیار کر لیا۔

الغرض کام کرنے کا جو طریقہ صحیح ہے اس کو اختیار کرنے سے کام بنتا ہے۔

صحیح طریقہ کی بعض مثالیں :

اگر کوئی قلم بنانا چاہتا ہے اور بجائے چاقو سے چھیلنے کے انگلی سے چھیل رہے ہیں تو

Marfat.com

کیا قلم بن جائے گا؟ ہرگز نہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ چاقو ہو اور اس کی دھار تیز ہو۔ ذبح کرنے کے لئے صرف لوہا کافی نہیں، لوہے کی بنی ہوئی تیز دھار دار چیز ہونا چاہئے۔ یہ مختلف قسم کی مثالیں ہیں، زمین جوتنے کے لئے ہل چلا رہے ہو تو اس میں لوہے کی کھرپی (پھالی) بھی ہونا چاہئے۔

یہ بیان وَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِھَا پر چلا تھا کہ اس کی عبارۃ النص سے تو معلوم ہوتا ہے کہ گھروں میں دروازوں سے داخل ہو، پشت سے سوراخ کر کے مت داخل ہو، اور اسی سے یہ قاعدہ بھی مستنبط ہو گیا کہ ہر چیز کو اس کے قاعدے کے موافق کرو۔ کسی چیز کو شریعت سے ثابت کرنے کے لئے عبارت النص (صریح قرآنِ پاک) ہی ضروری نہیں ہے۔ قرآنِ پاک تو اصولِ کلیہ اور قواعدِ کلیہ کو لئے ہوئے ہے، جزئیات وفروعات کو لئے ہوئے نہیں ہے، الا ماشاء اللہ، ان اُصولِ کلیہ سے استنباطِ صحیح کے ساتھ جن کو فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے، ان کے موافق جزئیات کو نکالا جاتا ہے۔

استنباطِ باطل کی مثال :

استنباط صحیح ہونا چاہئے یہ نہیں کہ لفظِ صلوٰۃ سے دھوکہ میں آجاؤ کہ صلوٰۃ کے معنیٰ دعا کے بھی ہیں، صلوٰۃ کے معنی رحمت کے بھی ہیں، اب کوئی سہل الحصولی کے طور پر نماز کے ادا کرنے سے بچنے کے لئے صلوٰۃ کے معنیٰ صرف دعا کے لے لے اور پانچ وقت بیٹھ کر صرف دعا کر لیا کرے جس میں وضو کی بھی قید نہیں۔ بس بلا وضو بیٹھ کر دعا کر لی اور نماز ادا ہو گئی، اگر ایسا ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے نماز کی موجودہ شکل منقول نہ ہوتی، بس وہ بھی دعا کر لیا کرتے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، تو اس قسم کا قیاس واستنباط باطل ہے ایسا قیاس کرنا ہرگز جائز نہیں۔

Marfat.com

صرف لغت دیکھ کر تفسیر کرنا جائز نہیں :

صرف لغت دیکھ کر قرآنِ پاک کی تفسیر کرنا ہرگز جائز نہیں ہے، جب تک کہ مفسرین سے جو تفسیر منقول ہے اس کو نہ اختیار کیا جائے، اسی لئے کتنا ہی اردو پڑھا ہوا یا انگریزی پڑھا ہوا یا فارسی پڑھا ہوا ہو، قرآن مجید کا ترجمہ بلا استاد عالم کے پڑھنا جائز نہیں، اگرچہ ترجمہ اردو ہی میں ہو، اور کیسی ہی عمدہ اردو پڑھا ہوا ہو، ادیب کامل اور مولوی کامل کا امتحان دیئے ہوئے ہو، اگر ایسا کرے گا گمراہ ہو جائے گا۔

محض لغوی تفسیر کے بطلان کی ایک نظیر :

ارشادِ باری تعالیٰ ہے : اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ ۔ ہم نے ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

اس آیت میں بھی قرآن کا ذکر نہیں بلکہ ذکر کا بیان ہے تو اگر ایسا ہی محض لغت سے استدلال ہے تو بس قرآنِ پاک چھوڑو، بس تسبیح لے کر بیٹھ جاؤ اور ذکر کرتے رہو اور ذکر اللہ تعالیٰ کا نام لینا ہے، بس اللہ کا نام لیتے رہو، مگر اس کا کوئی بھی قائل نہیں بلکہ یہاں بالاتفاق قرآنِ پاک مراد ہے اور اس پر قرینہ بھی ہے کہ آگے ارشاد ہے: وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ کہ ہم اس ذکر کی حفاظت کریں گے، تو حفاظت تو کسی خارجی چیز کی ہوا کرتی ہے، تو سیاق وسباق بتلا رہا ہے کہ یہاں ذکر سے مراد قرآنِ پاک ہے، جس کو نازل کیا ہے اس کو ذکر سے تعبیر کیا ہے۔ ذکر کی حقیقت یہ ہے کہ جو شخص اللہ کی اطاعت کرنے والا ہے وہ ذاکر ہے۔ حدیث شریف میں ہے :

کل مطیع للّٰہ فھو ذاکر۔

یہاں مطیع پہلے سے ہے اور ذاکر بعد میں ۔ پس معلوم ہوا کہ ذاکر اطاعت اور

Marfat.com

فرمانبرداری سے بنتا ہے، ہم ذکر اس کو سمجھے کہ بیٹھے ہوئے اللّٰہ، اللّٰہ کرتے رہو، درود شریف پڑھتے رہو بلکہ درود شریف پڑھنے کا، اللّٰہ، اللّٰہ کرنے کا اثر آنا چاہئے کہ ذاتِ باری تعالیٰ نے جس وقت جس کام کے کرنے کو، جس صحیح طریقہ سے حکم کیا ہے اس وقت اس کام کو اس صحیح طریقہ سے بجالاتے رہنا، یہ ذکر کی حقیقت ہے اور یہ ذکر کی نوعیت ہے۔

عبداللہ بن مسعودؓ کا ایک عورت کو انتباہ :

اسی لئے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کو دیکھا کہ وہ اپنے جسم کو گندھواتی ہے، زمانۂ جاہلیت میں کافر لوگ ہاتھ پر سوئی سے کالے، نیلے نشان لگوالیا کرتے تھے، اس کو گندھوانا کہتے ہیں، جیسے اب اہلِ ہنود کے اندر ہے اور اس کو کچھ خوبصورتی میں شامل کرتے ہیں، تو زمانۂ جاہلیت میں کفار و مشرکین اپنے ہاتھ وغیرہ گندھوالیتے تھے، اسلام میں اس کی ممانعت ہوگئی۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس عورت سے فرمایا یہ تو حرام ہے، تم نے یہ کیسے گندھوایا؟ اس عورت نے کہا اس کا حرام ہونا قرآن میں تو کہیں نہیں آیا ہے، میں نے تو سارا قرآن پڑھا ہے۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا تو نے قرآن پڑھا ہی نہیں' اگر پڑھتی، سمجھ جاتی' کیا اس میں یہ آیت نہیں ہے :

مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ ۚ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا ۚ۔

جو رسول اللہ ﷺ تم کو دیں اس کو لے لو اختیار کرو اس پر عمل کرو اور جس چیز سے تم کو منع کریں اس سے بچو، اس کو مت کرو۔

اس نے کہا کہ یہ آیت تو ہے، فرمایا جب یہ آیت ہے تو رسول اللہ ﷺ ہی نے گندھوانے سے منع کیا ہے، فرمایا ہے کہ لعنت ہے اس عورت پر جو اپنے جسم کو گندھواتی ہے اور لعنت ہے اس پر بھی جو گودتی ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے گندھوانے اور گندھنے والی پر

Marfat.com

لعنت فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں فرمایا کہ جو رسول دیں، اس کو لے لو، تو یہ حکم قرآن سے ثابت ہوا یا نہیں؟ اس عورت کی سمجھ میں آ گیا، کہا میں توبہ کرتی ہوں۔ تو دیکھئے عبارت النص اس آیت کا کیا ہے اور دلالت کس بات پر ہو رہی ہے۔

ہر چیز کی دلیل قرآن سے طلب کرنا منع ہے:

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر چیز کی دلیل صراحۃً قرآن شریف ہی سے طلب کرنا منع ہے کیونکہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ جو کچھ فرماویں اس کو اختیار کرلو۔ اس سے بطورِ اشارہ کے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے احکام ایسے ہیں جو قرآنِ پاک میں صراحۃً نہیں مگر رسول ﷺ کے فرمائے ہوئے ہیں، ان کو اختیار کرو، جس طرح ایمان کے لئے کلمۂ طیبہ لا الہ الا اللہ کی ضرورت ہے، اسی طرح محمد رسول اللہ کو شامل کرنے کی ضرورت ہے، بلا شمولِ تصدیقِ رسولؐ اور اقرارِ رسالتِ رسولؐ تصدیق قلبی اور اقرار لسانی معتبر نہیں ہے۔

قرآن وحدیث دونوں پر عمل کرنا ضروری ہے:

حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس طرح میرے حکم پر عمل ضروری ہے اسی طرح رسول اللہ ﷺ جس کام کا حکم دیں اس پر بھی عمل کرنا ضروری ہے، تو جیسے تصدیقِ قلبی میں کمال، رسالت کو شامل کرنے سے ہوا تھا اسی طرح عمل میں کمال، رسول اللہ ﷺ کے فرمودہ ارشادات پر عمل کرکے آئے گا۔

اسلام کامل، دین کامل صرف قرآن پاک پر عمل کرنے سے ہی نہ ہوگا جب تک کہ رسول اللہ ﷺ کے کلام کو قرآن کے ساتھ شامل نہ کرلیا جائے، تو اگر دیندارِ کامل بننا ہے تو رسول اللہ ﷺ کے احکام کو ماننا ضروری ہے۔

Marfat.com

زیادتِ ایمان کا طریقہ احکام پر عمل کرنا ہے :

نفسِ ایمان تو کلمہ پڑھنے سے حاصل ہو گیا لیکن زیادتِ ایمان جو مطلوب ہے وہ بلا احکام پر عمل کیے ہوئے حاصل نہیں ہو سکتا اور زیادتِ ایمان مطلوب ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں :

وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا کہ جب قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے وہ اس کو سنتے ہیں تو ان کے ایمان میں زیادتی ہو جاتی ہے۔

معلوم ہوا کہ قرآنِ پاک کی آیتوں کو سن کر ان کے مطابق عمل کرنے پر ایمان کی زیادتی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو مقامِ مدح میں بیان فرما رہے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ نفسِ ایمان پر زیادتِ ایمان مطلوب ہے۔ اس کا طریقہ یہی ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ کے احکام پر عمل کرتے رہو، ایمان میں زیادتی ہوتی رہے گی۔

بات یہ ہو رہی تھی کہ محض الفاظ کے معنیٰ لغوی دیکھ کر قرآن کی تفسیر کرنا جائز نہیں، بلکہ علماءِ تفسیر نے جو معانی بیان کئے ہیں ان کو نظر میں رکھ کر تفسیر کرنا ضروری ہے۔

ذکر و شغل فہمِ قرآن کے لئے مثلِ شرط ہیں :

جب یہ ثابت ہو گیا کہ ذکرِ حقیقی وہ قرآنِ پاک اور حکم احکم الحاکمین کو ماننا ہے تو بطورِ قاعدہ کلیہ کے سمجھنا چاہئے کہ ذکر و اشغال فہمِ قرآن پاک کے لئے مثلِ شرط ہے جس طرح نماز بلا وضو کے صحیح نہیں ہو سکتی، اسی طرح قرآن کے صحیح معانی و مطالب کو سمجھنا بلا ذکر و شغل کے نہیں ہو سکتا کیونکہ ذکر و شغل سے باطنی صفائی حاصل ہوتی ہے، جس سے قرآن کے معانی سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

ذکر و شغل کسی دنیوی غرض سے نہ ہونا چاہیے :

لیکن یہ ذکر و شغل کرنا کسی اُمیدِ دنیوی پر نہ ہو بلکہ رضائے الٰہی کے لئے ہو، کسی اور نیت سے نہ ہو کہ مال بڑھے اور زیادہ ہو جائے، قرضہ ادا ہو جائے، مقدمہ میں کامیاب ہو جائے، کل مطیع للّٰہ میں لفظ للّٰہ بتا رہا ہے کہ کوئی دنیوی غرض نہ ہو، حتیٰ کہ اس سے بھی خالی الذہن ہو کہ کیا ملے گا اور کتنا ملے گا اور کب ملے گا، دنیا میں ملے گا یا آخرت میں ملے گا؟ اس تمام سے خالی الذہن ہو کر بس تم تفویض کرو نبیوں کی طرح کہ انہوں نے ہمیشہ تفویض سے کام لیا ہے۔ وافوض امری الی اللّٰہ میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ انہوں نے کوئی بدلہ نہیں چاہا بلکہ یہ فرمایا ان اجری الا علی اللّٰہ ہمارا بدلہ صرف اللہ تعالیٰ پر ہے۔ بس تم تفویض کرو۔ اسی میں تمہارے لئے سکونِ قلبی ہے، ورنہ بس تشویش ہی تشویش ہے کہ ابھی تو کچھ ملا نہیں بس انتظار کر رہا ہے کہ کب ملے گا، انتظار خود تشویش ہے، انتظار خود موت کے برابر ہے، مثل مشہور ہے: الانتظار اشد من الموت' تو اللہ تعالیٰ تو تمہارے دماغ کو سکون دینا چاہ رہے ہیں، تمہاری زندگی کو سکون سے گزروانا چاہ رہے ہیں، تم خود اپنے آپ کو پریشانی میں ڈالنا چاہتے ہو، یہ ذہن میں خیال رکھ کر کہ کب ملے گا، کیسا ملے گا، کتنا ملے گا، کس وقت ملے گا؟ تو جواب معلوم ہو گیا کہ ان سب سے خالی الذہن ہو کر خدا کے سپرد کرو۔ تمہارے زیادتِ ایمان کا یہی تقاضا ہے کہ ان تمام چیزوں سے خالی الذہن رہو۔ نفسِ ایمان سے تعلق مع اللہ ہو گیا ہو اور تمام اغراض سے خالی ہو جانا یہ شدت تعلق مع اللہ کا تقاضا ہے۔

شدت تعلق مع اللہ کا مطالبہ :

شدت تعلق مع اللہ کا مطالبہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ایسا تعلق ہو کہ کسی مطلوب سے بھی ایسا تعلق نہ ہو، اپنی جان سے بھی ایسا تعلق نہ ہو اور اولاد، مال و دولت، بادشاہت وغیرہ

Marfat.com

سے بھی ایسا تعلق نہ ہو جیسا اللہ تعالیٰ سے ہو، اس کے مقابل کسی چیز سے بھی ایسا تعلق نہ ہو، ایمان لانے کے بعد مؤمن سے اللہ تعالیٰ کا یہ مطالبہ ہے۔ تو اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ بس میری اطاعت میں لگے رہو اور کیا ملے گا! اس سے قطع نظر کرلو، اس کو تفویض کہتے ہیں، اس میں بڑی راحت ہے۔

تفویض، اللہ کا ذاتی حق ہے:

اور تفویض کو راحت و سکون کی نیت سے اختیار کرنا جائز ہے مگر اعلیٰ تفویض یہ ہے کہ تفویض کو حق تعالیٰ کا ذاتی حق سمجھ کر اختیار کرے، جیسے حیاۃ، علم و قدرت، سمع و بصر وغیرہ حق تعالیٰ کی ذاتی صفات ہیں، اسی طرح تفویض اللہ تعالیٰ کا ذاتی حق ہے، کہ اطاعت میں لگا رہے اور نتیجہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرے۔

اسی کو مشائخِ زمانہ اپنے مریدوں کو سکھاتے ہیں اور ان کے دل میں بٹھاتے ہیں کہ حصولِ ایمان کے بعد زیادتِ ایمان میں لگے رہو، جو موقوف ہے اطاعتِ کاملہ پر۔ اسی اطاعت میں سے ایک جز دعا کرنا بھی ہے کہ اپنے مطلوبِ جائز کے لئے اللہ تعالیٰ سے خوب دعا مانگو اور اعلیٰ درجہ کی چیز جنت الفردوس مانگو، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جنت میں سے جنت الفردوس مانگو اور جنت الفردوس کا ملنا دنیا میں نہیں آخرت میں ہے۔ گو کامل مطیع کو دنیا میں بھی اس کا ذائقہ چکھا دیں، چکھا دینا اور بات ہے اور کھانا اور بات ہے، کھانا جس کو کہتے ہیں وہ تو اپنے محل یعنی جنت میں ہی ہوگا۔ ہاں مطیعِ کامل کو یہاں دنیا میں بھی جنت کا مزہ چکھا دیا جاتا ہے، لیکن یہاں ظہور کا انتظار کرنا عبدیت کے خلاف ہے۔

دنیا میں اطمینانِ قلبی جنت الفردوس ہے:

ذاتِ باری تعالیٰ مؤمن کے لئے پوری اطمینان و طمانیت کی زندگی چاہتے ہیں، تو

Marfat.com

یہی اطمینان اور پوری طمانیت کی زندگی جنت الفردوس ہے، تو اس اللہ والے کو جو ایسا ہے کہ نتیجہ سے خالی الذہن ہے، اس کو دنیا کے اندر ہی جنت الفردوس کا ذائقہ آگیا ابھی نہیں آیا۔ اسی کو حق تعالیٰ فرماتے ہیں :

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۔

جس نے عملِ صالح کیا خواہ مرد ہو یا عورت پس ضرور اس کو پاکیزہ زندگی عطا فرمائیں گے۔

اطمینان ذکر اللہ میں ہے :

انسان دنیوی مال و دولت میں سکون کی زندگی کے طالب ہے، لیکن قلب کے اندر جس کو طمانیت اور سکون کہتے ہیں وہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کا طریق صرف ذکر اللہ ہے، اور ذکر اللہ کمالِ اطاعت ہے، اسی اطاعتِ کاملہ کو ذکر اللہ کہتے ہیں اسی سے اطمینانِ قلب نصیب ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے :

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ۔

جو لوگ ایمان لائے اور ان کے قلوب ذکر اللہ سے اطمینان پکڑتے ہیں۔

سو آیت سے معلوم ہوا کہ جو لوگ ایمان لائے اور اپنے دلوں کے اندر اطمینان کو ڈھونڈ رہے ہیں ان کا اطمینانِ قلب ذکر اللہ سے ہوگا تو ذکر اللہ سے مؤمن اپنے قلب میں اطمینان کو لے رہا ہے۔ اسی لئے آگے حق تعالیٰ صیغۂ تنبیہ سے مزید متنبہ فرما رہے ہیں :

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۔ جان لو اچھی طرح سے، کہ اللہ کے ذکر کے ساتھ ہی قلوب اطمینان حاصل کرتے ہیں۔

اطمینان حاصل ہونے کا صحیح طریق، صحیح دروازہ جس کے ہم طالب ہیں ذکر اللہ اور اطاعتِ کاملہ ہے، اس کے سوا سکون حاصل ہونے کا باب (دروازہ) معلوم ہوگیا کہ وہ ذکر اللہ اور اطاعتِ کاملہ ہے۔ اس شخص کو ایسا اطمینان ہوتا ہے کہ چاہے اس مؤمن کے

Marfat.com

پاس ایک ڈھیلہ بھی نہ ہو، ایک کوڑی بھی نہ ہو مگر یہ مست ہے کیا مطلب؟ یعنی ذکر کی لذت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ خوش ہے کیوں خوش ہے؟ پہنچ جاؤ بخاری شریف میں' امام بخاریؒ نے باب حلاوۃ الایمان باندھا ہے، اس کو بھی ایمان کی حلاوۃ ولذت حاصل ہونے لگی ہے، اس لئے اپنے فقر وفاقہ کی حالت میں ہی مست ہوگا۔

طریقِ اطمینان وہی ہے :

ایک بات اور ذہن میں آئی کہ ہر شخص اس دنیا میں اطمینان کا طالب ہے' کوئی ایسا نہیں جو اطمینان نہ چاہتا ہو، اب ایک صورت تو یہ تھی کہ اپنی عقل سے اطمینان حاصل کرنے کا طریقہ سوچتا اور ایک یہ کہ احکم الحاکمین نے ہمارے پوچھنے سے پہلے ہی بتلا دیا۔ ظاہر ہے کہ اگر اپنی عقل سے سوچتے تو اطمینان حاصل کرنے کا صحیح باب نہ ملتا۔ اسی لئے جن لوگوں نے اپنی عقل سے اطمینان حاصل کرنے کا طریقہ سوچا ان کی منتہیٰ بادشاہت ہے، وہ یہ سمجھے کہ بادشاہت میں پورا اطمینان حاصل ہے۔

بادشاہت میں بھی اطمینان نہیں :

حالانکہ اگر پوری دنیا کا بادشاہ بھی ہو جائے تب بھی اطمینان حاصل نہیں، اسی لئے مشہور ہے کہ ایک گدڑی میں دو فقیر سو سکتے ہیں، مگر ایک ملک میں دو بادشاہ نہیں رہ سکتے، ان کو چین ہو نہیں سکتا اور یہ ایک موٹی سی بات ہے کیونکہ ہر وقت اس کو یہ فکر لگی ہوئی ہے کہ کہیں میرے ملک پر کوئی حملہ نہ کردے' کہیں کوئی وزیر اندرونی بغاوت نہ کردے، کہیں مجھے کوئی قتل نہ کردے وغیرہ۔ جب بادشاہ کو یہ خیال آ گیا کہ فلاں بادشاہ میرا ملک لینے کے خیال میں ہے تو اس کی نیند بھاگ گئی۔

Marfat.com

تجارت میں بھی چین نہیں :

تاجر کو یہ خیال آ گیا کہ میری تجارت میں کہیں ٹوٹا نہ آ جائے، لہسن کا بھاؤ سات سو روپیہ من سے گر کر اب ڈیڑھ سو روپیہ من پر آ گیا، اس کو فکر لگ گئی، اس مال کو روکوں یا بیچ دوں اور روکوں تو کب تک روکوں، کہیں خراب نہ ہو جائے، روٹی کھا رہا ہے' مگر سوچ یہ رہا ہے، تو درحقیقت روٹی اسے کھا رہی ہے۔ تو سوچنے کی بات ہے یہ تاجر دنیوی اتنا مال ہوتے ہوئے یہ چین میں ہے یا وہ مطیعِ کامل جس کے پاس کچھ بھی نہیں وہ چین میں ہے۔ یہ تاجر دنیوی تندرست ہے، اچھی صحت والا ہے کہ چھینک بھی نہیں آئی مگر تندرست ہونے کے باوجود طمانیتِ قلبی اور قرارِ دل نہیں ہے اور وہ جو مطیعِ کامل ہے اگرچہ بیمار ہے لیکن بیماری کی حالت میں اس کا قلب باقرار ہے، باسکون ہے، اس لئے کہ اس کے قلب کے اندر صرف تعلق ہی نہیں بلکہ شدتِ تعلق مع اللہ ہے یعنی اس ذات کے ساتھ بہت گہرا تعلق ہے، اس گہرے تعلق کا اثر تفویض ہے اور اطاعتِ کاملہ کے ساتھ تفویض کا اثر تسلیم ہے کہ جو واقع ہوا یہ اس کے ساتھ ہے، سر جھکا ہوا ہے، حکم کی تعمیل میں سر جھکا ہوا ہے، ذاتِ حق کی اطاعت میں باطاعتِ کاملہ سر جھکا ہوا ہے، اس تسلیم کا ثمرہ کیا ہوگا؟ رضا ہوگی، فکر کی بات پیش آئی، رضا یعنی خوش اور بہت خوش' یوں کہتا ہے اچھا اور مار لو' اچھا اور دبوچ لو' کسی حالت سے پریشان نہیں ہوتا۔

مؤمن کو قبر محبت میں بھینچتی ہے :

حدیث میں آتا ہے کہ مردے کو قبر بھینچتی ہے' کسی کو نہیں چھوڑتی' لیکن مؤمن کو اس طرح بھینچتی ہے جیسے ماں بچے کو گود میں لے کر محبت میں بھینچتی ہے، جیسے محبوب جبکہ واقعی محبت ہو، عفت مآب محبت ہو تو جیسے محبوب محبّ کو گود میں لے کر بھینچتا ہے، اس بھینچنے میں

Marfat.com

مزہ آتا ہے اور اگر دشمن بھینچے تو کیا ہوگا؟ بھینچنا تو درکنار اگر یوں کہنی سے اشارہ کرکے بھی چلا جاوے تو تکلیف ہوگی اور محبوب پورا بھینچ رہا ہے، تب بھی سکون ہے اور اگر یوں کہہ رہا ہے .... ؎

نکل جائے دم تیرے قدموں کے آگے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

یہ رضا ہے جو اس کو حاصل ہے، تو وہ بیمار جو مطیعِ کامل ہے، وہ اس بیماری کی حالت میں خوش ہے اور وہ پوری صحت والا جس کے قلب میں اطمینان نہیں ہے وہ بیمار ہے، گو تندرست معلوم ہو رہا ہے، مگر بیمار ہے اور یہ بیمار معلوم ہو رہا ہے مگر تندرست ہے۔

ایک بزرگ سردی میں اپنی چادر اوڑھے بیٹھے تھے، ایک شخص آیا اور ان کی چادر کے اندر ہاتھ لے جا کر اس زور سے چٹکی لی کہ اس سے زیادہ زور سے چٹکی نہیں لے سکتا تھا اور دوسرا آہ کئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا، مگر وہ بزرگ خاموش بیٹھے رہے، کچھ بھی آہ نہ کی، پھر سامنے آ کر وہ شخص معافی مانگنے لگا اور کہا میں معافی چاہتا ہوں۔ بزرگ نے فرمایا، معافی کاہے کی؟ کہنے لگا آپ کو مجھ سے تکلیف پہنچی۔ فرمایا کیسی تکلیف؟ مجھے تو کچھ خیال نہیں۔ عرض کیا کہ میں نے آپ کے چٹکی لی تھی اور اتنی زور کی چٹکی لی تھی کہ بلا آہ کئے رہ نہیں سکتا۔ فرمایا کہ میں تو خیال کر رہا تھا کہ آپ کو مجھ سے محبت ہے اور محبت میں چٹکی لی ہی جایا کرتی ہے۔ اس لئے بے چارہ چٹکی لے رہا ہے، اس کا جی خوش ہو رہا ہے، تو مجھے تو اس چٹکی کا کچھ خیال نہیں ہوا۔ تو جب ایک مخلوق انسان دوسری مخلوق انسان کی طرف سے اس تصور و تعلق کو لا کر اس چٹکی پر تکلیف کا احساس نہیں کرتا تو ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف سے بیماری کے آنے پر تکلیف روحانی کا کیا خیال کرے گا گو جسم کو تکلیف ہو رہی ہے، مگر جسم کی تکلیف کا احساس نہیں، اس کے قلب میں تسلیم آ چکی ہے۔

Marfat.com

محبت عمل کو آسان کر دیتی ہے:

جب یہ ہے تو بھلا ذاتِ باری تعالیٰ، اس محبوبِ حقیقی کی طرف سے کسی کام کے کرنے کا حکم آوے گا، تو جس جسم سے اس کام کو کیا جاتا ہے وہ اس کے کرنے میں کیا تکلیف کا احساس کرے گا؟ بلکہ ہرگز نہیں اس کام کو نہ کرنے میں تکلیف کا احساس کرے گا اس کو نماز کے پڑھنے میں تکلیف کا کیا احساس ہوتا نہ پڑھنے میں احساس آئے گا کہ ہائے اس کام کو کرتا تھا وہ مجھ سے رہ گیا۔ روئے گا کہ میرا دعویٰ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق بلکہ شدت تعلق کا ہے تو اس کا بتلایا ہوا یہ حکم مجھ سے کیوں رہ گیا؟ اس شدت تعلق والے کی کمر ٹوٹ گئی۔ اب جب تک اس کا بدل نہیں کر لیتا کمر سیدھی نہیں ہوتی' اس کو چین نہیں آتا۔

ترکِ عمل بھی زیادتِ تعلق کا سبب ہے:

لیکن اس بے چینی میں بھی چین ہے، اس لئے کہ اس بے چینی میں حق تعالیٰ کے ساتھ پھر شدت تعلق ہو گیا، ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف توجہ اور زیادہ سے زیادہ ہو گئی۔ اس شدتِ تعلق والے مؤمن نے چھوڑا نہیں تھا بلکہ چھوٹ گیا تھا۔ بندۂ مؤمن کامل مؤمن کی اگر کسی وقت کی نماز چھوٹ گئی کہ سو گیا، بیدار نہ ہو سکا تو بے چین ہو گیا۔ اس بے چینی میں چین آ گیا، اس طرح کہ یہ بے چین ہوا' رویا' گڑگڑایا' ذاتِ باری تعالیٰ نے اس کو اس بہانہ سے اپنی طرف اور غایت توجہ کے ساتھ لگا لیا، اسی طرح باری تعالیٰ ذرا چٹکی بھی لے لیتے ہیں کہ اس کو اطاعتِ کاملہ کے ساتھ توجہ تو ہے ہی لاؤ، ذرا چٹکی بھی لے لو وہ اس طرح کہ اچھا خاصہ معمول ادا کر رہا تھا کہ معمول چھڑوا دیا، جو واجبات میں سے نہیں صرف مستحبات میں سے تھا، اس چھوٹنے پر بے چینی آئی، بے چین ہوا، حق تعالیٰ کے ساتھ تعلق بڑھا، چین آ گیا ایک چھوڑنا ہوتا ہے اور ایک چھڑوانا۔

Marfat.com

واقعہ لیلۃ التعریس :

حدیث میں واقعہ آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سفر فرما رہے تھے، چلتے چلتے آخر رات ہوگئی، تھکان ہوگیا، صحابۂ کرامؓ تو رسول اللہ ﷺ کے عاشق تھے۔ تو صحابہؓ نے عرض کیا کہ آپ سو جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم بھی سو جاؤ۔ رسول اللہ ﷺ ایسے پیر نہیں تھے کہ مریدوں کی راحت کا خیال نہ فرماویں۔

اس لئے فرمایا تم بھی سو جاؤ۔ اب سوال ہوا کہ جب سب سو جائیں گے تو صبح کی نماز کہیں ایسا نہ ہو قضا ہو جائے کہ سورج نکل آئے اور سب سوتے رہ جائیں۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں جاگوں گا، آپ سو جائیں۔ اب اطمینان ہوگیا، چنانچہ تمام صحابہؓ اور رسول اللہ ﷺ سو گئے اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ برابر جاگتے رہے، یہاں تک کہ جب صبح ہونے میں کچھ دیر باقی رہ گئی تو اونٹ کے کجاوے سے ٹیک لگالی۔ بس ٹیک لگانا تھی اور حضرت بلالؓ کو نیند آنا تھی، وہ بھی سو گئے جب وہ بھی سو گئے تو اب بیدار کون کرے، سورج نکل آیا، سورج کی شعاعیں رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ انور پر پڑ گئیں، آپ کی آنکھ کھل گئی۔ دیکھا تو سورج نکل آیا، تمام صحابۂ کرامؓ بے چین ہو گئے۔ بے قرار ہو گئے کہ صبح کی نماز قضاء ہو گئی۔ آپ ﷺ نے ان بے چینوں کو تسلی دی۔

فکر منداور بے فکر کا فرق :

جو شخص اپنی آخرت کی فکر اور اصلاحِ نفس کی فکر کھاتا رہتا ہے، اس کو تسلی دی جاتی ہے اور جہاں بے فکری ہوتی ہے، اس پر فکر ڈالی جاتی ہے کہ تم سے فلاں معمول قضا ہوا، تم آٹھ نفلیں پڑھو تاکہ فکر پیدا ہو اور جہاں سے پہلے فکر ہوتی ہے، اس سے کہا جاتا ہے کوئی فکر کی بات نہیں۔ یہاں بھی رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرامؓ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا،

Marfat.com

تمہاری طرف سے اختیاری نہیں ہوا ہے۔ لہٰذا کہتا ہوں لاتفریط فی النوم اس نیند میں کوتاہی نہیں ہے۔ یہ ایک تکوینی بات تھی جو ہوگئی اور تکوین سے بھی تشریع مقصود ہے یعنی اگر نماز قضا ہوجائے تو اس کے ادا کرنے کا کیا طریق ہے۔ صحابۂ کرامؓ کے عمل سے یہ بتلانا مقصود تھا۔ تو تھی تو یہ تکوین، مگر بن گئی تشریع اس لئے کوئی فکر کی بات نہیں، پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس جگہ سے چلو۔ دوسری جگہ چل کر ہم نماز ادا کریں گے۔ یہاں شیطان کا اثر معلوم ہوتا ہے۔ آگے چل کر اذان کہی سنتیں پڑھیں، پھر تکبیر کہی گئی اور جماعت سے نماز پڑھی۔ طریقہ معلوم ہوا کہ جب نماز قضاء ہوجائے تو اذان واقامت کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھی جائے۔

تو یہ نماز صحابۂ کرامؓ سے چھوٹ گئی تھی، اس چھوٹ جانے پر بھی غم ہوا۔ یہ ہے اطاعت تعلق مع اللہ، اسی کو شدتِ تعلق مع اللہ کہتے ہیں۔ اس شدتِ تعلق کا تقاضا ہے کہ اگر کوئی مستحب معمول بھی ترک ہوجائے تو غم آگیا، اس غم کے اندر بھی مزہ ہے، اس رونے کے اندر بھی مزہ ہے کہ اور زیادہ تعلق مع اللہ کا ظہور ہو رہا ہے۔ یہ غم اور رونا زیادتِ تعلق مع اللہ کی عملی شہادت ہے اور منجانب اللہ بشارت آرہی ہے کہ تم کو میرے ساتھ بہت زیادہ تعلق ہے کہ ایک مستحب کے چھوٹ جانے پر تمہارا یہ حال ہے، پس بظاہر یہ غیر مطمئن ہے، مگر اس کی طمانینت کہیں نہیں گئی۔

صحابۂ کرامؓ کا عشق، طبعی روحی تھا:

ارے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا عشقِ عقلی ہی نہیں تھا، ارے طبعی سے بھی زیادہ طبعی روحی تھا۔ حدیث شریف میں واقعہ آتا ہے کہ آپ رات کو چارپائی کے پاس پیشاب کا برتن رکھ لیا کرتے تھے کہ رات میں پیشاب آئے تو اس میں فارغ ہولیں۔ (نشر الطیب ناقلا عن شمیم الحبیب: ص:۱۶۲۔ از: محشی) صحکو ایک صحابیہؓ کو دیا کہ پھینک آئیں۔ انہوں نے

Marfat.com

خیال کیا واہ، واہ آج تو موقع ملا ہے۔ اس پیشاب کا محل کوئی دوسری جگہ کیوں مقرر کروں اے اس پیشاب کا محل میرے اس مٹکا یعنی پیٹ سے بہتر اور کیا ہوگا، سو رسول اللہ ﷺ کے پیشاب کو پی گئیں۔ رسول اللہ ﷺ کا پیشاب پاک ہے اور سنئے! آپ نے قضاء حاجت فرمائی۔ زمین آپ کے فضلہ کو نگل گئی۔ زمین بھی آپ کی عاشق ہے کہ پھٹ گئی اور آپ کے فضلہ کو نگل گئی تو بھلا زمین جس کو بے حس خیال کرتے ہیں، جب وہی آپ پر عاشق ہے تو انسان تو آپ کا حقیقی پروانہ ہے، پھر اس کو کسی کی ملامت کی کیا پروا' وہ صحابیہؓ پیشاب پی گئیں۔

ترکِ مستحب پر رنج کبھی کیفیت شوقی سے ہوتا ہے :

کسی مستحب کے ترک پر غم یہ درحقیقت غم نہیں بلکہ شوقی کیفیت کا ظہور ہے۔ مؤمنوں کو جنت میں داخل ہونے کے بعد کسی قسم کی کوئی حسرت نہیں ہوگی لیکن حسرت ہوگی تو اس بات پر کہ دنیاوی حیات میں میرا فلاں سانس ذکر سے خالی کیوں گیا؟ لیکن وہ حسرت غم کی نہیں بلکہ ایک شوقی اور خیالی کیفیت ہوگی کہ اس میں بھی ایک ذوق ہوگا۔ یہ ایک نظیر اہلِ جنت کی پیش کی ہے، اسی طرح دنیا کے اندر مطیعِ کامل کا کوئی مستحب معمول چھوٹ گیا تو گویا کہ اس مطیعِ کامل کو جنت الفردوس کا مزہ آ گیا کہ جیسے جنت میں ترکِ ذکر پر حسرتِ ذوق ملی ہوئی ہوگی، اسی طرح دنیا میں بھی ترکِ معمولِ مستحب پر یہ کیفیت ہوگی۔ تو مؤمن کو دنیا میں ہی جنت الفردوس کا ذائقہ آ گیا، کھانا تو پھر دیکھا جائے گا ذائقہ تو آ ہی گیا۔

تسبیح کا اثر اطاعتِ کاملہ ہے :

تو جو لوگ ہاتھ میں تسبیح لے کر ذکر کرتے رہتے ہیں کہ زبان چل رہی ہے تو دیکھنا یہ ہے کہ تسبیح پڑھنے والے کے دل میں بھی اس تسبیح کا اثر ہے یا خالی زبان ہی چل رہی ہے۔ اگر یوں کہتا ہے کہ ہاں میرے دل میں بھی ذکر ہے تو اس سے کہا جائے گا کہ جب زبان بھی

Marfat.com

ذاکر ہے اور دل بھی ذاکر ہے تو کیا باری تعالیٰ کے حکم کی ہر موقع پر صحیح اطاعت کرنا بھی تمہارے اندر ہے؟ اگر صحیح اطاعت بھی ہے تو مبارک اور نہیں ہے تو تیرا عمل شہادت دے رہا ہے کہ صرف زبان پر تسبیح ہے دل میں تسبیح نہیں ہے، اگر ہے تو پھر یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف تجھ سے کیوں صادر ہو رہا ہے، کہ کسی نے کوئی ذرا خلافِ طبیعت بات کہہ دی تو لڑنے کیوں لگا۔

معلوم ہوگیا کہ یہ تسبیح بس زبان تک ہے، گلے میں اٹک گئی، ابھی نیچے نہیں اُتری، اگر نیچے اُترتی تو دل کے اندر پہنچتی اور پھر تیرے اندر اطاعتِ کاملہ کا نام ہے، چاہے زبان پر ذکر ہو، چاہے نہ ہو، حق تعالیٰ کا ذکر دھیان دل میں ہو، چاہے نہ ہو، مگر جس موقع پر جس اطاعت کو صحیح طریقہ سے کمال درجہ پر کرنا چاہئے تھا وہ ہے تو ذکر ہے اور اگر یہ نہیں ہے تو اگرچہ زبان پر ذکر ہے، مگر ذاکر نہیں ہے۔

ملا جامیؒ کی توبہ کا واقعہ :

بعض اہل اللہ کی ظاہری حالت دیکھ کر دھوکہ ہو جاتا ہے جیسا کہ ملا جامیؒ کو دھوکہ ہوگیا تھا جس کا واقعہ یہ ہے کہ ملا جامیؒ تلاشِ شیخ میں نکلے، خواجہ عبید اللہ احرارؒ کی خدمت میں پہنچے، اس زمانہ میں یہ نقشبندی مشائخ میں سے تھے، وہاں دروازہ پر دربان بیٹھا ہوا ہے، بلا اجازت اندر نہیں آسکتے، چنانچہ اجازت لی، جب پہنچے تو دیکھا شیخ زرق، برق لباس پہنے ہوئے، گدے، تکئے لگائے ہوئے بیٹھے ہیں، قالین بچھے ہوئے ہیں، فرش، فروش عمدہ قسم کے لگے ہوئے ہیں، دربان دروازہ پر ہے۔ تو یہ ملا جامیؒ بڑے عالم تھے۔ اس لئے خواجہ عبید اللہ احرارؒ کی ظاہری حالت دیکھ کر سمجھے یہ کیا بزرگ ہوں گے اور پڑھا ......

ع نمرد آنکہ دنیا دوست دارد

یعنی وہ مردِ خدا نہیں جو دنیا کو دوست رکھے، پھر اندر نہیں گئے بلکہ چق کے پاس

Marfat.com

سے ہی واپس ہوگئے اور مسجد میں آ کر رات کو سو گئے، خواب میں دیکھا کہ میدانِ حشر قائم ہے، نفسی، نفسی ہو رہی ہے، ملاجی کی بھی نوبت آ گئی ان پر کسی کا قرضہ تھا وہ تقاضا کر رہا ہے، وہاں ملاجی کے پاس قرضہ ادا کرنے کو کیا رکھا تھا، کوئی جان پہچان نہیں' سخت حیران ہیں کہ دیکھا ایک پالکی چلی آ رہی ہے۔

اس میں کوئی صاحب سوار ہیں، خدام ساتھ ہیں انہوں نے پوچھا یہ پکڑ دھکڑ کیسی ہو رہی ہے، لوگ کیوں جمع ہیں؟ خدام تحقیق کرنے لگے اور آ کر عرض کیا کہ حضرت کوئی صاحب ملا جامی ہیں' ان پر کسی کا قرضہ ہے، قرض خواہ مطالبہ کر رہا ہے وہ کہتے ہیں کہ یہاں میرے پاس دینے کو کچھ نہیں' یہ سُن کر انہوں نے فرمایا او ہو یہ بات ہے اچھا جاؤ ہم نے جو یہاں پیشگی جمع کر رکھا ہے اس میں سے ملا جامی کا قرضہ ادا کر دیا جائے۔ چنانچہ ملا جامی کا قرضہ ادا ہو گیا، چھٹکارا ہو گیا، پالکی اُٹھ کر چلی، ملا جامی نے جو جھانک کر دیکھا تو متحیر ہو گئے کہ یہ تو وہی ہیں جن کو چھوڑ کر چلا آیا تھا۔

حق تعالیٰ فرماتے ہیں : اَلْاَخِلَّاءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ.

یعنی تمام دو ت جو دنیا کے اندر دنیوی حیثیت سے ایک دوسرے کا دوست بنا ہوا تھا، قیامت کے دن وہ ایک دوسرے کا دشمن بن جائے گا کہ میں تیرے کہنے میں آ گیا تھا، میں تو نماز کو جا رہا تھا تو نے روک لیا تھا۔ آگے ارشاد فرماتے ہیں : اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ۔ سوائے متقیوں کے کہ ان کی دوستی باقی رہے گی۔

اس میں حق تعالیٰ نے بتلا دیا کہ اگر دوستی کرنا ہو تو متقی سے کرو، دنیا میں بھی اس سے نفع ہوگا اور آخرت میں بھی نفع ہوگا۔

الغرض ...... جب ملا جامیؒ نے دیکھا کہ یہ تو وہی ہیں جن کو چھوڑ کر چلا آیا تھا گھبرا گئے اور گھبراہٹ میں آنکھ کھل گئی۔ رات کا وقت تھا صبح کرنا مشکل ہو گئی، خدا خدا

Marfat.com

کر کے صبح ہوئی، نمازِ صبح سے فارغ ہوئے وہ بزرگ بھی نماز سے فارغ ہوئے، ملا جامیؒ لپکے اور پیروں میں گر پڑے، ان بزرگ نے پکڑ لیا کہ ارے لڑکے کیا بات ہے؟ عرض کیا معافی چاہتا ہوں مجھ سے غلطی ہوگئی تھی، میں نے وہ مصرعہ پڑھ کر چلا آیا تھا۔ بزرگ نے فرمایا کہ جب تم نے وہ شعر اپنی خوشی سے پڑھا تھا اب ہمارے کہنے سے پڑھ دو، عرض کیا حضرت وہ تو میری غلطی تھی، فرمایا نہیں ہماری خوشی ہے کہ تم پڑھ دو۔ چنانچہ پڑھ دیا ......

ع نمرد است آنکہ دنیا دوست دارد

فرمایا کہ مصرع ناقص ہے اس میں کمی رہ گئی۔ اس کے ساتھ دوسرا مصرعہ بڑھانا چاہئے۔ ع اگر دارد برائے دوست دارد

اب پورا شعر اس طرح ہوگیا ....

نمرد است آنکہ دنیا دوست دارد
اگر دارد برائے دوست دارد

تم نے ٹھیک کہا کہ اس کو مردِ خدا نہیں کہنا چاہئے جو دنیا کو دوست رکھے لیکن اگر رکھے تو اس دوست کے لئے رکھے کہ اس مال کو دوست کے کہنے کے مطابق کمایا اور اس دوست کے کہنے کے مطابق خرچ کیا۔

خلاصۂ مجلس :

خلاصہ یہ ہے کہ ترکِ طلب خلق اور سعی طلب حق ہو، یہی وہ چیز ہے جس کے لئے آپ نے سفر کیا ہے، مہمان خانہ (خانقاہ) میں قیام پذیر ہوئے ہیں۔ کیا یہ ایک مجلس کافی نہیں ہوسکتی؟ سوچو صرف ایک مجلس کافی ہوسکتی ہے اس طرح کہ اپنے اختیار سے اعضاءِ باطنی سے اخلاقِ رذیلہ کا دفع اسی وقت اور اخلاقِ حمیدہ کا حصول اسی وقت، بس صالح بن

Marfat.com

گئے۔ صالح بن کر چلے گئے، توفیقِ الٰہی پر نظر رہے، نظر اپنی سعی پر نہیں اور دعا کرتے رہو۔ خلاصہ یہ کہ جسماً بھی اطاعتِ کاملہ اور قلباً بھی اطاعتِ کاملہ اور روحاً بھی اطاعتِ کاملہ اور مالاً بھی اطاعتِ کاملہ۔ کسب بھی طاعتِ کاملہ کے ساتھ اور اس کا صرف کرنا بھی طاعتِ کاملہ کے ساتھ۔ فضول خرچی سے نکل گیا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں :

اِنَّ اللّٰہَ لَایُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ۔

فضول خرچی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتے۔

اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیَاطِیْنِ۔

فضول خرچی کرنے والے شیطان کے دوست ہیں۔

اگر آپ سے کوئی پوچھے کہ مطیعِ کامل کون ہے؟ تو کیا کہیں گے؟ ذکرِ کامل، ذکرِ حقیقی کرنے والا ہے، اور ذکرِ حقیقی کرنے والا کسے کہتے ہیں؟ تو آپ جواب دیں گے مطیعِ کامل۔ اور یہی اشد تعلق مع اللہ اور یہی مطلوب ہے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ ۔ حق تعالیٰ سے ہم کو تعلق مع اللہ تو ہے ہی مگر اللہ تعالیٰ کا فرمان اشد حُبًّا لِّلّٰہِ کا ہے جس کی پہچان اطاعتِ کاملہ ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

نویں مجلس

اتّباعِ اکابر اور زیادت فی العلم

ایک صاحب رئیس قسم کے آئے تو فرمایا : یہ صاحب بہت بھولے ہیں، سیّد ہیں، وزیر ہیں، وکیل بھی ہیں، ان سے عہدہ داری کی حیثیت سے میں نے ایک بات کہی کیونکہ نو تعلیم یافتہ ہیں، اس لئے ان سے کہا کہ یہ جو کچھ میں نے آپ سے کہا ہے، حضرت والا کے ارشادات ہیں اور حضرت والا کے ارشادات قرآن و حدیث کے ارشادات کی تشریح ہیں۔

اکابر اور ہم میں فرق :

جو کچھ علم قرآن و حدیث میں اکابر کو ملا ہے ہمیں تلاش کے بعد بھی نہیں مل رہا۔ اکابرین پر کامل اعتماد ہونا چاہئے اور آج کل ہم جیسے چھوٹوں کو اتنا بھی علم نہیں کہ کسی دریا میں سوئی ڈالیں اور سوئی کے نکوے پر پانی لگ کر آ جائے، ہمیں تو ان کے مقابل اتنا علم بھی نہیں اور ہم اکابرین کو اپنا جیسا سمجھنے لگے، علم اور چیز ہے اور معلومات اور چیز ہے۔

Marfat.com

لوگوں کی چار اقسام ہیں :

لوگوں کی چار اقسام ہیں: تو ایک وہ شخص ہے جس میں عقل بھی ہو اور ہمت بھی ہو اور دوسرا اس کا عکس کہ نہ عقل ہو نہ ہمت' تیسرا وہ شخص ہے کہ عقل تو ہے مگر ہمت نہیں' چوتھا وہ شخص ہے کہ ہمت تو ہے' مگر عقل نہیں' تیسرے کا عکس۔ تو بہترین سے بہترین اور اصلی سے اصلی وہ مؤمن ہے کہ جس میں عقل بھی ہو اور ہمت بھی ہو اور جس میں عقل تو ہے مگر ہمت نہیں' ہمت' جرأت' دلیری' مستقل مزاجی' اپنی جگہ ڈٹا رہنا نہیں، تو ایسا شخص اپنا نقصان کرے گا' ذلیل ہوگا' نفع سے محروم رہے گا' لیکن ایسے شخص سے کوئی فتنہ' کسی قسم کا جھگڑا پیدا نہیں ہوگا، ایسا شخص خود اپنا تو نقصان کرے گا لیکن اس سے دوسروں کو نقصان نہیں پہنچے گا۔ یہ شخص جھگڑے سے خالی ہے اور چوتھا شخص کہ جس کے اندر ہمت تو ہے لیکن عقل نہیں ایسے شخص سے فتنہ ہوگا کہ عقل نہ ہونے کی وجہ سے بات کے موقع ومحل کو سمجھے نہیں، جرأت کرے گا، آگے بڑھ کر سامنا کرے گا، فتنہ کھڑا ہوگا' کیونکہ وہ نہ مردم شناس ہے' نہ کلام پر قادر ہے۔ اصلِ تصوف کا مدار یہ ہے۔ نہ کہ صرف نفلیں پڑھ لیں' ضربیں لگالیں' اس سے کچھ فائدہ اپنا ہو گیا تو ہو گیا ہو' مگر اب تو ضربوں کا زمانہ بھی نہیں رہا، اب تو زمانہ جہرِ مفرط وشدید کا بھی نہیں رہا۔

حضرت والاؒ کی تعلیم متقدمین کا نچوڑ ہے :

متقدمین اکابرین کے ارشادات اور ان کی تعلیمات ان کے زمانے کے اعتبار سے انہی لوگوں کے ساتھ خاص تھیں اور اس زمانہ میں حضرت والا حضرت مجدد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی جو تعلیمات ہیں' ان پر چلنے میں ہی نفع اور ضرر کا دفعیہ ہے، متقدمین کی کتابیں متقدمین کے لئے ہیں' ہم جیسوں کے لئے حضرت والا کی کتابیں، متقدمین کی کتابوں کا

Marfat.com

زمانہ کی پوری رعایت رکھتے ہوئے نچوڑ ہیں۔ کیونکہ حضرت والا نے زمانہ کو پہچانا تھا، مختلف قسم کے اشخاص کو دیکھا، برتا تھا اور ان کے حالات و معاملات کا تجربہ کیا تھا۔ اب حضرت والاؒ کی کتابیں دیکھنا چاہئیں۔

مطالعۂ کتب میں بھی اتباعِ شیخ ضروری ہے :

لیکن اس میں بھی یہ تفصیل ہے اگر کسی کو واقعی تعلق کسی سے اعتقاد و اعتماد کا ہو جائے تو جو کتاب وہ متعین کرے اس کو دیکھنا چاہئے، اس کے سوا کسی دوسری کتاب کو نظر اُٹھا کر نہ دیکھنا چاہئے، دوسری کتاب جب وہ تجویز کرے تب دیکھے، اور طالب علم کو اپنے زمانہ طلب علم میں درسیات پورے انہماک کے ساتھ پورے جذبہ کے ساتھ اپنے آپ کو پورا اس میں لگا دے۔

ضرورتِ طبعیہ اور ضرورتِ شرعیہ سے جو وقت بچے وہ طالب علم طلب علم میں خرچ کرے، بس اپنے آپ کو عیناً ولساناً طلبِ علم میں منہمک کردے۔ اس طرح طالب علم جب طلبِ علم میں مشغول ہوگا تو وہ علمِ نافع بنے گا ورنہ دوسری مشاغل اگر مانع ہوں گی تو علم حاصل ہی نہ ہوگا اور اگر حاجب ہوں گی تو حصول میں نقص رہے گا۔

استاد بھی دراصل طالب علم ہی ہے :

رہا استاد اور مدرس تو وہ بھی طالب علم نہیں رہی ہے۔ یہ تو بقائے انتظام اور حفاظتِ مراتب کے لئے ہماری اصطلاح اور ہمارا ایک محاورہ ہوگیا ہے کہ وہاں بیٹھا متعلم ہوگیا' یہاں بیٹھا معلم ہوگیا، یعنی زیادتِ علم میں لگ گیا اور زیادتِ علم سے شکم بھرتا ہی نہیں۔ حق تعالیٰ نے رسولِ مقبول ﷺ کو فرمایا ہے: قُلْ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو علم پہلے سے ہے، لفظ" زِدْ " بتلا رہا ہے جس کے معنی

Marfat.com

ہیں زیادہ کیجئے تو لفظ "زِدْ" سے معلوم ہوا کہ علم تو پہلے ہی سے ہے آپ ﷺ کا ارشاد ہے :

انا اتیت علم الاوّلین والآخرین، تورات کا بھی علم ہے انجیل، زبور، صحفِ ابراہیم وموسیٰ اور صحفِ آدم کا بھی علم ہے (علیٰ نبیّنا و علیهم الصلوٰة والسّلام) مگر پھر حق تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ یوں کہو اللہ تعالیٰ میرے علم کو اور زیادہ کیجئے۔

معلوم ہوا کہ دوسری چیزوں کی تحصیل میں تو قناعت ہوسکتی ہے، مگر تحصیلِ علم میں قناعت نہیں۔

رَبّ زِدْنِی عِلْمًا کی عجیب تفسیر :

یہ کلام اللہ کی بلاغت ہے کہ دعا زیادتِ علم کا حکم دے کر حاصل شدہ علم کی حفاظت کا بھی حکم کنایۃً دیدیا اور جو حاصل نہیں ہے اور حاصل کرنے کے قابل ہے، اس کی زیادت کا حکم صراحۃً فرمادیا اور جو حاصل کرنے کے قابل نہیں ہے، اس سے اعراض کرنے کو بھی فرمادیا، کیونکہ جو علم حاصل کرنے کے لائق نہیں ہے جب تم اس میں لگ گئے تو جو علم ضروری تھا اور اس میں زیادت کا حکم تھا، اس میں نقص ہوگیا، علم غیر ضروری حاجب ہوگیا، تو علم ضروری میں نقص ضرور آئے گا۔ (هكذا فی بيان القرآن للمجدد تهانوی و فی معارف القرآن للفقيه الباكستانی)

آیت کی تفسیر یہ ہے کہ جو علم حاصل ہے اس حاصل شدہ کی تو حفاظت میں غفلت نہ کرے اور اس کی حفاظت کے ساتھ زیادتِ علم میں لگا رہے اور علم غیر نافع سے اعراض کرتا رہے۔

علم غیر نافع، لائقِ اعراض ہے :

جو علم نفع نہ دے وہ لائقِ اعراض ہے۔ اسی لئے حضور ﷺ نے طلبِ علم کے سلسلہ میں دو قسم کی درخواست ذاتِ باری تعالیٰ سے کی۔ ایک تو اس جملہ کے ساتھ :

Marfat.com

اللّٰھم انی اسئلک علمًا نافعًا۔

اے اللہ! میں تجھ سے علمِ نافع کی درخواست کرتا ہوں۔

نافع کی قید لگا دی جس سے معلوم ہو گیا کہ جو علم نافع نہ ہو وہ لائقِ تحصیل نہیں اور دوسرے اس عنوان کے ساتھ گو مضمون ایک ہی ہے :

اللھم علمنی ماینفعنی۔

اے اللہ! مجھ کو اس چیز کا علم دیجئے جو مجھ کو نفع دے۔

ان دونوں ارشادوں سے معلوم ہو گیا کہ جو علم نافع نہیں ہے، اس کا ارادہ کرنا ممنوع ہے، لیکن پھر بھی صراحۃً رسول اللہ ﷺ نے علم غیر نافع سے پناہ چاہی ہے۔ ارشاد ہے : **اللّٰھم انّی اعوذبک من علمٍ لاینفعنی۔**

اے اللہ میں ایسے علم سے پناہ مانگتا ہوں جو نفع نہ دے۔

معلوم ہوا کہ علم غیر نافع میں اگر وقت خرچ کیا تو تضیعِ اوقات ہے اور اگر مال خرچ کرنا پڑا تو اضاعتِ مال ہے۔ یہ سب آخرت کا کام ہے کیونکہ آخرت کی کامیابی تحصیلِ عمل پر موقوف ہے اور تحصیلِ عمل تحصیلِ علم پر موقوف ہے۔ اس لئے طلبِ علم میں خود کو لگانا یہ آخرت ہی کا کام ہے۔ جب طلبِ علم آخرت کا کام ہے تو اسی لئے ایک جگہ غیرت دلانے کے لئے عجیب عنوان اختیار فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا :

الدنیا مزرعة الاٰخرة۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

طلبہ کو حصولِ علم کی تلقین :

اگر کسی کسان کی زندگی دیکھی جائے تو از ابتداء تا انتہاء شروع سے آخر تک جب تک غلّہ گھر میں نہ آ جائے کس قدر مشقت اُٹھاتا ہے، نہ گرمی دیکھتا ہے نہ سردی' نہ دن دیکھتا ہے نہ رات' بہت دیکھا جائے کہ دنیا کا طالب اس طرح چست و چالاک رہے اور اس علم کا

Marfat.com

طالب جو مقدمہ عمل ہے اس میں یہ تکاسل اور یہ تکاہل۔ اے علمِ دین کے چاہنے والو! تمہاری غیرت کو کیا ہوا؟ کھیتی کرنے والوں سے سبق لے لو جو دنیاوی معمولی فانی زندگی کے لئے اپنے آپ کو اس طرح کھپا رہا ہے تو تم کو باقی زندگی مکمل عمدہ بنانے کیلئے کہ وہاں ذرّہ برابر ضرر نہ پہنچے اپنے آپ کو علم میں منہمک کرنا چاہئے۔ جس کا طریقہ اوپر بیان کیا گیا کہ اُمورِ طبعیہ، سونا، کھانا، پیشاب، پاخانہ وغیرہ اور اُمورِ شرعیہ نمازِ پنج وقتہ وغیرہ کے علاوہ تمام اوقات میں طلب علم میں منہمک ہونا چاہئے۔ طالبِ علم تین چیزوں کا اہتمام کرلے علم آجائے گا اگر کوئی مقام فی الحال سمجھ میں نہ بھی آیا تو قریب ہی سمجھ میں آجائے گا۔ ایک تو مطالعہ دوسرے اسباق کی پابندی بکمالِ غور اور دل کی حاضری کے ساتھ، تیسرے تکرار کرنا۔

مدرس کا مقام متدرس سے بلند ہے، یہ مدرس زیادتِ علم میں لگا ہوا ہے، جب معلم سنجیدہ صاحبِ وقار صاحبِ متانت اور صاحبِ علم ہوگا اور ضروریاتِ شرعیہ کا کامل طریقہ اختیار کئے ہوگا تو متعلم پر بہترین اثر ہوگا، چنانچہ جو ہمارے بزرگ گزرے ہیں اُن کے اساتذہ ایسے ہی ہوتے تھے یا شیخ ہوتے تھے یا کالشیخ ہوتے تھے، سیّد وہی نہیں جو خاندانی اعتبار سے سیّد ہو بلکہ **سید القوم خادمھم** قوم کا سرداران کا خادم ہوتا ہے۔ اب سیّد تو ہیں مگر مخدومیت کی شان ایسی پیدا ہوگئی کہ خادمیت کا نام ہی نہیں۔ مدرس ہو کر ایسا بیٹھ گیا کہ خادمیت جس طریقِ زندگی کو متقاضی ہے ادھر توجہ ہی نہیں۔

طلبہ کے مطالعہ کا طریقہ :

طلبہ کو مطالعہ اس نیت و طریق سے کرنا چاہئے گویا کہ اسے صبح پڑھانے جانا ہے، پڑھنے نہیں جانا ہے جب یہ نیت ہوگی تو مطالعہ کا طریقہ کچھ اور ہوگا، وہ تلاش کرے گا کہ عبارت پر یہ نمبر چھ (۶) کیوں پڑا ہوا ہے، اس کے اوپر حاشیہ پر نظر گئی تو وہاں بھی نمبر چھ (۶) پڑا ہے، وہ سوچے گا کہ اوہو اس کے متعلق حاشیہ میں کچھ لکھا ہے، بس وہ حاشیہ دیکھنا

Marfat.com

شروع کردے گا اور ذہن کھلنے اور چلنے لگے گا۔

ایک ذہین طالب علم کی حکایت :

ایک طالب علم استاد کے پاس پڑھتا تھا ایک مقام پر اس نے استاد کی تقریر پر اعتراض کرنا شروع کر دیا، استاد کا ناک میں دم آ گیا اور کہا ارے بھائی ! یہاں تو اس قسم کے اشکالات نہیں ہیں، یہ تم کہاں سے نکال رہے ہو؟ عرض کیا: حضرت! رات میں مطالعہ کر رہا تھا دیکھا، عبارت پر دس لکھا ہے میں سمجھا کہ یہاں دس اشکال ہوں گے تو رات بیٹھ کر یہ اشکالات میں نے گھڑے ہیں، ان کو بیان کر رہا ہوں۔ استاد نے کہا ارے بھائی ! یہ نشان اشکالوں کا نہیں ہے بلکہ حاشیہ کا ہے۔ دیکھو ! اس عبارت پر بھی دس لکھا ہے اور اوپر کونے پر بھی دس لکھا ہے۔ اس نشان کا مطلب یہ ہے کہ اس کونے میں جس کو حاشیہ کہتے ہیں اس عبارت کے متعلق کچھ لکھا ہوا ہے۔ تم اس کو دیکھ لو حاشیہ میں اس کو کچھ حل کیا ہے۔ یہ نشان اس لئے ہے، نہ کہ اس میں اعتراضوں کی طرف اشارہ ہے۔

ذہن علمِ نافع میں چلانا چاہئے :

ذہن اس علم کی طرف چلانا چاہئے جو نافع ہو، خواہ مخواہ ذہن چلانا کہ استاد سے بھی بڑھ گیا، یہ تو تضییع اوقات ہے، کچھ حاصل نہیں بلکہ مضر ہے جسمانی صحت کے لئے بھی مضر ہے کہ دماغ جلد ضعیف ہو جائے گا اور علم ضروری کی زیادت کے لئے بھی مضر ہو گیا۔

نفسِ علم اور زیادتِ علم کا حصول :

اس کے بعد ایک بات اور بیان کرتا ہوں کہ نفسِ علم اور زیادتِ علم کے دو محل ہیں، ایک وہ شخص کہ اس کا ذہن زیادہ نہیں چلتا، اس کا حافظہ بھی اچھا نہیں ہے یا حافظہ اور ذہن تو اچھا ہے لیکن وہ فارغ البال نہیں ہے، اس پر اہل وعیال کی معاش کا کافی بوجھ آ پڑا ہے، تو

Marfat.com

اس کو نفسِ علم کی تحصیل پر کفایت کرلینا چاہئے کیونکہ ارشاد ہے:

طَلَبُ العلمِ فریضَۃ علٰی کلّ مسلم۔

علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

اور جو شخص ذہین ہے، حافظہ بھی اچھا ہے اور متعلقین کے معاش کی ذمہ داری سے بھی فارغ البال ہے، اس کو زیادتِ علم میں لگنا چاہئے کہ ارشاد ہے: وقل ربّ زدنی علمًا ایسا شخص کہ انسانی زندگی کی جو ضروریاتِ شرعی معاشی یا معادی ہوں یا معاشرتی و معاملاتی ہوں یا من حیث العبادت ہوں' ان سب کے احوال پر حاوی ہو۔

علمِ تفصیلی کا سیکھنا فرضِ کفایہ ہے:

اہلِ علم کی ایک ایسی جماعت کا ہونا تمام مسلمانوں پر فرضِ کفایہ ہے۔ تو نفسِ علم کا حاصل کرنا اپنی اپنی ضروریات کے اعتبار سے فرضِ عین ہے اور جمیع علوم کا تفصیل کے ساتھ حاصل کرنا فرضِ کفایہ ہے' اگر تمام مسلمانوں میں کوئی عالم بھی علوم کا حاوی نہ ملے تو سارے مسلمان گنہگار ہوں گے۔

الغرض ...... زیادتِ علم کا حصول ہر ایک کے لئے ضروری نہیں ہے، کیونکہ ربّ زدنی علمًا کا خطاب کیسی ذات کو ہو رہا ہے؟ وہ ذات ایسی ہے کہ معاشی حیثیت سے استغناء ہے' توکل ہے' قناعت ہے' وہ ذات کون ہے؟ وہ نبی کریم ﷺ کی ذات ہے۔

عالم کی صفات:

یہیں سے یہ نکلا جو شخص زیادتِ علم کا طالب ہے، اس کے اندر قناعتی شان، توکلانہ شان' فراغتِ ذہنی' فراغتِ قلبی ہونا چاہئے۔ اپنی زندگی زیادتِ علم میں ہی صرف کردے۔ یہ شخص صحیح معنیٰ میں نائبِ رسول ہے۔ اس کو چاہئے کہ تبلیغِ احکام میں لگا رہے،

Marfat.com

عقائد کی بھی تبلیغ کرے، عبادات کی بھی تبلیغ کرے، معاملات کی بھی تبلیغ کرے، معاشرت کی بھی تبلیغ کرے اور اخلاق کی بھی تبلیغ کرے۔ اب یہ شخص اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کے ساتھ وَ تَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ وَ تَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ کا بھی مصداق ہے۔

مفتی کیسے طالب علم کو بنانا چاہئے :

جو شخص اچھی استعداد والا ہے، ذمہ داری کو سمجھنے والا ہے، امانت وضمانت اور دیانت کو جانتا، سمجھتا ہے، اپنے کو اچھی طرح جانچ لے پرکھ لے، اس کو علم کی تکمیل کرنا چاہئے، زیادتِ علم میں لگنا چاہئے، افتاء وغیرہ سیکھنا چاہئے ورنہ نہ سیکھے، اسی ذوقِ علمی کے ساتھ قلبی قناعت، توکل علی اللہ اور استغناء بھی ضروری ہے، حرص وطمع سے نفور ہو، ورنہ تو روپیہ کے لالچ میں غلط فتویٰ دے گا، ایسے کو مفتی بنانا حرام ہے۔ جہاں مفتی بنانے کا وجوب ہے وہیں حرام بھی ہے۔

الغرض ...... مفتی بنانے کے لئے ایسے کو داخل کرنا چاہئے کہ اس کی استعدادِ علمی بھی صحیح ہو کہ مطالعہ سے بے پڑھی کتاب کو بھی صحیح نکال لیتا ہو، نہ اس نے عالمگیری پڑھی نہ قاضی خان پڑھی، نہ شامی پڑھی، نہ درمختار پڑھی مگر استعدادِ علمی ایسی وافر ہے کہ مطالعہ سے مشکل مقام کو بھی حل کر لیتا ہے اور بالخصوص اس زمانہ میں تو مفتی کو بہت ذہین اور وافر استعداد والا ہونا چاہئے کہ عجیب عجیب معاملاتی اور معاشرتی حالتیں پیش آ رہی ہیں، اسی لئے اہلِ مدارس کو افتاء میں داخل کرنے کے لئے سخت امتحان لینا چاہئے۔ اس وقت بعض تجارتی صورتیں عجیب وغریب سامنے آ رہی ہیں۔ استفتاؤں کو دیکھ کر حیرانی ہوتی ہے کہ یا اللہ یہ کیا قصہ ہو رہا ہے تو اس زمانہ میں تو استعدادِ علمی اور عجیب قسم کی ہونا چاہئے۔ یوں تو تمام مفتی ہیں، مگر قیمتی نہیں اور جو قیمتی ہے وہ ہر مستفتی کے ساتھ نہیں ہو لیتا، وہ کسی کا دباؤ نہیں مانتا۔

Marfat.com

رئیس فی العلم دباؤ نہیں مانتا :

ایک ہوتا ہے امیر' مالدار اور ایک ہوتا ہے رئیس' نواب' صاحبِ ریاست دونوں کے مزاج میں زمین وآسمان کا فرق ہوتا ہے۔ صاحبِ ریاست رئیس ونواب کسی کا دباؤ نہیں مانتا۔ رئیسِ ریاست کا یہ مزاج ہے کہ وہ کسی رعیت کے فرد کے دباؤ میں کیوں آئے گا؟ اور جو دباؤ میں آ گیا وہ رئیس العلم نہیں ضعیف العلم ہے۔ اس میں تحصیلِ علم کے ساتھ طمع دنیوی بھی ہے، یہ طامع ہے اس لئے دباؤ مانتا ہے ورنہ عوام کا دباؤ خاص پر چہ معنیٰ؟ جو عوام اپنی خواہشات پورا کرنے کے لئے دباؤ مالی ڈال کر فتویٰ حاصل کر لیتے ہیں تاکہ سرخرو ہوں کہ میں نے تو فتویٰ لے کر یہ کام کیا ہے، ایسے عوام لائقِ ملامت ہیں اور وہ مفتی جو دباؤ میں آ کر فتویٰ دیدے رئیس العلم نہیں ہے، وہ امیر العلم نہیں ہے، غریب العلم ہے، رئیس میں استغناء ہوتا ہے۔ امارت کی شان استغنائی ہوتی ہے جو دولت مند رئیس نہیں ہے' امیر نہیں ہے' تجارتی' زراعتی طور پر دولت کی فراوانی کی وجہ سے دولت مند بن گیا ہے۔ اس کا مزاج رئیسانہ اور امیرانہ نہیں ہوتا، اس کا مزاج طامعانہ اور حریصانہ ہوتا ہے تو پیسے کی فراوانی اور ہے اور ریاست کی فراوانی اور ہے۔

منصبِ وہبی اور حاصل کردہ میں فرق :

منصبِ خداداد اور ہے اور خود حاصل کردہ منصب اور ہے، جس کو خداداد منصب حاصل ہوگا، اس کا دماغ عجیب شان رکھتا ہوگا، وہ خود حاصل کردہ منصب والے کے دماغ کی شان نہیں ہوسکتی۔ اس نے تو کھینچا تانی کر کے کشاکشی سے' دولت لٹا لٹا کر ایک منصب لے لیا، لیکن اس کا دماغ تو خود لالچی ہے، وہ تو پہلے ہی سے لالچی ہے، اب آ گیا منصب وعہدہ، تو اس نے تو خرچ ہی اس لئے کیا ہے، اِدھر دیدو' اُدھر لے لو' جب منصب مل

Marfat.com

جائے گا، دو چار آدمی پاس آ کر بیٹھیں گے وہ لیتے رہیں گے، اِدھر دیتے رہیں گے۔

رئیسانہ مزاج والے کو خواہ خاندانی ہو یا خاندانی سے لئے ہوئے ہو، اس کو غلط جگہ بیٹھنے سے احتراز واجتناب ضروری ہے، ورنہ وہ خاندانی چیز بھی چلی جائے گی اور جو چیز کسی کی صحبت سے آئی تھی، وہ بھی چلی جائے گی، جیسے علم یہ خاندانی چیز نہیں، جب پیدا ہوا تو عالم نہیں تھا، بعد میں حاصل کرنے سے علم آیا ہے، تو جس سے علم حاصل کیا ہے وہ خاندانی تھا، اس سے متعلق ہو گئے تو اس کا خاندانی اثر طالب علم میں آ جاتا ہے۔ اس خاندان والے نے غیر کی صحبت نہیں اختیار کی، تو طالب علم غیر کی صحبت کیوں اختیار کرے۔ طلبہ کو غیر کی جگہ نہیں بلکہ خواص کی جماعت میں بیٹھنا چاہئے۔ تا کہ کہیں عوام کے طبقہ میں حقارت نہ ہو جائے۔

اہلِ علم کو مشتبہ جگہ سے بھی بچنا چاہئے :

طلبہ کو ایسی جگہ سے بھی پرہیز کرنا چاہئے جو شبہ کی ہو مثلاً سینما کے دروازہ پر کھڑے کسی عزیز کا انتظار کر رہے ہیں، تو لوگ اس کو مطعون کریں گے اگر وہ صفائی سے کہہ دیں کہ ایک عزیز کے انتظار میں کھڑا ہوں۔ تو عوام یہی کہیں گے کہ یہ بھی کوئی کھڑے ہونے کی جگہ ہے۔

الغرض ...... اہلِ علم کو مشتبہ جگہ میں بھی نہ بیٹھنا چاہئے تو ایسے لوگوں کے پاس بیٹھنا جو عوام کے طبقہ میں شامل ہیں کہاں درست ہے؟ تم اس کا خیال رکھو کہ ہم نے علم کس سے حاصل کیا ہے، وہ ماخوذ منہ کیسا ہے؟ اس نسبت کو خیال کرو جو تم کو اس کے ساتھ حاصل ہے، میری مراد رسول اللہ ﷺ کی ذات ہے کیونکہ جو علم ہم حاصل کرتے ہیں اس کے اصل معلم رسول اللہ ﷺ ہیں، انہی کے اعمال واقوال کو مدارسِ عربیہ میں پڑھایا جاتا ہے، لوگ کہیں گے یہ ہیں رسول اللہ ﷺ کے نائب۔ کیا اس علم کا یہی تقاضا ہے کہ اخلاق ایسے ہوں، معاملات ایسے ہوں، اس طرح آپس کا رہنا سہنا ہو، اسی طرح عوام کو بھی رسول

Marfat.com

اللہ ﷺ کی عادات واخلاق کے خلاف سے بہت بچنا چاہئے ورنہ اغیار کہیں گے، دیکھو یہ ہیں نبی آخرالزماں ﷺ کی اُمت۔ کہتے ہیں رسالت ہمارے نبی پر ختم ہوگئی، لیکن نبی کو یہ عقیدۃً تو مانتے ہیں عملاً نہیں مانتے۔

دین صرف نماز میں منحصر نہیں :

نماز پڑھنا فرض ہے مگر مسلمانوں کا دین صرف نماز میں محصور نہیں ہے۔ دیکھو اس نمازی کا حال کہ اس سے دوسرے کو کیسی تکلیف پہنچ رہی ہے، دیکھو یہ کیسا نمازی ہے؟ کہ قرض لے کر دے نہیں رہا ہے۔ شاید علمِ نبی سے یہی پہنچا ہے کہ قرض لے کر مت دو۔ دیکھو ابھی اس نے دوسرے کو کیسا تکلیف دہ کلمہ کہا، کہ بیچارہ کا دل دُکھ کر رو رہا ہے، اس سے تو وہ نسبت جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہے خراب ہوگئی۔

الغرض ...... صاحبِ علم کو ایک نسبتی علمِ نافع من جانب اللہ پہنچایا ہے جو پوری زندگی پر حاوی ہے۔ زندگی کے کسی عملی شعبہ کو اس میں نہیں چھوڑا گیا ہے۔

طالب علم کو کیسا ہونا چاہئے :

اسی طرح جب طالب علم کے ہاتھ میں میزان آئی تو وہ بھی مایۂ دل اور مستقبل کی حیثیت سے مولوی ہوگیا، ایک عام آدمی بھی طالب علم کو دیکھ کر کہتا ہے کہ آیئے مولوی صاحب اور ہاتھ میں آئی ہے میزان' جس کے معنیٰ ہیں ترازو' تو ہمارا عمل بھی تلا ہوا ہونا چاہئے۔ بھولا پن دور ہونا چاہئے۔ ایک پلڑے میں علم رکھو، جو کہ ایک عمل بھی ہے اور دوسرے پلڑے میں دوسرے اعمال رکھو، پھر جانچو کہ عمل علم کے مطابق ہے یا نہیں اگر دونوں پلڑوں کا وزن برابر ہے تو سبحان اللہ! واہ واہ اس علم کو، ورنہ خود سمجھ لو کہ ہم کیا کر رہے ہیں؟

Marfat.com

مایئوول کی ایک عام مثال :

بمبئی میں ایک مسافر خانہ حاجیوں کے ٹھہرنے کے واسطہ ہے، جب بحری جہاز سے حج کے لئے سفر کیا جاتا تھا۔ تو حجاج اس مسافر خانہ میں ٹھہرتے تھے۔ تو وہاں قلی سامان ڈھونے کے لئے لگے ہوتے تھے، تو جو صاحب حج کرنے کے لئے جاتے تھے وہ قلی ان کو حاجی صاحب کہہ کر پکارتے تھے، تو یہ حاجی صاحب کہنا وہی مایئوول کے اعتبار سے ہے، وہ بھی مختصر المعانی اور منطق میں کلام کر رہا ہے، حالانکہ اس نے نہ مختصر المعانی پڑھی، نہ منطق، لیکن وہ بھی ان اصطلاحات میں کلام کر رہا ہے کیونکہ علوم محاوراتِ اہلِ لسان سے ہی مدوّن کئے جاتے ہیں۔

الغرض...... یہ قاعدہ ہے کہ جو کسی کام کو میں شروع کر دیتا ہے تو اس کو اس کام کی مخصوص صفت کے ساتھ موصوف کر دیا جاتا ہے۔ مایئوول کے اعتبار سے تو اس حاجی نے بھی سفر حج شروع کر دیا، پاسپورٹ بھی ہو گیا تو ارادۂ حج کی وجہ سے حاجی ہو گیا اور اگر کہیں احرام باندھ لیا اور مر گیا تو حدیث شریف میں آتا ہے ایسا حاجی قبر سے احرام باندھے ہوئے اُٹھے گا۔ تو مایئوول کے اعتبار سے قلی کہہ رہا ہے حاجی صاحب، حالانکہ حج نہیں کیا ہے، ایسے ہی ہمیں خطاب مولوی صاحب کا مل گیا۔ تو طالب علم کو مولیٰ والا ہو کر رہنا چاہئے۔

عنوان و معنون کا تلازم :

عنوان معنون سے خالی نہیں ہونا چاہئے، تو جب یہ حفظ کرنے والا حافظ جی اور میزان والا مولوی صاحب کہے جا رہے ہیں تو اس عنوان کا تقاضا ہے کہ اس کی زندگی میں تقویٰ اور طہارت آنا چاہئے، عنوان معنون کی خبر دیتا ہے تو مولوی، علم کی اور حافظ جی، حفظ کی خبر دے رہا ہے۔ پس علم و حفظ کا جو تقاضا ہے اس کو بجا لانا چاہئے۔ عنوان سے معنون کی

Marfat.com

طرف استدلال کرنا یہ مثلِ دلیل اِنّی (دلیل لمّی اور انّی یہ استدلال کے دو طریق ہیں، جن کو علماء جانتے ہیں مثلاً دھواں دیکھ کر سمجھ لینا کہ آگ موجود ہے یہ دلیل انّی ہے اور آگ دیکھ کر پتہ لگالینا کہ یہاں دھواں بھی ہے دلیل لمّی ہے اصطلاحِ منطق میں اوّل کو استدلال اور ثانی کو تعلیل کہتے ہیں۔ از محشی) کے ہے اور معنون سے عنوان کا پتہ چلانا یہ دلیل لمّی کے مثل ہے۔ اثر سے مؤثر کی طرف استدلال کرنا یہ دلیل انّی ہے اور مؤثر سے اثر کو معلوم کرنا یہ دلیل لمّی ہے۔

لفظِ مسلم کا تقاضا :

اسی طرح مسلمان جو ترجمہ ہے مسلم کا، تمہارے واسطہ حق تعالیٰ نے پہلی کتابوں میں اور اس کتاب قرآنِ پاک میں مسلم نام رکھا ہے :

هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَ فِي هٰذَا۔ تو مسلم کا عنوان معنون سے خالی نہیں ہونا چاہئے۔ مسلم کے معنیٰ تابعدار کے ہیں، تو مسلمان کو تابعداری سے خالی نہیں ہونا چاہئے۔

پھر جب مسلم میں تابعداری رکھی ہوئی ہے تو مسلم مولوی کے ساتھ تو ایک صفت مولویت کی زیادہ لگی ہوئی ہے، تو مسلم مولوی کا معنیٰ تو اور آگے بڑھا ہوا ہے۔ اب اپنے کو جانچ لو کہ میری نسبت کیسی ہے؟ کہیں میں ......

ع بدنام کنندہ نکونامے چند

تو نہیں ہوں۔ عنوان کیسا ہے؟ اور معنون کیا ہے؟

طالب علم جب چلتے ہیں تو کتاب بغل میں ہے مگر اس کا اثر دل میں ہونا چاہئے اور اس کا عملی ظہور جسم میں ہونا چاہئے۔

Marfat.com

طلبہ کو خطاب :

عزیز طالبعلمو! اپنے آپ کو پہچانو کہ آپ کون ہیں؟ کس طرح رہنا چاہئے، تمہارے ساتھ فصل لگ گئی ہے، فصل کھیتی نہیں، فصلِ امتیازی کہ کفر سے ہٹ کر تم مسلم ہو اور مسلم کے بعد مولوی ہو، یہ مولویت تمہارے لئے فصلِ امتیازی ہے، اس سے تم عوام سے ممتاز جماعت بن گئے ہو۔

اسلام وعلم کے آثار :

تو اس علم کا اثر قلب میں اور قلب سے جوارح (ہاتھ پاؤں) میں اثر امتیاز کا آنا چاہئے۔ من حیث المسلم اور من حیث المولوی جوارح میں سنجیدگی، متانت، وقار، قلب میں حلم، ایثار، فتوحات، توکل، قناعت وغیرہ صفاتِ حسنہ قلبیہ، روحانیہ آنے چاہئیں، یہ فصلِ علم جوں جوں بڑھتی جائے گی، فصلِ قلبی اخلاقِ حسنہ بڑھتے چلے جائیں گے۔

فصلِ امتیازی کا ظہور قیامت میں :

اسی فصلِ امتیازی کی وجہ سے میدانِ حشر میں حق تعالیٰ کفار سے فرمادیں گے :

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ۔

اے کفار! تم آج کے دن مؤمنوں سے جدا ہو جاؤ، جیسے دنیا میں تم مؤمنوں سے جدا رہے، یہاں بھی جدا رہو۔ تو اسلام یہ فصلِ امتیاز ہے اس نے شرک سے جدا کر دیا۔

ریا شرکِ خفی ہے :

اسی طرح شرکِ خفی بوئے ریا بھی نہ ہونا چاہئے، بس توحیدِ خالص ہو، کیسی توحید خالص؟ ایسی کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام نافی بھی ہے۔ تو اس ذاتِ نافی نے

Marfat.com

کلمہ طیبہ کو "لا" کے ساتھ شروع کر کے اشارہ فرما دیا کہ اے مؤمن! تیرے اندر سب سے پہلے غیر اللہ کی نفی ہونا چاہئے، اثبات پھر دیکھا جائے گا، تو لائے نفی کو کہہ کر یہ مؤمن بھی غیر اللہ کے لئے نافی ہو گیا۔ قلب کے اندر بھی نفی اور زبان پر بھی نفی تو غیر اللہ کی طرف ذرہ برابر بھی مائل ہونا کیسا؟ یہ خلافِ توحید ہے۔ اسی لئے حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ۔

اے مسلمانو! تم ظالم لوگوں کی طرف مائل نہ ہو، کہیں تم کو دوزخ کی آگ نہ لگ جائے۔

مسلم کا عنوان اس کو چاہتا ہے، کہ شرکِ جلی اور خفی دونوں سے پورا پرہیز ہو کیونکہ لطفِ مؤمن اولاً نفس امتیاز کو چاہتا ہے اور پھر امتیاز پر امتیاز کو چاہتا ہے قولاً بھی، فعلاً بھی، حالاً بھی اور عملاً بھی، پھر وصفِ علم کے ساتھ اور زیادہ امتیاز کو چاہتا ہے۔ اے طلبہ! تم فارغ البال ہو، طلبِ علم کے سوا تم کو کوئی کام نہیں، لہٰذا اس طرح علم اور طلبِ علم اور زیادتِ علم میں مشغول رہو، جس کی آپ کے سامنے کچھ تفسیر کی گئی۔

اس طرح علم اور زیادتِ علم میں مشغول شغل بحق کے ساتھ رہو۔ حق کہتے ہیں پوری، سچی، پکی، کذب سے خالی اور باطل سے ممتاز چیز کو، تو علم میں شغل بحق کے ساتھ مشغول ہو، متانت و سنجیدگی کا اہتمام ہو، وقار و حلم کو اپنے اندر لئے ہوئے ہو۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس طرح طلبِ علم اور زیادتِ علم میں مشغول بشغلِ حق رہنے کی توفیقِ ارزانی عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین

Marfat.com

ملفوظ

مبتدی کو مختلف اہلِ حق کے پاس بیٹھنا بھی مضر ہے، پھر اہلِ باطل مبتدع وغیرہ کے پاس بیٹھنے کے کیا معنی؟ ہاں اگر دونوں شیخوں کا مذاق ایک ہو تو اور بات ہے۔ حضرت والا نور اللہ مرقدہٗ مختلف الوان کے بزرگوں کے پاس بیٹھنے سے منع کرتے تھے، کیونکہ طریقِ علاج مختلف ہوتے ہیں، رنگ مختلف ہوتے ہیں، اس میں طالب کا قلب مشوش ہو جاتا ہے، ابھی یہ مبتدی ہے، اس کا قلب شیخ کے ساتھ جما نہیں ہے، بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں، جو دوسری جگہ ہیں، اپنے شیخ کے یہاں نہیں مثلاً وہاں کرامات ہیں، اپنے شیخ میں نہیں، وہاں شب بیداری ہے، نفل روزہ داری ہے یہاں نہیں، اب یہ مرید خیال کر رہا ہے کہ بجائے وہاں کے یہاں بیعت ہو جاتا تو اچھا تھا، بس تشویش آ گئی، نہ اِدھر کا رہا نہ اُدھر کا۔

بعض مشائخ صاحبِ توجہ ہوتے ہیں، یہ مرید توجہ میں جا کر بیٹھ گیا، قلب میں سرسراہٹ اور رونق آ گئی۔ اپنے شیخ کے یہاں برسوں بیٹھا ان میں سے کچھ بھی نہ ہوا، بس سمجھنے لگا یہاں تری ہے، شیخ میں خشکی ہے، تشویش پیدا ہوگئی، یہ اس کو مضر ہے، مگر یہ حکم مبتدی کے لئے ہے لیکن اگر اعتقاد میں پختگی آ گئی ہے کہ کہیں بھی جاتا ہے، کیسا ہی دیکھتا ہے، اپنے شیخ کی طرف ذرا اعتقاد میں فرق نہیں آتا، اس کو مختلف مشائخ کے یہاں جانا مضر نہیں۔ یہ سلوک کا مسئلہ ہے جس طرح فقہ کے مسائل ہیں، اسی طرح تصوف کے بھی مسائل ہیں۔

Marfat.com

دسویں مجلس

حفظِ ماتقدّم

حفظِ ماتقدّم :

آنکھ ہروقت کام کرتی ہے اگر تنہا ہے تب بھی کام کرتی ہے اگر کوئی اور ہے تب بھی کام کرتی ہے، گھر سے باہر نکلے تو آنکھیں کام کریں گی ورنہ چلے گا کیسے؟ وہ تو کھلی رہیں گی، زبان تو نہیں کام کرے گی، کان تو نہیں کام کریں گے، آنکھ کام کریگی، تو اب حفظ ماتقدم کہ آنکھ ہروقت کام کرتی ہے۔ لہٰذا میں اپنی طبیعت کے اندر ایسی چیز کو قائم کروں کہ اس کے قائم ہونے کے بعد آنکھ غلطی نہ کرسکے۔

حرص کی نگاہ :

حرص کی آنکھ نہ پڑنے لگے کہیں لالچ کی نگاہ نہ پڑنے لگے، یہ سب بدنگاہی میں داخل ہے۔ یہ نہیں کہ مرد بے داڑھی مونچھ کا لڑکا یا عورت جس کو عربی میں کہتے ہیں اِمراۃ ان کی طرف نگاہ ہے، کسی کے کارخانوں کو دیکھ کر لالچ کی نگاہ پڑی، کسی کی دوکانوں کو دیکھ کر

Marfat.com

لالچ کی نگاہ پڑی، کسی کو بڑے عہدے پر ہوتے ہوئے دیکھ کر لالچ کی حرص کی نگاہ اور حسد کی نگاہ پڑی۔ یہ سب لالچ کی نگاہ ہیں، نگاہِ بد یہ لالچ کی نگاہ ہے، یہ حرص کی نگاہ ہے، یعنی جو چیز بعد میں پیش آنے والی ہے، نقصان کی، ضرر کی، حرج کی، اس سے بچنے کے لئے پہلے ہی سے حفاظت کر لینا اس کے بچنے کے لئے پہلے ہی سے سامان کر لینا، جو اس کے بچنے کے سامان ہیں، اُسے کہتے ہیں حفظِ ماتقدم کے طور پر حفاظت کرنا، اس چیز کا جو ضرر کی بات پیش آنے والی ہے، پہلے سے اس لئے آنکھ کو جو نقصان کی بات پیش آنے والی ہے، حرص کی نگاہ، طمع کی نگاہ، حسد کی نگاہ تو پہلے ہی سے علاج کر لینا چاہئے کہ اپنے اندر سے حسد نکل جائے، دنیا کی طمع حرص نکل جاوے اور یہ نگاہِ بد سے حفاظت ہو جاوے تو طبیعت کو جس کو نفس کہتے ہیں، ایسا بنا لیا جاوے کہ بدنگاہ نہ پڑے، نگاہ پڑے کہ نگاہ تو پڑنے کے لئے ہے ہی نگاہ پڑے لیکن نگاہ کے ساتھ بد نہ ہو۔

نگاہِ بد سے حفاظت کا قاعدہ کلیہ:

جس کا ایک قاعدہ کلیہ اگر جما لیا، اچھی طرح سے بس وہ قاعدہ کلیہ کافی ہے ورنہ جزی جزی چیزوں کا انتظام اور جزی جزی حالتوں کے امراضِ نفسانی کا دور کرنا یہ تو بہت مشکل ہے، اُس کی تو بڑی تفصیل ہے، بس یہ سمجھ لیجئے کہ دنیا کی جو بھی ایسی چیزیں ہیں، وہ ضرر سے خالی نہیں، اگرچہ ان میں کچھ نفع بھی ہو لیکن جس چیز میں ضرر غالب ہے اور نفع وہمی ہے، وقتی ہے، وہ چیز تو بالضرور بچنے کی ہے، اس سے بچنا ضروری ہے اور پھر اس کے ساتھ شریعت نے بھی کہہ دیا تو اور تاکید ہو گئی ہے، بہت ہی زیادہ ضروری ہے، تو لالچ کی نگاہ اور حرص کی نگاہ ڈالنے سے فائدہ کیا ہوا؟ تھوڑی دیر کے لئے تکلیف ہو گئی، رنج ہو گیا، ہائے میرے پاس ایسا نہیں ہے اور طبیعت کہہ رہی ہے کہ کوشش کر، تو بیٹھے بٹھائے پریشانی اچھا خاصا سکون تھا، مصیبت مول لے لی پھر اس کی بھی ایک جڑ ہے، وہ اگر دل میں بیٹھ جاوے

Marfat.com

تو اس سے بڑی ہی آسانی ہو جائے کہ دنیا اور اس کے اندر جو کچھ ہے فانی نہ باقی۔ فانی رہنے والی چیز نہیں، ختم ہونے والی چیز ہے، نہ یہ حسن باقی رہنے والا، نہ یہ خوبصورتی باقی رہنے والی، نہ جس کے پاس دولت ہے، وہ باقی رہنے والی ہے اور جس کے پاس کچھ بڑے سے بڑا عہدہ ہے نہ وہ باقی رہنے والا، جس کے پاس قلعہ اور محل ہے، نہ وہ باقی رہنے والا، سب فانی ہیں۔

طلب وکسب :

وہ کسب ہے اس کو طلب نہیں کہتے ہیں اور کسب ہی کی اجازت ہے۔ ضرورت کے موافق جو چیز ضروری ہے، اس کی تو ضرورت ہے، لازم ہے اس ضروری کے ساتھ خیال فرمائے گا، اس ضروری شئی کے ساتھ اگر کچھ راحتی شکل ملی ہوتی ہے، کچھ فرحت کی چیز لگی ہوئی ہے تو اس کے بھی حاصل کرنے کی اجازت ہے، اس ضروری کے ساتھ اس کے بھی حاصل کرنے کے لئے تو اجازت ہے، لیکن ضروری چیز کے حاصل کرنے کے ساتھ یہ ایک آسائشی چیز ہے، فرحتی چیز ہے، اس کے بھی حصول کی اجازت ہے' اگر بسہولت تم سے ہو سکے کہ ضروری میں تو خلل نہ پڑ جاوے۔ اجازت ہے اس کے پیچھے پڑ جانا کہ ضرورت بھی رہ گئی، وہ آگے کی چیز حاصل نہیں ہوئی اور ضروری چیز بھی حاصل رہنے سے رہ گئی، اس کو کہتے ہیں کھپانا کہ غیر ضروری میں اس طرح لگا کہ ضروری کے اندر ضرر آ گیا اور حرج ہو گیا۔

حفظ ماتقدم کی دلیل :

تو حفظ ماتقدم یہ ہے کہ جو چیز آئندہ کوئی ضرر کی پیش آنی والی ہے، اس کے آنے سے پہلے بچنے کے اسباب اپنائے جائیں' ان کو اختیار کر لیں، یہ نہیں کہ وقت پر اختیار کر لیں گے، ایسا نہیں اور اس کی دلیل قرآن شریف میں ہے :

وَ خُذُوْا حِذْرَکُمْ یعنی اپنے بچاؤ کے سامان جس زمانہ میں جس چیز کے لئے

Marfat.com

جیسے ہوا کرتے ہیں، ان کو اختیار کرو مضبوطی کے ساتھ۔ "خذوا" اختیار کرو، حاصل کرو، پہلے سے اس سامان کو مہیا کرو، اسی لئے پھر یہ فرمایا، اس اثبات کے بعد نفی...... وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ۔ (پارہ:۵، سورۂ نساء رکوع:۱۵)

تو خُذُوْا حِذْرَكُمْ اپنے بچاؤ کے سامانوں کو جمع کرو، اُدھر کیا فرمادیا: لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ اپنے ہتھیاروں کی طرف سے غافل مت ہو جاؤ کوئی حافظ نہیں ہے، تو اَسْلِحَتِكُمْ لَوْ تَغْفُلُوْنَ ہے نہیں لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ ہے یا نہیں ہے اپنے اسلحہ یعنی ہتھیاروں سے غافل مت ہو جاؤ، اُدھر ان سے غفلت نہ ہونا جو ضروری چیز ہے، اس کا حاصل کرنا ضروری ہے اور مقدم ہے، وقت پر نہیں، حفظ ماتقدم يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا اپنی سرحد کی حفاظت کا پورا سامان رکھو، اے ملک والو! جو تمہاری ملک کی چاروں طرف کی حدیں ہیں، ان چاروں طرف کی حدوں کو پوری طریقہ سے حفاظت کے سامان وہاں رکھو کہ کوئی دشمن کسی جانب سے داخل نہ ہو جاوے تو دیکھئے حفظ ماتقدم ہو گیا یا نہیں۔ یہ ضروری ہے۔

حفظ ماتقدم سے غفلت :

یہ نہیں کہ جب وقت آوے گا، اس وقت دیکھا جاوے گا، اس وقت کرلیں گے، یہ غفلت ہے، جب جاڑے قریب سے آرہے ہیں تو پہلے ہی سے اگر سامان سردی حفاظت کا نہیں ہے تو کرو جتنا تم سے ہو سکتا ہے۔ ہر شخص کی حالت' حیثیت الگ الگ ہے، گرمی آوے گی، اس گرمی کی تپش سے بچنے کے لئے جو تم سامان حفاظت کا کر سکتے ہو کرو، برسات آنے والی ہے، برسات کے آنے سے پہلے بارشوں کے آنے سے پہلے اپنے مکانوں کی حفاظت لپائی پتائی سے چھتوں کی حفاظت کرو، مٹی وغیرہ ڈال کر کہ چھت میں پانی اندر نہ آجاوے۔ تو پہلے سے گھر کی چھتوں کی حفاظت کرلو، جب برسات آوے گی دیکھا

Marfat.com

جاوے گا ایسا نہیں۔

ایک خنزیر کا واقعہ :

ایک شخص چلا جا رہا تھا، ایک خنزیر (سور) اپنے دانتوں کو درخت سے تیز کر رہا تھا، تو اس چلنے والے نے کہا خنزیر سے کہ اپنے دانتوں کو تو تیز کیوں کر رہا ہے؟ کیا تو نے کوئی شکار دیکھا ہے؟ تو خنزیر نے کہا واہ ! آدمی واہ انسان ! یہ کہاں کی کونسی عقل ہے، جب میں شکار کو دیکھوں اور پھر دانت تیز کروں تو شکار ہاتھ کس طرح آوے گا، مجھے تو دانتوں کو تیز کر کے اس کو پکڑنا ہے، پہلے ہی سے تیز کر کے رکھنا ہے، اسی لئے میں پہلے سے تیز کر رہا ہوں۔ اگر شکار کے وقت میں تیز کروں گا تو شکار ہاتھ میں کہاں آوے گا، تو دیکھو خنزیر پر جو ایسی چیزیں ہوتی ہیں، اس میں تعلیم کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن ہائے افسوس کہ انسان انسان ہو کر اور پھر اس عقلِ صحیح سے کام نہ لے اور پہلے سے تیاریٔ حفاظت کے سامان کی جو ہونا چاہئے نہ رکھے اور جبکہ اس عقلی چیز کے ساتھ ساتھ شرعی چیز بھی آ گئی ہو، ادھر سے بھی حکم معلوم ہوتا ہے کہ پھر تو یہ بہت ہی مہتم بالشان ہے، پھر تو اس کی اہمیت اور بڑھ گئی۔ لہٰذا اس کے اہتمام کی طرف اور زیادہ متوجہ ہونا چاہئے۔

حفظِ ماتقدم کیا ہے ؟

حفظ ماتقدم یہ ہے کہ جو چیز آئندہ غالب اندیشہ کی معلوم ہو رہی ہے تکلیف کی ضرر کی اور نقصان کی ذلت کی، اس سے بچنے کا پہلے سے سامان جمع کر لینا چاہئے، اختیار کر لینا چاہئے۔

بھوک سے پہلے کھانے کا انتظام :

بھوک ایک چیز ہے اور یہ تکلیف کی چیز ہے۔ بھوک تو یہ نہیں کہ جب بھوک لگے

Marfat.com

گی جب آٹا نکال کر پانی ڈال کر اس کو گوندھ کر پیڑا بنا کر آگ چولہے میں لگا کر توا رکھ کر گرم
ہونے پر پھر اس پیڑے کو بڑھا کر اب چولہے پہ توے پہ ڈالیں گے۔ آگ میں سینک کر
پھر نکالیں گے، ایسا نہیں بلکہ پہلے سے ہی کھانا پکا کر رکھ لینا ہے، نہ کہ بھوک لگے گی، بازار
سے آٹا لے آئیں گے، نمک لائیں گے، مرچ لائیں گے، کھانے سے پہلے گھر میں مہیا رکھنا
چاہئے اور پھر اس کو بھوک لگنے سے پہلے پکا کر تیار کر کے رکھ لینا چاہئے کہ بھوک لگنے کے
وقت کھانے بیٹھ جاوے۔ آگئی مثال حفظ ماتقدم کی کہ ہر چیز کے مختلف اسباب ہوتے
ہیں۔ مختلف سامان ہوتے ہیں، تو جس جس وقت میں جس جس چیز کا جو جو طریقہ اسباب کا
ہے، اس کو جمع کرنا تو ملکی طور پر بھی فرمادیا کہ لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ تم اپنے
ہتھیاروں سے غافل مت ہو جانا، پہلے ہی سے جمع کر رکھنا۔ جس زمانہ میں جن ہتھیاروں
کی بالمقابل استعمال کرنے کی ضرورت ہے۔

جیسا زمانہ ویسے ہتھیار :

جس زمانہ میں کہ پہلے بھالہ اور تلوار پھر وہ بندوقیں نکل آئیں، پھر وہ توپیں نکل
آئیں، پھر اور کیا کیا نکل آئے، پھر میدانی کے علاوہ ہوائی نکل آئے، تو جس جس زمانہ میں
جن جن حفاظتی سامانوں کی ضرورت ہو، اس کا پہلے کے موسم کے آنے کے اعتبار سے ا...
طرح، سردی کے موسم کے آنے کے اعتبار سے اور طرح۔

بچپن، جوانی اور بڑھاپے کا سامان :

بچپن کے ہونے کے اعتبار سے بچے پن کی حفاظت اور طرح اور جوانی آنے...
جوانی کی حفاظت کے سامان کچھ اور طرح، بڑھاپے ہونے کی حالت میں بڑھاپے کے
سامان اور طرح، تو جس جس وقت میں جس جس اعتبار سے ضرورت حفاظتی ہو، ا...

Marfat.com

ضرورتوں کو مہیا کرنا ہے۔

ہر شخص کی ضروریات الگ الگ ہیں :

اور ضرورت ہر شخص کی الگ ہے، کیا ایک شخص ہے، بس اس کے ساتھ کوئی اور دوسرا نہیں تو اپنے ایک شخص ہونے کی حیثیت سے اپنی ضرورت کے سامان کو مہیا کرلے، ایک لحاف ایک گدہ جیسی اس کی حیثیت ہے، غریبی کی، امارت کی، ناداری کی، افلاس کی اور مالداری کی، اکیلا ہے۔

آنے والی ضرورتوں کا انتظام :

جب شادی کرلی تو ضروریات بڑھ گئیں، پہلے ایک لحاف ایک گدہ کافی تھا، اب ایک اور لحاف اور ایک اور گدہ کبھی الگ بھی سوئیں گے نہ کہ بیوی کے ساتھ ہی سوئیں گے، روزانہ کی ضرورت بڑھ گئی، اب بچہ ہوگیا، تو اب بچہ کی ضرورتیں جو بچپن کے لئے ضرورتیں ہیں اس کو مہیا کرنا ہوگا؟ ضرورت بڑھ گئی، اب اس کو جمع کرو، اس کے عزیز و اقربا بھی ہیں، اس سے کون خالی مشکل سے ہوگا، وہ بھی آتے جاتے رہتے ہیں، جب وہ بھی آتے جاتے رہتے ہیں اور آپ کے پاس اپنے اور بیوی کے لئے لحاف اور گدہ تھا، مہمان آگیا اب اس کے لئے کیا ہوگا ضرورت بڑھ گئی، ہر شخص کی ضرورت الگ ہے تو ضرورت بڑھ گئی، اب اس کو دو ایک لحاف گدے اپنے گھر والوں کی ضرورت کے علاوہ کہ مہمانوں کی ضرورت پوری کرنا ہے، رکھتا ہے۔

ضرورت کے ساتھ سامانِ راحت :

ضرورت کے ساتھ سامانِ راحت کی اجازت ہے تو وہ درجہ تو وجوب کا ہے اور یہ درجۂ استحباب کا ہے۔ پہلے آپ کو فرض و واجب ادا کرنا پڑے گا، نفلیں بعد میں۔ وہ بھی

Marfat.com

ایک درجہ ہے نفلوں کا ادا کرنا وہ بھی ایک درجہ ہے، لیکن جو چیز ضروری اور وہ جو وجوب کے درجہ میں ہے اس کو ادا کرنا پہلے ہے، اس کے ساتھ جماعت کے ساتھ اہتمام رکھنا پہلے ہے، پھر نفلوں کا درجہ، نہ کہ نفلوں کی تو بھرمار ہے اور فرض وواجب کا اہتمام اور جماعت کا اہتمام جو ہونا چاہئے وہ نہیں ہے۔ یہ دینی مثال پیش کی ہے۔

دنیوی ضرورتوں کا انتظام بھی دین ہے :

اس نظیر کے اعتبار سے کہ جس کو دنیاوی ضرورت کہتے ہیں وہ دنیاوی نہیں ہے، وہ بھی دین ہی کی خاطر ہے، اپنی جان مال عزت آبرو کی حفاظت کے لحاظ سے ہے، اگر اس میں فرق آ گیا تو دین کے کام میں فرق آ گیا۔ دین کے کام میں فرق نہ آنے کی وجہ سے ان کاموں کی ضروری اور استحبابی، استحسانی ضرورت ہوگی، بقائے دین کی خاطر تو اصل وہ ہے کہ کسبِ حلال فرض ہے لیکن جو اُخروی ضروری فرض چیزیں ہیں، ان کے ادا کرنے کے بعد، نہ کہ ان سے تغافل کے ساتھ کہ ضروری تو وہ ہے سامانِ بقا پھر یہ سامانِ فنا، اس سامانِ بقا کے لئے اس لئے حلال کی قید لگادی۔ اگر حرام کو حاصل کر رہا ہے جمع کر رہا ہے، تو پھر حصولِ بقاء کہاں، تو بقاء کی بقاء کے لئے کہاں، بلکہ وہ تو بقاء کے لئے مضر ہے، زمانہ بقاء کے لئے، آخرت کے لئے وہ تو مضر ہے، اسی لئے حلال کی قید لگادی اور حلال کی قید کے ساتھ کیا لگادیا۔

دینی فریضہ کی ادائیگی کے بعد دنیوی معاش کا کام :

بعد الفریضہ یعنی فریضے زمانہ بقاء اُخروی کے بعد یہ حاصل حلال کا کرنا ہے، نہ کہ صبح ہی اُٹھ کر فریضہ اُخروی کو چھوڑ کر زراعت وتجارت یا وہ عدالت یا دفتر کی طرف بھاگ جاتا ہے، تدریس میں لگ جاتا ہے، تصنیف وتالیف میں لگ جاتا ہے، وہ بھی دین ہے لیکن یہ دین مقدم ہے کہ صبح کو اُٹھ کر پہلے فریضہ صلوٰۃ، اس کے بعد دوسرے فرائض۔

Marfat.com

دنیا میں رہ کر آخرت کا سامان :

حفظ ماتقدم کہ آنکھوں کے اندر جو باتیں پیش آویں گی، ان کے ضرر سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ حفاظت کا سامان کرلو کہ آخرت کے ضرر کے سامان سے حفاظت ہو کیونکہ ایمان آخرت کے عقیدہ کا نام ہے، کہ آخرت ہے، جس میں حساب و کتاب، باز پُرسی، معاملے کی پیشی ہوگی۔

حفظ ماتقدم تو دنیا کے اندر رہتے ہوئے مرنے کے بعد جو پیش آنے والی چیزیں ہیں ضرراً اور نفعاً تو اس کا حفظ ماتقدم اس عالم کے اندر نفع حاصل ہونے کے لئے اور ضرر سے بچنے کے لئے اس عالم میں ضروری ہے۔ حفظِ ماتقدم کہ برسات سے پہلے حفاظت حفظِ ماتقدم، گرمی سے پہلے بچنے کی حفاظت حفظِ ماتقدم، سردی آنے سے پہلے بچنے کے لئے ضرر سے حفظ ماتقدم، تو آخرت میں جانے سے پہلے اس عالم کے اندر سامان حفظِ ماتقدم اب تو آ گئی سمجھ میں بات حفظ ماتقدم کہ اس عالم دنیا کے اندر حفظِ ماتقدم ہے۔ ایک دوسرے عالم میں جا کر راحت کے ساتھ رہنا اور ضرر سے بچ کر رہنا بعض کی طبیعت شرمیلی ہوتی ہے، ایسی غیریت قسم کی ہوتی ہے کہ وہ دوسرے کی ٹیڑھی آنکھ کرنے کو بھی گوارا نہیں کرتا، ٹیڑھی نگاہ کر کے دیکھنے کو بھی گوارا نہیں کرتا۔ جیسے دنیاوی طبیعت ستھری پاکیزہ نکھری لطیف ہوتی ہے کہ ذرا سی بدبو کو بھی گوارہ نہیں کرسکتا کہ حضرت والا نے واقعہ سنایا۔ ۱۸۵۷ء میں جو غدر ہوا تھا، بس انگریز آیا تو اپنے مخالفین کی گرفتاریاں کیں، ان میں لکھنؤ جو ایک حکومت تھی، ان کے چچا گرفتار ہوگئے، پھانسی کا حکم دے دیا، یہ حضرت مولانا میرے شیخ حکیم الامت مجدد الملت نے فرمایا۔

لکھنؤ کے نواب صاحب کی پھانسی کا واقعہ :

تو چچا نے یہ کہا مقصد تو آپ کا یہ ہے کہ میں ختم ہو جاؤں' مر جاؤں، تو مجھے پھانسی

Marfat.com

دینے کی ضرورت نہیں اور آپ کا مقصد حاصل ہو جائے گا۔ وہ اس طرح سے کہ کسی میلے کچیلے بھنگی کو بلالو اور اس کو میرے سامنے سے پاس سے نکال دو، اگر میں بچ جاؤں تو پھانسی دے دینا، اگر مر جاؤں تو آپ کا مقصد حاصل ہے کہ مر گیا۔ بڑا تعجب ہے یہ بھی کونسا دماغ ہے، ایک میلے کچیلے بدبودار بھنگی کو بلالیا اور ان چچا صاحب کے پاس سامنے ہو کر نکالا' جب بالمقابل وہ بھنگی پاس ہو کر گزرا، اس کی بدبو دماغ کو چڑھ گئی، دماغ پھٹ گیا، مر گیا تو دیکھا آپ نے دنیاوی اعتبار سے بعضوں کا مزاج کیسا عجیب نازک ہوتا ہے، اس لئے آپ ان نوابوں کے بیت الخلا میں بدبو نہیں پائیں گے، وہ تو خوشبوئیں چھڑکتے رہتے ہیں' رکھی رہتی ہیں تو بعضوں کا مزاج ایسا ہوتا ہے اور جب ایسا ہوتا ہے تو ٹیڑھی نگاہ کو بھی گوارا نہیں کرتے، اور یہ مؤمن آخرت میں حساب کتاب کی پیشی کا معتقد ہے۔ اب ان مؤمنوں میں بعض مؤمنوں کی ایسی طبیعت بھی ہوگی، اپنی جگہ پر حفظ ماتقدم بھی کہ ٹیڑھی نگاہ سے بھی آخرت کے اندر بچا رہوں، ملامت کی نگاہ سے بھی بچا رہوں، چہ جائیکہ آگے عتاب کی نگاہ، اپنی جگہ پر وہ اس کا اہتمام کرتا ہے۔ تو وہ فرض' واجبات' سنن اور مستحبات کا اہتمام رکھتا ہے، محرمات اور مشتبہات اور مکروہات سے بچنے کا بھی اہتمام رکھتا ہے۔

صحت کا خیال :

اب اس کے پاس سامانِ صحت کے ایسے نہیں کہ نفلیں ادا کر سکے، زور کا مریض ہے، زور کا کمزور ہے، زور کا ضعف ہے۔ اس لئے قید لگائی کہ بلحاظِ صحت و سہولت کیونکہ اگر نوافل کا اہتمام کرتا ہے تو صحت خراب ہوتی ہے، اگر نوافل کا اہتمام کرتا ہے صحت تو ہے مگر سہولت نہیں دشواری ہوتی ہے، تعب مشقت سے خود ہی بچنے کا خیال فرمایا۔ مثلاً: نماز کہ کھڑے ہو کر طاقت نہیں ہے، تو بیٹھ کر اور بیٹھ کر نہیں، تو لیٹ کر سر کے اشارے سے' اب وہ بھی نہیں ہے تو چھوڑ دو' تو صحت کا خیال ذات باری تعالیٰ نے لحاظ فرما کر اُخروی کام جو

Marfat.com

مقدم ہے دنیاوی کاموں پر اس کی رعایت مصالحِ انسانی کو لحاظ فرماتے ہوئے خود ہی (اس لئے احقر نے کہا کہ صحت اور سہولت) وَلَاتُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ اپنے آپ کو جان کر ہلاکت کی جگہ پر مت لے جاؤ، ہلاکت کی چیز کو مت کرو ہلاکت کے اندر جان بوجھ کر مت ڈالو بلکہ حفاظت کرو تو آخرت جس پر ...... ہم ایمان لائے ہوئے ہیں، حفظ ماتقدم کہ دنیاوی زندگی کے اندر وہاں جو بات پیش آنے والی ہے، نفع کی یا ضرر کی تو حفظِ ماتقدم نفع کی چیز کی طرف مشغول اور ضرر کی چیز سے بچنے کے لئے مشغول حفظ ماتقدم اسی لئے فرمادیا کہ یہاں آنے پر تم عذر کرو گے تو وہ اس وقت سنا نہیں جائے' یہاں آ کر توبہ استغفار کرو گے تو سنا نہیں جائے گا...... وہ حفظ ماتقدم وہیں تھا، عذر پیش کر دینا، اعتراف کر لینا طلبِ مغفرت اور استغفار کا چاہ لینا یہ وقت نہیں ہے۔ سردی آنے سے پہلے متعدد مثالیں پیش کی ہیں، دھوپ وغیرہ کی۔ تو وہ عالمِ آخرت وہاں پہنچنے کے بعد سامانِ نفع کے حاصل کرنے کا یا ضرر سے بچنے کا نہیں ہے، پہلے سے کیوں نہ کر لیا تھا، ہم نے تو کہا تھا۔ حفظ ماتقدم پر بات چل رہی ہے، آج کہ حفظ ماتقدم کسے کہتے ہیں، سنا تو بہت دفع ہوگا، حفظ ماتقدم تو آنکھ سب سے زیادہ زیادہ کام کرتی ہے، جب کوئی بولے گا، آپ سن لیں گے، جب کوئی آپ کو بات کرنا ہوگی آپ بولیں گے، جب کوئی بول کر جواب چاہتا ہو' آپ بولیں گے۔

حفظ ماتقدم میں آنکھ کا کام سب سے زیادہ ہے :

لیکن آنکھ تو ہر وقت کام کرتی ہے۔ آپ تنہا ہیں تب بھی کام کر رہی ہے باہر ہے، تب بھی آنکھ کام کر رہی ہے، گھر میں تب بھی آنکھ کام کر رہی ہے، آنکھ تو ہر وقت کام کرتی ہے، آپ بیت الخلاء میں ہیں' تب بھی آنکھ کام کر رہی ہے، مستور اعضاء مکشوف ہوں' ان کی طرف دیکھ کر طبیعت کیا کہتی ہے، آنکھ پڑ رہی ہے، آنکھ کیا کہتی ہے تو آنکھ کا تو ہر وقت کا

Marfat.com

کام ہے، جلوت کے اندر بھی، خلوت کے اندر بھی، گھر کے اندر بھی، بازار کے اندر بھی، ہر وقت ہے تو ایسا طبیعت کا حال حفظ ماتقدم بنالیا جاوے کہ یہ نگاہ اپنے وقت کے اوپر محفوظ رہ جائے، ضرر کی چیز سے' نگاہِ بد سے' نگاہِ حرص سے' نگاہِ طمع سے' نگاہِ حسد سے کہ اندر کی طبیعت ایسی بنالی تو جزئیات تو بہت ہیں کس کس مرض کا علاج کس کس تدبیر کے ساتھ ہے۔

دنیا کی فنائیت کو سوچو :

دنیا باقی رہنے والی نہیں ہے، اگر آ بھی گئی تو رہے گی نہیں تو میں کیا حرص کروں؟ کیا طمع کروں؟ کہ مرد اور امراۃ کی طرف بھی نگاہِ بد یہ طمع ہی تو ہے کیا کروں؟ تو اس عالم کا فانی ہونا دل کے اندر جم گیا یعنی باقی نہ رہنا' ہمیشہ محفوظ نہ رہنا اور جب فنا اس کا جم گیا تو ایسی چیز کی طرف رغبت کا ہونا' قدر کا ہونا یہ نکل گیا، جب نکل گیا تو طلب کا ہونا بھی نکل گیا، جب طلب کا ہونا نکل گیا، تو بضرورتِ استعمال کا کرنا رہ گیا کہ آنکھ جس ضرورت کے لئے استعمال ہو سکتی ہے' استعمال ہے' جس ضرورت کے لئے ضرورت ہے' اس کا استعمال ہو سکتی ہے، استعمال ہے' آگے اس کا استعمال نہیں ہے تو نہ یہ نظر طمع کی ڈالی جا رہی ہے، نہ حرص کی ڈالی جا رہی ہے اور طمع کی نگاہ، نگاہِ بد ہے تو نگاہِ بد سے حفاظت حفظِ ماتقدم گفتگو شروع ہوئی تھی کہ حفظِ ماتقدم کسے کہتے ہیں، یہ اس کی تفصیل ہے اور یہ نگاہِ بد یہاں کے لئے تو مضر ہے ہی گفتگو آخرت کی ہے، وہاں کے لئے بھی مضر۔ تو یہ جو عالم ہے جس کو دنیا کہتے ہیں' یہ عالمِ آخرت کے حفظِ ماتقدم کے لئے ہے۔

سامانِ شادی کی مثال :

اور ایک دوسری مثال کہ کسی کے گھر لڑکی ہے، خوب پروان چڑھ رہا ہے، اس کی شادی ہوگی تو جس دن شادی ہوگی، اس دن سامانِ شادی کا آپ جمع کریں گے یا اس سے پہلے حفظِ ماتقدم، کہ جو چیز پیش آنے والی ہے، ہماری نظر میں قریب سامان اس کا پہلے

Marfat.com

سے اپنی حیثیت کے مطابق کرو کہ جو ضرر پیش آنے والا ہے، اس وقت پر اس سے حفاظت کرو، نہ کہ جس دن شادی ہوگی یا ایک دن پہلے آپ سامان کا انتظام کریں گے۔ بہت دن پہلے سے آپ اس کا انتظام کریں گے۔ یہ ہوگا حفظ ما تقدم، کہ جو نفع کی چیز سامنے آنے والی ہے، غالب پہلے سے اس کا سامان اور جو ضرر کی چیز سامنے غالب آنے والی ہے، اس سے بچنے کا پہلے سامان۔ تو ایسے ہی ہمارے سامنے ایمان ہے، عاقبت کا۔ اس کے پیش آنے سے پہلے اس کے نفع کے سامان کا پہلے مہیا کرنا اور اس کے اندر ضرر سے بچنے کے سامان کو پہلے مہیا کرنا۔

عاقبت اندیشی:

اسے کہتے ہیں عاقبت اندیش۔ اس کی نظر انجام پر ہے کہ اگر میں یہ سامان وہاں کے نفع کے مطابق نہیں کروں گا تو نفع کیسے ہووے گا اور یہاں میں سامان وہاں کے ضرر سے بچنے کا نہیں کروں گا تو ضرر سے بچنا کس طرح ہوگا۔ اس کو ہمارے محاورے میں کہتے ہیں کہ انجام پر نظر عاقبت اندیش آدمی ہے، دور بین شخص ہے، دور اندیش آدمی ہے، آخرت میں اگر کوئی عذر کرنے لگے کہ میں توبہ کرتا ہوں، اپنے قصور کا اعتراف کرتا ہوں' میں معذرت پیش کرتا ہوں تو نہیں سنا جائے گا۔ دُنیا میں جو ضرر کی باتیں ہو چکی تھیں، اس کی تلافی کر دینا اور جو نافع نفع حاصل کرنے کی چیزیں تھیں' تو بقدرِ قوت ولحاظ' صحت وسہولت وہاں کرنے کی تھی۔ جن کے کرنے کا حکم تھا، فرض' واجب' سنت ادا کی' محرمات سے بچا لیکن محرمات سے بچ کر مکروہات سے بھی بچا مشتبہات سے بھی بچا، جس مزید نفع پر نفع ضرر کی جوشش تھی' ملامت کی اس سے بھی بچا کہ میں نے تو مثال پیش کی تھی۔

لطیف طبائع کا حال:

مؤمن بعض ایمان کی لطافت اس درجہ رکھتا ہے کہ وہ ٹیڑھی آنکھ ٹیڑھی ملامت کی

Marfat.com

نگاہ اس سے بھی بچنے کی کوشش کرتا ہے کہ میں مشتبہات سے بھی بچوں، مکروہات سے بھی بچوں نہ کہ صرف محرمات سے بچوں۔ بعض ذرا سی بدبو کی چیز کو گوارہ نہیں کر سکتا، اسی لئے نظیریں پیش کرتا چلا آ رہا ہوں، دینی اعتبار سے بھی سے سُنئے، کیا شریعت کہتی ہے گندہ دہن کے ساتھ مسجد میں آنا جماعت کے ساتھ پڑھنا جائز نہیں ہے، گندہ دہن منہ بعض کو مرض ہوتا ہے، گندہ دہن کا تو شریعت یعنی اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ اس کو مسجد میں آنا جائز نہیں ہے، گھر پڑھے کہ برابر والوں کو تکلیف ہوگی، بعض ایسے ہیں سب گندہ ذہنی والے نہیں ہیں، لطیف نزاکت رکھنے والے بھی ہیں، وہ بچتا ہے، ہٹتا ہے، اس لئے نہیں کہ اس گندہ ذہنی والے کی کی تحقیر ہے، ڈر لگتا ہے کہ کہیں تیرے اندر بھی گندہ ذہنی نہ ہو جاوے، تو اس کو تحقیر کی نگاہ سے نہیں دیکھتا ہے، اس لئے کہ مزاج اس کو گوارہ نہیں کرتا ہے، اس لئے بچتا ہے، اس لئے ہٹتا ہے۔

تعلّی کسی حال میں جائز نہیں :

دنیوی دولت اور وجاہت کے اترانے پن کے اعتبار سے دینی اونچے سے اونچے صاحبِ تقویٰ تبرع کی حیثیت سے تعلّی جائز نہیں ہے کہ دوسروں کی تحقیر بھی نہ ہو اور اپنے اندر تعلّی نہ ہو، تعلّی ہوگی تو تحقیر بھی ہوگی، اور جب تعلّی اپنے اندر نہیں ہے بلکہ تذلل اپنے اندر ہے تو دوسرے کا حقیر ہونا کیسا؟ بعض طبیعتیں ایسی ہوتی ہیں اور شریعت کہتی ہے کہ گندہ ذہنی کے ساتھ تو کیا بلکہ کچا پیاز کھا کر بھی مت جاؤ۔ بعض ایسے بھی ہوں گے لطیف المزاج کہ کچا پیاز کھا کر جانے میں ایک قسم کی بو ہے وہ بو بھی اُن کو ناگوار ہوگی۔ تو اب سمجھئے گا کہ بعض طبیعتیں جب ایسی ہوتی ہیں تو آخرت کے متعلق بھی وہ فرائض و واجب و سُنن ہی پر اکتفا نہیں کرے گا بلکہ بقدرِ صحت و سہولت نوافل کا بھی اہتمام کرے گا اور صرف محرمات سے نہیں بچے گا بلکہ محرمات سے مکروہات اور مشتبہات تک میں بچے گا، جس کا حکم بھی دیا گیا ہے :

Marfat.com

الحلال بیّن والحرام بیّن و بینھما مشتبھات۔ (الترغیب ج:۲، ص ۵۵۴)

مشتبہات سے بھی بچو :

اگر مشتبہات کوئی ضرر کی چیز نہیں ہے اور کسی خاص نفع سے رُک جانے کی بات نہیں ہے تو کیوں حکم دیا کہ فاستنزھوا عن المشتبھات کہ مشتبہات سے بچو۔ دیکھو کہیں ایسا نہ ہو کہ ضرر پہنچ جاوے تم کو، کہیں ایسا نہ ہو کہیں نفع کی آگے کی چیز سے تم محروم ہو جاؤ۔ فاستنزھوا یہ نزہت اس کا مادہ فاستنزھوا نزہت حاصل کرو۔ ایمان کے اندر مشتبہات سے بچ کر فاستنزھوا مشتبہات کہ مشتبہات سے کس چیز کے لئے سوال پیدا ہوتا ہے۔ نزہت طلب کرو، فاستنزھوا باب استفعال سے ہے جس کی ایک خاصیت طلب ہے۔ نزہت طلب کرو اپنے اندر کس چیز کے لئے، ایمان کے لئے، کس چیز سے، مشتبہات سے بچ کر۔

مدارس تعلیم کے لئے اور خانقاہیں انطباقات کے لئے ہیں :

مدارس تو تعلیم کے لئے ہیں اور انطباقات کے لئے خانقاہیں ہیں، بلا اس کے چارہ نہیں ہے۔ یہ شفا خانے ہیں باطنیات کے، جیسے شفاخانہ، ہسپتال امراضِ جسمانی کے لئے ہیں، ایسے ہی یہ خانقاہیں ہسپتال ہیں، شفا خانہ ہے، امراضِ نفسانی کے دفع ہونے کے لئے تو جیسے مدرسہ ضروری ہے، ایسے ہی یہ خانقاہ کا وجود بھی ضروری ہے۔ چارہ نہیں ورنہ متقدمین سے یہ سلسلہ کیوں چلا، اس کی بنیاد کیوں ڈالی گئی، کل بہت تفصیل سے بات دو گھنٹے ہو چکی ہے، اس پر مدرس، مصنف، مؤلف، مناظر یہ نہیں کہہ سکتا، یہ نہیں کہنا چاہئے کہ میں ضروریاتِ شرعیہ کے علاوہ دین میں ایسا لگا ہوا تھا کہ میں تو فرائضِ شرعیہ کے ادا کرنے کے بعد ایسا مشغول تھا کہ مزید نفع حاصل کرنے کے لئے مجھے فرصت نفلوں کی نہیں تھی۔

Marfat.com

چاہے بازپُرس نہ ہو یہ کتنے نقصان کی بات ہے کہ تاجر دنیا کا تو ایک لاکھ خرچ کر کے چاہتا ہے کہ وہ لاکھ ہوں ایک لاکھ تو میرا خرچ ہو ہی گیا ایک لاکھ اور اور دینی نفع کا حاصل کرنے والا بس بقدرِ ضرورت غیرت دلائی ہے۔

منھومان لایشبعان صاحب العلم و صاحب الدنیا۔ (مشکوٰۃ کتاب العلم ص:۲۷)

غیرت دلائی ہے اس وقت پورا بیان کرنا نہیں ہے، اسی طرح سورۂ الم نشرح لک صدرک ووضعنا عنک وزرک الذی انقض ظھرک و رفعنا لک ذکرک فاذا فرغت فانصب۔

تعلیم اور تبلیغ کے ساتھ ذکر :

آپ تبلیغی کام کے اندر کہ جس کے لئے آپ کو بھیجا گیا ہے، جب اس سے فارغ ہو جاویں فرغت تو اپنی ذاتی عبادتی متعلق ذات کے لئے مشقت تعب اُٹھائے گا : فاذا فرغت فانصب تعب مشقت اُٹھائے گا کہ دوسرے وقت میں پھر ذکر کے اندر اور عبادت کے لگ جائے گا، تو آپ تبلیغی دینی جس کام کے اندر مشغول ہیں، اس سے فارغ ہونے کے بعد اپنے ذاتی عبادتی متعلق کو مشقت میں آپ ڈالئے گا کہ رات کو اُٹھ جائے گا، ذکر میں لگ جائے گا، اب چاہے من حیث التلاوۃ ہو من حیث النوافل ہو، من حیث التسبیح ہو تو رسول ہو کر جب آپ کی پوری زندگی اللہ کی عبادت ہی کے لئے ہے اور مخلوق کی خدمت دینی ہی کے لئے مشغولی ہے، اس کے باوجود بھی حق تعالیٰ آپ کو فرما رہے ہیں کہ اپنے ذاتی عبادتی متعلقِ ذات سے اس میں آپ مشقت کو برداشت کیجئے گا، فانصب کا لفظ ہے تعب کو اُٹھائے گا۔

معلوم ہوا کہ ہاں کچھ تعب ہوتی ہے، آخرت میں کوئی تعب نہیں، ہم کو سنایا ہے جبکہ آپ کے بندگانِ مؤمنین کی جس کا مزاج طبیعت شریعت کے مطابق بن جاتا ہے، تو

Marfat.com

آپ کے لئے تو تعب کی بات نہیں، فانصب تو کوئی مدرس یہ نہیں کہہ سکتا میں درس میں لگا ہوا ہوں کہاں تہجد، کہاں تسبیح، کہاں نفل۔ یہ جی کو خوش کرنے کی بات ہے۔ اپنے ساتھ حسنِ عقیدت ہے، بڑے مغالطے اور دھوکے کے اندر ہے، باوجود فرصت ہونے کے نفلیں نہیں پڑھتا، وقتی نمازیں بھی کبھی نہیں پڑھتا، اشراق و چاشت، اوّابین، تہجد تو کیا پڑھے گا، یہ ہم کو تنبیہ کی گئی ہے فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ فرما کر ہم کو تنبیہ کی ہے۔ اے علماء کی جماعت، اے نائبانِ رسول ذرا کان کھول کر سُن لو میں نبی سے کیا کہہ رہا ہوں، لہٰذا تدریس کی معذرت کو پیش نہیں کر سکتے، تصنیف و تالیف میں مشغولی کو نہیں کہہ سکتے، اپنا نفع اپنے ضرر سے بچنا مقدم ہے۔ ان لنفسک علیک حقًا دوسروں کی دینی خدمت میں ایسے لگ گئے، کہ تم کو اپنی دینی خدمت ترقی کی اور ضرر سے بچنے کی منافع کے حصول کی طرف توجہ ہی نہیں ہوئی ہے۔

رہائش، آسائش، زیبائش اور نمائش کا فرق :

رہائش ضرورت ہے، مکان سائے دار ہووے، ذرا کپڑا بدن میں پہننے کے لئے ہووے، رہائش یہ تو ضروری ہے، واجب ہے، اور اس کے آگے کیا ہے؟ آسائش یعنی آرام راحت، کہ اگر تیرے اندر اس کی طاقت ہے، اجازت ہے، آسائش کے سامان مہیا کر لو، کسی پر زور ڈال کر نہیں، کسی سے قرضہ لے کر نہیں، کسی سے مانگ کر نہیں، یہ تو سب حرام ہے۔ لہٰذا آسائش کے سامان کرو، رہائش میں سہولت ہوگی، فرحت ہوگی اور اس سے دینی کام کے اندر طبیعت منجذب ہوگی۔ یہاں سلیم الطبع سے گفتگو ہو رہی ہے، عقلِ مستقیم والے سے گفتگو ہو رہی ہے، اللہ تعالیٰ کی نعمت اپنے اوپر دیکھ رہا ہے، طبیعت شرما رہی ہے کہ میرے افعال، میرے اعمال ایسے اور ان کی طرف سے نعمتوں کی بوچھاڑ ایسی الطاعم الشاکر کالصائم الصابر اچھا کھا کر شکر گزار بندہ ایسا ہے جیسا کہ روزہ رکھ کر صبر کرنے والا۔ گفتگو مؤمن سے ہو رہی ہے، جس کا مزاج سادہ ہوتا ہے، جس کا مزاج سلیم ہوتا ہے، جس کی عقل مستقیم ہوتی

Marfat.com

ہے گفتگو اس سے ہو رہی ہے تو آسائش یہ کیا ہو گیا مستحب، تو رہائش کا درجہ تو وجوب کا اور آسائش کا درجہ مستحب کا، اب آگے چلئے زیبائش جس کو زینت کہتے ہیں، میرے حضرت کی طبیعت فاقیہ کی زیادہ تھی، اب آگے کیا ہے زیبائش جس کو زینت کہتے ہیں جی' اگر وسعت ہے تو، پہلے قید لگے گی، اگر وسعت ہے تو تجھ کو زیبائش کی بھی اجازت ہے کہ وہ مباح ہے، یہ میرے حضرت کے الفاظ ہیں کہ وہ کیا ہے مباح ہے تین درجے ہو گئے پہلا درجہ وجوب کا، دوسرا درجہ مستحب کا، تیسرا درجہ مباح اباحت کا، اب چوتھا درجہ حرمت کا یعنی نمائش' اترانا پن' تو دوسروں کی نگاہ میں اعزاز پن' اپنی طبیعت کے اندر عجب اترانا پن' تو عجب بھی حرام اور تکبر کہ اپنے کو اچھا سمجھ کر دوسرے پہ حقارت کی نگاہ ڈالنا تکبر اور اپنے علم کو اپنی نظر کے اندر خود پسندی، عجب، دونوں حرام۔ نمائش اپنی نگاہ میں یوں تو اعلیٰ باتیں تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔

حضرت علیؓ کا جمعہ کے روز اچھے کپڑے پہن کر چلنے کا واقعہ :

حضرت علیؓ جا رہے ہیں، کچھ اچھے کپڑے جمعہ کو پہن لئے ہیں، کچھ نظر کپڑے پہ پہنچ گئی ہے، ذرا کچھ پسند سا آ گیا ہے، آستین کو چاک کر دیا، پوچھنے اور دریافت کرنے پر بتلایا کہ مجھے کچھ پسند سا آ گیا تھا، مجھے اندیشۂ عجب ہو گیا تھا، اس لئے میں نے اس کو عیب دار کر دیا۔ یہ تو اعلیٰ حضرات کے کام ہیں تو اشتباہ ہو گیا۔ تو عجب بھی حرام اور تکبر تو بطریق اولیٰ، دوسرے پر حقارت کی نگاہ تو چاہے کتنا ہی بُرا ہو' نبی بھی حقارت کی نگاہ نہیں ڈالتا تو بھلا ولی تو کیا ڈالے گا، اترانہ پن کیسا، اُمیدوار ہوتا ہوا خوف رکھتا ہوا عبادت کرے، اللہ کی عبادت کرے ڈرتے ہوئے اور اُمیدوار ہوتے ہوئے۔ آ گئی بات سمجھ میں۔

اللہ کی عبادت کرو خوف رکھتے ہوئے :

اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو خوف رکھتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس طرح پر کہ اترانہ پن نہ آ جاوے اور نا اُمیدی کا سوال نہیں ہے کہ تم عبادت میں لگے ہوئے ہو،

Marfat.com

لہٰذا اُمیدوار ہوتے ہوئے نا اُمیدی کی جڑ کاٹ دی۔ اُمیدوار ہوتے ہوئے نا اُمیدی کا سوال نہیں ہے لیکن اس کے بالمقابل اترانہ پن نہ ہوتے ہوئے کہ اپنے اندر تعلّی آ گئی، دوسرے پر تحقیر کی نگاہ ڈالی، ہو گیا علاج، اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، ڈرتے ہوئے، جھجکتے ہوئے اور اُمید رکھتے ہوئے، اس سے یہ نکل آیا کہ عبادت نہ کرتے ہوئے اُمیدوار عبادت نہ کرتے ہوئے عبادتوں کے کاموں سے بچتے ہوئے معاصی کے حرکتوں کو رکھتے ہوئے، اُمیدوار نفی ہو گئی کہ عبادت کرتے ہوئے اترانہ پن نہ ہونے پاوے، وہ ذات کیسی ہے، اترانہ پن نہ ہونے پاوے اور نا اُمیدی بھی نہ ہونے پاوے لیکن عبادت نہ کرتے ہوئے معصیت کرتے ہوئے اُمیدواری، فرماتے ہیں :

وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ۔ (پ ۲۲، ع ۱۴)

دھوکے باز تم کو دھوکہ میں نہ ڈال دے، ضرورت کا سوال تھا، حفظ ماتقدم کی بات شروع ہوئی تھی۔ جی تو ہر شخص کی ضرورت معلوم ہو گئی، اگر اکیلا ہے تو اس کی اور ضرورت اور جب بیاہ شادی ہو گئی، بیوی ہو گئی تو اس کی اور ضرورت۔ جب بچہ ہو گیا تو اور ضرورت متعلقین اور مہمان آنے جانے لگے تو اور ضرورت۔

تو معلوم ہوا کہ ہر شخص کی ضرورت جداگانہ ہے، بادشاہ کی اور ضرورت ہے۔ اسی حفظِ ماتقدم میں فرمایا : خُذُوْا حِذْرَكُمْ۔ اپنے بچاؤ کے سامانوں کو کیا کرو، اختیار کرو، بچاؤ کے سامانوں کو اختیار کرو، جمع کرو، محفوظ کرو، لو تغفلون عن اسلحتكم ' ہتھیاروں کی طرف سے غافل مت ہو جاؤ۔ حکمت الگ الگ بتا دی، ادھر یہ بتا دیا اثبات، ادھر نفی ایسا مت کرو، ورابطوا اپنے ملک کی سرحد کی حفاظتیں چاروں طرف سے رکھو، کہیں ایسا نہ ہو دشمن کسی جانب سے خالی دیکھ کر گھس آوے۔ شیطان نے بھی کہہ دیا کہ میں دائیں سے، بائیں سے، آگے پیچھے سے آؤں گا چار سمتیں ہیں۔

Marfat.com

انسان عالمِ صغیر ہے اس کی سرحدیں :

چاروں سمتوں کی حفاظت بس تم ایک مجسم عالمِ صغیر ہو اے انسان ! تم ایک مجسم عالمِ صغیر ہو، تمہاری بھی سرحدیں ہیں اس میں ایک سرحد آنکھ بھی ہے۔ یہ عرض کیا گیا تھا حفظ ماتقدم اپنی طبیعت کو اس درجہ کی جو طریق اسباب وسامانِ وسائل ہیں بنالینا، کہ یہ آنکھ نگاہِ بد سے بچی رہے، لالچ کی نگاہ سے بچی رہے، حرص کی نگاہ سے بچی رہے، حسد کی نگاہ سے بچی رہے، اپنے آپ کو پہلے سے ایسا بنالو کہ کہیں نگاہِ حرص نہ پڑے گا، نگاہِ طمع نہ پڑے، نگاہِ حسد نہ پڑے نگاہِ تکبر نہ پڑے وغیرہ۔

تکبر وہ نگاہ ہی تو ہے نگاہِ تکبر نہ پڑے، نگاہِ عجب نہ پڑے، نگاہِ حسد نہ پڑے، نگاہِ طمع نہ پڑے، نگاہِ حرص نہ پڑے، یہ آنکھ پہلے کام کرتی ہے اور سب سے زیادہ یہ کام کرتی ہے۔ کان تو بعد میں جب کوئی کہے گا سنیں گے، جب بولنے کی بات ہوگی زبان کام کرے گی اور یہ آنکھ۔ حفظِ ماتقدم طبیعت کو جو اس کے طرق ہیں سامان واسباب ہیں ذرائع وسائل ہیں ایسے اختیار کرتے چلے جاؤ کہ طبیعت اس درجہ کی ہوجاوے کہ اس نگاہ کی حفاظت ہو اسی لئے حفظ ماتقدم کے طور پر ہی ذاتِ باری تعالیٰ نے کیا فرمادیا :

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ۔ (پ ۱۸، ع ۱۰)

حفظ ماتقدم ہے کہہ دیجئے مؤمن مردوں سے جب یہ باہر نکلیں تو کیا کریں، اپنی نگاہوں کو اوپر دیکھ کے نہ چلیں دائیں بائیں دیکھ کر نہ چلیں آنکھ پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے نہ چلیں بلکہ کہدو : قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ۔

نگاہ نیچی رکھنے کا حکم :

غض بصر، نگاہ نیچی یہ حفظ ہو گیا۔ حفظ ماتقدم ہو گیا تو پہلے ہی سے ایسا طریق اختیا کرو کہ یہ نگاہِ بد صرف اَمرد اور امرأتوں کے ساتھ نہیں بلکہ اس دنیا کی زیب وزینت اور

Marfat.com

آرائش اور جاہی لوگوں کو دیکھ کر اور بڑے بڑے کارخانوں کو کسی کے پاس دیکھ کر بڑے بڑے عہدہ داروں کو آرام زیبائش اور زینتوں کے ساتھ نکلتے ہوئے دیکھ کر تمہاری آنکھیں بدنہ پڑ جاویں۔

اس عالم کے اندر رہنا دوسرے عالم میں جانے سے پہلے جہاں منافع بھی، مضار بھی ہے، راحت و تکلیف بھی ہے، خوشی اور غم بھی ہے۔ اس عالم میں جانے سی پہلے حفظ ماتقدم یہاں پر ان سامانوں کو مہیا کر لیتا ہے، ان سامانوں کو اسباب کو اور رسائل کو اختیار کرنا ہے، ذرائع کو اختیار کرنا ہے کہ منافع کا حصول اور مضرتوں سے حفاظت، حفظ ماتقدم کیا، وہاں عذر سنا جائے گا۔ میں معافی چاہتا ہوں' میں توبہ کرتا ہوں' مجھے دو (۲) نفلوں کے پڑھنے کی اجازت دے دیجئے، تا کہ آگے ترقی ہو جاوے، تو زیادہ نفع کی اور راحت کی چیز حاصل ہو جاوے، ضرر سے بچنے کا کچھ سامان ہو جاوے، کیا وہاں عذر قبول ہوگا، معذرت قبول ہوگی، اس لئے کہ جو تقدم کی چیز تھی، اس عالم دنیا کے اندر رہنے کی، وہاں تھی۔ ان باتوں کی حفاظت کرے، سامان کے اختیار کرنے کی آج کہتا ہے۔ یہ تو میں نے اطلاع کردی تھی، حتیٰ کہ غرغرہ کی بھی کیفیت ہو جاوے، کہ اس عالم کے کچھ سامان احوال سامنے آگئے تب بھی استغفار قبول نہیں، اب تو پیشی ہوگی۔

فرض' واجب' سنت' مستحب سب اپنے اپنے درجے میں مطلوب ہیں :

لیکن یہ کیوں کہا گیا ہے کہ یہ فرض ہے، یہ واجب ہے، یہ سنت ہے، یہ مستحب ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ سب اپنے اپنے درجہ میں مطلوبات میں سے ہیں۔ معروفات میں سے ہیں نہیں۔ اُدھر دوسری جانب نفی کی محرمات' مکروہات' مشتبہات منکرات میں سے ہیں۔

Marfat.com

اسی طرح منکرات بھی ہیں :

جس طرح محرمات سے اپنے درجہ کے اعتبار سے بچنا ہے، ایسے ہی مکروہات بھی تحریمیہ و تنزیہیہ اپنے درجہ پر بچنے کے لئے ایسے ہی مشتبہات اپنے اپنے درجہ کے اعتبار سے کیا ہیں' منکرات میں سے ہیں۔

یہ درجہ ہے، جو مکروہات سے بھی پرہیز کرے گا تو کیا محرمات پر ہاتھ ڈالے گا۔ جب مشتبہات سے بھی اس کی ناپسندیدگی ہے، کراہیت ہے، مشتبہات سے بھی، کیا محرمات کی طرف انجذاب تقاضہ اقدام ہوگا، آئی بات ذہن شریف میں، اُلٹے چلئے اُلٹے چلئے مشتبہات سے بچا، مکروہ سے بچا، تنزیہات سے بچا، محرمات سے بچا، اب ادھر آئے گا معروفات میں جو مستحبات کا اہتمام کرے گا۔ جی کیا واجبات سنن کو چھوڑ دے گا؟ کیا واجبات کو چھوڑ دے گا؟ کیا فرائض کو چھوڑ دے گا؟

ترتیب اس کا شوق' اس کا ذوق' اس کی نسبت اللہ کی طرف ہے، دیکھ رہا ہے، جان رہا ہے، علم الیقین کہ مستحبات کا جب اہتمام ہے تو بھلا سنن کا چھوڑنا کیسا' واجبات کا چھوڑنا کیسا' فرائض کا' بالترتیب یہ ترتیب ہے۔

جب تہجد کا اہتمام کرے گا، جماعت چھوڑ دے گا، نماز کا ترک کرنا تو کیا جماعت چھوڑ دے گا۔ یہ ترتیب ہے، یہ حفظ ماتقدم اپنی طاقت کے مزاج کے مطابق اگر چھت اس کی کچی ہے اور طاقت اللہ تعالیٰ نے اس کو دی ہے، لینٹر ڈلوائے، اترانہ پن نہیں ہے ضرورت ہے کہ بجائے کچی چھت کے کیا کرے پکی چھت رہے ورنہ پریشانی ہوگی، برسات میں پانی ٹپکے گا۔

اس کے پاس سامان ایسے موجود ہیں، جی تو ایسی جب جسم میں طاقت ہے، قوت ہے، صحت اچھی ہے اور دنیاوی ضرورتوں سے فارغ ہے، تو پھر نفل کا چھوڑنا کیسا؟ مستحبات

Marfat.com

کا ترک کیسا؟ سنن کا ترک کیسا؟ اگر ہے تو پھر چھت ہی کچی چھوڑ دی جاتی۔ یہ لینٹر کا ڈلوانا کیسا؟ تو جیسے حفظ ما تقدم، ضروریات کی تفصیل، فاذا فرغت فانصب دلیل بن گئی۔

زمانۂ طالب علمی میں حضرت تھانویؒ کی نصیحت :

حضرتِ والا کو جب معلوم ہوا کہ میں کچھ محنت سی کرتا ہوں' تو فرمایا کیا یہ خیال کر رکھا ہے کہ یہ ہی طالب علمی کا زمانہ ہے اس طرح محنت کی جاوے کہ صحت میں خلل نہ پڑے۔ صحت کا خیال فرض ہے، شرعاً یہ میں کہہ رہا ہوں' صحت کا خیال۔ کیا یہ ہی زمانۂ طالب علمی کا ہے۔ طالب علمی کا زمانہ تو یہ طالب علمی ختم ہونے کے بعد شروع ہوگا۔

یوں فرمایا یہ جب کان میں آواز پڑ گئی تو اب مزاج طالب علمی کا رہ گیا۔ آپ بھی طالب علم' میں بھی طالب علم' تو یہ مجالس جو ہیں یہ تربیت ہی کے لئے ہیں لیکن تربیت موقوف ہے تعلیم پر جو کہ وہ علم ہے جو متعلق بالظاہر ہے' متعلق بالباطن اور امام صاحب نے فقہ کی یہ ہی تعریف کی ہے۔ تعمیر الظاهر و الباطن۔ تو یہ مجالس جہاں جہاں ہوتی ہوں۔

شیخ صاحبِ فن ہوتا ہے' امراض اور اس کے معالجات کو جانتا ہے :

پیر ہونا الگ بات ہے، شیخ ہونا الگ بات ہے، شیخ صاحبِ فن ہوتا ہے' وہ امراض سے واقف' امراض کے اُتار چڑھاؤ سے واقف' یہ امراض کے معالجات سے واقف' ایک ایک مرض کے کئی کئی معالجات سے واقف' مزاج شناس' موقع شناس' امیر کا مزاج، غریب کا مزاج، جوان کا مزاج، بڈھے کا مزاج اور جیسے اطباء مزاج کے اعتبار سے مرض کو پہچان کر دوا تجویز کرتے ہیں' تشخیص کے بعد اسی لئے مسئلہ سلوک کا ہے، شیخ کا علم انبیاء کا سا یعنی صحیح ٹھیک۔ علم صرف پڑھنے کا نہیں کہتے، علم کسی حق بات کے جاننے کو کہتے ہیں، خواہ پڑھ کر بالتفصیل عربیہ کے اندر، فارسی کے اندر یا اردو کے اندر سُن کر پوچھ پوچھ کر۔

Marfat.com

علم بذریعۂ صحبت :

بعض اُمی ہوئے ہیں۔ کتابی علم اُن کو حاصل نہیں تھا، مگر بڑے مشائخ میں سے ہوئے ہیں۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کون سے عالم تھے؟ مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری ان کے پہلے شیخ ان کا نام بھی عبدالرحیم شاہ تھا، وہ اُمی تھے۔

شیخ کا علم انبیاء کا سا، تجویز اطبّاء جیسی، سیاست بادشاہوں کی سی :

شیخ کا علم انبیاء کا سا، تجویز اطبّا کی سی۔ یہ نہیں کہ ایک نسخہ یاد کرلیا سب کو وہ ہی لکھ دیا۔ جیسا مریض ویسی دوائی اور سیاست بادشاہوں کی سی یعنی نگرانی، روک ٹوک، نگرانی سیاست یعنی تدبیر حسن مزاج کو دیکھ کر، موقع کو دیکھ کر، وقت کو دیکھ کر، رنگ مزاج کو دیکھ کر، یہ نہیں کہ ہر ایک کو ہر ایک کے سامنے ٹوکنا شروع کردیا، کبھی جلوت میں کہا جائے، کبھی خلوت میں کہا جائے، کبھی نرمی سے کہا جائے گا، کبھی تیزی سے کہا جائے گا، کبھی یوں بھی کہہ دیا جائے گا، شہر بدر، خانقاہ سے نکل جاؤ، یہاں سے اُٹھ جاؤ، سیاست بادشاہوں کی سی، تو شیخ صاحب فن ہوتا ہے۔

خلاصۂ مجلس :

لیکن اس کے ساتھ ہی تعلیم کے مختلف قسم کے بیانات ہوئے ہیں، اس میں توفیقِ الٰہی سے آج حفظ ماتقدم کی بات چلی تھی۔ حفظ ماتقدم اس میں تفصیل ہوگئی، ضروریات ہر ایک کے الگ الگ بیان کئے گئے، پھر درجے جو شریعت کے اندر بیان کئے ہیں، اس کا ذکر آگیا تدریس مدرس میں طالب علموں کا ذکر بھی آگیا اور پورا کا پورا عالم جو تفصیلی ہے، یہ بھی آگیا کہ ہر انسان عالمِ صغیر ہے، تو جس عالمِ کبیر میں رہتے ہوئے چاروں سمتوں کو دیکھتے ہوئے حفظِ ماتقدم، کہ جس چیز کے ضرر کا اندیشہ سامنے آنے والا ہے، معلوم کردیا گیا ہے کہ

Marfat.com

یہ ضرر ہے، اس کے اندر ضرر ہے۔

یہاں بطورِ نمونے کے ہے لیکن دوسرے عالم کے اندر پورا ضرر ہے، اگر ضرر کی چیز استعمال کی ہے یہاں نمونے کے طور پر۔ اور یہ نفع کی چیز ہے، نمونے کے طور پر ہو جائے کم و بیش نہ ہو جائے لیکن نفع کامل وہ دوسرا عالم ہے، اور بتا دیا گیا۔

لٰہذا آخرت میں جانے سے پہلے حفظِ ما تقدم اس عالم کے اندر مضرات و ضرر کی چیزیں ہیں، ان سے بچنے کا اہتمام اور جو اس عالم میں نفع کی راحت کی چیزیں ہیں ان کے حصول کا اہتمام، یہ حفظ ما تقدم ہے۔

دُعا :

اس عالم کے اندر اللہ تعالیٰ ہمیں اس زندگی پر پورے اہتمام کے ساتھ، پوری نظر و نگاہ کے ساتھ، پورے اہتمام کے ساتھ، پورے احتساب کے ساتھ ہمیں رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆

Marfat.com

گیارہویں مجلس

مجاہدہ وشانِ فناء

ارشاد فرمایا کہ تمام انسان اس عالم میں مجاہدہ کے لئے پیدا ہوئے، اور عالمِ ارواح میں مشاہدۂ حق میں تھے، لیکن مجاہدہ نہیں تھا، تمام ملائکہ مشاہدۂ حق میں ہیں مگر ان کو ترقی نہیں ہے، چونکہ وہاں مجاہدہ نہیں، بس جو جس درجے کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے، اس درجے پر ترقی سمجھے۔ اپنے لئے تو عالمِ ارواح میں بھی انسان مشاہدۂ حق میں تھا، روح بیکار نہ تھی، مشاہدۂ حق میں تھی لیکن مجاہدہ نہیں تھا، اب اس عالم میں جب حق تعالیٰ نے پیدا فرمایا مشاہدۂ حق بمجاہدہ پیدا کیا، قرآن شریف میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْآ اَنْ یَّقُوْلُوْآ اٰمَنَّا وَھُمْ لَایُفْتَنُوْنَ۔

یعنی کیا لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ چھوٹ جائیں گے اتنا کہہ کر کہ ہم یقین لائے اور ان کو جانچ نہ لیں گے۔ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْا چھوڑ دیا جاوے یہ کہہ کر اَنْ یَّقُوْلُوْا اٰمَنَّا وَھُمْ لَایُفْتَنُوْنَ انسان کا اٰمنّا کہہ کر بس بس وَھُمْ لَایُفْتَنُوْنَ (سورۃ العنکبوت) اور آزمایا نہ جاوے، آزمایا جاوے گا وہ آزمایا جانا مجاہدہ ہے۔

Marfat.com

مشاہدہ بمجاہدہ :

اس عالم کے اندر انسان کو برائے مشاہدہ بمجاہدہ بھیجا گیا ہے۔ چونکہ طرح طرح کا مجاہدہ ہے، نفس کے اس مخالفت اور مقاومت میں طرح طرح کے انفرادی اور اجتماعی حقوق اللہ سے متعلق اور حقوق العباد سے متعلق ہیں اور جب مجاہدہ کرے گا، مشاہدہ میں آسانی ہوتی چلی جاوے گی، پھر وہ مجاہدہ، مجاہدہ نہیں رہے گا، بلکہ مشاہدہ رہ جاوے گا، یعنی وہ مشقت' محنت' مقاومت' مخالفت سوچ سوچ کر رہ رہ کر مختلف مضامین اختیار کرتے ہوئے نہیں رہے گی وہ اس کی طبیعت بن جاوے گی مجاہدہ نہیں رہے گا۔

نیت پر ثواب :

یہ بات ذہن میں آتی ہے کہ جب مجاہدہ نہیں رہے گا، پھر وہ اجر بھی نہ ہو، اجر تو ہوگا۔ اس لئے کہ اس کی نیت تو تاحیات مجاہدہ کے ساتھ بھی امتثالِ اوامر نواہی تھا اور جب یہ نیت تھی تو اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَات وہی اجر ہے، اجر کہیں نہیں گیا۔ تو یہ کہنا کہ مجاہدہ والے کو دوگنا ثواب ملے گا، ایک تو کام کا اور ایک اس پر مشقت۔ اور جو مجاہدہ سے نکل گیا، اس کو بھی دوسرا حصہ ملے گا بربنائے نیت۔ اب جتنے بھی اوامر نواہی ہیں مأمور بہا و منہی عنہا ان سب کا امتثال بمشاہدہ سہل تر ہوجائے گا۔ قرآن شریف کی ایک آیت ہے اُس میں ہے بِاَعْیُنِنَا آپ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ اس اضافے کی کیا بات تھی، جب یہ فرمادیا بِاَعْیُنِنَا اب وہ کام آسان ہوگیا، تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے، بِاَعْیُنِنَا یہ مشاہدہ ہے۔

اسی مشاہدہ کو رسولِ پاک ﷺ نے حدیث جبرئیل میں بیان کردیا ہے۔ جس کو تعبیر کیا ہے احسان کے ساتھ ان تعبد اللّٰہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانّہ یراک وہاں کَاَنَّ ہے یہاں اِنَّہٗ ہے، ورنہ حقیقت میں کون دیکھ سکتا ہے، پھر وہ بھی تو

Marfat.com

مشاہدہ کے متعلق بیان ہے۔

ہر سانس عبادت :

عبد کی تو زندگی کا ہر پہلو' زندگی کا ہر عمل' زندگی کا ہر سانس عبادت ہے۔ نماز پڑھے' روزہ رکھے' کسی کے پاس مال ہے زکوٰۃ دینے کا موقع ہو یا حج کرنے کا موقع ہو یا قرآن شریف کی آیت تلاوت کرنے کا موقع ہو یا کسی کو شوق ہو اللہ تعالیٰ کا نام لینے اور ذکر کرتے رہنے کا، کوئی کام اس کا متعین نہیں۔

عبدیت کا مفہوم :

اس لئے کہ اس کو عبد کہتے ہیں اور عبد کا کام ہر وقت خدمت گزاری' کوئی کام اُس پر متعین نہیں، بندہ، انسان، مؤمن یہ ملازمت کے طور پر نہیں ہیں' جیسا کہ ملائکہ بلکہ ان کی ہستی تو غلامیت کے طور پر ہے اور غلام کے لئے کوئی کام مقرر نہیں، جب چاہے جس قسم کا چاہے اعلیٰ سے اعلیٰ' ادنیٰ سے ادنیٰ' اوسط سے اوسط جس کام کو چاہے کہہ دیوے کہ بیت الخلاء صاف کرو، مہمان کے پاؤں دباؤ، بازار سے سودا لاؤ بہت اچھا، اور نوکر کو کسی مخصوص کام کے لئے رکھتا ہے، اُس کام کے علاوہ اور کام آپ اُس سے نہیں لے سکتے، لینا چاہے انکار کر دے، اس کو حق ہے بخلاف غلام کے۔

غرضیکہ جس حال میں رکھے اور جس نام سے پکارے گوارا ہے۔ اس کا کوئی کام مقرر نہیں ہے، تو اس انسانِ غلام کی زندگی کے جتنے شعبے ہیں، اس کی زندگی سے متعلق وہ سارے کے سارے عبدیت کے تحت ہیں، غلامیت کے تحت ہیں، اس کو بلا اجازت بولنا بھی جائز نہیں، اُٹھ کر جانا بھی جائز نہیں، ہر چیز آقا کی اجازت پر ہے اور شعبے اس کی زندگی کے بہت ہیں، پھر جن کو ظاہری طور پر عبادت کہا جاتا ہے صرف وہی نہیں ہیں، اس سے ہٹ

Marfat.com

کر جن کو عبادت نہیں سمجھا جاتا، وہ بھی عبادت ہے، جس کا تخیل عبادت نہیں ہے۔ وہ بھی عبادت ہے، ملازمت کے بھی، اجارے کی بھی حدود ہیں، اس کی شرطیں اور قیدیں ہیں، کب تک لو گے، کیا کام لو گے اور کیا دو گے، سال بھر میں کتنی چھٹی دیا کرو گے، اُن چھٹیوں کی تنخواہ دو گے یا نہیں دو گے، اگر بیمار ہو گیا تو کام تو ہو گا نہیں مجھ سے، تب بھی مجھے کچھ ملے گا یا نہیں ملے گا، یہ ہے نوکری، یہ ہے ملازمت۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انسان جو غلامیت کے اندر ہے اُس کا کوئی کام متعین نہیں ہے جو کام چاہے جس وقت چاہے جس طرح چاہے کرنا ہوگا۔ کھیتی بھی کرنا چاہے تو اپنی رضا سے نہیں کر سکتا، تجارت بھی کرنا چاہے تو اپنی رضا سے نہیں کر سکتا، قرضہ بھی دے، تو اپنی رضا سے نہیں دے سکتا۔ صدقہ بھی دے تو اپنی رضا سے نہیں دے سکتا، زکوٰۃ بھی دے تو اپنی رضا سے نہیں دے سکتا، حج بھی کرے تو اپنی رضا سے نہیں کر سکتا، زکوٰۃ کے سلوک کو بھی ملحوظ رکھنا پڑے گا، روزے کے سلوک کو بھی ملحوظ رکھنا پڑے گا، حج کے سلوک کو بھی ملحوظ رکھنا پڑے گا، اپنی رضا سے نہ بیچ سکتا ہے، نہ خرید سکتا ہے، اس کے بھی سلوک ملحوظ رکھنا پڑیں گے، کسی کو شریک بھی اپنی رضا سے نہیں کر سکتا، یہ جزئیات ہیں اور آپ حضرات پر تو سب واضح ہیں، فقہ کی کتابوں میں دیکھ لیجئے گا۔ کِتَابُ الْاِجَارَۃ نہیں پڑھایا جاتا کتاب البیوع نہیں پڑھائی جاتی، کتاب الزکوٰۃ نہیں پڑھائی جاتی۔

پرورشِ اولاد کی اندر بھی شرطیں ہیں، ازدواجی زندگی کی بھی شرطیں، یہ نہیں کہ جس طرح چاہا، جب چاہا، جس کو چاہا، بیوی بنالیا، جب چاہا جس کو چاہا دیکھ لیا، جب چاہا، جس چیز کو چاہا سُن لیا، جب چاہا، جس طرح جس کے ساتھ چاہا، بول لیا اور جب چاہا جہاں چاہا چل دیا، جو بھی کام ہوگا وہ مالک کی مرضی کے مطابق ہوگا۔

Marfat.com

فعل اور عمل میں فرق :

عمل اور فعل میں فرق ہے۔ عمل وہاں بولا جاتا ہے جہاں اختیار کو دخل ہو اور فعل عام ہے خواہ بلا اختیار ہو یا با اختیار ہو۔ یہ فرق ہے فعل میں اور عمل میں، اسی لئے بخاری شریف کے شروع میں جو حدیث آئی ہے اُس میں وہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ فرمایا ہے اِنَّمَا الْاَفْعَالُ نہیں فرمایا ہے۔ تو سانس ایک فعل ہے، جس کا تعلق اختیار سے بھی ہے، بلا اختیار کے بھی ہے۔

ہر سانس عبادت :

ہم انسان بقبولِ ایمان بالخصوص بقولِ شخصے ہمارا بال بال بندھا ہوا ہے، جکڑ بند ہے، جب سانس اندر جا رہا ہے تو کسی کی بڑائی کے خیال کے ساتھ یا باہر آ رہا ہے تو کسی کی بڑائی کے خیال کے ساتھ' اس لئے انسان کی ہستی غلامیت کے ساتھ ہے، ملازمتی حیثیت سے نہیں ہے کہ ایک کام مقرر ہے، اگر ایسا ہوتا تو بقول شخصے میاں بیوی راضی، کیا کرے گا قاضی۔ یہ محاورہ ہے یعنی جب مرد عورت میں رضا ہوگئی پاس رہنے کی، رضا ہوگئی الگ ہونے کی، تو الگ ہوگئے۔ الگ ہونے کی بھی شرط ہے، دیکھو کتاب الطلاق کتنی موٹی ہے، کہیں رجعی ہو رہی ہے، کہیں مُغلّظ ہو رہی ہے، کہیں تعلیقی ہو رہی ہے، نکاح یہ بھی عبادت ہے، جس سے چاہیں کرلیں، گواہوں کی کیوں شرط لگائی کیا ضرورت تھی۔ یہ خطبہ کا پڑھایا جانا' سورتوں کا' آیتوں کا پڑھایا جانا یہ تو کوئی شرائط میں سے نہیں ہے، یہ تو تبرکات میں سے ہیں۔ یہ مہر کا قصہ، انکار بھی کردے تب بھی جب میاں بیوی راضی، کیا کرے گا قاضی۔

تو زندگی کے جتنے شعبے شمار کرائے، گنائے ہیں، سب سے اونچی عبادت روزانہ کی اور پانچ وقت کی نماز جس کو سارا جہاں مسلمان اور غیر مسلم بھی اُس کو

Marfat.com

عبادت ہی کہتے ہیں، اُس میں بھی آزاد نہیں کہ جب چاہے جس طرح چاہے اور جس ہیئت کے ساتھ چاہے ادا کرے، نہیں تو وہ بھی مُقیّد ہے اوقات کے ساتھ، خیریت سے وہ بھی مقید ہے کسی مکان کے ساتھ، وہ بھی مقید ہے کسی خاص ہیئت کے ساتھ، اگر ہیئت میں بھی فرق آ گیا تو عمل میں فرق آ گیا کہ اس ہیئت کے خلاف کیوں ہوا۔

نماز کی مثال :

جیسا کہ ایک صحابی نماز پڑھ رہے تھے جب فارغ ہوئے تو حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا :

ارجع فصل فانک لم تصل الخ ۔(ترغیب ج ۱ ص: ۳۴۰)

جاؤ نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی۔

انہوں نے پھر پڑھی، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا۔ پھر پڑھی یوں ہی فرمایا، تین دفعہ فرمایا :

عرض کیا : عَلِّمْنِیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہ۔

اے اللہ کے رسول مجھے آپ ﷺ نماز پڑھنا سکھلا دیجئے۔

تب آپ ﷺ نے ان کو پڑھنا سکھلائی، دیکھئے کیا یہاں رکوع نہیں کیا تھا، کیا سجدہ نہیں کیا تھا، کیا قومہ وقیام نہ تھا، کیا جلسہ نہ تھا، کیا قرأت نہ تھی، کیا تسبیحات نہ تھیں؟ سب کچھ تھا اس کے باوجود فرمایا، پھر سے پڑھو، نماز نہیں ہوئی، نماز پڑھو۔

معلوم ہوا کہ اس کے اندر کوئی ہیئت ہے مخصوص 'اس ہیئت مخصوصہ کے چھوڑنے پر ان کو بلایا، وہ افعال تو ہیں جو نماز کے اندر ہوتے ہیں، مگر جس ہیئت کذائیہ کے ساتھ ہونا چاہئے وہ نہیں ہے، آزادی سلب ہوگئی، وہ عبادت کہلائے جانے کے قابل نہ رہی، اس میں بھی آزادی نہیں 'یعنی ہیئت کے اندر بھی آزاد نہیں، تم اس طرح کیوں نہیں جھکے، اس طرح

Marfat.com

سجدہ میں کیوں نہیں گئے، اس طرح کیوں نہیں بیٹھے، اس طرح کیوں نہیں کھڑے ہوئے۔ دوسری عبادت کا بھی عبادت میں شامل کرنا ممنوع، اب کسی نے کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ نماز میں جواب دیا وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ تو نماز فاسد ہوگئی۔ کتنی قید ہوگئی، حُریت میں کتنی غلامیت کس درجہ کی آ گئی۔ سلام کا جواب تو واجب ہے، خارج الصلوٰۃ وہ نماز کے اندر مُبطل صلوٰۃ مفسد صلوٰۃ، باطل، آپ اس انسان کی زندگی کے جس بھی شعبے پر نظر دوڑاتے چلے جاویں حریت ختم غلامیت ہے۔

بادشاہ بھی آزاد نہیں :

بادشاہ بھی بادشاہت نہیں کر سکتا، غلامیت سے خارج ہو کر، کہ جس طرح چاہوں میں بادشاہت کرلوں، دوسرے کی سلطنت حکومت کو بھی جس طرح چاہے لینا، نہیں لے سکتا اور لے کر جس طرح چاہوں کروں نہیں کر سکتا، اس کی بھی حدود ہیں، شرائط ہیں اور قیود ہیں۔ تو ملک گیری اور ملک داری اس میں بھی آزاد نہیں ہے، اس میں بھی غلامیت ہے، میں تو بادشاہ ہوں لیکن تم بادشاہ کسی بادشاہ کی نگرانی میں ہو، کسی بادشاہ کی ماتحتی میں ہو اور ماتحت کو اصل مالک کا حکم ماننا ضروری ہے۔ اس اصلِ مالک کے ماتحت کو اصل مالک کا حکم ماننا ضروری ہے۔ اس اصلِ مالک کے تحت تم مجازی مالک ہو، بادشاہ! تم حاکم اُس احکم الحاکمین کے تحت میں ہو، لہٰذا اس کے خلاف قانون سزا نہیں دے سکتے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ. (سورة الذاريٰت) کہ اس انسان کے پیدا کرنے کا منشاء کیا ہے، کیوں پیدا کیا یعنی لِيَعْبُدُوْنِ عبدیت، اس کا کوئی کام مقرر نہیں اور ہر کام میں مقیّد ہے، حتیٰ کہ کھانا پینا اس میں بھی آزاد نہیں، اس میں بھی مقیّد ہے، یہ الگ بات ہے کہ کچھ شرطیں، کچھ قیود وجوب کے درجے میں ہیں، کچھ غیرِ وجوب کے درجے میں۔

Marfat.com

کامل رضا:

اور کامل رضا غلام آقا کے ساتھ چاہتا ہے اور کامل رضا جب ہی حاصل ہوگی، جب اُس کی پوری رضا کے مطابق وہ کام ہوگا ورنہ ناقص ہے۔ اگرچہ بعض چیزیں درجۂ وجوب میں نہیں، مگر حکما تو ہیں۔ دیکھنا یہ پڑے گا کہ کہا کس نے ہے، یہ دیکھنا نہیں پڑے گا کہ یہ کس درجہ میں ہے، یہ دیکھنا پڑے گا کہ کس درجہ والے نے کہا ہے۔

جیسا حاکم ویسا حکم:

اگر ایک سپاہی کہتا ہے کہ میں پانی پیوں گا، بہت اچھا وہ رکھا ہے گھڑا، کہہ دیا آپ نے، تو پی لے گا اور کلکٹر صاحب آئے ہوئے ہیں، کلکٹر صاحب نے کہا پانی پیوں گا، تو کہہ دیں گے آپ کہ وہ رکھا ہے گھڑا، کلکٹر تو دور کی بات ہے، بڑی چیز ہے تھانہ دار آجائے میں پانی پیوں گا۔ بہت اچھا سرکار! خود اُٹھے گا گھڑے میں سے پانی کٹورے میں لے گا اور خود جا کر پیش کرے گا تو یہ فرق کیوں ہوا، سپاہی و چوکیدار بھی تو کہہ رہا ہے، اُسی کام کو، کلکٹر، تھانہ دار بھی کہہ دیا ہے۔ اس سپاہی کو تو کہہ دیا کہ وہ رکھا ہے گھڑا اور اس تھانہ دار کو خود پیش کر رہا ہے۔

تو معلوم ہوا کہ عامل کو دیکھنا ہوگا کہ کہنے والا کون ہے، اُسی کے مطابق عمل کرنا اور انجام دینا ہوگا۔ یہ سوال مسلمان ہو کر اور تو کہتا ہے، درجۂ ادنیٰ کے اندر کہہ سکتے ہیں، لیکن درجۂ عملی کے اندر تو ہر عمل کو یکساں سمجھنا چاہئے اور جبکہ تو کامل درجے کا طالب بھی اپنے آپ کو کہتا ہے اور ہر ہر شخص درجۂ کاملی کا طالب ہے، مجبوری الگ بات ہے تو یہ سوال نہیں ہوگا۔

کھانے میں پابندی:

کھانا اپنی اختیاری بات ہے مگر طبعی چیز ہے کہ جس طرح چاہیں ہم کھالیویں اور جس چیز کو ہم چاہیں کھالیویں نہیں ہوسکتا، جن جن چیزوں کے کھانے کی اجازت دی ہے وہ

Marfat.com

ہی کھانا ہوں گی اور جس طرح کھانے کے لئے کہا ہے، اس طرح کھانا ہوگا، چاہے خرید کر کھاوے، چاہے بلا خرید کھاوے۔ یہ نہیں کہہ سکتا کہ آپ بھی کیا سوال کر رہے ہیں، تم اُس باغ کے آم لے کر آئے ہو، کھانے کے لئے۔ ارے وہ باغ تو جب بکا تھا، جب اُس میں کیری کا نام بھی نہیں تھا، خالی پھول ہی آیا تھا، کیری کا بھی نام نہیں تھا، پھل تو کیا ہوتا اور اس باغ کا تو آم لے کر آیا ہے کھانے کے لئے، تو کھا نہیں سکتا، کیوں میں تو پیسے دے کر لایا ہوں میں نے چوری کی ہے، کوئی ڈاکہ ڈالا ہے، میں نے پیسے دیئے ہیں۔ جناب آپ نے کتنے ہی پیسے دیئے ہوں آپ کو کھانا جائز نہیں ہے۔ اس باغ کے آم کا یہ آم کھانا کہ اس طرح بیچا گیا تھا جائز نہیں ہے، آزادی سلب ہوگئی یا نہیں سلب ہوگئی، نہیں کھا سکتے۔

اگر یہ معلوم ہو کہ یہ باغ فلاں وقت بکا تھا اور اُس کا یہ آم ہے، کھانا جائز نہیں ہے، کتنا مقید ہوگیا میں تو پیسے دے کر لایا ہوں، چوری تھوڑی کی ہے، تو معلوم ہوا کہ جس چیز کو کھانا چاہے کھالے، ایسا نہیں کر سکتا کہ جس طرح کھانا چاہے کھالے، نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی عذر نہیں ہے، کمر کا درد، موٹا ہونا، بیمار ہونا، پالتی مار کر نہیں کھا سکتا، چہار زانوں ہو کر نہیں کھا سکتا۔ یہ تو کھانے کی بات ہے دنیا داری کی بات ہے، لوگ یہی سمجھتے ہیں لیکن کھانے کے لئے بھی مقید کر دیا۔ جب ایمان بالخصوص لے آیا تو ساری آزادی سلب ہوگئی، مقید ہوگیا، کھانا نہیں کھا سکتا، اتنا مقید ہوگیا یوں کھالو بلا بسم اللہ پڑھے ہوئے کھالو، لیکن وہ کھانا بھی بلا شرکتِ شیطان نہیں ہے۔ بظاہر نظر نہیں آرہا مگر اس کھانے میں شیطان شریک ہے۔ کیا کوئی شخص دشمن کو اپنی کسی چیز مین شریک کرنا گوارہ کرتا ہے اور شیطان دشمن ہے اور جب ہے اور یہ ہمیں معلوم ہو چکا ہے، معلوم کرادیا گیا ہے کہ بغیر بسم اللہ کے تو کھانا کھاوے گا، تو تیرا دشمن جو شیطان ہے وہ شریک ہے اور یہ مان چکے ہو کہ دشمن کو شریک کیا نہیں جاتا، ارے شیطان دشمن کو شریک کیوں کر رہے ہو، تو بسم اللہ چھوڑ کر اس نے خود دشمن شیطان کو اپنے

Marfat.com

کھانے میں شریک کیا نہیں۔ آزادی سلب ہوگئی یا نہیں ہوئی۔ کھانے کے اندر بھی آزادی سلب غلام ہے کہ اس طرح کیوں کھایا تو نے ہاں کوئی غیر مسلم ہے، کوئی مصلحتِ خاص ہے، آگیا، آپ کھانا کھا رہے ہیں، آیئے کھانا کھایئے، وہ بھی بیٹھ گئے کھانے کے لئے، اب آپ جانتے ہیں نہیں، آیا ہے، یہ کوئی آپ جانتے ہیں نہیں اور آپ کھانا کھا رہے ہیں، تو پوچھیں گے یا نہیں پوچھیں گے؟ آپ پر بے مروّتی کیسی آیئے کھانا کھایئے، وہ بیٹھ گیا کھانے کے لئے، بسم اللہ نہیں پڑھی اُس نے، اب آپ چونک گئے، آپ نے اُس شخص سے کہا کہ اچھا آپ نے بسم اللہ تو پڑھی نہیں' کیسی بسم اللہ۔ اُفو! آپ کون ہیں؟ کہ فلاں آدمی ہوں اوہو! اچھا دسترخوان سے اُٹھ جایئے، اُٹھ گیا ٹھیک ہے لیکن آپ پر عتاب ہوگیا، سنتے رہیئے آپ نے اُٹھا دیا، بسم اللہ نہیں پڑھی، اس لئے آپ پر عتاب ہوگیا، گو عتاب کی آواز نہ آوے اور جہاں آئی ہے، آئی ہے، عرب کی سخاوت مشہور ہے، ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے چلی آرہی ہے، اب بھی سخی ہیں، وہ پیسہ کو پیسہ سمجھتے ہی نہیں ہیں، اسلئے عرب ہندوستان کو کہتا ہے بطال، بخیل۔ بخیل، اس کو کھانا ہی نہیں آتا، وہ روز مرغ کھاتے ہیں، اُنہیں پرواہ ہی نہیں ہے کہ شام کو رہے گا یا نہیں رہے گا؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ :

حضرت ابراہیم علیہ السلام بلا مہمان کے کھانا ہی نہ کھاتے تھے، دسترخوان بچھ گیا ہے، مہمان کوئی ہے نہیں آگئے دروازے پر کہ کوئی مل جاوے، تو لاؤں بُلا کر اب مل گیا، کوئی بُلا لیا، آیئے آیئے کھانا کھایئے! اُس نے کھانا شروع کر دیا، بسم اللہ نہیں پڑھی، ارے تم نے بسم اللہ نہیں پڑھی' کون ہے؟ تو اس نے کہا مجوسی ہوں، میں تو آتش پرست، آگ کے پوجنے والے، تو ابراہیم علیہ السلام نے کہا اچھا اُٹھ جاؤ دسترخوان سے، وہ اُٹھ گیا، وحی آگئی کہ اے ابراہیم وہ تمہارا مہمان تھا اور تم بلا کر بھی لائے وہ تمہارا مہمان تھا، بسم اللہ پڑھی یا نہ

Marfat.com

پڑھی وہ تو ہمارا معاملہ ہے جس کا وہ مکلف نہیں ہے تم نے کیوں اُٹھایا دسترخوان سے، اب لگے ابراہیم علیہ السلام تلاش کرنے، عتاب آ گیا، محبتانہ عتاب ہے، یہ عتاب نہیں ہے ڈھونڈا تلاش کر کے، لے بھی آئے۔ ہم سے غلطی ہوگئی ہے آؤ آؤ کھانا کھاؤ، اُدھر چہار زانوں ہو کر بیٹھ رہے ہیں اور ادھر بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھا رہے ہیں۔

بعد وضو بھی ہاتھ دھوؤ:

اس کا خیال نہ کیا جائے کہ میں ابھی نماز پڑھ کر آیا ہوں' ابھی وضو کیا تھا اور میرے ہاتھ عبادت میں لگے ہوئے تھے۔ سجدے میں شریک' رکوع میں شریک' قومہ میں شریک' قیام میں شریک' دُھلے ہوئے بھی عبادت کئے ہوئے بھی۔ اب دھوؤں گا تو عبادت میں جو اُس پر ایک رنگ اور نور آیا ہوگا وہ دُھل جاوے گا۔ یہ کیا کہہ رہے ہیں کہ ہاتھ دھوؤ نہیں سمجھ میں بات آئی۔ جب عبادت کریں گے تو اعضاء میں نور نہیں آوے گا اور وہاں کیا حکم لگایا جا رہا ہے کہ نماز پڑھتے ہی آیا ہے، دسترخوان لگا ہوا ہے، بیوی اور اماں کو معلوم ہے کہ اس وقت کھانا کھاتا ہے، نماز پڑھنے کے بعد آوے گا۔ دسترخوان بچھا کر کھانا لگا دیا، اُس پر کپڑا اچھا دیا، مکھی وغیرہ سے حفاظت کے لئے بیٹا آیا' میاں آیا' باپ آیا' کھانا کھانے کے لئے کپڑا اُٹھا کے بیٹھ گئے، ارے بیٹا ہاتھ تو دھو لئے ہوتے۔ اماں میں تو ابھی نماز پڑھ کر آیا ہوں، ہاتھ خوب دھوئے تھے وضو میں اور یہ اعضاء عبادت کے نور لگے ہوئے ہیں اس کے اندر اور آپ ہاتھ دھونے کے لئے کہہ رہی ہیں۔ بیٹا میں نہیں کہہ رہی، جس کا تو اُمتی ہے اُس نے کہا ہے، ارے بیٹا میں نہیں کہہ رہی، جس کا تو بندہ ہے اُس نے کہا ہے، وہ نور کہیں نہیں جاتا بلکہ اُس نور میں اور نور آ جاوے گا، وہ نور آیا ہے عبادت کا نماز پڑھنے کی حالت میں۔ اب اس حکم کی تعمیل سے ہاتھ دھوؤ تو اور نور آ جائے۔ تو نورٌ علیٰ نور ہوگیا ہم کیا سمجھے نور گھٹتا نہیں بلکہ اور بڑھے گا۔

Marfat.com

بظاہر تو عقل بھی کہہ رہی ہے، ابھی تو نماز پڑھی ہے، ابھی تو ہاتھ دھوئے تھے، کوئی دوسری چیز استعمال نہیں کی، کوئی چیز چھوئی نہیں، تو کیا میرے ہاتھوں میں کچھ لگ گیا، بعض کہتے ہیں انگریزی تعلیم یافتہ کہ میرے ہاتھوں میں کیا لگ گیا۔

بعض جدت پسندوں کا اعتراض :

ان مولویوں نے بھی پریشان کر دیا۔ یہ دین مولویوں کے گھر کا بنایا ہوا ہے۔ مولویوں کے اوپر کتنا بہت سخت اعتراض ہے۔ کتنی سخت بات ہے، یہ نہیں خیال کرتے، اتنی بھی عقل سے کام نہیں لیتے کہ مولویوں کو کیا ضرورت پڑی اپنی آزادی سلب کرنے کی جیسے تم اپنی آزادی کو' راحت کو' چین کو اور جس طرح چاہو کھانے کو اور جس چیز کو چاہو کھانے کو تو مولویوں کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ اپنے آپ کو مقید کر دیں، وہ بھی جس طرح چاہیں کھا سکتے ہیں اور جس طرح بیٹھ کر چاہیں کھا سکتے ہیں۔

مؤمن مقید ہے :

تو اپنے کو مقید کیا، اس سے تم اندازہ کرلو، یہ اپنے آپ کو مقید کیوں کیا انہوں نے، اس میں تو دقت ہے' اس میں تو پریشانی ہے' اس میں تو تکلیف ہے' پھر یہ اپنے آپ کو مولویوں نے تکلیف میں کیوں ڈالا، پریشانی میں کیوں ڈالا، اس لئے ڈالا کہ انہوں نے عبدیت کا حق ادا کرنا چاہا اور تم نے عبدیت سے باہر نکل کر کام کرنا چاہا۔ آپ بھی کھا سکتے ہیں' آخر ہم بھی کھا سکتے ہیں۔

یہ کہتے ہیں ان کے پاس تو ہے نہیں کچھ پہننے کو کس طرح اچھا کھائیں' کس طرح اچھا پہنیں، تو کھانے کے معاملہ میں غریب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا بعض ایسے ایسے مولوی ہیں کہ تم سے زیادہ اُن کے پاس ہے تو وہ بھی کھا سکتے ہیں نا۔ وہ مُرغ بھی کھا سکتے ہیں،

Marfat.com

راستہ میں کوئی مرغی پھر رہی ہے کوئی مولوی صاحب آ رہے ہیں، نماز پڑھ کر مُرغی مل گئی و
پکڑلی اور ذبح کر کے کھالی تو جس طرح تم آزاد ہو وہ بھی آزاد ہو کر کھا سکتے ہیں، مگر نہیں تو ہر
مولوی کے بارے میں یہ خیال ہے کہ وہ غریب ہے، غلط ہے۔

تو یہ اتنا بھی تو نہیں سوچتے کہ انہوں نے اپنی آزادی سلب کیوں کی۔ مولوی
صاحب چہار زانو پالتی مار کر کھانا نہیں کھاتے، اس میں آرام نہیں ہے، آرام ہے تم کھا سکتے
ہو، تو وہ بھی کھا سکتے ہیں لیکن وہ کریں کیا انہیں تو پیدا کرنے میں آقائے حقیقی، مالکِ حقیقی کا
اس طرح حکم معلوم ہوا ہے کہ آزادی سلب ہو گئی۔ غلامیت کے ساتھ کھاؤ، رسولِ پاک صلی
اللہ علیہ وسلم جب کھانا کھاتے تھے، اس طرح کھاتے تھے، جس طرح کوئی ادنیٰ غلام کھا رہا
ہے، اس طرح آپ کھانا کھا رہے ہیں، یہ سب لکھا ہوا ہے۔ احادیث میں سب تذکرہ آپ
کے کھانے کا اُکُل کا، شُرب کا، سب لکھا ہوا ہے کہ کس طرح بیٹھتے تھے، کس طرح کھاتے
تھے، آپ ﷺ کھاتے ہوئے اپنی اُنگلیوں کو کس طرح چاٹتے تھے، ہر ایک اُنگلی کو تین
دفعہ چاٹتے تھے، آج چاٹتے ہوئے انگریزی تعلیم یافتہ حضرات کو عار آتی ہے، اگر چوسنے
لگ گیا تو لالچی ہے، اسے کبھی کھانے کو نہ ملا چاٹ رہا ہے اُنگلی۔ میں نے تو اپنے ایک بیان
میں توفیقِ الٰہی سے افریقہ ولندن میں کہا تھا یوں کہتے ہیں چاٹنا ابھی اس کو منہ میں دیا اور پھر
منہ میں دیا، بہت اچھا، کبھی آم کھائے ہوں گے، ابھی منہ میں دیا چوسا پھر نکال لیا پھر منہ
میں دیا، بار بار لعاب لگ رہا ہے اس آم کے اندر، پھر چاٹ رہا ہے، آم کھا رہا ہے، تو اس
میں اور اُنگلی میں کیا فرق ہے؟ یہ سُن کر بعض صاحبان مسکرانے لگے تھے، اس کو جواب
الزامی کہتے ہیں۔ تو کھانے کے اندر بھی مقید ہو گیا، اس طرح بیٹھو، بسم اللہ پڑھو، پہلے ہاتھ
دھوؤ اور دونوں کو دھوؤ صرف سیدھا نہیں کہ جس سے کھانا کھانا ہے، دونوں دھوؤ ایک کا دھونا
کافی نہیں، بسم اللہ پڑھو اُنگلیوں کو چاٹتے رہو، پانی پیو یا کھانا کھاؤ تو سیدھے ہاتھ سے۔ اس

Marfat.com

میں بھی قید لگادی۔ اب بائیں ہاتھ سے اگر لقمہ منہ میں رکھے گا تو وہ منہ میں نہیں جائے گا، چباوے گا، منہ میں نہیں جائے گا۔ جب بھی تو کھانا ہو گیا، پیٹ بھرایا نہیں، بھرا جب بھی بھر گیا، یہ کیفیت ہے آج کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ، جب پینا ہو تو پانی دائیں ہاتھ سے پیو' کیوں ہاتھ سنا ہوا ہے، دایاں اُنگلی سنی ہوئی ہے' ہتھیلی تو نہیں سُنی ہوئی ہے اگر سنی ہوئی ہیں تو بائیں ہاتھ سے اُٹھاؤ گلاس بھرے ہوئے کو اور پانی کو بائیں ہاتھ سے بھرلو بائیں ہاتھ سے اُٹھاؤ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھو، اگر گلاس کے گرنے کا اندیشہ ہو تو بائیں ہاتھ کا سہارا لگادو، جب حکم کی عظمت ہوگی غلام کے اندر، اس حکم کو جس طرح بجالانے کا حکم ہوگا، تو ذوقِ طبیعت خود اُس کے صحیح استعمال کرنے کا ڈھنگ طلب کرے گی۔ دیکھا آپ نے غلامیت پیش کی جارہی ہے، اور جب پیو تو گلاس کو کٹورے کو منہ لگا کر، ہونٹ لگا کر ایک ہی سانس میں نہ پی جاؤ، جانور کی طرح سے کہ بس مُنہ لگایا اور پی گیا۔

کھانے کے آداب :

یہ آدابِ معاشرت ہو رہے ہیں کھانا سکھایا جارہا ہے، پینا سکھایا جارہا ہے، جس کو ہم عبادت نہیں سمجھتے اُس کا عبادت ہونا بتلایا جارہا ہے' سکھایا جارہا ہے کہ یہ بھی کتنی اونچی عبادت ہے، اس کے بھی کتنے بڑے درجے ہیں، بعض بات کہنے کی تو نہیں ہوتی مگر جب دیکھا جاوے عقلی اعتبار سے اور خیال کیا جاوے تو نماز تو ایک چند وقتی عبادت ہے، چلو پانچ وقت بھی اُن شرطوں کے ساتھ شب و روز میں اب تو آزاد ہو گئے، مگر یہ کھانا پینا تو ہر وقت کا ساتھ لگا ہوا ہے، جنگل میں لگا ہوا ہے، بازار میں، ریل کے سفر میں یا ہوائی جہاز میں، ہر وقت لگا ہوا ہے، اب وہ ہر وقت کی اس کے ساتھ قید بھی لگی ہوئی ہے، تو نماز کی تو وقتی چیز وہ قیدیں تھیں چلو برداشت کر لی ہو گیا اور یہ ہر وقت کا جو کھانا پینا لگا ہوا ہے، اب اِن اِن شرطوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے کھاتے پیتے رہنا کوئی معمولی بات ہے بڑا مجاہدہ ہے، وہ مجاہدہ تو

Marfat.com

وقتی نماز کے ساتھ تھا لیکن یہ مجاہدہ تو اس سے بھی بھاری ہے، کھڑے ہو کر نہ پیو بیٹھ کر پیو، سیدھے ہاتھ سے پیو، کھاؤ، دیکھو کھاتے وقت آواز نہ آنے پاوے، چپڑ چپڑ کی جیسے جانور کھایا کرتا ہے، اُس کی آواز ہوا کرتی ہے، جب پانی پیو تو آواز نہ آنے پاوے، جیسے جانور پیا کرتا ہے کہ اُس کی آواز آ رہی ہے، کھانے پینے میں کتنی قیدیں ہو گئیں اور یہ ہر وقت انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہیں، تو ہر ہر وقت میں جب یہ کھانا پینا ہوگا، ان قیدوں ان شرطوں کے ساتھ کتنا مجاہدہ ہے۔

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا. اور وہ لوگ جنہوں نے مشقت برداشت کی ہمارے راستے میں اور یہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہے کھانا پینا۔ مشقت ہو رہی ہے یا نہیں ہو رہی ہے، آزمائش ہو رہی ہے وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ۔ کیا یہ سوچ رہے ہو کہ آزمائے نہیں جاؤ گے۔ نہیں بلکہ آزمائے جاؤ گے۔ طرح طرح سے آزمائے جاؤ گے۔ خیال شریف میں باتیں آئیں۔

اعتمادِ کامل :

یہ مت پوچھو کہ کیوں؟ یہ وہاں پوچھا کرتے ہیں کہ جہاں پر اعتبار نہیں ہوتا۔ ہم نے پورے طریقہ سے اُن پر اعتبار کر لیا ہے اور یہ سمجھ کر اعتبار کیا ہے کہ جو حکم فرمایا ہے اُس حکم میں اگر منع کا ہے، تو کوئی ضرر ہے اور کرنے کا ہے، تو کوئی نفع ہے۔ پھر یہ سوال بھی ختم کہ کس درجہ کا منع ہے، پھر تو غلام ہی کیا ہوا، غلام کا تو بہت اچھا سرکار ہمیں یہ بھی پوچھنا نہیں ہے کہ کیوں کرنے کے لئے فرمایا ہے۔

تعلق کا تقاضہ :

انہی میں بعض ایسے ہیں کہ اگر ایسا کہہ بیٹھا اور ایسا خیال کر گزرا تو اس خیال کر گزرے پر بیٹھنے کے بعد ہی اس کو معلوم ہو گیا کہ میرے قلب کے اندر وہ جو تعلق تھا اور

Marfat.com

رابطہ تھا، ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ اس میں ضعف آ گیا، اس میں کمزوری آ گئی ہے۔ وہ احساس نہیں ہے ابھی وہ لطافت نہیں آئی ہے، ابھی تعلق کی ورنہ اُن کو فوراً احساس ہو جاتا کہ مجھ سے غلطی ہو گئی ہے، میری زبان پر اس بات کی کہ اس تعلق کی وجہ سے اس کے اندر یہ اثر آیا کہ کم تعلقی ہے اور یہ سوال ہونا خود کم تعلقی کی دلیل ہے۔ ابھی تعلق کے اندر کمی ہے، اس تعلق کو مضبوط کر، اس رابطے کو قوی کر، کہ یہ سوال ہی قائم نہ ہونے پاوے۔ یہ سوال ہی نہ آنے پاوے۔

ذکر کا اثر :

کتنے عرصہ سے میں ذکر کر رہا ہوں' کر رہا ہوں' میں نے تو کچھ دیکھا نہیں' میری تو وہی پہلے جو میری حالت تھی، وہ اب بھی معلوم ہو رہی ہے، میں تو اپنے اندر کوئی تبدیلی دیکھا نہیں۔ ارے یہ تبدیلی نہیں ہوئی کیا، تو اس طرح ذکر کرتا تھا، کیا تیرے ہونٹ لب ملے ہوئے رہتے تھے، ذکر کے اندر کیا کہے گا کہ نہیں اور اب ہر وقت ذکر کرتا رہتا ہے، تو یہ تبدیلی ہوئی یا نہیں ہوئی۔ ہزار قربان یہ خود مستقل احکم الحاکمین کا احسان ہے کہ اس وقت تیری زبان کہاں چلتی اور اب تیری زبان کہاں چل رہی ہے، یہ اُس کی توفیق ہے یا غیر توفیق ہے تو مستقل خود احسان ہے، اس طرح کیا مانگتا ہے، میں نے تو کہیں اپنے اندر تبدیلی دیکھی نہیں۔ پہلے تو تلاوت نہیں کرتا تھا؟ نہیں! اور اب تین پارے روز پڑھتا ہے تو یہ تبدیلی آئی یا نہیں آئی اور کیا چاہتا ہے، اُس کا احسان ہے، اگر بادشاہ کچھ کام کے لئے کہے، رعیت کے کسی آدمی سے، تو کتنا خوش ہوتا ہے اور دوسروں سے بھی کہتا پھرتا ہے کہ بادشاہ سلامت نے مجھے خدمت میں رکھ لیا .... ؎

منت منہ کہ خدمت سلطان مے کنی
منت شمار از او کہ بخدمت بداشتت

Marfat.com

کہ بادشاہ پر احسان مت رکھ کہ تو نے بادشاہ کا کوئی کام کیا خدمت کی تجھ جیسے اور کتنے پھرتے ہیں تمنا کرتے ہوئے بادشاہ کا احسان سمجھ، کہ تجھ سے کام لے لیا۔

اگر ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں بہترین سے بہترین خوشبوؤں کی چیزوں سے زبان کو بھی تو معطر کر دیتا تو بھی اس قابل نہ تھا کہ اس کا نام تیری زبان پر آوے۔ اس گندی چمڑے کی اس میں لعاب کتنا بھرا ہوا ہے کہ بار بار تھوک رہا ہے تو اور اُن کے باوجود اُس کا نام لے رہا ہے۔ آپ خیال فرمائیے کہ کتنا بڑا کام ہے، یہ کیا سوال کرتا ہے تو تیرے اندر اُس کے نام لیتے رہنے سے ذکرِ الٰہی کے لیتے رہنے سے تیرے اندر اضمحلال آیا کہ نہیں، عجز، انکسار، عبدیت کی شان، غلامیت کی حالت آئی ہے یا نہیں، طبیعت ٹوٹی ھئی ہے کہ نہیں؟ کہتا ہے کہ ہاں یہ تو دیکھتا ہوں، جب تو یہ دیکھتا ہے تو، تو تجھے نہیں معلوم کہ اس نے کیا کہا ہے، اس نے یہ کہا ہے کہ اَنَا عِنۡدَ الۡمُنۡکَسِرَۃِ قُلُوۡبُھُمۡ یہ منکسرہ کا فاعل ہے قُلُوۡبُھُمۡ اسم فاعل۔

ٹوٹے ہوئے دل والے :

عمل کرتا ہے نہیں اسم فاعل، یہ منکسرہ کا فاعل ہے قُلُوۡبُھُمۡ اَنَا عِنۡدَ الۡمُنۡکَسِرَۃِ قُلُوۡبُھُمۡ ۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ٹوٹے ہوئے دل کے پاس ہوتا ہوں۔ اگر تم چاہو تو ٹوٹے ہوئے دلوں والوں کے پاس بیٹھو، میں اُن کے پاس بیٹھا ہوا ہوں، کتنی بڑی خوشخبری ہے اور یہ ذاکر دل ٹوٹا ہوا ہے، منکسر ہے، اُس کے پاس اللہ بیٹھا ہوا ہے، تو اُس کو ایسے اللہ والے کے پاس بیٹھنے سے اجتناب پرہیز کرتا ہے، تجھ کو تو اور زیادہ سے زیادہ جا جا کر بیٹھنا چاہیئے تھا کہ وہاں اللہ بیٹھا ہوا ہے، کوئی کہے گا کہ کہاں بیٹھا ہوا ہے، سورج بیٹھا ہے، تمہارے پاس تمہاری گود میں بیٹھا ہے، سورج بیٹھا ہے تب ہی تو، لیکن سورج کے آثار سب پر ہیں یا نہیں ہیں، اگر چہ کوٹھے پر بیٹھا ہوا ہے اگر چہ کمرے میں بیٹھا ہوا ہے، کواڑیں

Marfat.com

بھڑے ہوئے ہیں، تب بھی سورج کے آثار' سورج ایک ہے یا کئی ہیں، لیکن سارے عالم پر چھایا ہوا ہے۔ سارے عالم کو گھیرے ہوئے ہے، تو ذاتِ باری تعالیٰ سارے عالم کو گھیرے ہوئے ہے، سارے عالم پر چھائے ہوئے ہیں، موم بتی جلتی ہوئی کے بارے میں، اگر تم کسی سے پوچھنے لگو یا تم سے کوئی پوچھنے لگے، کہ اس موم بتی کا منہ کدھر ہے تو تم کیا کہو گے؟ یہ موم بتی جو روشن ہو رہی ہے، آپ نہیں بتا سکتے کہ اس کا منہ کدھر ہے، ذاتِ باری تعالیٰ کو پوچھتا ہے کہ اس کا منہ کدھر ہے۔

معلوم ہوا کہ ان باتوں کو سوچا نہیں کرتے، ان باتوں میں غور نہیں کیا کرتے جو من حیث العقائد عقیدت کی سی ہیں۔ ان میں ذہن نہیں دوڑایا کرتے۔ یہ ہر ایک کا کام نہیں ہے' شیطان گمراہ کر کے رہے گا، کسی گڑھے میں ایسا ڈال کر رہے گا کہ نکلنا مشکل ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں منسکر ٹوٹے ہوئے دلوں کے پاس ہوں اور ٹوٹا ہوا دل جتنا کہ ذاکر کا ہے اتنا کسی غریب کا نہیں ہے۔ اس لئے بھی ذاکر جتنا غریب ہے جس کو غریب حقیقتاً کہتے ہیں' سارے جہان کے اندر غیر ذاکر غریب ہے ہی نہیں جتنا غریب کہ اللہ اللہ کرنے والا ہے، اتنا غریب جس کے پاس کہ ایک پیسہ بھی نہیں ہے، وہ بھی اتنا غریب نہیں ہے۔ جتنا بیمار یہ اللہ اللہ کرنے والا ہے، وہ دوسرا بیمار جو بخار جاڑے وغیرہ میں اُتنا بیمار نہیں ہے۔ اصل غریب کے معنی آتے ہیں مسافر کے یعنی سفرِ آخرت۔ تو جتنا سفر کے اندر یہ ذاکر ہے اتنا غریب کہاں ہے، گھر میں وہ ذاکر بھی بیٹھا ہوا ہے اور گھر میں وہ غریب بھی بیٹھا ہوا ہے، لیکن وہ غریب جو گھر میں بیٹھا ہوا ہے، سفر میں نہیں ہے، اور یہ ذاکر گھر میں بیٹھا ہوا ہے مگر سفر میں ہے۔ اس دلیل پر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

کن فی الدّنیا کانک غریبٌ اوعابر سبیل.

(ریاض الصالحین باب فضل الزھد فی الدنیا :ص:۲۳۷)

دنیا کے اندر تو اس طرح رہ جیسے کہ مسافر رہتا ہے، یا راستہ چلنے والا۔

Marfat.com

مسافر کو سامان اگر عیش کے بھی ہوں تو کہاں رہے عیش جب تک چین ہی نہیں رہ رہ کر گھر یاد آ رہا ہے، تو وہ مسافر ہے یا نہیں لیکن وہ گھر میں ہے اگرچہ وہ غریب ہے، لیکن وہاں مسافر نہیں اور یہ شخص جو ذاکر ہے، گھر ہے، اچھی محل ہے، بہترین کوٹھی کے اندر ہے، بہترین کمرے کے اندر ہے لیکن مسافر ہے۔ یہ مسافر نہیں ہے۔

درویش کا واقعہ :

ایک درویش کے پاس ایک بادشاہ آیا کرتا تھا جنگل میں، وہ کسی کا گدھا کھو گیا تھا، گھر سے نکل گیا تھا، بعض دفعہ گدھے چرتے ہوئے راستے میں نکل جاتے ہیں۔ اب وہ تلاش کرتا پھر رہا ہے، اتفاق سے گدھا مسجد میں گھس گیا، وہ ڈھونڈتا ڈھونڈتا مسجد کے پاس آ گیا تو ملا جی کہہ رہے تھے کہ کیا ہو گیا؟ لوگوں کو کہ گدھے کو چھوڑ رکھا ہے، مسجد میں آ گیا، تو گدھے والا باہر سے کہتا ہے کہ ملا جی کیوں ناراض ہو رہے ہو، کیوں خفا ہو رہے ہو، کیوں چیخ رہے ہو، گدھا تھا جو مسجد میں آ گیا تم نے کبھی ہم کو بھی دیکھا ہے مسجد میں آتے ہوئے۔

دیکھا آپ نے مسلمان کی بات کہ مسجد میں آنے والوں کو گدھا کہہ رہا ہے۔ اپنے آپ کو سمجھتا ہے کہ میں کیا کچھ ہوں۔ پہلے تو بادشاہ آتے تھے، درویشوں کے پاس اب تو غریب بھی نہیں آتا۔ امیر تو کیا آوے گا بچارا، مگر اس وقت بادشاہ آتے تھے تو درویش کے پاس کچھ گولیاں تھیں، گولیاں وہ بھی بھلے مانس، جب کھاویں بادشاہ کے سامنے کھائیں۔ ہوگی کوئی مصلحت اُن کی وہ جانے۔ روز ایک گولی نکالی وہ کھالی تو بعض دفعہ آنے جانے میں بیٹھنے اُٹھنے میں کوئی کام کس کا دیکھتا ہے تو سمجھتے تھے کہ کیا کھاتے ہیں یہ کیسی گولی ہیں اور روز کھاتے ہیں تو بادشاہ کے دل میں بھی یہ خیال آ گیا کہ کیسی گولیاں ہیں، یہ جو روزانہ کھاتے ہیں، تو درویش کو کشف ہو گیا کہ اس بادشاہ کے دل میں یہ خیال آیا ہے۔ غور فرمایئے یہ ایسا ہے۔

Marfat.com

سوال کی ایک صورت :

جیسا کہ کوئی کسی کے پاس اچھی چیز رکھی ہوئی ہو جیسے کہ یہ قلم رکھا ہوا ہے، اب کسی کی نگاہ پڑے اُوفو یہ تو نئی سی چیز ہے، کبھی دیکھی نہیں تھی، کیسی نئی سی چیز ہے۔ مولوی جی یہ کہاں سے لیا بڑا اچھا ہے۔ ماشاء اللہ بڑا اچھا ہے۔ اب وہ مولوی جی کچھ شریف ہے، خاندان کی کچھ شرافت لئے ہوئے ہے۔ تھوڑی بہت دفعہ کہا کہ یہ تو کوئی ایسی بات نہیں مل جاتا ہے تو اچھا، اچھا میرا جی یہ چاہتا ہے کہ آپ لے لیجئے' نہیں نہیں نہیں میں تو خالی معلوم کرنا چاہ رہا تھا، مولوی جی نے کہا نہیں نہیں آپ لے لیجئے گا۔ اب یہ شریف آدمی ہے اس پوچھنے پر کیسے رُکے اور کیسے نہ دیدے۔ یہ تو حسّی چیز تھی اور یہ دل میں خیال آنا یہ ایک معنوی چیز تھی اور درویش نے کہا کہ لیجئے لیجئے آپ بھی کھا لیجئے تو درویش نے گولی بادشاہ کو دے دی کہ رات کو کھالینا لے جاؤ، وہ لے آیا گولی تھی بڑی تیز کھانے کو تو کھا گیا لیکن ہضم کس سے ہو، اُس کے اندر کچھ اور اندر کی چیز ہونی چاہئے تھی، جو وہ ہضم ہو، وہ سمجھا کہ یہ جسم ہی کافی ہے۔ اس گولی کے ہضم کرنے کے لئے یہ حضرتِ والا سنا رہے ہیں۔ بیچ میں حضرتِ والا کی سُنائی ہوئی بات یاد آئی راجہ کے پان کی۔

راجہ کے پان کا قصہ :

بڑے لوگ پان کھاتے ہیں' بڑے قیمتی پان کھاتے ہیں۔ اُن کے پانوں کے اندر بڑی قیمتی چیزیں پڑی ہوئی ہوتی ہیں۔ ایسی چیزیں بھی ہوتی ہیں کہ سینک میں وہ چیز لگائی اور پان میں لگا دی اور منہ میں رکھ لیا۔ بڑی مقوی بڑی مہی' بڑی مشتہی۔ (سمجھتے ہو مُمھی قوتِ باہ) تو راجہ پان کھائے ہوئے تھا اتفاق سے قضائے حاجت کی پڑ گئی ضرورت۔ وہ گیا بیت الخلا میں، جن کا مخصوص ہر وقت بھنگی رہتا ہے اور بیت الخلا کمرے کی طرح صاف

Marfat.com

شفاف رہتا ہے اور خوشبو آتی ہے انہیں کہاں برداشت ہے، بدبُو کی تو وہاں کونے میں رکھا ہوا ہے مرتبان سا اس نے وہ پان جو منہ میں تھا وہ اس میں ڈال دیا۔ بیت الخلاء میں پان کس طرح کھاوے لطیف المزاج ہاں کثیف المزاج۔ پان کھا کر بیت الخلاء میں کہ وہ نکلے گا ہی نہیں فُضلہ جب تک کہ حُقّہ نہ پیتا رہے کتنا بھاری قبض ہوئی ہے ایسا ہوا ہے، ویسے ہی نہیں میں جو بات کہوں گا تو وہ بات کہوں گا جو واقعی ہے، تو پان ڈال دیا، اُس نے قضائے حاجت سے فارغ ہو کر۔ راجہ آیا باہر اور فوراً بھنگی صاف کرنے کے لئے بیت الخلا میں گیا، اُس وقت فلش سسٹم کا ایجاد نہیں ہوا تھا۔ پہلے جھٹکا مارا پانی آ گیا تو فوراً بھنگی داخل ہو گیا صاف کرنے کے لئے۔ اُس نے دیکھا کہ وہاں مرتبان جو اس قسم کا ہے وہ اس میں دیکھا کہ پان پڑا ہوا ہے۔ وہ بالکل صاف شفاف تھا اور وہ پان جو پڑا ہوا تھا اُس نے اُٹھا کر کھا لیا۔ بھنگی نے وہ پان کھا لیا لیکن تھوڑی دیر میں بے چین ہو گیا، گھر پہنچ گیا لگا بیوی کو پریشان کرنے، وہ گھبرا گئی۔

جب تو قوتِ باہ تھی، امساک بڑے زور کا تھا، ابھی فراغت کیسی بیوی پریشان ہو گئی، بادشاہ کو اطلاع کی گئی۔ راجہ کو اطلاع دی راجہ نے کہا ذرا دیکھنا کہ بیت الخلا کے اندر پان ہے یا نہیں ہے؟ اجی وہ تو پان اُس نے کھایا ہوا ہے اوہو یہ اس کا اثر ہے۔ اس پان کا اثر ہے تو راجہ تو برداشت کرتا تھا، اُس کی تو کئی بیویاں تھیں، بیگمات تھیں، لونڈیاں تھیں، لیکن یہ کیا برداشت کرے نہیں برداشت کر سکا، بلاؤ حکیم جی کو بلاؤ حکیم جی کو۔

یہ حضرتِ والا نے راجہ کے پان کا واقعہ سنایا تو درویش نے وہ گولی تو دے دی بادشاہ کو بادشاہ نے کھا تو لی جب گھر گیا تو بے چین، چار بیگمات ہیں اس کی، چاروں کے پاس گیا اور جو لونڈیاں ہیں اُن کے پاس بھی گیا مگر ہیجان ختم نہیں ہوتا، پریشان ہو گیا رہ رہ کے خدا خدا کر کے تو کچھ سکون ہوا، اور جب سکون ہوا تو اب کیا خیال کر رہا ہے بادشاہ اُوفو

Marfat.com

میرے ایک گولی کھانے میں تو یہ حال ہوا' اور یہ روزانہ ایک گولی کھاتا ہے، دیکھو یہ درویش بھی عجیب ہوتے ہیں، دیکھو کہاں جنگل میں رہتا ہے، جنگل میں کہ فقیر کی فقیری بھی بنی رہے اور مزے بھی خوب اُڑاتا رہے، جب میں ایک گولی کھانے کے بعد اتنی عورت اور بیویوں کے پاس گیا تو اس کے پاس تو روزانہ نا معلوم کتنی عورتیں آتی ہوں گی کہ روزانہ کھاتا ہے، وہ ایک گولی کھانے میں یہ اثر تو اس کے روزانہ کھانے میں کتنا اثر ہوتا ہوگا۔ یہ درویش جو ہوئے، ہوگئی بدگمانی، اپنے اوپر قیاس کر بیٹھا بدگمانی، لیکن اس کے باوجود پہلے لوگ عجیب تھے کہ یہ گمان آتو گیا آنے کو، لیکن درویش کے پاس آنا نہیں چھوڑا بادشاہ آتا رہا۔ درویش کو اس کے خیال کا کشف ہوگیا کہ اس کو گولی کھا کر یہ خیال اور یہ بدگمانی ہوئی ہے میرے متعلق، درویش گھبرایا ہوا اُفو اور کہا کہ جناب بادشاہ سلامت ایسا معلوم ہوا ہے کہ آپ کی زندگی ختم ہوگئی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ موت کا نام تو موت سے بھی زیادہ بُرا معلوم ہوتا ہے۔

بادشاہ سے درویش نے کہا اُفو چالیس دن ہیں آپ کی موت کے لے یہ سُن کر چہرہ فق پڑ گیا زرد ہوگیا، موت کے نام سے، نہیں نہیں کچھ خیال نہیں کیجئے گا، ارے آپ کے شہزادے صاحب ہیں، ولی عہد ہے، اُن کو آپ سپرد کر دیجئے، اور اللہ کی عبادت میں آپ لگ جایئے گا، کوئی ایسی بات نہیں ہے، اب تو اُس کا چہرہ فق پڑ گیا، اُفو آپ تو اتنا سُن کر ہی فق ہوگئے، تو چالیس (۴۰) دن میں آپ کتنے دُبلے اور کمزور ہو جائیں گے۔ جوں جوں موت کا وقت قریب آتا جاوے گا، اچھا اچھا میں آپ کو وہ گولی دیتا ہوں آپ کمزور نہیں ہوں گے۔ **انشاء اللہ تعالیٰ**۔

تو اُن کو چالیس گولی گن کر دے دی، ایک گولی روز کھالیا کیجئے گا انشاءاللہ آپ کی صحت اچھی بنی رہے گی، آپ کا جسم اچھا بنا رہے گا، اسے یہ خیال بھی نہ ہوا کہ ایک گولی کھانے سے تو یہ ہوا تھا اور یہ چالیس دے رہا ہے کھاؤں گا تو کیا بنے گا۔

Marfat.com

بہر حال وہ گولیاں لے لیں چالیس دن گزر گئے، روز کھاتا ہے جب چالیس دن گزر گئے اور موت نہیں آئی، اب دوسری بات کھڑی ہوگئی، اب دوسری بدگمانی شروع ہوگئی۔ اب یہ ہے کہ کیسے درویش ہیں کیسا جھوٹ بولتے ہیں، یوں کہا کہ چالیس دن تیری زندگی ہے چالیس دن بھی گزر گئے موت کہیں بھی نہیں آئی، اوپر سے میری سلطنت بھی چھڑوادی۔ یہ کیسے درویش لوگ ہیں، پھر آیا بادشاہ درویش کے پاس، کہ حضور آپ نے تو میری سلطنت بھی چھڑوادی کہ آپ نے تو کہا تھا کہ تیری زندگی چالیس دن ہے اور میری سلطنت آپ نے ولی عہد کو دلوادی، درویش نے کہا کہ وہ سلطنت گھر میں ہی تو ہے کسی غیر کے پاس تو نہیں ہے وہ تو آپ واپس پھر لے سکتے ہیں۔ اس کو تو چھوڑیے وہ تو کہیں نہیں گئی، تمہارے پاس ہے۔

میں یہ پوچھتا ہوں کہ آپ کو وہ گولی جو دی تھی وہ آپ روز کھاتے تھے یا نہیں کھاتے تھے کہ جی ہاں وہ نہ کھاتا تو میرا زندہ ہی رہنا مشکل تھا۔ ایک گولی آپ نے کھائی تھی اور اب روزانہ آپ ایک گولی کھاتے تھے اور آپ فرمارہے ہیں کہ روز کھاتا تھا تو کتنی بیگمات کے پاس جاتے تھے آپ؟ کتنی بیگمات کے پاس' بیویوں کے پاس' لونڈیوں کے پاس جاتے تھے، اُس نے کہا کہ حضرت وہ بیگم اور لونڈی کہاں یاد تھی مجھے تو موت جو سامنے کھڑی تھی، وہ یاد تھی۔ کہاں کا بیگم کے پاس جانا۔

درویش نے کہا کہ سُن تجھ کو تو پھر بھی چالیس دن کی مہلت تھی اور فقیر کو تو سانس کی بھی مہلت نہیں کہ اندر جاتا ہے تو باہر آتا ہے یا نہیں آتا اور باہر آیا ہے تو اندر جاتا ہے یا نہیں جاتا؟ پھر وہ ایک گولی میرا کیا کرے گی؟ جواب دیدیا کہ تو نے یہ گمان کیا تھا کہ روز ایک گولی کھاتا ہے اور میں نے ایک گولی کھائی تھی' کتنی بیویوں عورتوں کے پاس گیا، اس کے پاس تو روزانہ بیویاں آتی ہوں گی۔ یہ ظاہر نہیں کیا، بادشاہ سمجھ گیا اور کہا کہ حضور میں

Marfat.com

معافی چاہتا ہوں، پیروں میں گرا کہ حضور مجھے یہ گمان پیدا ہوا تھا۔ یہ آپ نے میرے گمان کا جواب دیا ہے، میں معافی چاہتا ہوں معاف فرما دیجئے گا۔ دیکھا آپ نے میں یہ کیا کہہ رہا تھا کس بات پر میں نے کہا ہے۔

ذاکر آخرت کا مسافر:

ذاکر بن کہ غریب محل میں بیٹھا ہوا ہے، آسائش کے سارے سامان جمع ہیں، لیکن یہ ذاکر ہے، مسافر ہے: اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَ هُمْ فِیْ غَفْلَةٍ مُعْرِضُوْنَ کا مصداق نہیں ہے یعنی وہ تو ساعت بساعت ہر لحہ مسافر ہے یعنی غریب ہے۔ اگرچہ آسائش کے سارے سامان موجود ہیں۔ کھانے پینے، پہننے کے، رہنے سہنے کے، بستر کے، اُٹھنے بیٹھنے کے آسائش کے سارے سامان موجود ہیں، مگر جو غریب کہلائے جاتے ہیں، ان سے زیادہ یہ غریب ہے۔ اور جس طرح اُن غریبوں کے دل ٹوٹے ہوئے ہوتے ہیں، ان سے کہیں زیادہ اس ذاکر کا دل ٹوٹا ہوا ہے۔ خیال شریف میں بات آئی۔

ٹوٹے ہوئے دل:

اس کا دل ٹوٹا ہوا ہے تو حق تعالیٰ کیا فرما رہے ہیں۔ حدیثِ قدسی ہے: اَنَا عِنْدَ الْمُنْكَسِرَةِ قُلُوْبُهُمْ۔ اگر تم مجھ کو پانا چاہتے ہو، میں اُن کے پاس ہوتا ہوں وہاں جاؤ۔

اور وہ کون ہیں زیادہ دل ٹوٹے ہوئے وہ ذاکرین ہیں، وہ سالکین ہیں جانچیں کہ ہمارا دل اس طرح ذکر کر کے ٹوٹا ہوا ہے کہ نہیں ٹوٹا ہوا ہے، پرکھو کسوٹی پر۔ یہ کسوٹیاں ہیں کہ ہمارا دل ٹوٹا ہوا ہے کہ نہیں وہی اُچھل کود ہے وہی تیزی ہے یا نہیں۔ خیال فرمایئے گا کہ حق تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے تو ذاکرین اگرچہ بظاہر چاہے وہ غوثِ پاک عبدالقادر جیلانیؒ کی طرح سے کیوں نہ ہوں جو ابدال سے اوپر درجہ ہوتا ہے غوث کا اور اگر کسی ابدال کا انتقال ہو جاتا ہے

Marfat.com

تو غوث مقرر کرتا ہے، اس ابدال کی جگہ دوسرے ابدال کو، منجانب اللہ اس کا یہ مقام ہوتا ہے تو اگر چہ وہ غوثِ پاک کی طرح سے کیوں نہ ہو کہ روزانہ مُرغ پلاؤ کھایا کرتے تھے۔

اچھا کھانا' اچھا پہننا درویشی کے خلاف نہیں :

مشہور ہے کہ درویشوں میں جتنا درویش غوثِ پاک ؒ نے اچھے سے اچھا کھایا ہے اور اچھے سے اچھا پہنا ہے' ایسا شاید کسی نے نہیں کھایا پہنا۔ مشہور ہے روزانہ مُرغ پلاؤ کھاتے تھے۔ غوثِ پاک کو کوئی نہیں کہے گا، ڈر لگے کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے لئے ہم زبان کچھ ہلا دیں تو ہمارا تختہ ختم ہو جاوے' گھر جل جاوے' کہیں غوثِ پاک ناراض نہ ہو جاویں۔

درویش پر اعتراض :

اگر بچارہ کوئی اور درویش ہے مگر غوثِ پاک کی طرح سے خیال میں نہیں آرہا ہے اور اگر وہ مُرغ پلاؤ روز کھاوے تو دس (۱۰) اعتراض ہیں' اس درویش سے بھی حسد ہو گیا اوہو یہ تو روز مُرغ پلاؤ کھاویں' اِن کے یہاں تو روز مُرغی جاوے پکنے کے لئے تو اس بے چارے درویش سے حسد ہو گیا کہ اچھا پہننے لگے اُوفو تو دن لگ گئے۔ دیکھو یہ درویش ہے یہ درویش ہے۔ ایسا پہنتے ہیں یہ درویش ہیں' یہ اللہ والے ہیں یہ' اسے کچھ خبر نہیں کہ اللہ والا کسے کہتے ہیں۔ لیکن غوثِ پاک کو نہیں کہہ سکتا ڈر لگے' وہاں تو خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ڈر لگتا ہے کہ کہیں میرا گھر جل جائے' نا معلوم کیا ہو جائے، تو تجھ سے تو نہیں مانگا۔

درویش کو اللہ تعالیٰ کھلاتا ہے :

وہ تو اپنی جگہ پر بیٹھا ہے' اللہ تعالیٰ کھلاتے ہیں کہ وہ اللہ کا آدمی ہے اور اپنے آدمی کو کھلایا ہی جاتا ہے، وہ تو غلام ہے، وہ تو غلامیت کا توفیقِ الٰہی سے حق ادا کر رہا ہے تو ایسے

Marfat.com

غلام سے آقا راضی ہوگا اور جب راضی ہوگا تو آقا ہی کھلاوے گا اور جو آقا ایسا ہوگا کہ کھاتا نہیں ہے، کھلاتا ہے تو وہ نہیں کھلائیگا ایسے غلام کو؟ ایسا گمان مت کر اگرچہ درویش کو کچھ خبر نہیں ہے لیکن اللہ کو تو خبر ہے کہ اللہ والے کے ساتھ یہ گمان کر رہا ہے یہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تختہ پلٹ جاوے، کہیں ایسا نہ ہو کہ نقصان پہنچ جاوے تجھ کو، اُن کو تو معلوم ہے وہ درویش تو کچھ نہیں کہتا کسی کو، خاموش بیٹھا ہے۔

رسولِ پاک ﷺ کے پاس جبرائیل علیہ السلام آرہے ہیں، کیا کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سلام کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ یہ اُحد کا پہاڑ میں آپ کے لئے سونے کا کردوں۔ رسولِ پاک ﷺ کیا فرماتے ہیں میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ایک وقت کھالوں ایک وقت بھوکا رہوں ایک وقت چولہے کے اندر آگ ہو اور ایک وقت ٹھنڈا پڑا رہے۔

آپ ﷺ کا لباس اور کھانا :

آپ ﷺ نے مرغی بھی کھائی ہے اور یمن کی چادر اور کپڑے بھی پہنے ہیں، کیونکہ طریق اس وقت وہ ہی تھا۔ یمن کی بہترین قیمتی چادریں بھی اوڑھی ہیں اور تہبند بھی باندھا ہے۔ دو دو سالن بھی کھائے ہیں، دو دو پہننے کے جوڑے بھی رہے ہیں، دو دو جوتے بھی رہے ہیں، اس سے معلوم ہوگیا کہ ایک عدد سے زیادہ چیز آپ کے پاس کھانے پہننے کی رہی ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ متعدد چیزیں ایک نوعیت کی کسی شخص کے پاس ہوں تو وہ درویشی کے اور زہد کے خلاف نہیں۔

متعدد جوڑے زُہد کے خلاف نہیں :

آٹھ جوڑے کپڑے ہیں بارہ جوڑے کپڑے ہیں چار چار جوڑے جوتے ہیں، آٹھ آٹھ، دس دس، بارہ بارہ ہر جوڑے کے ساتھ ٹوپیاں ہیں اور جتنے پائجامے اتنے ہی

Marfat.com

کمر بند اور جتنے کرتے اتنے ہی بنیان جتنے کرتے کپڑے جوڑے اُتنی ہی ٹوپیاں جوتوں کی ضرورت نہیں کیونکہ کمر بند تو ڈالنا پڑے گا۔ پائجامہ میں تو اتنے جوتے بھی ہوں لیکن وہاں ایک جوڑی سے زیادہ جوڑی جوتے ہیں۔ اُس کے پاس تین جوڑے ہیں، چار جوڑے ہیں چھ جوڑے ہیں۔ اس سے بات ثابت ہوگئی کہ رسولِ پاک ﷺ کے پاس ایک عدد سے زیادہ عدد اُسی چیز کی تھیں، یہ زُہد کے خلاف نہیں ہے۔

غوثِ پاک کا واقعہ :

غوثِ پاک کے بارے میں مشہور ہے کہ مُرغ پلاؤ کھارہے ہیں، کس سے مانگتے تھے، وہ اللہ تعالیٰ بھیجتے تھے، کیونکہ وہ صحیح معنیٰ میں غلام تھے۔ اللہ تعالیٰ بھیجتے تھے۔ یہ نہیں کہ روز طباق آیا کرے۔ مَنَّ وَالسَّلْویٰ یہ بھی مَنَّ وَالسَّلْویٰ ہے، کھارہے ہیں، پہننے کا یہ حال ہے کہ چاہے روز پہن لے قیمتی سے قیمتی چیز پہننے کا یہ حال، کہ بادشاہ اُس کپڑے کو نہیں خرید سکا کہ جس کپڑے کو عبد القادر غوثِ پاک نے خریدا۔

مجلس میں ہر شخص اپنے فرض کو سوچے :

دورانِ مجلس ہر ایک اپنے مرض کو سوچتا رہتا ہے، اس کا علاج جانچتا رہتا ہے اور اپنے آپ کو اور اس مرض کو اگر بیان کیا جاوے تو دور کرنے کی کوشش میں وہیں وہیں، بیٹھے بیٹھے کرتا رہتا ہے۔ اچھائی کی کوئی بات سنتا ہے تو قدر کرتا ہے، عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایک تاجر کی غوثِ پاک کی خدمت میں ملاقات کے واسطے حاضری ہوئی، ملاقات ہوگئی۔ فرمایا کہاں سے آئے ہو کیسے آئے ہو؟ بتادیا کہ فلاں جگہ سے آیا ہوں، اس طرح سے آیا ہوں، آپ کپڑے بیچتے ہیں؟ عرض کیا کہ جی ہاں فرمایا کہ اب بھی کپڑے پاس ہیں، موجود ہیں۔ عرض کیا کہ جی ہاں موجود ہیں میرے پاس ہیں۔

Marfat.com

غوثِ پاک فرمارہے ہیں کہ میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ بہت اچھا کھول کر رکھ دیا، ایک کپڑا پسند آ گیا، اس کی کیا قیمت ہے؟ اُس نے کہا کہ حضور اس کی قیمت تو بہت زیادہ ہے۔ غوثِ پاک نے کہا کہ ہم تم سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ اس کی کیا قیمت ہے؟ حضور اس کی قیمت اتنی ہے کہ میں بادشاہ کے پاس سے آ رہا ہوں، بادشاہ نے اس کو خریدنا چاہا جب میں نے اس کی قیمت بتلائی تو بادشاہ کے پاس اس کی قیمت نہیں نکلی، کیونکہ بادشاہ کو بیت المال سے اپنے مقررہ وظیفہ سے زائد لینا تو جائز نہیں۔ غوثِ پاک نے فرمایا کہ آپ بتایئے تو' تو اُس نے بتادی کہ اتنی قیمت ہے۔ غوثِ پاک نے خادم سے کہا جو کہ پاس رہتا تھا کہ دیکھو حجرے میں جاؤ، ہمارے فلاں جگہ روپے رکھے ہوئے ہیں وہاں سے نکال لاؤ اور اس کو دیدو۔ کپڑے والا حیران رہ گیا چلا گیا۔

بات چھپتی نہیں' بادشاہ کو معلوم ہو گیا۔ بادشاہ مسلمان ناراض ہو گیا، اپنی توہین سمجھی، کپڑے کو خریدنے کے بعد خادم سے کہا درزی کو بُلا کر لاؤ، اس کا ہم چوغا سلوائیں گے، وہ درزی بھی آ گیا، درزی سے فرمایا کہ یہ کپڑا ہے، اس کو لے جاؤ اور اس کا چوغا سی دو۔ نمونہ کے لئے چوغا لے جاؤ، بہت اچھا، لے گیا۔ کپڑے سیتا تھا اس نے کانٹ چھانٹ کر دی۔ کانٹ چھانٹ کرنے کے بعد اس میں کمی آ گئی اور کپڑا ہے نہیں' اُدھر سے وزیر چلا۔ بادشاہ نے کہا وزیر سے کہ جاؤ کہ جس کپڑے کو ہم نہیں خرید سکے' اس کو کیوں خریدا؟ اس میں ہماری توہین ہے۔ عبدالقادر صاحب سے جا کر سوال کرو، اُدھر وزیر آ رہا ہے اِدھر درزی آ گیا۔ وزیر بیٹھا ہوا ہے باتیں کر رہا ہے مگر ہمت نہیں پڑتی کچھ سوال کرے۔ رعبِ شاہی حق تعالیٰ کا دیا ہوا ڈرا ہوا بیٹھا ہے۔ وزیر کے پوچھنے کی ہمت نہیں پڑتی۔ اتنے میں خادم آیا اور عرض کیا وہ درزی آیا ہے۔ فرمایا کیا کہتا ہے؟ وہ جو حضور نے سینے کے واسطے کپڑا دیا تھا، اس میں ایک آستین کے کپڑے کی کمی رہ گئی ہے۔ ایک آستین پوری ہے اور دوسری آستین پوری

Marfat.com

نہیں ہے۔

غوثِ پاک نے فرمایا دیکھو وہ ایک ٹاٹ کا ٹکڑا پڑا ہوا ہے حجرے میں اس کو اُٹھا لاؤ اور درزی کو دے دو اور اس سے کہو کہ جتنا آستین کے اندر کسر اور کمی رہ گئی ہے، اس ٹاٹ کے ٹکڑے کو وہاں لگا دو آستین پوری ہو جائے گی۔ ٹاٹ کا ٹکڑہ کتنے قیمتی کپڑے کے اندر آستین میں جوڑ لگایا جا رہا ہے، ٹاٹ کا ٹکڑہ درزی کو دے دو۔ اب تو وزیر کے ہوش اُڑ گئے کہ اُف وہ ان کی نظر میں یہ قیمتی کپڑا اور ٹاٹ دونوں برابر ہیں بھلا کیا جوڑ ہے کہ اس ٹاٹ کا ٹکڑہ لگایا جاوے آستین کے جوڑ میں۔ اب کہنے کی کیا ہمت حضور اجازت ہو چلا گیا اور بادشاہ سے جا کر کہا کہ حضور یہاں توہین کا سوال نہیں ہے۔ انہوں نے اپنی شان کے لئے اپنی بڑائی کے لئے دنیا کو اپنا دکھانے کے لئے یا تکبر اجاہ بڑائی کا اظہار کرنے وہاں تو نام ہی نہیں ہے اس کو نعمتِ الٰہی سمجھ کر شکراً اللہ لے لیا ہے، اسی لئے حضور، میں نے دیکھا کہ اس کپڑے کے اندر جو کمی رہ گئی ہے ایک بالشت جوڑ کی آستین پوری نہیں تو ٹاٹ دیدیا کہ درزی سے کہدو کہ اس کا جوڑ لگا دو، تو اُن کے نزدیک تو ٹاٹ اور وہ کپڑا دونوں برابر ہیں۔ انہوں نے اپنی شان دکھلانے کے لئے نہیں خریدا۔ حضور اس میں کوئی توہین کی بات نہیں معلوم ہو رہی۔

بادشاہ بھی حیران رہ گیا کہ اُف وہ اتنا قیمتی کپڑا اور ٹاٹ کا جوڑ لگایا جا رہا ہے۔ ان کے نزدیک دنیا کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ اس دنیا کی کوئی ان کے اندر لذتِ شوق پورا کرنا کہ بڑائی کے طور پر پہن کر باہر نکلے، یہ نہیں ہے جیسی ہماری عادتیں ہوا کرتی ہیں لوگوں کی، کہ اچھے اچھے کپڑے پہن کر باہر نکلتے ہیں تو دکھا رہا ہے اور خود دیکھا بھی جا رہا ہے۔

یہ اہل اللہ ہیں ! اہل وعیال بیوی بچوں کو کہتے ہیں۔ تو جیسا آدمی ہوگا بیوی بچوں کو ویسا ہی تو بناوے گا جب وہ گھر کا میاں اپنے اہل وعیال کو اس طرح پر رکھے گا،

Marfat.com

بناوے گا، اللہ اپنے اہل اللہ کو کس طرح رکھے گا۔ اللہ دیتا ہے، تیرے منہ میں کیوں پانی بھر بھر کر آتا ہے۔ کیوں جلن ہوگیا، حسد ہوگیا کہ لوگ اس کو کیوں پوچھتے ہیں؟ لوگ اس کی طرف رجوع کیوں کرتے ہیں، لوگوں کی نظروں کے اندر اس کی یہ شان کیوں ہے؟ جیسے کسی دنیا والے کو لوگ پوچھتے ہیں' جلن آ گئی' تجھ سے مانگا تو نہیں؟ تمہارے دروازے پر تو نہیں گئے، ڈاکہ تو نہیں ڈالا، چوری تو نہیں کی، کسی سے سوال تو نہیں کیا، پوچھ کر دیکھ لو۔

غریب کی بات چل رہی تھی مسافر کی، دیکھو کھانے کو کیسا اچھا ہے ان کے پاس، پہننے کو کیسا اچھا ہے ان کے پاس، بستر اور قالین ان درویشوں کے پاس کیسے ہیں، خاص کر نقشبند درویش کیسے ہیں، لیکن ان ساری چیز اور سامان ہونے کے باوجود پھر کیا ہیں غریب؟ تو اس اللہ والے سے جو کہ وہ تقویٰ کے ساتھ ذکر کی کثرت کرتے ہوئے تقویٰ کا زیادہ سے زیادہ اہتمام رکھتے ہوئے ذکر کی کثرت کے ساتھ یہ اللہ والا ہو کر، اس سامانِ نفیس کے ساتھ یہ بھی غریب ہے۔ اس سے زیادہ کوئی غریب نہیں۔

ٹوٹے ہوئے دِل والے :

اور غریب کا دل ٹوٹا ہوا ہوتا ہے، مسافر کا دل ٹوٹا ہوا کہ کب گھر جاؤں اور جب دل ٹوٹا ہوا ہو اور دل ٹوٹے ہوئے کے متعلق فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہوتے ہیں۔ تو کیا فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کہ اگر تم مجھ کو پانا چاہتے ہو تو اللہ والوں کے پاس ہوتا ہوں میں۔ میں غریبوں کے پاس نہیں ہوتا۔ اُن کے پاس بھی ہوتا ہوں۔ سب کے پاس ہوتا ہوں لیکن اللہ والوں کے پاس خاص کر، کیونکہ میں جن کے دل ٹوٹے ہوئے ہیں، ان کے پاس ہوتا ہوں اور دل ٹوٹے ہوئے اللہ والوں کے ہیں۔ لہٰذا اگر تم مجھ کو پانا چاہتے ہو تو میں اُن کے پاس ہوتا ہوں۔ مریضوں میں دیکھو تو زیادہ مریض اللہ والا ہے اور مرض تو نظر نہیں آتا۔ ایسا مرض لگا ہوا ہے اور ایسا غریبی پن آیا ہوا ہے۔ ایسا دل ٹوٹا ہوا ہے کہ یوں کہتا ہے میں

Marfat.com

اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر میری بخشش نہ ہوئی تو میں کتے اور خنزیر سے بھی بدتر ہوں۔

درویش :

درویش جس کو صحیح معنیٰ میں اہل اللہ کہتے ہیں، اُن کا جتنا دل ٹوٹا ہوا ہے اور جتنا کسرِ نفسی اُن کے اندر انکسار آیا ہوا، دوسروں کو اتنا نہیں ہے، اس لئے کسی بیمار کے منہ سے آپ نے یہ نہیں سُنا ہوگا کہ میں کتے اور خنزیر سے بہتر ہوں اور یہ اللہ والوں کے منہ سے آپ بار بار سنیں گے کہ میں کتے خنزیر سے بدتر ہوں۔ عجیب فناءِ بقا جمع ہو رہا ہے، بقا بھی ہے فناء بھی ہے، چوبیس گھنٹہ کا، جو بات سمجھ میں آجائے سمجھ لینا اور جو بات سمجھ میں نہ آوے اُسے چھوڑ دینا کہ اصل جاگنا ہے سونا نہیں ہے۔

غلام حکم کے تابع :

آقا نے حکم دے دیا اپنے غلام کو، کہ اس غلام پر ترس کھایا ہے رحم فرمایا ہے، اس لئے حکم ضروری دے دیا کہ میں تجھ کو سونے کا حکم دیتا ہوں کہ سوجا، بہت اچھا آپ سُلاتے ہیں، سوتا ہوں ورنہ میں تو جاگتا۔ غلام تو خدمت کے لئے کھڑا رہنا چاہتا ہے۔ جس کو شریعت کی اصطلاح میں طاعت کہتے ہیں، کہ وہ تو چوبیس گھنٹے طاعت کے لئے کھڑا رہنا چاہتا ہے، طاعت کے لئے تیار ہے۔ آقا کہتا ہے کہ نہیں سوجاؤ لیٹ جاؤ۔ میں نے تو رات آرام کے لئے بنائی ہے لہٰذا تم آرام کرو۔

حضرت جنیدؒ کا واقعہ :

حضرت جنید بغدادی کی خدمت میں ایک عورت آئی کہ میں کچھ پوچھنا چاہتی ہوں، پردے کے پیچھے بیٹھ گئی۔ حضرت جنیدؒ بغدادی نے فرمایا کہ پوچھو کیا پوچھتی ہو؟ اس نے کہا کہ میں یہ پوچھتی ہوں کہ میرا شوہر جس کی میں بیوی ہوں وہ دوسری شادی کرنا

Marfat.com

چاہتا ہے۔

جنیدؒ بغدادی نے فرمایا کہ مرد کو تو اگر عدل وانصاف کے ساتھ رہے تو چار بیویوں تک کی اجازت ہے۔ وہ تو صرف دوسری ہی کرنا چاہتا ہے، تو اس عورت نے ٹھنڈا سانس لیا، ٹھنڈا سانس لے کر کہا کہ حضرت میں کیا کروں؟ اگر شریعت مجھ کو اجازت دیتی تو میں اپنے چہرہ کا نقاب ہٹا کر آپ کو دکھاتی اور پھر پوچھتی کہ مجھ جیسی جس کے نکاح میں ہو اس کو دوسری طرف نگاہ کرنا روا ہے؟ اپنے حسن کی تعریف کر رہی ہے، اپنی خوبصورتی کی تعریف کر رہی ہے کہ جس کے نکاح میں ہوں اس کو دوسری طرف نگاہ کرنا روا ہے؟

جنیدؒ بغدادی پر حال طاری ہو گیا اور گر گئے۔ وہ عورت چلی گئی، جب ہوش سکون آیا تو خادمِ خاص نے کہا : حضرت یہ کیا قصہ ہوا؟ جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ مجھ کو حدیث شریف میں حق تعالیٰ کا فرمان یاد آ گیا۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ :

"اے بندو ! میرے اور تمہارے درمیان جو نور کا حجاب پڑا ہوا ہے، اگر میں تم کو وہ نور دکھاتا اور پھر پوچھتا کہ مجھ جیسا جس کا اللہ ہو اس کو دوسری طرف نگاہ کرنا روا ہے؟"

جس کے دل میں جو جیسا بسا ہوا ہوتا ہے اس کا خیال وہیں جاتا ہے۔ آقا غلام سے کہہ رہا ہے کہ سو جا ورنہ غلام تو طاعت کے لئے کھڑا تھا۔ آپ حکم دے رہے ہیں، اس لئے سوتا ہوں، تو جس وقت جس طرح سونے کے لئے کہا، جس وقت جس طرح کھانے کے لئے کہا، جس وقت جس طرح پہننے کے لئے کہا، جس وقت جس طرح چلنے کے لئے کہا صرف نماز اور عبادت ہی کے لئے نہیں ہے۔ اُس وقت اُس طرح کرتے رہنا غلام کا کام ہے۔ انہوں نے ایک وقت مقرر کر دیا ہے، جو جو وقت مقرر کر دیا ہے، بس اور باقی پوری زندگی جاگنا ہے..........

Marfat.com

جاگنا ہے جاگ لے افلاک کے سایے تلے
حشر تک سوتا رہے خاک کے سایے تلے

نوکر اور غلام کا فرق:

فرشتے ملازم کی حیثیت سے ہیں، نوکر کی حیثیت سے ہیں اور یہ انسان غلام ہونے کی حیثیت سے ہے۔ فرشتوں کا کام مقرر ہے نہ گھٹا سکے، نہ بڑھا سکے، جس وقت جو حکم دیا ہے اور اس غلام کا کوئی کام مقرر نہیں ہے، جس وقت جس نوعیت کے ساتھ جس طرح پر اس کام کے کرنے کا حکم دیا ہے اجازت دی ہے اس طرح سے کرتے رہنے کا نام غلام ہے۔

مشاہدۂ حق:

عالمِ ارواح میں یہ روحِ انسانی مشاہدۂ باری تعالیٰ کے اندر تھی۔ مشاہدۂ ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ مشغول تھی۔ اُسی مشغولی کے لئے انسان کو مجاہدہ کے ساتھ اس عالم کے اندر بھیجا ہے۔ تاکہ اس مشاہدہ کے اندر چار چاند لگ جاویں۔ اس مشاہدہ کے اندر جو نور ہے اس عالمِ ارواح کے اندر یہ اس مجاہدہ کے ساتھ اُس عالم میں جا کر نورٌ علیٰ نور ہو جاوے تو یہ عالم اس انسان کے اندر جس میں یہ رہتا ہے۔ مجاہدہ کا عالم ہے، لیکن یہ جدوجہد یہ کوشش و مشقت اس عالم میں ابتدائے عالم کے ساتھ ہے، اور جب اس ابتدائے عالم کے ساتھ جدوجہد اور مشقت کے اندر لگا رہا، اب وہ مشقت طبیعت ہوگئی، اب وہ مشقت مشقت نہ رہی، وہ مجاہدہ مجاہدہ نہ رہا، اب تو شیر اور شکر دونوں مل کر ایک ہو گئے۔ شیر کے معنیٰ دودھ اور شکر کے معنی میٹھا۔ جب دودھ نکالا جا رہا تھا، تو مشقت تھی اور جب شکر بنائی جا رہی تھی تو مشقت تھی اور جب بنی بنائی آ گئی اب مشقت کا نام ہی نہیں ہے۔ اب یہ غلامیت، عبدیت، عبادت کے ساتھ مشقت سے نکل کر طبیعت بن گئی۔

Marfat.com

مجاہدہ کے بعد ہدایت :

اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے: وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا یہ مشقت* ہے ہمارے راستہ میں، جنہوں نے مشقت برداشت کی ہماری طرف۔ مُسافر نے سفر طے کرتے ہوئے مشقت برداشت کی۔ ہم اس کو اُس راستے پر چلنا آسان کردیں گے۔

لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ (سورۂ عنکبوت: پ:۲۱)

ضرور بالضرور ہم اپنے اس راستے کے چلنے والے جو ہمارے اس گھر کی طرف آنے کی مشقت اُٹھا رہا ہے۔ ہم دکھلا دیں گے ان کو اپنے راستے رضا کے اور قرب کے، ثواب کے یعنی جنت کے جنہوں نے ہمارے راستوں میں چلنے کی مشقت برداشت کی ہے۔

وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۔

یقیناً اللہ تعالیٰ ایسے اخلاص والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ اُس کے ساتھ ہے تو اُس کو مشقت کیا ہے تو اِس راہ میں کھڑا ہونے کے لئے تمہیں کچھ شاق نہیں گزرنا چاہئے کہ اس راستے میں کیسے کھڑا ہوؤں، تو کھڑا تو ہو جا۔ بس راستے کو میں کھول دوں گا، یہ ہے انصاف۔

رُوح کا مشاہدۂ حق :

عالمِ ارواح میں یہ بے کار نہ تھا۔ مشاہدۂ حق کے اندر تھا، مگر ترقی سے رُکا ہوا تھا اور ترقی مجاہدہ پر موقوف تھی۔ تو اس عالم میں ذاتِ باری تعالیٰ نے اس انسان کو اپنے اُس مشاہدہ کے ساتھ مجاہدہ کے لئے بھیجا ہے، جس کو ذاتِ باری تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں ذکر فرمایا ہے :

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا ۔

تمہارے صرف اٰمَنَّا کہ ایمان لے آئے یہ کہنے پر آزاد چھوڑ دیں اور تم کو آزمایا

Marfat.com

نہ جاوے نہیں۔ بلکہ تم کو آزمایا جاوے گا طرح طرح سے تم کو آزمایا جاوے گا یعنی کھانا پینا وغیرہ وغیرہ جس میں کھیتی کیاری وغیرہ مزدوری اور مُلازمت وغیرہ ساری چیزیں آپ کے سامنے زندگی کے شعبے کی حتیٰ کہ سانس لینا یہ بھی پیش کردی۔

عالمِ امتحان :

حق تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ یہ عالم عالمِ امتحان ہے۔ یہ عالمِ آزمائش ہے۔ اس امتحان میں پاس ہوکر آنا یعنی جن جن جگہ پر جس جس وقت میں جس جس کام کے لئے جس جس ہیئت کے ساتھ ہمیں کہا ہے کہ اس طرح کرو اُسی طریقہ سے کرتے ہوئے آنا تو یہ عالم عالمِ مجاہدہ ہوا۔ یہ عالمِ مجاہدہ بالمشاہدہ ہے۔ یہ عالمِ مجاہدہ کا مشاہدۂ حق کے لئے اور جوں جوں مجاہدہ ہوتا رہے گا' مشاہدہ حق تعالیٰ کا ہوتا رہے اور جب مشاہدہ بڑھتا چلا جاوے گا ہر چیز کے اندر سہولتِ طبعی بڑھتی چلی جاوے گی، جس کو قرآن شریف میں حق تعالیٰ نے رسولِ اکرم ﷺ کو فرمایا کہ آپ اسی طرح سے کام میں لگیں۔ گویا ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ دشمن کو کہنے دیجئے، آپ ﷺ ان کے کہنے کا کچھ خیال نہ کیجئے۔ آپ ہمارے سامنے ہیں' دشمن میں دشمن نفس بھی ہے۔ دشمن میں دشمن شیطان بھی ہے۔

لہٰذا اے سالک ! اے ذاکر ! اے تقوے کے اہتمام رکھنے والے ! یہ نفس اور شیطان دشمن کو کہتے رہیں کہنے دو تم اُن پر کان کیوں دھرو، تم تو ہمارے کام میں ہمارے سامنے لگے رہو' کام کرتے رہو' ان کی طرف دھیان مت دو۔ کتنا سہل ہے۔ یہ وساوس کی طرف' خیالات کی طرف' خطرات کی طرف کان لگانے کی دھیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ خیال ہے تو اصل مقصود ذاتِ باری تعالیٰ کا مشاہدہ ہے اور اس کے لئے طرح طرح کے مجاہدے ہیں۔ ابتداءً مجاہدے ہیں' پھر عینِ مشاہدے ہیں تو واقعی ہم مشاہداتِ باری تعالیٰ چاہتے ہیں۔ یہی مقصودِ زندگی ہے۔ اس کے لئے مجاہدہ سے ڈرنے کی' گھبرانے کی

Marfat.com

بات نہیں ہے‘ جدوجہد کرتے رہو۔

کیا بات چلی تھی؟ یہ بات تھی کہ پنکھے چلنے بند ہو گئے۔ پنکھے چل رہے تھے اور جب سب بچارے یہاں آ کر بیٹھ گئے تو پنکھے بند ہو گئے۔ میں نے کہا تھا کہ جب ضرورت تھی ہوا کی جب تو بند ہو گئے اور جب کوئی تھا نہیں ہوا کی ضرورت بھی نہیں تھی تو خوب چل رہے تھے۔ تو خیر کوئی بات نہیں ہے، ہماری آپ کی زندگی تو مجاہدہ کی زندگی ہے۔ اسی مجاہدے میں یہ بھی ایک مجاہدہ ہے کہ گرمی ہے۔ حالانکہ ہوا کی ضرورت ہے مگر ہوا نہیں ہے۔

بِاَعْیُنِنَا ...... اب ذاتِ باری تعالیٰ دیکھ رہے ہیں کہ یہ میرے لئے یہاں آ کر بیٹھے ہیں اور ہوا وہ بند ہو چکی ہے۔ اب اسی دل لگانے کے ساتھ اور شوق کے ساتھ بیٹھتے ہیں، تو میں نے عرض کیا تھا کہ مجاہدہ آ گیا جس کے لئے مشاہدہ ہو گیا کہ ماشاء اللہ یہ مجاہدہ آیا تھا وقتی طور پر اُس مجاہدہ سے کوئی نہ گھبرایا بلکہ اُسے جی لگانے کے ساتھ اُسی شوق کے ساتھ برابر کان جھکا کر دل لگا کر سننے کے لئے تشریف فرما رہے۔ یہ شاہد ہے یہ حالت‘ یہ کیفیت‘ جمے ہوئے رہ کر سننے کی ہے، شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے خلوص کے ساتھ یہ شہادت ہے اس بات کی‘ کہ یہ مُحسنین میں سے ہیں اور یہ شہادت مُحسنین ہونے کی شہادت ہے کہ ان محسنین کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہے تو آپ حضرات محسنین میں سے ہیں اور محسنین کے لئے معیت کا وعدہ فرمایا ہے۔ آپ محسنین کے لئے اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہے۔ یہ مبارک اور خوشخبری کی بات ہے۔ آپ حضرات کے لئے مبارکباد ہے۔ یہ پنکھوں کے بند ہونے کی ہوا کی مجاہدہ کی بات تھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنیٰ میں غلامیت کی توفیق عطا فرماویں۔ آمین. فی امان اللّٰہ۔

☆☆☆

Marfat.com

بارہویں مجلس

ایمان کے تقاضے

خط و کتابت میں رسم :

ارشاد فرمایا کہ بعض حضرات کی یہ عادت ہے کہ جب کوئی خط لکھتے ہیں تو اس کے آخر میں لکھتے ہیں کہ گستاخی معاف فرمائیں۔ اب یہ رسم ہوگئی اگر یہ احساس ہوا ہے تو لکھی کیوں، سوچ کر لکھتے اور جب ایسا نہیں ہے تو لکھ کیوں رہے ہو۔ اس کا جواب میں کسی کو کچھ دیتا ہوں' کسی کو کچھ دیتا ہوں۔ جیسا ہوتا ہے ویسا ہی جواب لکھتا ہوں۔ بعضوں کو لکھ دیتا ہوں کہ یہ جملہ زائد ہے اور ان میں جگہ تو ہے تھوڑی سی تو جیسے اور رسمیں بیاہ شادی وغیرہ کی ہوتی ہیں۔ اسی طرح کچھ خط و کتابت کی بھی رسمیں ہیں۔ شادی بیاہ کی رسموں کو تو کہتے ہیں کہ یہ منع ہیں اور اپنی خط و کتابت کے اندر رسم اختیار کر رکھی ہیں وہ منع نہیں، چونکہ گنی چنی رسمیں ہیں وہ اور بدعت کی رسمیں بھی گنی چنی چیزیں ہیں۔ بدعت' بس اور جو خود بدعت کا کام کر رہا ہے، اس کو احساس ہی نہیں کہ میں بدعت کا کام کر رہا ہوں۔

Marfat.com

پاسِ انفاس :

پاسِ انفاس' نفس کے معنی سانس کے ہیں، یعنی سانسوں کا لحاظ رکھنا، کہ بدوں اللہ تعالیٰ کے ذکر اور یاد کے سانس کا آنا جانا نہ ہو۔ پاس کے معنی ہیں لحاظ۔ سانسوں کا آنا جانا غفلت کے ساتھ نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی یاد کے ذکر کے ساتھ ہو بلا تلفظ۔ بلا حروف، بلا حرکتِ لسان۔ اس کے معنی ہیں دھیان' اور دل ہی دل کے اندر یاد بھی تو ذکر اللہ ہی ہے۔ وَاذْکُرْ رَبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ۔ یہ نفس کا مطلب ہے۔

ہمہ وقت تربیت :

ربُّ العالمین ہر وقت انسان کی تربیت کرتے رہتے ہیں۔ اس سے زیادہ اور کیا احسان ہوگا کہ ایک جگہ وَاذْکُرو اللّٰہ ہے اور یہاں پر وَاذْکُرْ رَبَّکَ ہے۔ تربیت کا تعلق اندر سے ہے۔ تیری ہر وقت وہ تربیت کرتے رہتے ہیں، تیرا ذکر تو ہر وقت رہتا ہے کسی اعتبار سے بھی ہو کسی وجہ سے بھی ہو۔

پس اگر انسان خصوصیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اپنی طرف توجہ خاص چاہتے ہو' وہ تو ہر وقت متوجہ رہے ان کی تو ہر وقت توجہ ہے' ہر وقت نزولِ رحمت ہے۔

خصوصی رحمت حاصل کرنے کا طریقہ :

لیکن اگر خصوصی توجہ چاہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ فاذکرونی اذکرکم (بقرہ: پ۲) یہ خصوصی ذکر ہے۔ یوں تو رحمت کفار پر بھی ہے۔ بسم اللہ کے اندر اللہ کے بعد رحمٰن پھر رحیم ہے۔

رحمٰن اور رحیم کا فرق :

عمومی رحمت کی صفت کے اعتبار سے تو رحمٰن ہے اور خصوصی رحمت کے اعتبار سے

Marfat.com

جو کہ مسلمانوں کے ساتھ ہے رحیم ہے من حیث الدنیا من حیث الآخرۃ اسی لئے کفار سے کہدیا جائے گا :

وَامْتَازُو الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ۔ (یٰس پ:۲۳)

تم مؤمنوں کی طرف جا رہے ہو اے مجرمو! تمہارا یہاں پر کوئی حصہ نہیں، تم الگ ہو جاؤ۔

تو رحمت تو کفار کے ساتھ بھی ہے۔ رحمٰن اس میں سب آگئے کفار و مسلم سب آگئے۔ پھر رحیم کی کیا بات ہے، رحمٰن کے اندر بھی ایک حرف زیادہ ہے۔ رحمٰن کے حرف ہوئے پانچ، رحیم میں چار۔ رحمٰن کفار اور مؤمن دونوں کے لئے مشترک ہے۔ رحیم میں ایک حرف گھٹ گیا، کافر نکل گئے، خصوصی رحمت مؤمن کے لئے ہے، دنیا کے اندر بھی اور آخرت کے اندر تو ہے ہی کامل۔

مؤمن کے لئے بیماری بھی رحمت ہیں :

اگر بخار آجائے مؤمن کو تو وہ بھی رحمت ہے اور کافر کو بخار آجائے تو وہ رحمت نہیں ہے وہ نقمت ہے۔ مؤمن کو اگر آ گیا تو نعمت ہے درجات بڑھتے ہیں، کفارہ ہوتا ہے، درگذر ہی ہو جائے اور اگر کافر کو بخار آجائے وہاں درجات کے بڑھنے کا کیا سوال ہے؟ اس کی تو نجات ہی نہیں ہے، تو عمومی رحمت میں تو اشتراک ہے مؤمن کے ساتھ بھی اور کافر کے ساتھ بھی ہے۔ کیا کافر کے ساتھ میں حفاظت کرنے والے فرشتے نہیں، وہاں اور نوعیت ہے یہاں پر اور نوعیت ہے کیا کافر کی روح نکالنے کے لئے فرشتہ نہیں آتا؟ لیکن وہاں اور نوعیت ہے اور یہاں اور نوعیت ہے، وہاں نقمت کے ساتھ ہے اور یہاں رحمت کے ساتھ ہے، یہاں نعمت کی طرف بلانے کے ساتھ ہے وہاں نقمت کی طرف بلانے کے ساتھ ہے۔

Marfat.com

بلانے بلانے کا فرق ہوتا ہے۔ ایک بادشاہ کی طرف سے دعوتی بلاوا ہے اور ایک مجرمانہ بلاوا ہے۔ دونوں میں بڑا فرق ہے۔

قرآنِ پاک میں رحمت اور رحمانیت ہی کا ذکر ہے :

قرآنِ پاک میں کسی بھی حیثیت سے، کسی بھی نوعیت سے، کسی بھی شکل سے آیات، رکوع، سورتیں کسی بھی آیت کے ساتھ ہوں، اُس میں رحمت و رحمانیت ہے، اگر فرعون کا قصہ ہے، قارون کا قصہ ہے، جس قوم کا بھی قصہ ہے، قومِ ثمود کا قصہ ہے، قومِ ہود کا قصہ ہے، کہیں صرصر ہواؤں کا قصہ ہے، کہیں چیخ کے ساتھ فنا کرنے کا قصہ ہے، وہ سب کا سب رحمٰن اور رحیمیت ہی کے ساتھ ہے، اگر دوزخ کا بھی ہے، عذاب کا بھی، وہ سب کا سب رحمت ہی ہے، رحمانیت ہی ہے۔

حفظِ ماتقدّم :

ہر وہ چیز کہ جس کے کرنے سے آئندہ اندیشہ غالب ضرر کا ہے، اس سے بچ جانا یہ ہے حفظِ ماتقدم۔ قومِ عاد کا قصہ کیوں بیان کیا؟ قومِ ہود کا قصہ کیوں بیان کیا؟ مشرکین کے واقعات کیوں بیان کئے؟ یہود و نصاریٰ کے قصے کیوں نقل کئے؟ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ برتاؤ اور سلوک کو کیوں ذکر کیا، ان پر عذابوں کا کیوں ذکر آیا؟ وہ کیا ہے حفظِ ماتقدم کہ تم تو دیکھو پہلے سے سنا رہا ہوں میں ایسا ہوں، میری عادت ایسی ہے، ہوشیار سمجھ لو، ایسا نہ ہونے پاوے :

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ۔

تم ایسے مت ہو جانا کہ جنہوں نے انتہائی درجہ کی احسان فراموشی کی تھی۔ سورۂ حشر کے اخیر رکوع کے اندر وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ

Marfat.com

اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۔(سورہ حشر پ:۲۸) کہیں تمہیں بھی لقب نہ مل جاوے فاسق ہونے کا۔

مؤمن اور کافر کے فسق میں فرق :

کفار کے فاسق ہونے کا لقب اور حیثیت کے ساتھ ہوگا اور مسلمان کے فاسق ہونے کا لقب کوئی اور حیثیت سے ہوگا۔ نفسِ فعل میں اشتراک ہے ۔وہاں اعتقادیت کی حیثیت سے ہے اور یہاں عمل کی حیثیت سے ہے، کہ کیا تمہارا عمل اعتقادی صحیح توحیدی ہوکر اور پھر مشرکانہ عمل کو عقیدہ نہ سہی خیال فرمایئے تمہارے اعضاء اتنے ہی بھول گئے تو مؤمن کو اور حیثیت سے فاسق کہا جائے گا اور کافر کو اور حیثیت سے کہا جائے گا۔نوعیت کا فرق ہے اور جب یہ بات ہے کہ تمہارے اعتقادِ حاضر ناظر، یقینی جو دل کے اندر تم لائے ہو اس کا تقاضا کیا ہے، اعمالِ جوارح خلاف سے بچے ہوئے رہیں۔خلاف میں استعمال نہ ہونے پاویں۔

ایمان کا تقاضہ وفاداری ہے :

ایمان لاکر مؤمن خاص اللہ کے ہوگئے اور جب اس کے ہوگئے تو خلاف کرنا بے وقوفی ہے۔

شیخ مذکر ہے :

شیخ مذکر ہوتا ہے اور قائم مقام تسبیح کے ہوتا ہے۔تسبیح ہاتھ میں ہوتی ہے، تو یہ یاددہانی کروار ہی ہوتی ہے، تو شیخ قائم مقام تسبیح کے ہوگیا۔

حضرت جنید بغدادیؒ نے بھی ایک سلسلہ میں یہ ہی فرمایا تھا کہ تسبیح ہماری مذکر محسنہ ہے، میں کیسے چھوڑ دوں۔کسی شخص کے پوچھنے پر فرمایا کہ کیسے چھوڑ دوں یاددہانی ہوتی رہتی

Marfat.com

ہے۔ بھولی ہوئی چیزوں کو یاد دلایا جاتا رہتا ہے۔ تو ایمان لاکر مؤمن ہوکر بغیر مؤمن ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ تو مؤمن ہے ہی وہ اور حیثیت سے ہے اور آپ مؤمن اور حیثیت سے۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الخ۔

ایمان کا تقاضہ وقارِ عہد :

تو ایمان لاکر مؤمنو ! تم خود مؤمن کے ہوگئے۔ اب تمہارے جوارح اور تمہارے انفس، جانیں اور اموال ان میں سے کسی چیز سے بھی میرے حکم کے خلاف استعمال نہ ہوں، یہ بے وفائی کیسی؟ معاہدہ ہوچکا ہے جب ایک مؤمن نے حاضر ناظر ہونے کا عقیدہ بتصدیقِ قلبی کرلیا تو اس کا معاہدہ ہوچکا ہے ایسی توحید کا بشمول محمدٌ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لہٰذا اس معاہدہ کو خوبصورتی سے نبھانا ضروری ہے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ۔ (سورۃ المائدہ پ ۶)

دوسری جگہ ہے :

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ۔ (پ ۵ ع ۴)

عقود تو ہوگیا' حاضر ناظر کا عقیدہ اور عہد ہوگیا۔ حاضر ناظر کے عقیدہ کے ساتھ وفاداری کا معاہدہ ہوگیا۔

عقد اور عہد :

ایک عقد ہوتا ہے' اور ایک عہد ہوتا ہے۔ مثلاً قاضی صاحب نے لڑکے سے کہا تمہارا نکاح فلاں لڑکی جو فلاں کی ہے بعوض اتنے مہر کے' تمہارے ساتھ کیا' تم نے اس کو اپنے نکاح میں قبول کیا' تو کیا کہتا ہے؟ وہ کہتا ہے میں نے قبول کیا' تو عقد ہوگیا' اس کو عقد کہتے ہیں۔ اس نے جب یہ کہا کہ قبول کیا تو عقد ہوگیا۔ اس عقد میں عہد آگیا یعنی اس کی

Marfat.com

پوری ضروریات' اس کے پورا نان ونفقہ کا' اس میں عہد آ گیا کہ پورا کروں گا۔ اگر بیوی کھانے پینے کے لئے کہے اور میاں صاحب کچھ خیال نہیں کرتے تو وہ یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ یہ کھانے پینے کا خرچہ کیسا ہے؟ جب نکاح ہوا تھا تو قاضی صاحب نے تو کہا نہیں تھا۔

ایسے ہی جب تصدیقِ قلبی کے ساتھ عقد لَاۤ اِلٰـهَ اِلَّا الـلّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہا تو اس میں عقد پہلے ہو گیا جس کو اعتقاد کہتے ہیں اور اس اعتقاد کے ساتھ۔ عہد آ گیا کہ اب جو آپ فرمائیں گے وہ کروں گا۔ یہ بنیادی چیز ہے۔ بنیاد اگر مضبوط ہو تو تعمیر کئی منزل بنا لو، سنا گیا ہے کہ بعض جگہ سولہ' سترہ' بیس اور تیس منزلیں ہیں' لیکن اگر بنیاد ٹھیک نہیں ہے تو بنا لے گا؟

کلمہ طیبہ بنیاد ہے :

یہ ہے بنیاد لا الہ الا للّٰہ بشمول محمد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یہ عہد لیا اور تعمیر اسلام وہ احکام' قوانین ہیں تو جس حکم کا بھی فرمان ہے۔ یہ ہے تعمیر، نہ تعمیر عبادت میں فرق، نہ تعمیر معاملہ میں فرق، نہ تعمیر معاشرہ میں فرق، نہ تعمیر اخلاق میں فرق، یعنی اندر اور باہر سے کوئی فرق نہیں، تو جوارحِ اندرونی یا بیرونی چونکہ قلب بھی جوارح میں سے ہے۔ وہ ظاہر نہیں ہے اور مال باہر میں سے ہے تو گویا یہ کہہ کر کہ لَاۤ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اپنے آپ کو حوالہ کر دیا کس کے، ذاتِ حق کے، اِنَّ اللّٰـهَ اشْتَرٰى مِنَ الْـمُـؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ کہ تم تو بکے ہوئے ہو یہ تعبیر ہے، با کا ایک معنی عوض کے بھی ہیں' جہاں امساک کے اور مقابلہ وغیرہ وغیرہ کے ہیں' تو یہ سب عوض ہو گیا۔

تب ہے بِاَنَّ جب تم بکے ہوئے مال ہو کر ہمارے ہو گئے تب جنت بھی تمہاری ہو گئی۔

Marfat.com

عالمِ برزخ کی مثال :

اس کی مثال ایسی ہے کہ بادشاہ نے کسی کو دعوت دی، اب وہ گیا تو بادشاہ کا ایک محل ہے جاتے ہی اس محل کے اندر داخل نہیں ہوگا، بلکہ پہلے سے ایک کمرہ اترنے کے لئے راحت رسانی کا مقرر کردیا ہے۔ تو یہ جو پہلا کمرہ دیا ہے، یہ برزخ ہے، وہ قیام گاہ نہیں، وہ ظلی برزخی ہے۔ وہ اصل تو جب پورا عالم ختم ہوکر پورا آخرت کا معاملہ پوری کیفیت عوض یہ اسی کا نمونہ ہے تو داخل فی الجنۃ ہوگیا، چونکہ اس نے جو عقد کیا تھا، اس نے پوری وفاداری کے ساتھ انجام دیا ہے۔

مؤمن ہوکر غفلت کیسی :

تو مؤمن ہوکر یہ بھول کیسی ہے؟ نفس بھول تو معاف ہے۔ یہ بھولا رہنا کیسا ہے۔ اس لئے مؤمن کی ذات میں محرکات حفظِ نسیان کے اور تحریکِ یاد کے موجود ہیں۔ اس لئے کہ تیرے اندر محرکات تحریکات یاد کی موجود ہیں تو یہ بھولا رہنا کیسا ہے، وہ معاف نہیں ہے، بھول تو معاف ہے، لیکن بھولا رہنا معاف نہیں ہے۔ اس نسیان کی تلافی کرو، چونکہ محرک موجود ہے۔

فقہی مثال :

مسئلہ فقہی جیسا کہ نماز ہے اگر نماز میں نسیان ہوجائے تو کیا وہ معاف ہے، اگر معمولی سی کوئی کمی ہوگئی تو پھر یہ سجدہ سہو کیسا، چونکہ تمہارا نماز کے اندر ہونا محرکات موجود ہیں، تحریکات موجود ہیں، حرکاتِ انتقالیہ لسانیہ اعضائیہ جوارحیہ موجود ہیں۔ لہٰذا اس کی تلافی کرنی چاہئے، اگر زیادہ ہے تو اعادہ کرو، پھر دوبارہ محفوظ رکھے، ورنہ تو یہ کرو بلا تجدیدِ ایمان، آئندہ نسیان نہ ہو، ایسی سزا دو نفس کو کہ آئندہ غلطی نہ ہوسکے، چونکہ یہ سرسری نہیں یا تو نماز کا

Marfat.com

اعادہ ہوگا یا سجدہ سہو، اس کا تدارک ہوگا۔ کیوں اس لئے کہ محرکات اس کے موجود ہیں۔ یہ تو قصداً ہے کہ تمہاری زبان ایسی خلاف کیوں چلی' تمہاری آنکھیں خلاف کیوں چلی' تمہارے کان خلاف کیوں لگے' تمہارے اعضاء خلاف کیوں استعمال ہوئے' کیونکہ ان کی یاد کے محرکات موجود ہیں۔

مؤمنوں کی مثال عملِ نماز جیسی ہے، عملِ صوم جیسی نہیں ہے، روزہ پر کوئی محرک نہیں' تو روزہ کی بھی بھول ہو سکتی ہے، روزہ کی واقعی بھول ہو سکتی ہے۔

اگر کوئی آ گیا اور اس کو معلوم ہے کہ اس کا روزہ ہے، اب یہ رحمت ذرا دیکھو کہ کہیں یہ شخص زیادہ کچھ کمزور تو نہیں ہے' اگر ایسا یقیناً تمہیں محسوس ہو رہا ہے تو اس سے ابھی مت کہو کہ تیرا تو روزہ ہے، کھانا چھوڑ دے گا اور اگر ایسا شخص نہیں ہے تو پھر فوراً یاد دلا دو۔

امام صاحب کچھ ایسے ہیں کہ وہ بھول جاتے ہیں یا بھول گئے اور نماز تو جماعت کے ساتھ ہے پیچھے مقتدی محرکین موجود ہیں' لہٰذا مقتدی حافظ صاحب جو پیچھے ہیں' اُنہوں نے بتحریکِ لسان یاد دلا دیا، نماز ہی کے اندر ہی درستی ہو گئی۔

عہدِ اَلَسْت کی مثال :

اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی ۔ (سورۃ الاعراف پ۹)

اسی عقیدہ کے ساتھ یہاں کی زینتیں' یہاں کی آرائشیں' یہاں کا حسن و جمال ظاہری جو قائم کیا گیا ہے۔ اس دنیا کو ہمارے لئے زینت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے کہ ہم دیکھیں ذرا اس کی زینت اور آرائش کے اندر مبتلا ہو کر کون ہم کو بھولتا ہے؟ کون یاد رکھتا ہے؟ اور قرآن شریف میں ہے کہ ایسی بھول کہ وہ عقد بالکل ختم ہو گیا اور جن کو عقد دیا ہے، اس عقد کا تقاضہ وعدہ ہے وہ جو قالو بلٰی کہا تھا عقدِ عہد الست بربکم، یوں نہیں کہا،

Marfat.com

الست بالاھکم دعویٰ دلیل کے ساتھ ہے اور وہ دعویٰ عجیب ہوتا ہے کہ جس میں دلیل پہلے ہو اور دعویٰ بعد میں ہو۔

اَلَسْتُ بِرَبِّکُم یہ بِرَبِّکُمْ میں بتلا رہا ہے کہ ایسا کوئی تمہاری پرورش کا ظاہری و باطنی کسی قسم کا بھی ہے، کیا کوئی دوسرا ہے؟ زمین نے کہا کہ نہیں، تو پھر دوسرے کی عبادت کیسی ہے۔ دوسرے کے ساتھ وفاداری کیسی ہے۔ رب تو وہ تمہارا اور وفاداری دوسری مخلوق کے ساتھ تو انسان مخلوق کی تو عقد پہلے ہے اور اس کے ساتھ ہی عہد ہے، چونکہ بعض چیزیں ساتھ ساتھ ہوئی ہیں، جیسے عقد نکاح کا ہوا تھا تو ساتھ ساتھ ہی اسی وقت ہی عہد تھا۔ لا الہ الا اللہ جب کہا بشمول محمد رسول اللہ تو اس عقد کے ساتھ عہد ہو گیا تمام اعمال کے ظہور کا، نفس اور مال یہ ہی دو چیزیں ہیں' اسی لئے اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ جان کو پہلے لگاؤ، مال تو بعد میں ہوا کرتا ہے، جان تو ساتھ لگی ہوئی ہے اور آگے کیا فرمایا و اموالھم اور دو ہی چیزیں ہیں جان اور مال۔ لہٰذا جان اور مال سے وفاداری کا ثبوت دو، جہاں جان مانگے جان دیدو اور جہاں مال مانگے مال دیدو اور جہاں جان خرچ کرنے کو کہیں، وہاں جان دی ہوئی یہ ہماری ہے اور مال بھی دیا ہوا، وہ ہمارا ہی ہے۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰکُمْ۔ (سورۃ البقرہ پ:۳)

یہ سب کچھ ہم نے دیا یہ تمہاری سعی اور کوشش۔

اچھا تم قارون کی طرح ہو جس نے کہا تھا مجھے ایک فن اور ہنر اور علم آتا ہے، اس کے ذریعہ سے میں نے اس کو کمایا ہے، کسی دوسرے کی مدد اس میں شامل نہیں ہے' اور نہ ہی کوئی غیبی امداد ہے، اس کے اندر جس میں انحطاط اور غیر حاضر کا کچھ فرق ہو، نہ کسی انسان کی مدد شامل ہوئی ہے کہ جو اس کا کوئی حق دار ہو کہ میں اس کو دیدوں۔

من حیث الامداد بھی نہیں ہے اور اس میں کسی انسان کی امداد بھی نہیں ہے۔ یہ تو

Marfat.com

میں نے اپنے علم و ہنر سے کمایا ہے۔ نتیجہ اس کا کیا نکلا اس عہد کے عقد کے ساتھ توڑنے کا، کہ وہ خود اور وہ مال زمین میں دھنس گیا۔ اس کا ذکر قرآنِ شریف میں ہے۔

اور اس کے علاوہ عقل کہتی ہے کہ یہ ہاتھ کس کے ہیں، ان کو کس نے بنایا اور عقل کس نے دی ہے، اب یہ جوان کے ذریعہ سے کمایا، وہ کس کا دیا ہوا ہے، جن ہاتھوں سے کام لیا ہے، جس عقل سے کام لیا ہے، جس کلام و زبان سے کام لیا ہے، تو اسی کی دی ہوئی چیز سے تو تم نے کسی چیز کو حاصل کیا ہے تو وہ اسی کا تو ہوا، نام تمہارا لگا دیا ہے' انتظاماً، ورنہ کل کو کہدے گا' واہ! تمہارا کیا ہے؟ وہ تو اللہ کا ہے، تمہارا کیا ہے اس میں؟

لہٰذا تم تو ایسے عیش کرو، ایسے آرام کرو، ایسا پہنو اور ایسا کھاؤ اور میں محروم ہوں، اس لئے میں تمہارے گھر سے نکال کر لے گیا، تمہاری جیب سے نکال کر لے گیا، تمہارے ہاتھ میں سے چھین کر لے گیا، کہ اللہ کا ہے اور میں اللہ کا ہوں، انتظام خراب ہو گیا، انتظام درہم برہم ہو گیا، تو یہ نسبت جو لگا دی ہے، مال کی طرف یہ نظاماً و انتظاماً ہے۔ یہ حقیقتاً نہیں ہے یہ مجازاً ہے، حقیقت و مجاز پڑھا ہو گا، مختصر المعانی وغیرہ میں، تو یہ نسبت جو ہے یہ حقیقت نہیں ہے یہ مجاز ہے کیوں نظاماً و انتظاماً حقیقت کی نسبت ادھر ہی ہے۔ رزقنا کم تو جان دی ہوئی، اسی کی اور مال دیا ہوا، اسی کا ہے تو یہ نسیان کیسا ہے، یہ بے توجہی کیسی ہے، رب کہاں ہے اور جواب ہو گا مجازی بھی اگر ہو کسی نے کچھ دیدیا اور ضرورت میں دیدیا تو محسن ہو گا یا نہیں اور دیا تو مربی ہو گا یا نہیں ہو گا؟ معطی ہو گا یا نہیں ہو گا۔ تو معطی کا، محسن کا احسان مان کر احسان فراموش ہونا چاہئے یا احسان بدل اور جب وہ اپنے کسی کام کے لئے کہے تو اس کو انکار کر دینا چاہئے یا اقرارِ عمل سے اس کو کرنا چاہئے، یہ دلائلِ عقلیہ ہیں کہ آج کل عقل بہت چل رہی ہے، ورنہ مؤمن کو دلائلِ عقلیہ کی ضرورت نہیں ہے۔

Marfat.com

ایمان کا تقاضا تسلیم کرنا ہے :

ایمان کی فطرت ہے ماننا اور اگر نہیں مانا اور عمل میں نہیں لایا، یہ خلافِ فطرت کیوں بدلی؟ دنیا کی آب وتاب پر نظر کرنے سے بدل گئی۔

گستاخی معاف ہو لکھنا رسم ہے :

لوگوں نے رسم کو گِنا چُنا خیال کرلیا، صرف یہ چیزیں رسم کی بات سمجھے۔ بیاہ شادی غمی اور خوشی وغیرہ اور دن ورات جو رسمی باتیں ہوتی ہیں، ان کا خیال ہی نہیں کیا کہ یہ رسمی ہیں بدعت کو بھی لوگوں نے گنا چنا شمار کر رکھا ہے کہ بدعت کی بھی صرف چند چیزیں ہوگئی ہیں اور حالانکہ ہم سے بھی دن رات نہ معلوم کتنی بدعتیں ہوئی رہتی ہیں۔ ادھر خیال ہی نہیں ہے۔

پاس انفاس کا مطلب :

اس پر عرض کیا تھا پاس انفاس' یہ کیوں کیا کہ سلوک میں' تصوف میں' جہاں پر اور چیزیں ہیں، پاس انفاس بھی ہے، گویا بعض اعتبار سے۔ تو پہلے پاس کے معنیٰ سمجھئے، پاس کے معنیٰ لحاظ کے ہیں، جس کو ہم رات دن بولتے ہیں کہ آپ کو کوئی پاس لحاظ نہیں ہے کہ جو چاہے کہدیا اور جو چاہے کرگزرے، کوئی پاس ولحاظ ہی نہیں۔

دوسرا لفظ ہے انفاس' یہ نفس کی جمع ہے۔ نفس کے معنیٰ ہیں سانس، تو پاسِ انفاس کے معنیٰ ہوئے، سانسوں کا لحاظ رکھنا، سانس اندر جاتا ہے اور باہر آتا ہے، پہلے اندر گیا پھر باہر آیا، تو ان سانوں کا لحاظ رکھنا ہے کہ اگر یہ سانس اندر گیا تھا اور باہر نہ آتا تو کیا درد نہیں ہوتا، واقعات ہیں، باہر تو آ گیا اور اندر نہ جاتا تو اندر جاکر باہر نہ آتا، تو کیسے زندہ رہتا اور باہر آوے مگر اندر نہ جاوے تو کیا حیاۃ باقی رہتی ہے، تو یہ حیوٰۃ کا بقا یہ سانس کے برابر بلا قیمت نعمت عطاءِ ربِ حقیقی، محسنِ حقیقی، معطی حقیقی' ہمہ وقت ہے اس کی قیمت کوئی دے سکتا

Marfat.com

ہے؟ اس کی قیمت یہ ہی ہے کہ اس ذات کی ایسی عبادت کی جائے جو جان اور حیاۃ کا دینے والا ہے۔

ہر سانس محرک ہے :

تو پھر یہ سانس بھولنے کی بات ہے یہ تو محرک ہے، سانس کا اندر جانا اور باہر آنا یہ ہی تو محرک ہے، کسی ذات کی یاد کی، جس ذات کی طرف سے کہ یہ محفوظ ہے۔ اور یہ ذاتِ ربانی ہے۔ لہٰذا ان سانسوں کا لحاظ کرو، بد لحاظ مت ہو جاؤ۔ بات سمجھ میں آ رہی ہے۔ ایھا السالکون ایھا الطالبون یہ ہے تصوف، یہ ہے سلوک، جس کے متعلق آج کہتے ہیں۔ پڑھے لکھے بھی، کہ یہ تصوف کیا ہوتا ہے۔

بلا تصوف کے ایمانِ کامل نہیں ہو سکتا، بلا سلوک طے کئے ہوئے ایمانِ کامل نہیں ہو سکتا۔ باطن سے متعلق تصوف اور سلوک ہے اور جو ظاہر سے ہوتا ہے، اس کا نام فقہ ہے تو یہ سانسوں کا لحاظ' سانسوں کا خیال' سانسوں کا دھیان یہ تصوف کا ایک جز اور بہت اونچا جز ہے۔ جز اس کو عبادت مت سمجھو، من حیث الفرائض، من حیث الواجبات، من حیث السنن، من حیث المستحبات، یہ عبادت میں سے بالذات نہیں ہے، اس لئے اس کو عبادت نہیں کہیں گے۔ لہٰذا اہلِ مصر کا یہ کہنا کہ ہندوستان کا تصوف جوگیانہ ہے، یہ کہنا غلط ہے۔ میری گفتگو اس سلسلہ میں اہلِ مصر سے ہو چکی ہے، جب میں مصر گیا تھا اور وہاں پر ایک بہت بڑا مدرسہ ہے، جو قاہرہ میں ہے میں وہاں پر گیا تھا۔ اسی وقت پروفیسر وغیرہ آئے تھے ملنے کے لئے گفتگو ہوئی تھی، ان کا خیال تھا کہ ہندوستان کا تصوف جوگیانہ ہے۔

الحمد للہ کہ حضرتؒ کی برکت سے فضلِ الٰہی سے ان کو خوب جواب دیا ان کے ذہن میں یہ ہے کہ پاس انفاس یہ جوگیوں کا طریقہ تھا، ہندوستان میں جوگی آج کل تھوڑے ہی ہیں، یہ ہزاروں برس رہ چکے ہیں، ان کا طریقہ ان کے ذہن میں یہ ہے اس کو

Marfat.com

کچھ صوفیاءِ کرام نے مشائخِ عظام سے اختیار کیا کہ جوگیا نہ خضر نے ثابت کیا کہ ہرگز نہیں۔ اس کو کوئی بھی شیخ اپنی ذات میں عبادت سمجھے یہ ہے بدعت۔ لیکن بالواسطہ عبادت ہے کہ عبادت تو اللہ تعالیٰ کا دل میں دھیان رکھنا' اللہ تعالیٰ کی یاد کا دل میں جما ہوا راسخ ہونا، لیکن اس کا طریق کیا اختیار کریں جو ایسا ہو جاوے کونسی تدبیر ایسی اختیار کریں جو اس بات پر قائم ہو جائے، اس کے مختلف طُرق ہیں' ان طُرق میں سے ایک طریق پاس انفاس بھی ہے۔ سانسوں کا لحاظ بھی ہے، اس کا ایک طریق ہے، یہ اشغال کہلائے جاتے ہیں۔ صوفیاء کی اصطلاح میں اس کو اشغال کہتے ہیں' ایک ہے اذکار' ایک ہے مراقبات' ایک ہے اشغال جمع شغل کی یہ طریق مختلف قسم کے ہیں۔ مراقبات مختلف قسم کے ہیں' اشغال مختلف قسم کے ہیں۔

ذکر کی تاکید :

ذکر کو تو سب ہی جانتے ہیں۔ قرآنِ پاک میں جگہ جگہ ہے :

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ. (سورۂ مائدہ پ:۵)

لیٹے' بیٹھے' کھڑے تو یہ لیٹے بیٹھے کھڑے ہر وقت کا مطالبہ ہو گیا۔ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۔ صبح و شام مجھ کو یاد کرو۔ یعنی اس کا ذکر کرو۔ یہ محاورہ ہے یعنی ہر وقت۔ اور یہ ہر وقت یاد آسان ہے کچھ اس کا طریق ہے، جب تک اس طریق کو اختیار نہیں کیا جائے گا۔ تو یہ مطالبہ پورا نہیں ہوگا۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ . (سورۂ اعراف پ۹) پیش کی تھی، اپنے رب کا ذکر کرتے رہیئے۔ ذکر کے معنی یاد، اپنے رب کو یاد کرتے رہو کہاں دل دل میں، جی جی میں، اپنے اندر ذاتِ باری تعالیٰ نے اپنی ذات کو اپنے آپ کو نفس سے تعبیر کیا ہے كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۔ (سورۂ انعام پ۷) كَتَبَ لازم کرلیا كَتَبَ کے معنی کہ ذاتِ باری تعالیٰ نے اپنی ذات میں رحمت کو لازم کرلیا، جس کو میں نے آخر میں عرض کیا تھا۔ باب

Marfat.com

قرآنِ پاک کا بسم اللہ الرحمن الرحیم ہوگیا۔ لازم ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف سے تو رحمانیت اور رحیمیت، رحمانیت عام اور رحیمیت خاص مؤمن کے لئے، رحمانیت عام مؤمن غیر مؤمن کے لئے اور خاص رحمت وہ مسلمان مؤمن کے لئے ہے، ورنہ رحمان میں تو رحمت آ گئی، پھر یہ رحیم کیسا؟

جب یہ ہے تو پورا قرآنِ پاک کسی قسم کا بھی ذکر چاہے عذاب ہی کا ہو۔ دوزخ کا ذکر کر کے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ اور جنت کا ذکر کر کے پھر نعمتوں کا پھر فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ اعلاء نعمت کیوں؟ رب کی کس کس نعمتوں کی تکذیب کرو۔

تو جو بیان دوزخ کا، دوزخ کے اندر عذابوں کا ہے یا قیامت کے عذابوں کا ذکر ہے یا دنیا کے اندر کفار، ثمود، عاد وغیرہ کا بیان عذابوں کے ساتھ ہے، یہ سب رحمت ہے۔ یہ حفظِ ماتقدم ہے۔ یہ سمجھایا ہے کہ جو ایسے ہوئے ہیں، ان کے ساتھ میری عادت ایسی ہے۔

لہٰذا تم ایسے مت ہو جانا یا تم ایسے مت بننا، تمہاری عادت اس طرح نہ ہوئے۔ اس درجہ کا نسیان نہ آ جاوے، تو یہ رحمت ہوئی یا نہیں ہوئی؟ تو پورا قرآنِ پاک رحمت ہے تو ذاتِ باری تعالیٰ نے فرما دیا:

کَتَبَ رَبُّکُمْ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ۔ تمہارے رب نے رحمت کو لازم کر لیا۔

پھر اس کا شکریہ، اس کی یاد، اس کا دھیان، اس کا خیال لازمِ ایمان ہوگیا اور یہ رہنا آسان ہے، یا مشکل کیا خیال ہے؟ اگر آسان ہے تو یہ پانچ وقت کی نماز کے اندر غفلت کیوں ہو رہی ہے؟ صاحبِ علم ہو کر بھی جماعت کا ترک کیوں ہو رہا ہے؟ صاحبِ علم ہو کر بھی تکبیرِ تحریمہ، تکبیرِ اولیٰ کا ترک کیوں ہو رہا ہے؟ صاحبِ علم ہے اور صبح کو نماز جماعت تکبیرِ اولیٰ اکثر و بیشتر ترک ہو رہی ہے کیوں؟ اس لئے کہ یاد نہیں ہے، دھیان نہیں ہے، خیال نہیں ہے، اگر ایسا ہوتا تو ترک ہوتا؟ یہ مطلوب ہے کہ اپنے دل کو ایسا بنا لیا جاوے۔

Marfat.com

خوف وطمع :

خَوْفًا وَّطَمَعًا یعنی خَوْفًا وَرَجَاءً. طَمَعًا کے معنیٰ ہیں رَجَاءً . وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا اور اللہ کی عبادت کرو جھکتے ہوئے' ڈرتے ہوئے' ناز کرتے ہوئے نہیں' اتراتے ہوئے نہیں' یہ کھلم کھلا میرے سامنے گناہِ کبیرہ اور بے حیائی کا کام کر رہا ہے پھر میں اس کو حقیر کیوں نہ جانوں؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ڈرو تو پہلے کیسا تھا اور اب توبہ کر کے کیسا ہوگیا ہے۔ تبدیلی اس کے اندر بھی آسکتی ہے کہ توبہ کر کے آخر دم تک ولی بنا رہے اور تم نے یہ بھی دیکھا ہوگا کہ بنا ہوا تقویٰ والا بھی بگڑ گیا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو اندیشہ کر کہ یہ تقوے کے ساتھ ہوتا ہوا کہیں ایسا نہ ہو کہ میں تقویٰ چھوڑ بیٹھوں، تقویٰ چھوٹ جاوے مجھ سے تو ادھر یہ اعتماد رکھو کہ توبہ کر کے آخر دم تک ولی بنا رہے اور اپنے لئے یہ اندیشہ قائم کروں۔ خدانخواستہ ایمان تبدیل نہ ہو جاوے۔

لہٰذا اپنے اوپر اترانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور دوسرے پر حقارت کی نگاہ ڈالنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسی لئے تمام اہل اللہ نے واقعی جو اہل اللہ ہیں، انہوں نے کہا ہے قسم کھا کر کہتے ہیں، کہ ہم کتے سے بدتر ہیں، تو مسئلہ سمجھ میں آ گیا۔ ماضی کو سوچے کہ پہلے ہم کیسے تھے؟ تربیت سے کیسے ہوگئے؟ مستقبل کو سوچ لو کہیں ایسا نہ ہو کہ تبدیلی ہو جاوے، موجودہ حال کو تصور کر رہے ہو، تم کیسے تقوے کے ساتھ ہو کیا اندیشہ نہیں ہے؟ اس لئے فرمایا اللہ کی عبادت کرو ڈرتے ہوئے جھجکتے ہوئے، اندیشہ رکھتے ہوئے کہیں اترانہ پن نہ آجاوے۔ عبادت میں اترانہ پن، غرور پن نہ آجاوے اور کیا فرمایا دوسرا لفظ طمعاً کہ جب تم عبادت کرو کس طرح سے خوف رکھتے ہوئے کہ اترانہ پن نہ آجاوے، تکبّر نہ آجاوے اپنے کو کچھ سمجھنے لگو اور یہ بھی نہیں تو نا اُمیدی کا کیا سوال ہے؟ اُمید رکھتے ہوئے وہ مسئلہ سمجھ میں آ گیا جو پڑھا آپ نے کتابوں میں الایمان بین الخوف و الرجاء

Marfat.com

سمجھ میں آ گیا۔

الحمدللہ علمی گفتگو ہو رہی ہے، کتابیں حل ہو رہی ہیں ان شاء اللہ اچھی طرح سمجھ میں آیا یا نہیں آیا۔ اسی لئے فرمادیا کہ بغیر کرنے کے اُمید رکھنا دھوکہ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا۔ (سورۂ لقمان پ:۲۱) دیکھو دنیاوی زندگی جو لیل ونہار کی اور زیب وزینت کی، آرائش کی، حسن وجمال کی کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ تمہیں دھوکہ میں ڈال دے اور بلا اعمال کے اُمید رکھنے لگو۔ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۔ دیکھو تمہیں کہیں دھوکہ باز دھوکہ میں ڈال دے وے۔ حق تعالیٰ نے جواب دیدیا حفظ ماتقدم ہوگیا کہ دیکھو یہ دنیاوی زندگی اور یہ شیطان دھوکہ باز تم کو دھوکہ میں نہ ڈال دے بلکہ وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا۔

پورا کلام اللہ رحمت ہے:

تو پورا کلام اللہ یہ رحمت ہے۔ جہاں دوزخ کا بیان ہے وہ بھی رحمت، جہاں قہر کا بیان ہے وہ بھی رحمت، جہاں عذابوں کا بیان ہے وہ بھی رحمت ہے۔ یہ گفتگو پاسِ انفاس پر چلی ہے تو یہ پاس انفاس یہ ذات خود عبادت نہیں ہے بلکہ کسی عبادتِ مقصودہ کا ذریعہ ہے۔ طریق ہے اور جو کسی مقصود کا ذریعہ ایسا ہوا کرتا ہے وہ بھی مقصود میں داخل ہو جاتا ہے۔ بالواسطہ وہ خود مقصود اپنی ذات میں ہے لیکن مقصود بالذات کا طریقِ حصولِ مقصود کے لئے تو بالواسطہ عبادت ہے جیسے عرض کیا تھا۔

علاج معالجہ کرانا عبادت ہے:

بیمار کا علاج کرانا یہ بھی عبادت ہے، دوا کھانا بھی عبادت ہے، اپنی ذات میں مباح ہے، لیکن یہ نیت کرلی جائے کہ رسولِ پاک ﷺ نے دوا استعمال کی تھی، میں بھی کروں عبادت بن گئی۔ تصوف صوفیائے کرام کا، محققین کا، جو ہندوستان کے اندر گزرے

Marfat.com

ہیں، اولیاءِ کرام ان کی تجویز یہ منْ حیث العبادت اپنی ذات میں ہرگز، ہرگز نہیں ہے۔

لٰہذا اہلِ مصر کا کہنا کہ ہندوستان کا تصوف جوگیانہ ہے یہ بالکل غلط ہے۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِىْ نَفْسِكَ حرکت زبان کی نہیں، بلا حرکتِ لسان، بلا حرکتِ الفاظ دل ہی دل میں اپنے رب کی یاد، ذکر کے معنیٰ ہیں۔اس میں زبان کی حرکت نہیں، زبان پر الفاظ نہیں، اللہ کلمہ شریف لا الٰہ الا اللّٰہ وغیرہ وغیرہ نہیں ہیں، اور جب یہ نہیں ہے تو چپکے چپکے اور عاجزی کے ساتھ محبت کے ساتھ چپکے چپکے کیا ہے؟ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَه، چیخ پکار کی ضرورت نہیں ہے۔اگر آواز سے کرنا بھی ہے تو اجازت ہے، لیکن چیخ پکار نہ ہو کہ ایسی آواز ہلکی سی کہ کسی سوتے ہوئے کی آنکھ نہ کھل جائے یہ تشریح ہے۔نمازی کی نماز میں فرق نہ آجاوے۔دوسرے کے ذکر میں فرق نہ آجاوے۔

تضرع کا مفہوم :

اس سے مراد عاجزی، انکساری، فنائیت، پستی نہ کہ ہستی۔طبیعت میں اضمحلال، عاجزی، انکساری، اپنے کو سب سے بدتر سمجھنا ہے تضرع ڈرتے ہوئے خفیہ آہستہ آہستہ اگر زبان کی حرکت کرنا بھی ہے تو آہستہ آہستہ اور اگر کچھ اور ذرا تھوڑی سی آواز کرتا ہے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ چیخ پکار ہو جاوے اور کپڑے پھاڑنے لگو اور لوٹ پوٹ ہونے لگو، ایسے کیفیات کے طالب بن گئے، یہ خلافِ شرع ہے، غیر اختیاری آجائے تو خیر اس آیاتِ شریفہ میں پورا تصوف چل رہا ہے۔غیر اختیاری آجائے اور آجاتا ہے، یہ حال پیدا ہوتا ہے، ذکر کرتے ہوئے جنہوں نے ذکر کیا ہوگا وہ جانتے ہیں لیکن یہ کوئی شرعی چیز کہ اگر یہ چیز نہیں آئی تو سمجھتا ہے کہ پہلے اولیاء اللہ کا کچھ حال ایسا بھی تھا اور میرا تو یہ حال ہی نہیں۔لٰہذا میں کہاں ولی بنا، لٰہذا میرا سلوک کہاں طے ہو رہا ہے، میں نے تو کچھ بھی نہیں دیکھا اس لئے تذکرۃ الاولیاء کا مطالعہ سب کے لئے دیکھنا جائز نہیں ہے، پہلے حقیقت کو اس کی سمجھ لو پھر دیکھ لینا

Marfat.com

پھر اس میں یہ حل ہو جاوے گا کہ ایسے بھی ہوئے ہیں اللہ کے بندے۔ تو اتنا بھی نہیں ہے کہ دو تین ہزار دفعہ ذکر کر لوں وہ ایسے ہوئے تھے تو یہ غیرت دلانے کے لئے، ترغیب کے لئے، ترہیب کے لئے، مضامین اور اولیاء اللہ کے تذکرے، سستی دور ہونے کے لئے اور چستی پیدا کرنے کے لئے نہ کہ ان جیسے حالات پیدا کرنے کے لئے اور نہ ان جیسی کیفیات اپنے اندر لانے کی تمنا رکھنے کے لئے اور نہ ہونے پر افسوس حسرت کرنے کے لئے اس لئے نہیں، وہ قوتِ لایموت کھاتے تھے، ہاں کھاتے تھے لیکن پیٹ بھر کر نہیں کھاتے تھے۔

تو وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ میں فی ہے، اور فی ظرف کے لئے ہے۔ اس کا ظرف دل ہو گیا، اپنے دل میں اس کی یاد، اب یہ دل میں اس کی یاد رکھنے اس کا کوئی طریقہ اور کوئی سبب ہونا چاہئے کہ سبب پیدا نہ ہو، منجملہ اور چیزوں کے کہ متعدد چیزیں ہیں، کسی کو کثرتِ ذکر سے ہی یہ بات پیدا ہو جاتی ہے، تکثیر ذکرِ لسان ہی سے یہ بات پیدا ہو جاتی ہے، کوئی ایسا غبی قسم کا سا ہے تو اس کو پاسِ انفاس تجویز کر دیتے ہیں۔ سانسوں کے ذریعہ سے دھان بلا تلفظ، بلا حرکتِ لسان کچھ چلا تو لیکن اچھی طرح نہیں چلتا، یہ شیخ، حکیم کا کام ہے، یہ طبیبِ روحانی کا کام ہے، کسی کو حبس دم تو حبس دم کی بھی کئی صورتیں ہیں ایک ہی نہیں ہے اور شغل پاس انفاس کی بھی کئی صورتیں، ایک ہی نہیں، اب یہ طبیب کی طبیعت پر کہ ذوق کا پہچاننا مریض کا، طالب کا، کہ جس طرح وہ تجویز کرتا رہے اس پر چلتے رہنا۔

پاسِ انفاس کا فائدہ:

اس کا اثر یہ ہوگا کہ دل میں اللہ تعالیٰ کا ذکر، اللہ تعالیٰ کی یاد، اللہ تعالیٰ کا دھیان جم گیا، تو زندگی کی تمام معمولات اور تمام اُمور میں دل میں اللہ تعالیٰ کی یاد اور جب یاد ہے تو دشمن سے بھی حدودِ شرع سے تجاوز نہیں کر سکتا ہے، دشمن کے ساتھ بھی حدودِ شرع سے باہر نکل کر عملی معاملہ نہیں کر سکتا ہے۔ جہاد میں بھی ہوشیار مجھے نہ بھولنا وہاں بھی حدودِ شرع کے

Marfat.com

اندر رہنا، دشمن سے کوئی برتاؤ خلاف شرع نہ ہونے پاوے، تجاوز نہ ہو جاوے، یہ کب جبکہ دل کے اندر اللہ تعالیٰ سما گیا، سرایت کر گیا ہے، رگ رگ، بال بال بندھ گیا ہے یہ ہے تصوّف، یہ ہے سلوک۔

حضرت علیؓ کا واقعہ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منہ پر جہاد کے موقع پر ایک یہودی دشمن نے تھوک دیا اور حضرت علیؓ اوپر چھاتی پہ بیٹھے تھے، گردن پر تلوار پہنچ گئی، اس کو انہوں نے چھوڑ دیا تھا حالانکہ اس پر تو اور غصہ آنا چاہئے تھا، اتنی توہین کیسی ہستی کے چہرہ پر تھوک دیا کوئی چھوٹا موٹا آدمی نہ تھا، کس خاندان کا تھا، عند اللہ کیسے رُتبہ کا تھا، لوگوں کی نظروں میں کیسی عظمت تھی، اس کے چہرہ پر یہ بھی نہیں کہ کپڑوں پر۔ اس کو ذرا سوچنا ایمانداری سے گوارہ کر سکتا ہے، کیوں گوارہ کیا، اس لئے کہ دل میں اللہ تعالیٰ کی یاد آ گئی، ہٹ گئے چھوڑ دیا، اس کو تعجب ہو گیا اور تعجب کی بات بھی ہے، فطرتِ بشری جس میں کچھ حیوانیت رکھی ہوئی ہے وہ بھلا کیسے چھوڑ دے گا؟ یہ کیا قصہ ہے تو چھوڑ دیا، پوچھا کیوں؟ کہا کہ جب تم نے میرے چہرہ پر تھوکا تو طبیعت میں ذرا کچھ احساس آیا۔ اس میں طبیعت شامل ہو گئی، غیر طبعی، طبعی طور پر غیر مقصدی شامل ہو گئی، طبیعت شامل ہو گئی، طبیعت پر ایک اثر آیا اب جب میں تجھ کو ذبح کرتا، قتل کرتا، مار ڈالتا تو صرف ذاتِ حق کے لئے نہ کرتا اپنی ذات کے لئے کرتا۔ اور اس کو چھوڑ دیا، یہ چھوڑ دیا یہ چھوڑنا کب ہوا جبکہ ذات کے اندر، دل کے اندر، اللہ کی یاد آ گئی، دل میں غفلت نہیں تھی ورنہ فوراً قتل کر دیا جاتا، ہمارے دلوں میں غفلت ہے وہ دھیان یاد نہیں ہے کہ وہ طریق اختیار نہیں کئے۔

احساسِ کمتری کیا ہے ؟

آج کل کہتے ہیں کہ یہ احساسِ کمتری کوئی اچھی چیز نہیں ہے تو یہ ایک رسم ہو گئی

Marfat.com

ہے' احساسِ کمتری تو بڑی چیز ہے، ہاں ذلت سے بچنا ضروری ہے، اپنے کو کچھ سمجھنا بھی تو حرام ہے، ہر ایسے طریق سے بچنا ضروری ہے جو لوگوں کی نگاہ میں ذلت ہو، اس سے تو بچتا نہیں ہے اور اگر کسی نے کچھ کہہ دیا تو اپنے کو احساسِ کمتری نہیں ہے تم کو ترکی بترکی جواب دینا چاہئے، تکبر میں آ گیا، آج کل کی احساسِ کمتری تکبر ہے۔

ذلّت کے کاموں سے بچو :

تو عنوان ہے یہ ایسی حرکتوں کو ایسے عملوں کو' ایسے فعلوں کو' ایسے کھیلوں کو جن میں ذلت ہے چھوڑ دو۔ مثلاً اہلِ علم کا، طلبہ کا، بستی والوں کے ساتھ جوڑ لگانا' بستی والوں کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا، محلّہ میں، قصبہ میں گھومنا، چلنا، پھرنا یہ کوئی عزت ہے، اس کو ذرا سوچو یہ کوئی عزت کی بات ہے، یہ ذلت کی بات ہے، دوکانوں کی بات ہے یا عزت کی بات ہے، اس کو تو چھوڑتا نہیں ہے اور کسی نے کچھ کہہ دیا تو احساسِ کمتری جو ذلت کی بات ہے، ان کو چھوڑو، اس میں کمتری ہو جاتی ہے۔ لوگوں کی نگاہوں کے سامنے تم ذلیل ہوتے ہو، تم ہلکے ہوتے ہو، تمہارا اعزاز جاتا ہے، اگر تمہیں کھیلنے کا شوق ہے تو اپنے ہی لڑکوں میں کھیل لو، یہ بستی والوں کے ساتھ کھیلنا کیسا' باہر جا کر باہر والوں کے ساتھ کھیلنا کیسا اور گھروں میں آج کل کیا لگا ہوا ہے۔ ٹیلی ویژن وہاں اس میں کھیلیں آ رہی ہیں' ان کے گھر جا کر دیکھنا کیسا ؟ کیا اس میں توہین' ذلت نہیں ہے، خاص کر طالب علم کے لئے، کہ کیا کہیں گے وہ نماز کا وقت ہے، نماز کے وقت ٹیلی ویژن پر بیٹھا ہوا ہے۔ طالب علم اور دیکھ رہا ہے، سن رہا ہے، تو وہ گھر والے کیا خیال کریں گے۔ یہ دوسری بات ہے کہ کوئی لحاظ کی وجہ سے کچھ نہ کہے، یہ ذلت ہے یا نہیں ہے اگر ایسا ہی شوق ہے اگرچہ یہ شوق اچھا نہیں ہے مگر خیر آپس میں ہی کھیل لو، بستی والوں کے ساتھ نہ کھیلو، باہر جا کر نہ کھیلو' دل بہلا لو، اس میں ہار جیت کا خیال مت کرو کہ روٹھنا شروع کر دو، لڑنا شروع کر دو، کہ میرے تو بارہ رنز بنے ہیں اور تو دس ہی

Marfat.com

کہہ رہا ہے۔ یہ تو تفریح کے لئے ہے۔ ذرا جسم کھولنے کے لئے ہے، جسم کو بنانے کیلئے ہے، اس میں ہار جیت کی کیا بات ہے جو بگڑتے ہو' سکون سے رہو' دوستوں کے ساتھ رہو' محبت سے رہو۔ یہ ضمناً بات آ گئی ہے۔

مسائل سلوک مدلّل ہیں :

اور پھر یہ صحابۂ کرامؓ نے کیا کہا؟ یہ دلائل ہیں توفیقِ الٰہی سے سلوک کے کوئی ان کا دعویٰ بلا دلیل کسی آیت واحادیث وتعامل صحابہؓ کے نہیں کیا بعض صحابہؓ نے آ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اب تو ہمیں پیشاب پاخانہ کے لئے بول و براز کے لئے جانا اور بیویوں کے پاس جانا بھی مشکل ہو گیا ہے، کس طرح جائیں؟ سمجھے کیا مشکل ہو گیا پائجامہ کھولو اور بیٹھ جاؤ نہیں وہ اللہ تعالیٰ کا دل میں دھیان اللہ تعالیٰ کی یاد' حیا وشرم کیسے ننگا ہونا یہ چیز تھی۔ یہ چیز کیا بتلا رہی ہے کہ دل میں اُوفو اس قدر ذاتِ باری تعالیٰ کی یاد کی۔ ہر قسم کے بیٹھے ہوئے ہیں تو ایک مجلس بھی کافی ہو سکتی ہے، طالبِ صادق کے لئے اور ہر قسم کی باتیں پیشِ خدمت کی جا رہی ہیں۔ ایک مجلس بھی طالبِ صادق مخلص کے لئے کافی ہو سکتی ہے۔ بس ذرا سی ہمت کی ضرورت ہے۔ پہلو بدلنے کے لئے کہ بائیں سے دائیں آ جاؤ توفیقِ الٰہی سے طالبِ صادق حریص کے لئے تو پیغمبر ﷺ نے کیا فرمایا؟ امتثالِ امر کے لئے امتثالاً للامر کہ اس وقت یہ ہی حکم ہے۔ مقصود تو طاعت ہے اور وہ طاعت عبادت ہے کہ ان کی حکم کی تعمیل میں ہے کہ امتثالِ امر عبادت ہے تو طاعت لہٰذا بیت الخلاء جاؤ، لہٰذا بیوی کے پاس جاؤ کہ بنایا اس طرح پر ہے کیوں جس کو اس کی ضرورت احتیاج حاجت پیش آوے گی اُدھر کیا حکم دیا کہ میرا دھیان، کیا حکم دیا میری یاد، اُدھر کیا حکم دیا کہ ننگے ہو جاؤ' غیر محل میں نہیں تو پھر یاد کہاں ہے دھیان کہاں ہے؟ یہ امتثال للامر نہیں ہے وہ تو اعراض لامر ہے' یہ تو ظلم ہے' وضع الشیء فی غیر محلہٖ ظلم کی تعریف پڑھی ہو گی۔ شئی کو اس

Marfat.com

کے غیر محل میں استعمال کرنا یہ ظلم ہے تو یہ کیا حکم ہے؟ امتثالِ امر ننگے ہونے کا اور جب نہاؤ گے تو کیا ہوگے۔ غسل کس طرح کرے' کپڑے پہن کر وہی کپڑے پانی کے اندر پہنتے ہو باہر نکل جاؤ یا ننگے ہوں گے کپڑوں کو اُتاریں گے یا ئیں تو جہاں عریانی ہے وہاں اطاعت بھی، عبادت بھی، تو یہ اثر صحابۂ کرامؓ پر کس چیز کا آیا تھا' وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ کا آیا تھا۔ تضرع اور خفیہ کے ساتھ آیا تھا۔ اب تو آپ حضرات کی سمجھ میں بات آئی۔

یہ آیتیں کیا ہیں تصوف کی ہیں سلوک کی ہیں۔ آپ عبد ہیں اور عبد کے لئے عبادت تو عبد کے لئے ہمہ وقت عبادت یا صرف نماز ہی کے اندر عبادت یا روزہ رکھے تب ہی عبادت نماز کے اندر حکم دیا جبرائیل علیہ السلام کو۔ آتے تھے حاضر ہوتے تھے دربارِ رسالت ﷺ میں اور کسی چیز کی حقیقت اور ماہیت کا سوال بھی کیا تھا۔ ما الایمان ما منطقی اصطلاح ہے کہ جو سوال کر رہا ہوں' اس کی جو حقیقت ماہیت ہو اس کا جواب دو تو ما الایمان کا جواب دیا تھا۔ حقیقتِ ایمان ہی بیان کی۔ ما الاسلام حقیقت اور ماہیت اسلام کی بیان کی، پھر کیا کہا تھا ما الاحسان کیا جواب دیا...... ان تأکل خبذا، العیاذ باللہ۔

کہ نیت باندھو اور دوکان میں لگے رہو' کھڑے تو یہاں ہو اور دوکان پر لگے رہو یوں تو نہیں کہا، بلکہ کیا کہا ان تعبد اللہ کانک تراہ کیا ہے کہ تو اللہ کی عبادت کر اس طرح گویا کہ تو اللہ کو دیکھ رہا ہے۔ خیر ابھی ایسا نہیں فان لم تکن تراہ فانہ یراک۔ (مسلم شریف جلد اوّل) اگر ابھی نہیں ہے کہ ابھی ایسی مشق نہیں ہوئی ابھی ایسا اپنے آپ کو نہیں بنایا تو یہ تو یقینی ہے تیرا اعتقاد ہے۔

فانہ یراک تو یہاں فانّہ ہے اور وہاں کانّ ہے۔ فرق آ گیا سمجھ میں۔ وہاں کانّ ہے اور یہاں فانّ گویا کہ وہاں کہا تھا' ابھی مشق ایسی ہوئی نہیں' مگر یہ تو تیرا اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ حاضر ناظر ہیں اور کیسے کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔ جب تو عبادت کرے تو وہ تجھ کو

Marfat.com

یقین کے ساتھ دیکھ رہا ہے، تو اس طرح عبادت کر، پھر اس میں غفلت ہو سکتی ہے، بھولتے رہنے کا سوال ہو سکتا ہے۔ اتفاقاً بھول اور بات ہے، وہ اس کے خلاف نہیں۔ سہو کا سوال اس طرح پیدا ہو سکتا ہے۔ ہاں کوئی مرض ہی پیدا ہو گیا۔ وہ تو ایک عارضی چیز ہے اور نادر چیزوں کا کوئی سوال نہیں ہوتا۔ یقیناً وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے، اب جب وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے تو کس طرح پڑھنا چاہئے۔ آزادی کے ساتھ' لاپرواہی کے ساتھ' وقار کے ساتھ یا بے سکونی کے ساتھ کہ کہیں بازار چلا گیا تو کبھی حجرہ میں چلا گیا، کبھی کھیت میں چلا گیا، کبھی کھانے میں چلا گیا وغیرہ وغیرہ تو یہ دھیان ہوا یا نہیں ہوا۔ یہ دھیان مطلوب ہو گیا یا نہیں ہو گیا۔

جب یہ دھیان مطلوب ہو گیا تو اب اس کا تجربہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ دھیان وہاں جماوے۔ خشوع ہو خضوع۔ خضوع اعضاء کے ساتھ ہے' خشوع قلب کے ساتھ اور ابھی آپ نے کیا فرمایا تھا کہ عبد کا کام عبدیت، عادت ہے اور پیدا بھی اسی لئے کیا گیا ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ. لہٰذا اس کی ہر وقت کی زندگی کیا ہو گئی، عبادت اور عبادت کے لئے لازم کیا ہو گیا، اللہ تعالیٰ کا دل میں دھیان۔ اب اللہ تبارک و تعالیٰ کا دھیان ہو کس طرح سے جو اکثر اوقات یا ہمہ وقت اس کے کچھ طریق ہیں، اس کے آداب ہیں، اس کے کچھ مسائل ہیں' اس کا کچھ ڈھنگ ہے، اور جو صوفیاء محققین کے پاس ہے۔ اس کے لئے ان کی تعلیم لینے کی ضرورت ہے' خود سے نہیں ہو سکتا عادۃً خلاف ہے۔ تو جو مطلوب ہے :

من حیث السلوک من حیث التصوف من حیث القلب من حیث الروح من حیث الباطن۔ تو عنداللہ مطلوب ہے۔ عندالرسول مطلوب ہے اور جو عندالرسول مطلوب ہو، وہ عنداللہ بھی مطلوب ہے' تم نے تو اقرار کیا تھا۔ کانک تراہ۔

تو یہ ہے۔ بسم اللہ شروع کیا تھا' الرحمٰن الرحیم پھر کہا تھا' وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي

Marfat.com

نَفۡسَکَ توہمارا پورا جسم مع قلب وروح ذاتِ باری تعالیٰ عقد کے ساتھ کیا ہے۔ عہد اب ہمارا عقد ہو گیا۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ۔ تو یہ بدعہدی کوئی اچھی چیز ہے چاہے جس سے پوچھ لینا سب جانتے ہیں کہ بدعہدی کوئی اچھی چیز نہیں ہے۔ خلاف عہدی اچھی چیز نہیں ہے اور ذاتِ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَوۡفُوۡا بِالۡعُقُوۡدِ. جو عقد ہوا ہے اس کو پورا کرو، جب انسان کا انسان سے کوئی عقد ہو اس کا پورا کرنا، تو اس کلام کی بلاغت کیا کہتی ہے کہ جب مخلوق کا مخلوق کے ساتھ عہد ہو جائے تو پھر بدعہدی نہیں ہونی چاہئے، عقد کی وفا ہونا چاہئے، تو مخلوق کا خالق کے ساتھ عقد کیا ہے۔ اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ قَالُوۡا بَلٰی اور وہ کیا ہے دنیا کے اندر بلسان اَشۡھَدُ اَنۡ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشۡھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوۡلُ اللّٰہِ۔ بات کیا شروع ہوئی تھی کہ اپنے خط میں یہ لکھ دیا کرتے ہیں کہ گستاخی معاف کرنا اگر کچھ ایسا لفظ لکھا گیا ہو تو معاف کرنا۔ اپنا حال لکھ رہا ہے او وا س کو گستاخی سمجھ رہا ہے اور خلافِ ادب سمجھ رہا ہے۔ احقر نے اس پر عرض کیا تھا کہ رسم اور بدعت یہ چند چیزوں کے اندر غمی اور خوشی کے موقع پر وہیں محصور ہو کر رہ گئی۔ بعض عباداتی شکل کے اندر بدعت اور ہم سے جو دن رات رسمی چیزیں چلتی اور ہوتی رہتی ہیں اور بدعت کی باتیں ہوتی رہتی ہیں۔ اس کا کچھ خیال ہی نہیں ہے، یہ بات شروع ہوئی تھی۔

بعض ناواقف کہتے ہیں کہ یہ تسبیح ہاتھوں میں لینا بدعت ہے اور اپنے ہاتھ میں تسبیح موجود ہے۔ اب ایسے کوڑھ مغزوں کو کون سمجھاوے۔ کھجور کی گٹھلیاں تھیں، کنکریاں تھیں، اپنے پاس رکھ لیں، ان کو شمار کر رہے ہیں، ان کو اُٹھا کر رکھ رہے ہیں۔ یہ کنکریاں اس وقت تسبیح ہو گئیں۔ اہلِ علم کو چاہئے کہ صحیح وسعتِ معلومات طلباء کو دیں۔ صرف معلوماتِ وسعت کی کافی نہیں ہے بلکہ وسعتِ علمی معلوماتی ہو کر نظرِ عمیق بھی ہونی چاہئے، ورنہ کیوں پڑھایا۔ عبارت النص دلالت النص نظرِ عمیق ہونا چاہئے۔ اس لئے اپنے حرکات کو اپنے سکنات کو

Marfat.com

اپنے اعمال کو اپنے احوال کو اپنے کیفیات کو اپنے افعال کو شریعت کے سانچے میں اس کا جائزہ اور احتساب لیتے رہنا چاہئے کہ حدود شرع سے تجاوز ہو کر کوئی کام کسی وقت بھی نہیں ہونا چاہئے۔اس کے لئے ضرورت ہے اللہ تعالیٰ کا دھیان' اللہ تعالیٰ کی یاد قلب کے اندر جمانا' قائم ہو جانا' اس کے مختلف طرق ہیں' جو مشائخ کے یہاں سے اس کو حاصل کیا جاتا ہے۔

حضرت باقی رحمۃ اللہ علیہ خط بنوار ہے ہیں، حجامت بنوار ہے ہیں، لب بننے کی باری آ گئی، حجام نے کہا کہ ذرا اب تھوڑی دیر کے لئے مہربانی فرما کر ذکر کو منقطع فرما دیجئے ورنہ تو لب قطع ہو جائے گا۔ آ ئے ہائے! کیا کہا کہ لب قطع ہو جائے گا۔ یہ محبت یہ فریفتگی کیا کہا کہ لب کا قطع ہونا منظور ہے لیکن ذکر کا منقطع کرنا منظور نہیں۔اسی حالت میں بنا سکتے ہو تو بناؤ ذکر کا قطع کرنا منظور نہیں لب کا قطع ہو جانا منظور ہے۔

یہ کیا چیز ہے؟ جو جم گئی تھی، دل میں کیا چیز تھی؟ جس کی محبت ہوتی ہے، اس کی ہر وقت یاد ہوتی ہے یا نہیں ہوتی؟ دھیان آتا رہتا ہے یا نہیں آتا رہتا تو ذاتِ باری تعالیٰ حق یہ حق، حق تعالیٰ کا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنیٰ میں اخلاص عطا فرماویں۔ آمین۔

واقعاتِ مسیح الامت

واقعہ :(مورخہ ۵؍صفر ۱۴۰۴ھ)

ایک فارغ التحصیل عالم نے جو کہ بیعت بھی ہیں عریضہ لکھا تھا، اس میں لکھا : بندہ کے لئے کچھ وصیت فرمائیں اور بندہ کے علاوہ دو مدرس اور ہیں ان کے متعلق بھی کچھ نصیحت ارشاد فرمائیں۔

جواب میں حضرتِ والا دامت برکاتہم نے یہ تحریر فرمایا :

آپ دونوں کو ایک ہی بات ہے :

Marfat.com

اوّل اخلاص، دوم افادہ، سوم وقت کی پابندی، چہارم شفقت، پنجم قناعت، ششم نظر کی حفاظت، ہفتم خلوت کا موقع طالب علم کو نہ دیا جانا، ہشتم ذاتی خدمت طالب علم سے نہ لیا جانا، نہم اس کے ذاتی ہدیہ تحفہ سے بحکمت عذر کرنا، دہم طالب علم کو تحقیری کلمات سے اجتناب کرنا۔ آپ مہتمم ہیں ذمہ دار ہیں اس لئے عرض ہے کہ حساب صاف اور صحیح رکھنا۔ استادوں کا احترام، نرم کلام، کسی کی شکایت پر فریقین سے بلا تحقیق عملدرآمد نہ ہو۔

اساتذہ کے لئے ہدایات :

(۱) اوّل اظہارِ استعداد (۲) تقویٰ (۳) وقار (۴) تراحم (۵) حلِ کتاب (۶) نظام وانتظام جو اپنے ذمہ نہ ہو اس میں دخل نہ دینا (۷) طلبہ سے ذاتی خدمت نہ لینا (۸) طالب علم خصوصاً امرد کو تنہائی کا موقع نہ دینا، اگر اتفاق ہو جائے (کسی ضرورت سے آجاوے) تو دروازے کا کھلا ہوا ہونا (۹) قناعت۔ (بروزِ جمعہ ۲۱ رصفر ۱۴۱۰ھ، بعد نمازِ عصر)

واقعہ :

ایک طالب علم آئے اور اپنی جسمانی بیماری کا ذکر کیا اور عرض کیا کہ میرا پڑھنے میں جی لگ جائے اس کے لئے دُعا فرماویں اور کچھ پڑھنے کے لئے بتلا دیں۔

حضرت جی دامت برکاتہم نے دُعا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ درود شریف اور استغفار چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے پڑھتے رہنا۔

واقعہ :

چند طلبہ حضرت سے مصافحے کے لئے اور دُعا کے لئے آئے۔

حضرتِ والا نے علمِ نافع کی دُعا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ علمِ نافع وہ ہے جو مقارن بالعمل ہو مداوم علی الطاعات ہو۔

Marfat.com

تیرھویں مجلس

اخلاص وصدق

ایک سائل آئے، ان کو حضرتِ والا نے دو روپے دیدیئے، ان کے چلے جانے کے بعد فرمایا یہاں بہت سے سائل آتے رہتے ہیں، الحمد للہ تعالیٰ جو توفیق ہوتی ہے پیش کرتا رہتا ہوں۔ بعض بہت جھگڑالو ہوتے ہیں، برابر آتے رہتے ہیں، اُن کو میں نے کہہ دیا ہے جو میں دیدوں چاہے بیس دیدوں یا دس، پانچ دیدوں اس پر خوش رہنا چاہئے، پھر فرمایا:

سائل پر احسان نہ جتلانا چاہئے:

سائل پر احسان نہ جتانا چاہئے۔ حق تعالیٰ فرمارہے ہیں:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰى۔ (پ۳ع۴)

اے مسلمانو! اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور تکلیف دے کر ضائع مت کرو۔

Marfat.com

بلکہ اس کا احسان ماننا چاہئے کہ اس کی وجہ سے ہمیں صدقہ کی توفیق ہوگئی اور حق تعالیٰ سے توفیق مانگتے رہنا چاہئے :

اللّٰھم وفقنی لما تحبّ وترضٰی مِن القول والعمل والفعل والنیة والھدی انک علٰی کل شیءٍ قدیر۔

اے اللہ ! مجھے ان چیزوں کی توفیق دیجئے جن کو آپ محبوب رکھتے اور پسند کرتے ہیں چاہے قول ہو یا عمل، فعل ہو یا نیت یا طریقہ ہو بلاشبہ آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔

یہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے، تو حق تعالیٰ سے توفیق مانگتے رہنا چاہئے اور سائل کا احسان مند ہونا چاہئے ورنہ حدیث شریف میں آیا ہے :

''ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ مسلمان زکوٰۃ لئے لئے پھرے گا مگر کوئی زکوٰۃ لینے والا نہ ملے گا''۔

خود کو مقدس نہ سمجھنا چاہئے :

اسی لئے حق تعالیٰ نے دوسری جگہ اصحابِ تقویٰ کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے :

فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى۔ (پ۲۷ع۶)

اپنے آپ کو مقدس مت سمجھو، مقدس مت جانو وہ اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ کون مقدس ہے کیونکہ باوجود تقویٰ اختیار کرنے کے ممکن ہے اس میں کوئی ایسی چیز شامل ہو جس کا تمہیں پتہ بھی نہ چلے ہو اور وہ حق تعالیٰ کے علم میں ہے، جو تقویٰ کو مکدر کر دیتی ہے، جس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے، ہمیں نہیں۔ اخلاص بہت اونچی چیز ہے، اسی اخلاص کے خلاف ہونے سے گو اعتقادی نہ ہو شرک آ گیا، چنانچہ حق تعالیٰ فرما رہے ہیں' صوفیاءِ محققین و مدققین کے پاس اپنے مدعیٰ کے اثبات کے لئے قرآن و حدیث سے دلائل موجود ہیں۔ تو حق تعالیٰ فرما

Marfat.com

رہے ہیں :

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝

ترجمہ : جو کوئی اپنے ربّ کی ملاقات کا اُمیدوار ہے' اس کو چاہئے عملِ صالح کرے اور اپنے ربّ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

یہاں بعبادۃ اللّٰہ نہیں کہا، بعبادۃ ربّہ فرمایا ہے۔ اس میں بھی ایک نکتہ ہے تو دیکھئے یہ فرمایا ہے کہ 'اپنے ربّ کی عبادت میں کسی کو شریک مت کرو۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں شرک سے مراد ریاء ہے، تو ہو سکتا ہے کہ متقی کے عمل میں ریا خفی ہو۔ دیکھئے اس آیت میں اخلاص کی دعوت دی ہے۔

اس آیت میں بتلا دیا کہ ہاں اس زندگی کے بعد مرنا ہے، مر کر حشر مجموعی (قیامت) میں اس کی ملاقات اللہ تعالیٰ سے ہوگی، وہاں ایک ایک دانہ، ایک ایک قطرہ کا سوال ہوگا، تو اب مسلمان کو سوچنا چاہئے کہ مجھے اس عالم کے اندر کس طرح رہنا چاہئے، میرے ہر ہر سانس کا جائزہ لیا جائے گا۔ مجھ سے پوچھا جائے گا کہ کیا حق ادا کیا تھا، اس سانس کا جو اندر جا رہا تھا، اگر اندر نہ جاتا تو کیا ہوتا؟ اور جو باہر آ رہا تھا اگر نہ آتا تو کیا ہوتا؟ جب تو سو رہا تھا، تو کیا اپنے اختیار سے سانس لے رہا تھا' اگر وہیں سانس گھٹ کر رہ جاتا اور موت واقع ہو جاتی تو کیا ہوتا۔ بلا اختیار و مجاہدہ اور بلا کاوش سانس کا آنا جانا رہتا ہے، اگر سوچ سوچ کر سانس کا آنا جانا ہوتا تو کیا ہوتا؟ یہ سوچنے کی باتیں ہیں۔

بعض تعلق مع المخلوق بھی تعلق مع الخالق ہی ہے :

ہاں جو مخلوق' خالق کے ساتھ زیادتِ تعلق کا ذریعہ و وسیلہ ہے اس کے ساتھ تعلق' تعلق مع الخالق ہی ہے' وہ تعلق مع المخلوق ہے ہی نہیں' کیونکہ اس مخلوق کا تعلق خالقِ حقیقی

Marfat.com

سے زیادتِ تعلق کا سبب بن رہا ہے بلکہ ایسی مخلوق کی تو خدا سے مہیا کرنے کی درخواست ہے، جس سے خالق کے تعلق میں زیادتی ہوتی ہو۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ خود اس کی درخواست فرمارہے ہیں :

اللّٰھم ارزقنی حُبّک و حبّ من ینفعنی و حبّہ عندک ۔

کہ اے اللہ ! اپنی محبت کا رزق عطا فرما اور اس شخص کی محبت کا جو آپ کے نزدیک آپ کی محبت کے لئے مجھے نافع ہو۔

اس حدیث سے ثابت ہوگیا کہ جس مخلوق کی محبت خالق کی محبت میں نافع ہو وہ مخلوق سے محبت نہیں خالق ہی سے محبت ہے، اور اس محبت کو حدیث میں رزق سے تعبیر کیا ہے۔ ایسے ہی وہ عمل جس سے باری تعالیٰ کی محبت میں زیادتی ہو، وہ عمل بھی خدا کے لئے ہے جیسا کہ ارشاد ہے :

انّی اسئلک حبّک وحبُّ من یحبک و حبّ عمل یقرب الیٰ حبک۔ اے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں اور اس کی محبت جو تجھ سے محبت رکھے اور ایسے عمل کی محبت کی توفیق مانگتا ہوں جو تیری محبت کے قریب کرے۔

ورنہ اس کے برخلاف ارشاد ہے :

اعوذ بعزّتک من شر ما عَملتُ.

میں آپ کی عزّت کے طفیل سے اپنے عمل کی برائی سے پناہ چاہتا ہوں۔

اور ارشاد ہے: **واعوذبک من سَاعة السّوء ومن صَاحب السّوء۔**

اور آپ سے بُری گھڑی سے اور بُرے ساتھی سے پناہ چاہتا ہوں۔

بُرا عمل اور بُرا ساتھی، ساتھی نہیں :

وہ ساتھی کیسا؟ وہ عمل کیسا؟ جس سے حق تعالیٰ کی محبت میں کمی آوے۔ اس کے

Marfat.com

ساتھ اُٹھنا بیٹھنا کیسا؟ وہاں آنا جانا کیسا؟ تو حضور نے بُرے عمل سے پناہ مانگی ہے، بُری گھڑی سے پناہ مانگی ہے۔ اس لئے لَا اِلٰـہَ میں لَا کے ذریعہ سے ان سب چیزوں کو کاٹ کر نفی کر رہا ہے، اور جو خیر ہیں' ان کی نفی نہیں کر رہا ہے۔ اسی میں سیئات بھی آ گئے' ان کو بھی لَا سے کاٹ دیا، پھر سیئات کا ارتکاب ہوتے رہنا کیسا؟ (یہ جملہ ارشاد فرمایا ہوتے رہنا جو استمرار کو چاہتا ہے۔ از محشی)

انسان میں اُنس و نسیان کا عجیب لطیفہ :

ہاں بتقاضائے بشری ہو گیا، جہاں اس کے اندر من حیث المادۃ اللفظیہ اُنس ہے، وہیں اس میں من حیث المادۃ الخلقیہ نسیان بھی ہے۔ اس لئے گا ہے نسیان' گا ہے شر کا ظہور ہو گیا، تو باز پُرس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ چھوٹی موٹی بات تو ہو ہی جایا کرتی ہے۔

حق تعالیٰ کا ارشاد :

اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ۔

جس کا حاصل یہ ہے کہ تم فحش و منکرات سے بچتے رہو۔ یوں چھوٹی موٹی بات ہو گئی اس پر اللہ تعالیٰ نظر نہیں کرتے، تمہارا وجود تو ممکنات سے ہے، اس لئے برائی کا بھی امکان ہے، مگر سوء کا ہوتا رہنا کیسا؟ اسی سوء سے سیئات ہیں' اسی سوء سے صاحب السوء، بُرا ساتھی ہے، بُرے دوست ہیں' یہ سب شریک میں داخل ہیں' من حیث العمل' من حیث العقیدہ نہیں ابھی آپ کے سامنے آیت پڑھی تھی :

فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝

یعنی اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے یعنی اس عملِ صالح کے اندر ریا نہ ملنے پائے ریاء کی آمیزش سے وہ عمل عملِ صالح نہیں رہے گا، صحیح معنیٰ میں پورے

Marfat.com

طریقہ سے، بلکہ اس میں تکدر آ جائے گا۔

اس آیت کے جزاوّل فمن کان یرجوا لقاء ربہ میں ایک خاص نکتہ ہے کہ تم میری ملاقات کے اُمیدوار بھی ہو اور شرکِ عملی، ریا بھی کرتے ہو یہ کس طرح مناسب ہے؟ اور عملِ صالح میں رضاء کی بھی قید ہے جس پر ذاتِ باری تعالیٰ کی رضا مرتب نہ ہو، اس کو عملِ صالح نہیں کہا جائے گا، دیکھنے میں وہ عملِ صالح ہے، مگر جب بقوانینِ شرعیہ رضا مرتب ہوئی تو وہ مرضیات میں سے کہاں ہے؟ مثلاً زوال کے وقت نماز پڑھ رہا ہے، تو عملِ صالح ہے مگر رضا نہیں ہے۔ رات کو جاگا نفل بھی پڑھیں' تلاوت بھی کی' ذکر بھی کیا لیکن آخر رات میں پڑ کر سو گیا کہ صبح کی جماعت چلی گئی۔ کیوں ایسے وقت سویا کہ جماعت چلی گئی تو اس عملِ صالح کے ساتھ سوء مل گیا کہ ترکِ جماعت ہو گئی۔ اس سے تو یہ بہتر تھا کہ رات کو سوتا اذان کے بعد اُٹھ کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا۔ اس نے نوافل کا ایسا اہتمام کیا کہ جماعت چھوٹ گئی تو عملِ صالح میں سوء شامل ہو گیا۔

تحصیلِ خشوع کے لئے ترکِ جماعت جائز نہیں :

اسی طرح بعض لوگ اہتمامِ خشوع کے لئے جماعت چھوڑ دیتے ہیں' کہتے ہیں کہ ہم نے بہت مرتبہ تجربہ کیا ہے جماعت کی نماز میں ایسا خشوع نہیں ہوتا جیسا تنہا پڑھنے میں ہوتا ہے۔ اس لئے گھر نماز پڑھتے ہیں۔ ارے اللہ کے بندے جاہل! وہ نماز جو مسجد میں جا کر جماعت سے بوساوس پڑھی جاتی ہے، گھر میں پڑھی گئی لاکھوں خشوع والی نماز سے بہتر ہے۔ یہ شخص جو مسجد جا کر نماز پڑھتا ہے شریعت کا بندہ یعنی تابع ہے اور تو اے گھر میں نماز پڑھنے والے طبیعت کا بندہ ہے اور طبیعت کے بندہ کو مشرک کہتے ہیں اور شریعت کے بندہ کو خدا کا بندہ کہتے ہیں۔ تو دیکھئے وہ اپنے نزدیک خود کو مخلص سمجھ رہا ہے اور شریعت اس کو مشرک کہہ رہی ہے لیکن یہ مشرک عملی ہے۔

Marfat.com

ایک بادشاہ کی حکایت :

یہاں پر ایک شاہ صاحب آئے تھے، جن کے ایک ہزار مرید تھے، پٹیالیہ کے رہنے والے تھے (سامنے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا) میں وہاں رہتا تھا۔ مسائلِ سلوک کی باتیں ہوتی رہتی تھیں، کئی دن قیام رہا، انہوں نے کہا کہ متعدد مشائخ سے ملتا ہوا آ رہا ہوں۔ ایک دن میں بیٹھا ہوا باتیں کر رہا تھا کہ عصر کی اذان ہوگئی میں اُٹھ کر نماز پڑھنے چلا گیا وہ نہیں گئے۔ نماز کے بعد میں ان کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور ان سے پوچھا آپ مسجد میں نماز پڑھنے نہیں گئے؟ بولے میں نے یہیں پڑھ لی۔ میں نے پوچھا کیوں؟ جواب دیا کہ میں اس وقت ایسی کیفیت کے اندر تھا کہ اگر اُٹھ جاتا تو وہ کیفیت باقی نہ رہتی، میں نے پوچھا تین حالتیں ہوتی ہیں، حالتِ غیبت، حالتِ استغراق، حالتِ سکر۔ تو کیا آپ کو ایسی غیبت تھی کہ نہ اذان سُنی اور نہ نماز کے لئے جانے والوں کا احساس ہوا کہ یہ نماز کو جا رہے ہیں، ایسے غرق تھے؟

اُنہوں نے کہا جی نہیں ایسی کیفیت نہیں تھی بلکہ پوری بیداری تھی، اذان سُننے کی بھی، آپ کے نماز کو جانے کی بھی، وہ بیچارے ناواقف تھے، اسی لئے تو بقدرِ ضرورت شریعت کا علم حاصل کرنا فرض ہے۔ بدوں اس کے اس کا شیخ بننا جائز ہے وہ شیخ کیسے ہو سکتا ہے جو علمِ شریعت سے ناواقف ہو۔ اب چاہے عربی کی مفصّل کتابیں پڑھ کر علم حاصل کریں، چاہے اردو کی معتبر کتابیں پڑھ کر علم حاصل کریں، چاہے کسی عالم سے پوچھ پوچھ کر علم حاصل کریں یا کسی عالم کی مجلس میں سُن سُن کر علم حاصل کریں، مگر علم حاصل ضرور کریں۔

ضرورتِ علم پر ایک بزرگ کی حکایت :

شیخ عبدالقدوس گنگوہی شیخ عبدالحق ردولویؒ کی خدمت میں ردولی پہنچے، جا کر بیعت کی درخواست کی، تو شیخ عبدالحق ردولویؒ نے پوچھا تم نے کچھ علمِ دین حاصل کیا ہے؟

Marfat.com

عرض کیا ابھی تک کچھ حاصل نہیں کیا۔ فرمایا پھر سلوک میں داخل ہونے سے گمراہی ہوگی، آپ پہلے دین کا علم حاصل کیجئے، پھر آیئے، دیکھئے علم کو سلوک حاصل کرنے پر ترجیح ہوگئی۔ اس علمِ دین کا مرکز دہلی تھا۔ چنانچہ شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ نے عرض کیا بہت اچھا، کوئی حجت نہیں کی۔ جب جانے کے لئے اُٹھنے لگے تو فرمایا ذرا سننا' ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب آپ پڑھ کر آئیں گے تو میں زندہ نہیں رہوں گا۔ خیر! میرا بیٹا زندہ ہوگا، اس سے آپ استفادہ کریں۔ عرض کیا بہت اچھا، اگر آج کسی سے کہہ دیا جائے کہ فلاں جو ہمارے سلسلہ میں داخل ہیں آپ اصلاح کا تعلق ان سے کرلیں تو مانتا ہی نہیں لیکن یہ شخص اس شیخ کو بھی نہیں مانتا' اگر اس کو مانتا ہوتا تو اس کو بھی مانتا۔ جب اس کو نہیں مانتا تو اس کو بھی نہیں مانتا۔

صرف جاننا کافی نہیں :

اگر کوئی شخص کہے کہ اللہ کو تو مانتا ہوں لیکن اس کے پیغمبر کو نہیں مانتا۔ جب پیغمبر کو باوجود معجزہ کے نہیں مانتا، کہ معجزہ دلیل وشہادت ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بھی نہیں مانتا۔ جب اس کے پیغمبر ہونے پر اللہ کی شہادت موجود ہے اور پھر نہیں مانتا تو کیسے کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کو مانتا ہے اور ماننے کا نام ایمان ہے جاننے کا نام ایمان نہیں ہے۔ اللہ کو جانتے تو سارے کفار ہیں مگر اس جاننے سے مؤمن نہیں ہوجاتے۔

اسی طرح شیخ کو صرف جاننے سے مرید نہیں ہوجاتا' ماننے سے مرید ہوتا ہے اور اگر نہیں مانتا تو اسے مرید نہیں کہتے' تو اگر مرید کسی سے اصلاحی تعلق قائم کرنے کی ہدایت کے بعد یوں کہے کہ مجھے تو اس سے عقیدت نہیں تو شیخ سے فروتر ہو کر رہنا چاہتا ہے۔ تو یہ مُریدنہیں مَرید ہے' جیسا کہ قرآنِ پاک میں ہے : شیطانًا مَّریدًا۔

دیکھئے شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ نے مان لیا اور عرض کیا بہت اچھا اور علم حاصل کرنے چلے گئے۔ جب علم سے فارغ ہو کر تشریف لائے تو واقعی شیخ کا انتقال ہوچکا تھا، ان

Marfat.com

کے بیٹے سے تعلق قائم کرلیا کیونکہ ان سے ہی تعلق قائم کرنے کے لئے فرمایا تھا مگر نسبت دونوں طرف کی حاصل ہوئی۔ یہ بات اس پر چلی تھی کہ جاہل شیخ نہیں ہوسکتا اور بات ان پٹیالیہ کے شیخ صاحب کی ہو رہی تھی، جنہوں نے کیفیتِ خاص میں مشغول ہونے کی وجہ سے جماعت ترک کردی تھی، تو میں نے ان سے پوچھا' آپ غیبت میں تھے یا استغراق میں تھے اور سکر تو بہت اونچی چیز ہے، اس میں حجابات اُٹھ جاتے ہیں، یہ تو بہت اونچی چیز ہے، انہوں نے کہا کہ ان میں سے کوئی چیز نہیں تھی' میں نے اذان بھی سُنی اور نماز کو جاتے ہوئے دیکھا تو میں نے کہا اس کیفیتِ خاص سے تنہا نماز پڑھنا وساوس والی جماعت کی نماز سے کئی درجہ بہتر ہے کہ جماعت کی نماز شریعت کے موافق ہے اور تنہائی کی نماز طبیعت کے موافق ہے۔ یہ جواب سُن کر ان کی آنکھیں کھل گئیں، بیچارے ناواقف تھے، ان کو اس کا علم ہی نہ تھا، نہ مسائلِ سلوک سے واقف تھے، نہ مسائلِ شریعت سے واقف تھے، ایسا شخص شیخ نہیں پیر ہوا۔ شیخ اور چیز ہے اور خالی پیر اور چیز ہے۔ وظیفچی کا نام پیر ہے کہ نوافل کا اہتمام ہو رہا ہے اور واجبات کو ترک کر رہا ہے۔ دیکھو کیسا اچھا شیخ ہے۔ شیخ کہتے ہیں صاحبِ فن کو۔ یہ کلام ضمناً عملِ صالح میں رضاء کی قید پر آ گیا تھا۔

اخلاص کا حصول شرکِ خفی کے ترک سے ہے، یہ بہت اونچی چیز ہے۔ جب اخلاص آ جاتا ہے تو خلاصی بھی ہو جاتی ہے، کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اخلاص تو ہو اور خلاصی نہ ہو۔ اس لئے کہ جیسے ایمان کو اختیار کر کے شرک و کفر جلی کو چھوڑا ہے اسی طرح اخلاص صحیح معنیٰ میں آ کر شرکِ خفی بھی چھوڑ دیا۔ تو اب خلاصی نہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اخلاصِ صحیح کے بعد ازالۂ رذائل ضروری ہے:

میں یہ کہہ رہا ہوں کہ جب اخلاص صحیح معنیٰ میں حاصل ہو گیا تو پھر اخلاقِ رذیلہ ذمیمہ سے سارے کے سارے سے یکلخت خلاصی نہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ

Marfat.com

اخلاصِ قوی آ گیا تو تمام اخلاقِ رذیلہ سے بالکل خلاصی ہوگئی۔

اصلاحِ نفس کا گُر :

ارے ! ایک ایک خلق رذیل کا کہاں تک علاج کروں گے اور کب تک کرو گے اس کے لئے تو عمرِ خضر چاہئے۔ ارے اخلاص پیدا کرلو، سب کا علاج ہوگیا۔ ایک خلق کے ازالہ میں بڑا مجاہدہ کرنا پڑے گا اور جسم بھی گھل جائے گا، بس یہ بات بڑی خوشی کی ہے کہ اصلاح کے لئے ایک تو اخلاص پیدا کرلو اور پھر یہ تلاش کرلو کہ اس کام کے کرنے کا صحیح طریق کیا ہے؟

صدق واخلاص کی حقیقت :

صدق کا حاصل یہ ہے کہ جس عمل اور جس عبادت کو جس طرح سے ادا کرنے کا شریعت نے حکم دیا ہے کہ عمل میں سوائے رضاءِ الٰہی کے کسی قسم کی کوئی بھی، کبھی بھی کوئی عمل دوسری غرض سے نہ ہو، تو یہ ہوسکتا ہے کہ کسی عمل میں اخلاص تو ہو اور صدق نہ ہو، مگر یہ نہیں ہوسکتا کہ صدق ہو اور اخلاص نہ ہو کیونکہ صدق کی تعریف میں اخلاص بھی داخل ہے۔ ان دونوں میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے۔ دو چیزوں کے درمیان منطق میں چار قسم کی نسبت بیان کی جاتی ہے تساوی تباین، عموم وخصوصِ مطلق، عموم وخصوص من وجہ اگر منطق پڑھی اور سمجھی ہو تو جہاں صدق ہوگا، اخلاص ضرور ہوگا اور جہاں اخلاص ہو ضروری نہیں کہ صدق بھی ہو۔

خلاصہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو فرما رہے ہیں کہ عمل میں صدق بھی ہو اور اخلاص بھی ہو۔ چنانچہ آیۃ وَلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَۃِ رَبِّہٖ اَحَدًا ۝ میں اخلاص کا ذکر ہے جیسا کہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ صحابی جنہوں نے جدید الاسلام ہونے کی وجہ سے نماز سکونِ ارکان کے ساتھ ادا نہیں فرمائی تھی، دوبارہ چلنے کے لئے اور پھر تلاش کرے گا

Marfat.com

کہ اس عمل کو بجالانے کا صحیح طریقہ بقانونِ الٰہی' آداب کے ساتھ کیا ہے؟ تو اب علم کی تلاش ہوگی کیونکہ بدوں علم کے عمل کرنے کا صحیح طریقہ نہیں معلوم ہوسکتا۔ تو اب اخلاص کے ساتھ اس عمل کا صدق بھی حاصل ہوگیا اور اگر عمل کو اس کے صحیح طریقہ کے ساتھ نہیں کیا تو اخلاص تو ہے لیکن اس عمل میں صدق حاصل نہیں ہوا۔ ابھی نقص رہ گیا، ابھی تکمیل حاصل نہیں ہوئی کس طرح؟

اخلاص وصدق کا امتیاز حدیث سے

سنئے ایک صحابی نماز پڑھ رہے تھے حضور ﷺ تشریف فرما تھے' انہوں نے نماز پڑھ لی، سلام پھیر دیا، حضور ﷺ نے فرمایا: قُمْ وَصَلِّ فَاِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ۔ کھڑے ہوجاؤ نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ حالانکہ نماز پڑھی تھی، کس کے لئے پڑھی تھی وہ صحابی تھے، اس کو ذہن میں رکھئے گا، میری گفتگو درسی ہوتی ہے مشائخ جیسی نہیں ہوتی، پیروں جیسی نہیں ہوتی، میں طالب علم ہوں طالب علمانہ بات کرتا ہوں' یہاں سبق پڑھایا جا رہا ہے، بلا کتاب' توفیقِ الٰہی سے' فضلِ الٰہی سے' حضرت والا کی برکت سے' تو وہ صحابی تھے اور صحابی کے اندر اخلاص تو ہوگا نہیں؟ نعوذ باللہ' نعوذ باللہ۔ اگر اخلاص نہ ہوگا تو ریا کاری ہوگی، ان صحابی کے اندر' ظاہر ہے یہ کون کہہ سکتا ہے کہ صحابی میں ریا کاری تھی بلکہ یقیناً اخلاص تھا تو ان کی اخلاص والی نماز کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا: قُمْ وَصَلِّ فَاِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ کھڑے ہوجاؤ نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ بیچارے اتباع رسول میں کھڑے ہوگئے اور دوبارہ نماز پڑھی، آپ ﷺ نے فرمایا قُمْ وَصَلِّ فَاِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ۔ کھڑے ہوجاؤ نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ تین دفعہ اسی طرح ہوا۔ چوتھی مرتبہ جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو ان صحابی نے عرض کیا یارسول اللہ! تو اسی طرح پڑھنا آتی ہے، آپ تعلیم فرمادیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے نماز کا طریقہ ارشاد فرمایا

Marfat.com

کہ جب نماز کو کھڑے ہوؤ، تو تکبیر کہو، پھر جو قرآن آسان ہو اسے پڑھ، پھر اطمینان سے رکوع، پھر سیدھے کھڑے ہو جاؤ، یعنی اطمینان سے قومہ کرو پھر اطمینان سے سجدہ کرو، پھر اطمینان سے جلسہ کرو پھر تمام نماز اسی طرح کرو۔ ھکذا فی ابی داؤد ج۱ ص۱۲۴۔

جب اس صحابی نے اس طرح نماز پڑھی تو حضور ﷺ نے نہیں فرمایا کھڑے ہو جاؤ، نماز پڑھو، تم نے نماز نہیں پڑھی۔

سوال یہ ہے کہ پہلے بھی پڑھی تو حضور ﷺ نے فرمایا پھر پڑھو اور اس مرتبہ بھی پڑھی حضور ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ پھر پڑھو، پہلی مرتبہ کیا کمی رہ گئی تھی۔

تو جواب یہ ہے کہ صدق کی کمی رہ گئی تھی، اس میں صدق نہ تھا یعنی جو آدابِ صلوٰۃ، سکونِ ارکان کے ہونے چاہئے تھے وہ نہ تھے۔ خشوع کا تعلق ہے قلب سے اور خضوع کا تعلق ہے جوارح سے۔ جیسے قلب کے اندر سکون ہونا چاہئے، سکوت ہونا چاہئے کہ ادھر اُدھر کا سوچنا نہ ہونا چاہئے، ایسے ہی جوارح کے اعضاء کا اِدھر اُدھر ہونا بھی نہ چاہئے۔ حرکاتِ اعضاء مختلف قسم کی خلافِ وضع نماز چل رہی ہیں، تو یہ اعضاء کے سکون کے خلاف ہے۔ ہاتھ کبھی کہیں حرکت کر رہا ہے، حرکاتِ متعافہ کے خلاف کبھی یوں کر رہا ہے، کبھی یوں کر رہا ہے، قیام و رکوع و سجدہ کو جس طرح آنکھ جما کر ادا کرنا چاہئے تھا، اس طرح ادا نہیں کر رہا ہے، نہ ہاتھ قابو میں ہے، نہ آنکھ قابو میں ہے، یہ خضوع نہیں ہے۔ یہ خلافِ صدق ہے، ارکان کو جلدی جلدی ادا کر رہا ہے، ابھی رکوع میں پہنچ کر اعضاء کو سکون نہیں ہوا تھا، حرکت باقی تھی کہ جھٹ کھڑا ہو گیا۔ کھڑا ہونے میں جو اعضاء کو حرکت ہوئی تھی، ابھی اس کو سکون نہیں ہوا کہ سجدہ میں چلا گیا، سجدہ میں ابھی سکون نہیں ہوا تھا کہ بیٹھ رہا ہے، ابھی بیٹھنے کی حرکت ختم نہیں ہوئی تھی کہ دوسرے سجدہ میں چلا گیا، یہ خلافِ صدق ہے کہ حکم کو اس کے جس درجہ اور آداب کے ساتھ ادا کرنا چاہئے تھا یہ اس طرح ادا نہیں کر رہا ہے، نماز

Marfat.com

دوبارہ سہ بارہ پڑھنے کا حکم فرمایا، کیونکہ ان کی نماز میں صدق نہیں تھا۔

صحابیؓ مذکور میں صدق کیوں نہ تھا؟

یہاں ایک سوال ہوتا ہے کہ صحابۂ کرامؓ تو اسلام کے عاشق تھے پھر اس صحابیؓ کی نماز میں صدق کیوں نہیں تھا؟ اس کے ایک جواب کی طرف تو اوپر اشارہ ہو چکا کہ ابتداءِ اسلام تھا، احکام آہستہ آہستہ تدریجاً نازل ہوئے ہیں، اب تک ان صحابیؓ کو صدق کی حقیقت معلوم ہی نہیں تھی جب علم ہو گیا تو صدق بھی آ گیا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ان صحابیؓ کو جس طرح نماز پڑھنے کا علم تھا، اس طرح نماز پڑھی تو جس صدق کے اپنے علم کے مطابق مکلف تھے اس کو بجالائے۔ علم سے پہلے اس کے مکلف ہی نہ تھے۔ لہٰذا کوئی شبہ نہیں۔ یہ میں نے صحابیت کے درجہ کو باقی رکھنے کے لئے عرض کیا ہے، پس ان کا وہی صدق تھا، عند اللہ مقبول تھا، مگر رسولِ پاک ﷺ ان کی مقبولیت کو بڑھانا چاہتے تھے۔ شیخ یعنی رسول اللہ ﷺ ان کے صدق کو اونچا اٹھا رہے ہیں، گویا فرما رہے ہیں کہ ابتداءِ اسلام کی وجہ سے تمہارے علم کے مطابق تمہارا صدق نہیں ہے، مگر علم عند اللہ میں صدق اور ہے، اس کمی کو پورا کیجئے، اس کا علم حاصل کیجئے۔

معلوم ہوا کہ علمِ شرع کا درجہ بڑا اونچا ہے، اس سے چھٹکارا نہیں لیکن علم حاصل کرنے کے لئے عربی ہی پڑھنا ضروری نہیں علم ہو چاہے جس طرح ہو جیسا اوپر بیان کیا عربی کی معتبر کتابیں پڑھ کر ہو یا اردو وغیرہ کی معتبر کتابیں پڑھ کر ہو یا کسی عالم سے پوچھ پوچھ کر ہو یا ایسے معتبر عالم کی مجلس میں بیٹھ کر ہو۔ حدیث شریف میں بھی **طلبُ العلم فریضة** اور **اطلبُوا العلم** وارد ہوا ہے **طلبُ الکتب فریضة** یا **أُطلبُ الکتب** نہیں وارد ہوا ہے۔ نیز علم پہلے ہی سے ہے اور تدوینِ کتب بعد میں ہوئی ہے ہاں کتابتِ قرآن وحدیث وہ حضور ﷺ کے زمانہ ہی میں شروع ہو گئی تھی، ہڈیوں پر لکھ لیا، پتوں پر لکھ لیا،

Marfat.com

چمڑے پر لکھ لیا، خیر تو کتابت تو پہلے ہی تھی۔

کتابت زمانۂ مدید سے ہے :

ارے میں کیا کہنا چاہ رہا ہوں غور سے سنو! کتابت تو سابق زمانہ ہی سے چلی آرہی ہے کہ ذاتِ باری تعالیٰ نے لوحِ محفوظ میں تمام اشیاء کو نازل ہونے سے پہلے ہی لکھ دیا ہے، اس کے بعد نزول ہوا ہے۔ تو قرآنِ پاک میں آیا ہے :

نٓ ۝ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝

اوّل نون ہے اور پھر واؤ قسمیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ قلم کی قسم کھا رہے ہیں۔ جہاں حق تعالیٰ نے اور چیزوں کی قسم کھائی ہے وہیں قلم کی بھی قسم کھائی ہے کہ دیکھو قلم کیسی چیز ہے؟ اور قلم کہاں ہوگا؟ اُنگلی میں اور اُنگلی کہاں ہوگی؟ ہاتھ میں اور ہاتھ کہاں ہوگا؟ ذات میں۔ اب یہ فقیر اس قسم کے متعلق کیا کہے، قلم کی کیا قسم کھائی نہ معلوم کیا کیا اس سے استلزام ہو رہا ہے۔ یہ قسم کن چیزوں کو مستوجب و مستلزم ہو رہی ہے؟

اُستاد کی انوکھی تقریر لکھ لینا چاہئے :

تو کتابت بھی ضروری ہوگئی' خاص کر ہمارے اس زمانہ میں کہ حافظے بہت کمزور ہیں اور بالخصوص ہم طالب علموں کے لئے اگر واقعی طالب علم ہے تو قلم کاپی ساتھ رکھے اور استاد کی انوکھی تقریر کو فوراً لکھ لے۔

طلب اور کسب میں فرق :

طالب علم اور ہے اور کاسبِ علم اور ہے۔ طالبِ علم کو بھلا اس کا کہاں موقع ہے کہ اس کا دل اِدھر اُدھر سوچنے لگے' اگر مطالعہ کی فرصت نہیں ہوتی وہ طالب علم نہیں ہے۔ یہ کاسبِ علم ہے۔ دیکھو! حلال وطیّب دنیا حاصل کرنے کے لئے باوجود طیّب ہونے کے

Marfat.com

حدیث میں لفظِ کسبٌ استعمال فرمایا ہے، لفظِ طلب کا استعمال نہیں فرمایا۔ ذرا سوچئے ! پڑھنا' پڑھانا اتنا آسان کر رکھا ہے، کھیل بنا رکھا ہے پڑھنے' پڑھانے کو۔ حلال وطیب مشغلہ کو لفظِ کسب سے تعبیر کیا ہے، طلب سے تعبیر نہیں کیا۔ چنانچہ ارشاد ہے :

کسبُ الحَلال فریضۃٌ بعْدَ الفریضہ۔ حلال کی تلاش کے لئے لفظِ کسب استعمال کیا ہے، طلب نہیں کیونکہ طلب کہتے ہیں اپنے آپ کو مطلوب کے اندر کھپا دینے کو اس طرح کہ کسی دوسری چیز کی طرف رُخ نہ ہو، اس میں لگنا اور لگانا اور کھپانا تو بھلا کہاں ہوسکتا ہے' یہ ہے فرق طلب اور کسب میں۔

معلوم ہوا کہ کسب صدق کو نہیں چاہتا' سرسریت کو چاہتا ہے اور طلب وہ فکر وغور کو چاہتا ہے، سرسریت کافی نہیں ہے، توفیقِ الٰہی، فضلِ الٰہی، میرے شیخ کی برکت، طلب و کسب کا فرق بیان کیا گیا کہ طلب فکر کو چاہتا ہے، کسب فکر کو نہیں چاہتا اور فکر ایک ہی ہے' پھر فکر علم کے ساتھ دوسری جانب کا فکر کیسا ہے؟ وہی درحقیقت طالب علم ہے، طالبِ تربیت ہے، طالب اخلاقِ حسنہ ہے، طالبِ وصالِ حق ہے؟ طالبِ وصول الی اللہ ہے، جو مطلوب کی طلب میں اپنے آپ کو کھپائے ہوئے ہے۔

کسب کے لئے اپنے آپ کو ذلت میں ڈالنے کی ضرورت ہے۔ جو شخص دنیا کا طالب ہے دنیا حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ کو کیسا ذلیل اور حقیر کرتا ہے اور کسی کی تذلیل اور تحقیر کی پروا نہیں کرتا۔ تو اس کے مقابلہ میں طالبِ آخرت بھلا کسی بھی حقارت کی پروا کرے' یہ کیسے گوارہ ہوسکتا ہے؟ اور کسب کے اندر اپنے آپ کو ذلیل کرنا نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے : السّوالُ ذلٌّ ۔ سوال ذلت ہے۔

دیکھئے ! دنیا کے حاصل کرنے کے لئے سوال کی اجازت نہیں دی کہ اس میں ذلت ہے۔ طالبِ آخرت کو کسی کی پروا نہ کرنا چاہئے کہ لوگ کیا کہیں گے؟

Marfat.com

ایک سبق آموز واقعہ :

ایک قصہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس شریف کا یاد آ گیا۔ ظہر کے بعد کی مجلس ہو رہی تھی کہ ایک صاحب آئے، ملاقات ہوئی' باتوں باتوں میں ذکر آ گیا کہ میں نے ریل میں نماز نہیں پڑھی، حضرتِ والا نے پوچھا کیوں نہیں پڑھی؟ کہا کہ اس ڈبہ میں ہنود ہی ہنود تھے، مجھے یہ خیال ہوا کہ نماز پڑھوں گا، ان کے سامنے رکوع' سجدہ میں جاؤں گا' کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ ہنسیں' بس یہ سنتے ہی جلال آ گیا۔ فرمایا :

تو پھر یہ تو ہمارے ایمان پر بھی ہنستے ہیں تو ایمان کو بھی چھوڑ دو۔ مجلس سے اُٹھ جاؤ، مجلس سے اُٹھا دیا۔ میں نے یہ واقعہ بطورِ نظیر کے پیش کیا ہے۔ تو اہلِ دنیا' دنیا کے کمانے میں تو عزت، ذلت کی کچھ پروا نہیں کرتے، طالبِ آخرت اپنی عزت و ذلت کا خیال کرتا ہے۔ دیکھئے! دنیا مطلوب ہے، اس میں اپنے آپ کو کھپا رکھا ہے کہ جا رہا ہے کلکتہ' کو جا رہا ہے دہلی' کو جا رہا ہے مراد آباد' کو' کہاں چیز سستی ملے گی، کہاں مہنگی ملے گی، سستی خرید کر مہنگی جگہ لے جا رہا ہے۔ مارا مارا پھر رہا ہے تو یہ دنیا کا طالب ہوا یا کاسب ہوا، نہ کھانے کی فکر ہے، نہ سونے کی فکر ہے، نہ گھر سے بے گھر ہونے کی فکر ہے کہ راستہ میں کیا ہوگا؟ پورا اپنے آپ کو کھپا رکھا ہے۔

طالبِ دُنیا سے طالبِ علم کو سبق :

تو طالبِ آخرت کو اس طالبِ دُنیا کے مقابلہ میں شرمانا چاہئے، غیرت آنی چاہئے۔ دیکھو! اس طالبِ دنیا نے اپنے جسم اور دل کو طلبِ دنیا میں کیسا کھپا رکھا ہے۔ اس کو دوسری باتوں کے سوچنے کی کہاں فرصت ہے؟ تو طالب علم کیسا طالب ہے کہ غیر علم کے سوچنے کی دل میں جگہ دینے کی فرصت ہوگئی۔ ہاں متقدمین صحیح معنیٰ میں طالب علم تھے' ذرا

Marfat.com

ان کے واقعات کو سنو! ان کے واقعات کو دیکھو! کسے کہتے ہیں طالب علم؟ بات دور پہنچ گئی۔

گفتگو ہو رہی تھی اخلاص کی کہ جب اخلاص آ گیا تو یہ مخلص مجسم اخلاص طلبِ علم میں لگ گیا کیونکہ بلا تفصیلی علم کے اخلاص تو ہوگا' صدق نہ ہوگا، پھر صدق کے معنی بیان کئے تھے کہ عمل کو جس طریقہ سے کرنے کا شریعت نے حکم دیا ہے، اس درجۂ کمال سے بجالانا صدق ہے اور بدوں کمالِ آداب سیکھے ہوئے اس عمل کو کمال کے ساتھ ادا کرنا نہیں ہوسکتا' تو علم کا سیکھنا کس درجہ فرض ہوگا کہ کمالِ عمل جو فرض ہے اس کا موقوف علیہ علم ہے۔ علم نہ ہونے کی وجہ سے اس صحابی میں جن کی نماز کا واقعہ اوپر ذکر کیا گیا، اخلاص تو تھا صدق نہ تھا۔

یہ الگ بات ہے کہ ابتدائے اسلام کا زمانہ ہونے کی وجہ وہ درجہ ان کا صدق ہی تھا، محمود تھا، مگر حضور ﷺ نے یعنی شیخ نے یوں چاہا کہ اس درجہ صدق سے آگے جو درجہ صدق ہے' وہ بھی حاصل ہوجائے، تو ہر عمل میں جیسے درجۂ اخلاص کا ضروری ہے، اس میں درجۂ صدق کا بھی ضروری ہے، ورنہ نقص رہے گا، اسی لئے پیغمبر کو بھیجا، تاکہ ہر عمل کو کر کے دکھلادیں ورنہ یہ بھی ممکن تھا کہ پورا' صحیح لکھا ہوا قرآنِ پاک تختیوں پر لکھ کر اُتار دیتے کہ لو یہاں سے دیکھ لو مگر ایسا نہیں کیا کیونکہ ساری اسلامی زندگی عملی زندگی ہے تو یہ پیغمبر کر کے دکھلائیں گے جیسے یہ کریں، تم بھی کرو۔

پیغمبر کی نقل بھی باعثِ قرب ہے:

یہ الگ بات ہے کہ اصل تو پھر اصل ہی ہے لیکن یہ نقل بھی اصل کے قریب، قریب ہے اور جب قریب، قریب ہے تو قرب بھی ہے۔ ہم کو اسوۂ حسنہ کا مکلّف کیا گیا ہے، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

Marfat.com

تمہارے واسطے رسول اللہ ﷺ کا بہترین نمونہ ہے۔

آپ کی عملی زندگی، عملِ جوارح، عملِ مالی، عملِ اخلاقی، عملِ معاملاتی عملِ معاشرتی، عملِ عباداتی سب ہمارے سامنے ہے، آپ نے سب کچھ کرکے دکھادیا۔ نقلاً بعد نقلٍ نقل ہوتا چلا آرہا ہے۔ اب جب یہ ہے کہ نقلاً بعد نقلٍ ہوتا چلا آرہا ہے تو اپنے جو اکابر ہیں، ان کے عمل کو دیکھو۔ اب رسول اللہ ﷺ کو عمل کرتے دیکھنا ممکن نہیں ہے لیکن آپ کے مطیع اور نائب موجود ہیں، ان کو دیکھنا لازمی ہے۔

علماء کی زندگی کیسی ہونا چاہئے؟

یہاں سے اندازہ کیجئے کہ علماء کی زندگی کس نوعیت کی ہونا چاہئے، من حیث العبادۃ، من حیث المعاملۃ، من حیث المعاشرۃ، من حیث الاخلاق۔ اندازہ کیجئے، ان کے اعمال میں، ان کے اخلاق میں، ان کی معاشرت میں، ان کے معاملہ میں اخلاص بھی ہو اور صدق بھی ہو۔ نہایت خضوع، نہایت خشوع ہو اور یہ خشوع نماز ہی کے لئے مطلوب نہیں ہے، نماز میں تو خشوع مقبولیت کے لئے مطلوب ہے ورنہ یہ خشوع قلب کا ذاتِ باری تعالیٰ کو ہمہ وقت مطلوب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے قلب غیر خاشع سے پناہ مانگی ہے۔ ارشاد ہے: اللّٰھم انی اعوذبک من قلبٍ لایخشعُ۔

اے اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں ایسے قلب سے جس میں خشوع نہ ہو۔

اور خشوع کے بالمقابل قساوت اور سختی ہے اور یہ خشوع خشیت سے پیدا ہوتا ہے۔

ارشاد ہے: خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ۔ جب خشیت ہوگی باری تعالیٰ کی تو دل میں خشوع ہوگا یا قساوت ہوگی؟

سوچئے! بات کہاں جارہی ہے توفیقِ الٰہی سے جب خشوع ہوگا تو خشیت ہوگی اور جب خشیت ہوگی تو خشوع ہوگا۔ اب سوچئے ہمارے اندر قساوت زیادہ ہے یا خشوع؟

Marfat.com

ملائمت زیادہ ہے یا سخت دلی۔ ذاتِ باری تعالیٰ نے قرآنِ پاک کے اندر قساوتِ قلبی کو کفار کی طرف منسوب کیا ہے۔ واہ! اللہ میاں واہ! آیت دل میں ڈال دی۔

اَلَمۡ یَاۡنِ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ تَخۡشَعَ قُلُوۡبُهُمۡ لِذِکۡرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الۡحَقِّ.

(حضرتِ والا پر اس وقت ایک حال طاری تھا، بار بار فرمایا واہ اللہ میاں واہ آپ نے آیت یاد دلا دی مجھ فقیر کو آپ کا شکریہ۔ از: مُحشّی) سنتے رہو میں کیا کہہ رہا ہو: الم یان للذین امنوا (الآیۃ) اے ایمان والو! اے مؤمنو! کب وقت آئے کہ تمہارے قلوب کے اندر خشوع پیدا ہو، کس وقت کا انتظار ہے، کونسی گھڑی کا انتظار ہے، اے مؤمنو! کیا ابھی تک تمہارے اندر خشوع پیدا نہیں ہوا، ذاتِ باری تعالیٰ نے مؤمن سے کس چیز کا مطالبہ کیا ہے خشوع یا قساوت کا؟ ظاہر ہے خشوع کا، ہمہ وقت کا یا صرف نماز میں؟ ہمہ وقت، سوچئے ذرا! کیا اس علم کا یہ تقاضا ہے کہ تمہارے اندر قساوت ہو، اپنوں کے ساتھ بھی اور غیروں کے ساتھ بھی۔ جب گھر میں قدم رکھتا ہے تو قساوت کے ساتھ نہ کہ خشوع کے ساتھ۔ باہر قدم رکھتا ہے تو قساوت کے ساتھ نہ کہ خشوع کے ساتھ' کیا ایمان کا یہی تقاضا ہے؟ جس میں تم کہتے ہو کہ میں مؤمن ہوں' ہاں مؤمن تو ہو' مگر کمالِ رضا نہیں ہے، یہ نقص کا قصہ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ولاتکونوا کالذین اوتوا الکتٰب من قبل فطال علیهم الامد فقست قلوبهم ؕ وکثیرٌ منهم فٰسقون٥

یعنی کیا تم ان لوگوں کے مثل ہونا چاہتے ہو جن کو کتاب دی گئی تھی، پھر ان پر زمانہ دراز گزر گیا' پھر ان کے قلوب سخت ہو گئے اور ان میں سے بہت سے کافر ہو گئے۔

مطلب یہ ہے کہ ان یہود و نصاریٰ کی طرح نہ ہو جانا جن کو کتاب دی گئی تھی، پھر انہوں نے اپنی کتاب کے حکم کے برخلاف شہوات و معاصی میں انہماک شروع کیا' پھر اسی

Marfat.com

حالت میں زمانہ دراز گزر گیا اور توبہ نہ کی، پھر توبہ نہ کرنے کی وجہ سے ان کے دل بہت سخت ہو گئے کہ اضطراری ندامت و ملامت جو گناہوں پر ہوا کرتی ہے، وہ بھی نہ رہی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس قساوت کی بدولت ان میں بہت سے آدمی آج کافر ہیں۔

سو اے مسلمانو! تم ایسے مت ہونا اور گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کر لینا، مبادا کہیں وہ معصیت منجر الی الکفر نہ ہو جائے۔ پس معلوم ہوا کہ ایمان کا تقاضا خشوع ہے پس مؤمن کو خاشع ہونا چاہیے۔

یہ گفتگو اخلاص و صدق پر ہو رہی ہے، اللہ تعالیٰ مؤمن سے اخلاص و صدق دونوں کو چاہتے ہیں اور ان دونوں کا تقاضا خشوعِ قلب ہے جو ہمہ وقت ہونا چاہیے غفلت کیسی؟ اللہ تعالیٰ ہم سب مؤمنوں کو اخلاص اور صدق کے ساتھ تا دمِ آخر قائم رکھیں۔ آمین ثم آمین۔

☆☆☆

Marfat.com

چودھویں مجلس

اسلامی تہذیب اور صفائی

تدبیر کا بہانہ زیبا نہیں :

جب انسان دنیا میں آیا تو کیا تقدیر دیکھ کر آیا تھا کہ دنیا میں آ کر کہتا ہے کہ میں کیا کروں؟ میری تقدیر میں یہی تھا، میں تقدیر پر رہ کے مطابق جو کر رہا ہوں‘ تو کیا کسی کو یاد ہے کہ چلو اوپر سے نیچے کو، تقدیر کے موافق کام کریں گے‘ ہرگز نہیں!

اللہ نے اختیار دے کر بھیجا ہے :

بلکہ جو اختیار اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے، اس کو لے کر آیا ہے کبھی چڑھنے کا، کبھی اُترنے کا، کبھی چلنے کا، کبھی بیٹھنے کا، کبھی لیٹنے کا، کبھی کھڑے ہونے کا، تو جیسے چڑھنے، اُترنے میں، چلنے پھرنے میں، بیٹھے لیٹنے میں اپنے اختیار کو کام میں لا رہا ہے تو اطاعت میں بھی اس کو کام میں لائے۔

Marfat.com

تصوّف کی حقیقت :

جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے :

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَ قُعُوْدًا عَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۔ (النساء:۱۰۳)

کہ کھڑے بیٹھے اور کروٹوں پر پہلے بھی اللہ کی یاد یعنی مامور بہا ''کرنے کے اختیاری کام'' ان کو کرتے رہو۔ منہی عنہا ''ترک کرنے کے اختیاری کام'' ان کو چھوڑتے رہو۔ بس ذرا دوسری چیز جو مانع ہو رہی ہے، اُمورِ اختیاریہ ''مامور بہا'' کے کرنے سے اس کا مقابلہ کرنا ہے اور اسی طرح جو منہی عنہا چھوڑنے کے ہیں' ان کے چھوڑنے میں کوئی چیز مانع آ رہی ہے۔ اس بلا کو ہمت اختیاریہ دفع کرنا ہے۔ بس یہ ہے تصوف۔

چار دن رہے صالح بن کر مصلح بھی ہو گئے اور وہاں چار سال رہے مگر صالح بھی نہیں ہوئے مصلح تو کیا ہوتا ہے؟

چلّہ کے مفید ہونے کی شرط :

کچھ لوگوں کو چلّے کرنے کا شوق ہو جاتا ہے، حدیث شریف میں بھی چلّہ کا ذکر آیا ہے، اس میں برکت ہے لیکن کب؟ جب کہ خلوص ہو، سوائے رضائے الٰہی کے اور کوئی اس میں کسی قسم کی نیت نہ ہو، بس دل میں فکرِ آخرت ہو، عظمت حق محبت ہو۔ توفیقِ الٰہی سے صالح بھی بن گیا اور مصلح بھی بن گیا، پیر بن کر چلے گئے، لیکن کب؟ جبکہ پَیر تلے رہے۔

اُصول کی ضرورت واہمیت :

اُصول ہی کام دیں گے، مسائل فروع کب تک یاد رکھو گے یہ فروعی، جزئی ''ایک خلق کا'' تزکیہ کب تک کرتے رہو گے، اُصول کو پکڑ لو، سارے جزئیاتِ نفسانی کا علاج ہو گیا۔ مسائل تو بہت ہیں یہ اُصول ہیں تب چلو ایک چلّہ صحیح لیکن اس طرح سے کارآمد نہیں

Marfat.com

ہوگا ایک چلّہ، جو عرض کررہا ہوں اس طرح پر رہنے میں ایک چلّہ کافی ہوگا، ان شاء اللہ تعالیٰ ۔ کہ ذرا بائیں سے دائیں کو لانا ہے۔ بایاں شر ہے دایاں خیر ہے، بایاں نفس ہے، دایاں روح ہے، اور وہ بھی خیریت سے دائیں طرف توبہ کرلے کہ بائیں سے دائیں کو لے آئے، اور کیا کرنا ہے؟ مثلاً آپ کو لیٹنا ہے ہوا چاہئے آپ کو، اور چارپائی ہے اندر، تو چارپائی کو اندر سے ہوا میں لانا اور ہوا میں سے پھر اندر لے جانا، اُٹھانا پڑے گی یا نہیں اُٹھانا پڑے گی؟ کھینچو گے؟ چلو کھینچ کر ہی سہی، مگر جب بھی اندر سے باہر لے جائیں گے تب بھی اُٹھا کر یا کھینچ کر لیجانا پڑے گی۔

ذکر لا الٰہ کا طریق :

ایسے ہی یہاں سے "بائیں چھاتی کے نیچے سے" دائیں طرف کھینچ کر لے آؤ، لا الٰہ کے لا کو یہاں سے دل کی طرف کھینچو لا کو کاٹتا ہوا اور پھر الٰہ کو کھینچو، ادھر لا و روح کی طرف دائیں طرف اور پھر "ہا" کہہ دو "ہا" کہتے ہی سب غیر اللہ پیٹھ کے پیچھے پھینک گئے اور پھر اِلا اللہ کہو، بس اللہ میاں آگئے۔ کیا سمجھے؟ مخلوق گئی اور خالق صاحب الجلال وصاحب الجمال بجمال وجلال آگئے، اس طرح لا الٰہ الا اللہ کا ذکر ہے، تب آتا ہے مزا، جب تک ذرا جہر نہ ہو اور جب تک ذرا پوری ضرب نہ ہو کیا ذکر ہے؟ ہاں یہ تسبیح تو ہے تعلق مع اللہ کے لئے، مگر جو تاثیر کلمۂ طیبہ میں طیب ہونے کے لئے ہے جب تک اس طرح ذکر نہیں کرے گا طیب نہیں بنے گا۔ یہ کلمۂ طاہرہ بھی ہے اور کلمۂ طیبہ بھی ہے، تو تسبیح سے طاہرہ تو ہوجاوے گا، مگر طیبہ جب ہوگا جب اس طرح ذکر کیا جائے جو اوپر ذکر کیا گیا۔

طیب کے معنیٰ ہیں لذیذ، مزیدار جبھی تو اس کا کلمۂ طیبہ نام رکھا نہ کہ کلمۂ طاہرہ؟ یہ کلمہ طاہرہ پہلے ہے، طیبہ بعد میں ہے، پاکی پہلے ہے مزیداری بعد میں۔

Marfat.com

یہ کلمہ طیبہ بھی ہے اور طاہرہ بھی :

جب لا الٰہ کہا طاہر بن گیا جب اِلا اللہ کہا طیب بن گیا۔ کیوں؟ اس لئے کہ جب لا الٰہ کہا مخلوق گئی جب الا اللہ کہا خالق آ گیا، جب مخلوق گئی طاہر ہو گیا، جب خالق آیا طیب ہو گیا، تو لا الٰہ الا اللہ کے ذکر کے اندر طاہر ہونا بھی ہے اور طیب ہونا بھی ہے۔

ذکر کے اثر کا اُصول :

یہ اُصول سمجھنا ضروری ہے کہ اختلاط سے بچتے رہو، خلط ملط اچھی بات نہیں، دیکھو! شوربا بہترین ہے، ذرا قطرہ پیشاب کا گر گیا ناپاک ہو گیا، سب بیکار ہو گیا اور ذرا کرکرا پن شوربے میں آ گیا کہ مصالحہ کی سل کو اچھی طرح دھویا نہیں تھا، اس پر مٹی ریت کا اثر تھا، اسی پر کوفتوں کے لئے گوشت پیس لیا، مصالحہ بھون کر کوفتے بنا لئے، جب لقمہ لے کر کوفتے میں سے منہ میں رکھا تو کرکرا پن' تو شوربا تو بڑا خوشبودار ہے، خوش رنگ ہے، مگر خوش ذائقہ نہیں۔

حضرت مولانا گنگوہیؒ کی لطافت کی حکایت :

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خادمِ خاص مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ جو بعد میں مہتمم دار العلوم دیو بند بنے۔ آخر میں مولانا یحییٰ صاحبؒ بھی خادمِ خاص رہے، تو مولانا حبیب الرحمٰن صاحب چائے بنا کر پلایا کرتے تھے۔ حضرت والا نے ایک مرتبہ کا واقعہ سُنایا کہ چائے بنا کر لائے، مولانا گنگوہی نے فرمایا کہ کچھ کچے پن کی بو آ رہی ہے، دوسرے دن چائے بنا کر لائے تو کہا آج نہیں ہے کچا پن، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سوچ میں پڑ گئے بیچارے، کہ جس طرح چائے کے برتن' چائے دانی' دودھ دانی' پیالی دھویا کرتا تھا' آج بھی اسی طرح دھوئے ہیں' یہ آج فرق ہوا تو کیوں ہوا،

Marfat.com

غور کرتے رہے، غور کرتے کرتے سمجھ میں آیا کہ جب پہلے برتن دھویا کرتا تھا تو جو پانی ٹپکتا رہ جاتا تھا، میں اس کو ہاتھ سے پوچھ دیا کرتا تھا لیکن آج جو میں نے دھوئے تو دھو کر تولئے سے صاف کیے تو اس کی تری باقی نہیں رہی اور پہلے تری باقی رہ جاتی تھی، اس لئے آج فرما رہے ہیں کہ کچاپن نہیں ہے۔ یہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی لطافتِ مزاج کی بات ہے کہ اتنی تری بھی محسوس ہوگئی۔

اختلاط کا اثر :

تو دیکھئے مٹی کے اثر سے کرکراپن آ گیا اور پانی کے اثر سے کچاپن رہ گیا۔ یہ ہے اختلاط کا اثر، تو اسی طرح لوگوں کے پاس اُٹھنے بیٹھنے کا خلط ملط کا اثر یہ ہے کہ آنکھیں بھی کچھ خراب ہونے لگیں، کان بھی خراب ہو چلے، زبان بھی آزادانہ چلنے لگی، کیوں؟ اس لئے کہ وہ جو توفیقِ الٰہی سے شیخ کے پاس رہ کر حاصل ہوا بھی تھا، اب وطن پہنچ کر خلط ملط ہونے لگا۔ اتنا پکا رنگ نہیں تھا کہ اس پر غیر کا اثر نہ آوے، جب آپ کا لوگوں کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا ہوا تو لحاظ آنے لگا، تو لحاظ ورعایت میں وہ کیفیت جو طاہر وطیب ہونے کی تھی، لحظہ بلحظہ جانے لگی اور تھوڑی ہی دیر میں جو شخص کہ حکمت لے کر گیا ہے حکمت کے ساتھ بدلحاظ بن گیا۔

اختلاط سے بچنے کی ایک تدبیر :

میرے پاس خطوط آتے ہیں بیچارے بعض مدرسین لکھتے ہیں "دلوں میں خلوت کی محبت ہوگئی تھی، دوسرے مدرسین آ کر بیٹھ جاتے ہیں، مجھے تنگ کرتے ہیں' اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے ہیں' میں کیا کروں؟"

میں نے لکھ دیا کتاب لے کر بیٹھ جاؤ جب اِدھر اُدھر کی بات شروع کریں تو کہو اوہو! بھئی کتاب دیکھ رہا تھا بہت اچھا مضمون نظر آیا اور انہیں سُنانا شروع کر دو، شوق ہوگا

Marfat.com

بیٹھیں گے ورنہ کہے گا کہ میں ابھی تھوڑی دیر میں آتا ہوں' پھر ان شاء اللہ حاضر ہوں گا۔ اس تدبیر سے چلا جائے گا یا تو پھر آئے گا نہیں اور اگر آئے تو جب دو تین دفعہ اس طرح دیکھے گا تو پھر کہنا بھی نہ پڑے گا۔

علم کا تقاضا خلوت کی محبت ہے :

بشرطیکہ اپنے اندر خلوت کی محبت ہو، اور ہونا چاہئے کہ حبب الیہ الخلاء پہلے ہی بخاری شریف میں پڑھایا جاتا ہے۔ جب حضورِ اکرم ﷺ کو خلوت محبوب ہوئی اور خلوت کے ذریعہ سے آپ کا دل جب بنا دیا تب کہیں جا کر بذریعہ وحی علمِ قطعی کا نزول ہوا۔ حالانکہ حضورِ اکرم ﷺ کو آدم علیہ السلام سے (یاد پڑتا ہے) تقریباً تین ہزار برس پہلے نبوت مل چکی تھی، آدم علیہ السلام تو بعد میں پیدا ہوئے مگر اس عالم میں ساری چیزیں آنے والے شاہ کے لئے بہترین طریقہ سے مکمل ہوگئیں، تب ظہور من حیث الجامعیت اس عالم کے اندر آپ کی نبوت و رسالت کا ہوا' لیکن جب تک حضور ﷺ نے پہلے عبادت خلوت کے ساتھ نہیں کرلی اور خلوت سے جب تک محبت نہیں ہوگئی تب تک وہ علوم قطعی بذریعہ وحی آپ پر نازل نہیں ہوئے۔

بلا محبت خلوت علوم مخصوصہ کا ورود نہیں ہوسکتا :

اور ہم طلبہ اور اہلِ علم یوں چاہ رہے ہیں کہ وحی بمعنیٰ وارد، کشف، فراست، الہام بلا خلوت کی محبت کے نازل ہونے لگے ...... ع این خیال است ومحال است وجنوں

یہ خیالی پلاؤ ہیں' جب نبی جس کی خاطر جہاں' زمین' آسمان' سب کچھ پیدا کیا، جب اُن پر علوم بدون محبتِ خلوت کے نازل نہیں ہوئے تو کیا ہم پر نازل ہوجائیں گے؟ ہرگز نہیں، ہاں کچھ الفاظ ونقوش معلومات کی حیثیت سے حاصل ہوجائیں گے، علم تو نازل

Marfat.com

ہونے سے رہا۔

عالم' جاہل برابر نہیں ہوسکتے :

عالم اور جاہل برابر نہیں ہوتا، عالم جاہل برابر کیسے ہوسکتا ہے؟ نہ یہاں دنیا میں برابر' نہ وہاں آخرت میں برابر' عالم یہاں بھی برتر' وہاں بھی بہتر' حق تعالیٰ نے فرمایا ہے :

هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَايَعْلَمُوْنَ ط

اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ o

کیا علم والے اور جہل والے کہیں برابر ہوتے ہیں، لیکن وہی لوگ نصیحت پکڑتے ہیں جو اہلِ عقلِ سلیم ہیں۔

حدیث میں آیا ہے : **فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم۔**

عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی میری فضیلت تمہارے ادنیٰ شخص پر' تو عالم کی بڑی فضیلت ہے۔

علماء کی عملی کوتاہی نہیں دیکھنا چاہئے :

تم مولوی صاحب کی طرف دیکھتے ہو کیسے کام کرتے ہیں اور اپنے کو نہیں دیکھتے کہ تم بھی تو جاہل ہو، انہیں تو خبر ہے کہ جو کام میں کر رہا ہوں حق تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہے اور تجھے تو یہ بھی خبر نہیں تو تُو توبہ کیسے کرے گا اور وہ تو نادم ہے توبہ بھی کرے گا، اُسے معلوم ہے کہ میں بیمار ہوں علاج کرے گا اور تو بیمار ہے تجھے بیماری کی خبر نہیں تو علاج کیسے کرائے گا؟

تو عالم بہرحال بہتر ہی بہتر ہے اگرچہ اس سے گناہ بھی ہو جائے وہ گناہ کو گناہ سمجھے گا اور جاہل گناہ کو گناہ نہیں سمجھے گا گناہ پر اصرار رکھے گا اور عالم تائب ہوگا، توبہ کرے گا، اور حدیث میں ہے :

Marfat.com

التائب من الذنب کمن لاذنب لہ۔

گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے کہ گویا اس نے گناہ ہی نہیں کیا۔

تو اوّل تو بہت مشکل ہے کہ عالم جہنم میں جائے اور اگر بالفرض جائے گا تو جہنم سے نکل کر پھر بہت اونچا مقام پائے گا۔

اے عالمو ! اپنے آپ کو پہچانو :

تو اے عالمو ! اپنے آپ کو پہچانو! جب تم اپنے آپ کو نہیں پہچانو گے تو دنیا میں تمہیں مخلوق کیسے پہچانے گی، پہلے اپنے کو پہچانو۔ طالبانِ علمِ دین نے اپنے کو پہچاننا چھوڑ دیا' اگر تم اپنے آپ کو پہچانتے تو دوسرے تو دیکھتے ہی پہچان لیتے۔

جب تک گانے والے کو اپنا گانا خود پسند نہیں آوے گا' سُننے والے کو بھی وہ گانا پسند نہیں آوے گا، مشہور ہے کہ جب ناچنے والی کو اپنا ٹھمکا پسند نہیں آوے گا تو دوسروں کو کیا پسند آوے گا۔ یہ مثل مشہور ہے۔

مجالس میں بیٹھنا کب مفید ہے ؟

مجالسِ اصلاح میں بیٹھنا چاہیے، بشرطیکہ اعتمادِ کامل اور اعتقادِ جازم بھی ہو، اس سُنانے والے پر، تب آکر بیٹھنا چاہیے، ورنہ نہیں بیٹھنا چاہیے کہ اور زیادہ بگڑنے کا اندیشہ ہے کیونکہ بہت سی بات سمجھے گا تو ہے نہیں نہ معلوم کیا گڑبڑ کرے اور غلط سمجھ جاوے، سُنانے والے پر پورا اعتقاد ہو، جب آکر بیٹھے ورنہ نہیں بیٹھنا چاہیے' اگر اعتماد و اعتقاد نہیں ہے تو بجائے سنورنے کے اور بگڑے گا، اس لئے بھی بعض سے پوچھ لیتا ہوں کہ پوری مجلس کے اندر بیٹھو گے یا بیچ میں اُٹھ جاؤ گے، اگر کہتا ہے بیچ میں جاؤں گا تو کہہ دیتا ہوں جاؤ' ابھی جاؤ تمہیں بیٹھنا جائز نہیں جب تک کہ پوری مجلس کے اندر نہ بیٹھے، بیٹھنا جائز نہیں۔

Marfat.com

عالمگیرؒ کی حکایت :

بادشاہ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مجلس میں ایک صاحب ادھورے وعظ میں اُٹھ کر چلے گئے تھے، انہوں نے ادھوری بات سُنی تھی، لوگوں سے غلط بیان کردی، حالانکہ اس بات کے متعلق پورا بیان آگے آرہا تھا، اس کو سُنا نہیں، اس لئے غلط بیانی ہوگئی۔

عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کو جب یہ قصہ معلوم ہوا تو چونکہ بادشاہ ہیں اس لئے اعلان کر دیا کہ وہ وعظ کے اندر بیٹھے جو اخیر تک بیٹھے ورنہ نہ بیٹھے، یہ واقعہ حضرتِ والا نے سُنایا تھا۔

علماء نے اپنا مقام چھوڑ دیا ہے، اس لئے عوام کو موقع مل گیا ہے ورنہ مسئلہ ہے کہ امام کے پیچھے وہ کھڑا ہو جو صاحبِ علم ہو، علمِ دین رکھتا ہو، اب تو بڑھ بڑھ کر امام کے پیچھے جاہل کھڑے ہوتے ہیں، مسئلہ ضرور ہے' مگر زمانہ فتنہ کا ہے، زمانہ اضمحلال کا ہے، کچھ نہیں کہا جاسکتا، وہ تو جاہل ہے، عالم پر رُعب دکھاوے گا۔

اسی طرح مسئلہ ہے کہ صف امام کے دونوں جانب برابر ہو، اگر دائیں جانب کچھ زیادہ ہوں تو کوئی بات نہیں، بائیں جانب زیادہ نہ ہوں۔ امامت ایک منصب ہے، امام کو چاہئے کہ دائیں بائیں دیکھے، صف کو درست کرے، اسی لئے امام باا ثر ہونا چاہئے، چار پیسے کا امام نہیں۔ "یہ علوم ہیں شریعت کے یہ اصول ہیں"۔

تو حضرت والاؒ نے بائیں جانب جو صاحب تھے ان سے فرمایا آپ ذرا دائیں جانب آجایئے وہ اپنی جگہ سے نہیں ہٹے، کہنا نہیں مانا، بگڑ گیا موڈ، پھر ایک اور صاحب جو کچھ جان پہچان کے تھے وہ نظر آگئے تو اُن سے کہا، یہ تو ہٹتے نہیں آپ ہی آجایئے گا، وہ بیچارے چلے گئے، سمجھے آپ یا نہیں سمجھے؟

یہ حضرت والا کے زمانے کا قصہ ہے اور اب تو یہ زمانہ اور زیادہ فتنہ کا ہے، اب تو جاہل اپنے آپ کو عالم سے اچھا سمجھ رہا ہے، سب سے پہلے مسجد میں چلا جاتا ہے، چلا جانا

Marfat.com

ہی چاہئے اور عالم صاحب کو فرصت نہیں ہے مسجد میں سب سے پہلے جانے کی، دین کا کام کر رہے ہیں، خدمتِ خلق میں لگے ہوئے ہیں، وہ جاہل سے کچھ بھی نہیں کہہ سکتے، زمانہ فتنہ کا ہے، کہہ کر دیکھ لو منہ کی کھانی پڑے گی، اس لئے خاموش رہے۔

زمانۂ فتنہ میں خاموشی اُصولِ شریعت سے ہے :

یہ بھی اُصول ہے شریعت کا کہ جب ذرا فتنہ کا اندیشہ ہو تو خاموش ہو جاؤ، بولو مت چپ چاپ رہو، ورنہ اپنے منہ کی کھانی پڑے گی۔

جامعیت سے کام چلتا ہے :

امر بالمعروف میں بڑی فضیلت ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

کنتم خیر امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف و تنھون عن المنکر۔ (آلِ عمران:۱۱۰)

امر بالمعروف پکارتے پھرتے ہیں لیکن صرف ایک آیت سے کام نہیں چلتا، ساری آیتوں کو ملا کر کام چلتا ہے۔ اسی طرح ایک حدیث شریف سے کام نہیں چلتا، اس ایک حدیث کے متضاد دوسری ساری حدیثوں کو ملا کر کام چلتا ہے، بعض کی عادت ہوتی ہے کہ کہیں کتاب میں کچھ دیکھ لیا، اب سب کو دکھاتا پھرتا ہے اور دوسری جگہ اس کے خلاف مل جاوے، تو پھر کیا ہوگا؟ جو پڑھو سمجھ کر پڑھو، ہدایہ جو پڑھائی جاتی ہے، وہ کتاب بہت عجیب و غریب ہے، وہ فیصلہ کی اور حکم کی کتاب ہے، وہ عدالت کی کتاب ہے، ایک انگریز کہتا تھا کہ اگر ہدایہ (جو عربی مدارس میں پڑھائی جاتی ہے) نہ ہوتی تو ہم عدالت کا کام نہیں کر سکتے تھے۔ یہ ایسی کتاب ہے، انگریز یوں کہہ رہا ہے، اور ہم آج پڑھنے والے پڑھانے والے، جس طرح پڑھنا چاہے، اس طرح نہیں پڑھ پا رہے۔

Marfat.com

سفرِ لندن کا واقعہ :

حضرت والا مسیح اللہ خانؒ جب لندن گئے تھے تو لندن میں دو یونیورسٹیاں جو بہت بڑی ہیں اور کیسا اونچا ان کا نام ہے دونوں یونیورسٹیوں میں تشریف لے گئے، ایک انگریز ان کے ساتھ تھا اور چابی اس کے پاس تھی، وہ کمرے کھولتا رہتا تھا دکھاتا رہتا تھا، دونوں یونیورسٹیوں کا کتب خانہ دیکھا بڑا اونچا، کئی منازل پر مشتمل، ہماری عربی کی ساری کتابیں وہاں موجود تھیں، ایک کتاب کے کئی کئی نسخے موجود تھے۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر ''بیان القرآن'' بھی وہاں موجود تھی، مثنوی شریف کی شرح ''کلید مثنوی'' بھی، جو ہمارے یہاں عربی کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں، وہ سب وہاں موجود تھیں، اور ایسے ایسے موٹے موٹے رجسٹروں میں کتابوں کے نام درج تھے، دو منزلہ پر جا کر میں تھک گیا، تیسری منزل پر وہ انگریز لے جانے لگا، میں نے کہا اب تھک گیا ہوں اب میں اوپر نہیں چڑھ سکتا۔

بہر حال دونوں کو جا کر دیکھا وہاں بورڈنگ جس میں لڑکے رہتے ہیں۔ کیا پوچھو کتنا صاف' کتنا شفاف تھا۔ انتظام ایسا کہ باہر کا ملنے والا، دارالاقامہ میں آ کر نہیں مل سکتا، باپ بیٹے سے نہیں مل سکتا، اپنی آنکھوں سے دیکھا' دربان موجود ہے، وہ پوچھتا ہے، کس سے ملنا چاہتے ہو؟ اپنے لڑکے سے، اس نے کہا بہت اچھا، گیا اور اس کے لڑکے کو بلا لایا' اور اگر کوئی شخص ایسا ہو جس کا لے جانا ضروری ہو، تو کہتا ہے آیئے میرے ساتھ، لڑکے کو اطلاع کی، لڑکا اپنے کمرے میں جہاں رہتا ہے وہاں سے دوسرے کمرے میں جو خالی ہے چھوٹا سا، وہاں بیٹھ کر باپ سے باتیں کر رہا ہے، یا آگے برآمدہ بنا ہوا ہے، جیسے ہمارے یہاں برآمدہ ہوتا ہے، وہاں جاؤ، وہاں بھی میز کرسی ہے، وہاں تو نیچے بیٹھنے کا سوال ہی نہیں ہے۔

باپ بیٹے سے بھی دارالاقامہ میں اس کمرہ میں جا کر نہیں مل سکتا، یہاں تو ویسے ہی معاملہ ہے۔

Marfat.com

یہ دیکھا ہم نے جا کر وہاں...... تو کتب خانہ کو بھی دیکھا، طلبہ کو بھی دیکھا اور دربان کو بھی دیکھا، کنجی بر ، کلی بردار ہمارے ساتھ تھے، نیز یونیورسٹی دیکھنے کے لئے پاس لینا پڑا، یہ نہیں یونہی چلے جاؤ، اور جا کے مدرسہ کے اندر گھس جاؤ، نہیں، دربان روکے گا، پوچھے گا، آپ کے پاس اجازت نامہ ہے؟ اگر نہیں ہے تو مہتمم صاحب انگریزی میں پرنسپل صاحب سے کہتے ہیں، ان سے اجازت لے کر آؤ۔ ہمیں یہ طریقہ معلوم تھا، اس لئے پہلے اجازت لے لی گئی تھی، جب دیکھنے گئے تھے ہم۔

سفرِ مصر:

مصر بھی گیا، مصر کی یونیورسٹی جو دار السلطنت قاہرہ میں ہے وہاں پہنچا۔ بڑی لمبی چوڑی یونیورسٹی ہے، ایسی کہ کیا ہی کہنا وہاں جانے کی بھی اجازت لینی پڑی حالانکہ عربی درسگاہ ہے وہاں پر بھی ایک ہماری جان پہچان کے تھے وہ گئے کہ ہندوستان کے ایک ''ایسے ایسے'' شخص آئے ہوئے ہیں، یونیورسٹی دیکھنا چاہتے ہیں، اجازت مل گئی اندر گیا جب اندر پہنچا تو درس ہو رہا تھا، جو مدرس پڑھا رہے تھے ہمارے ساتھی نے ان سے اندر جا کر کہا کہ ہمارے شیخ ہیں، درسگاہ میں آ کر دیکھنا چاہتے ہیں۔ دیکھو! یہ ہوتی ہے تہذیب، بڑے بڑے ہوتے ہیں، وہ تقریر چھوڑ کر، فوراً اُٹھ کر باہر مجھے لینے کے لئے آئے، اور پھر درسگاہ میں لے گئے، سینکڑوں لڑکے بیٹھے ہوئے تھے، سمت بہ سمت تاکہ اپنے استاد کو دیکھ سکیں، جب میں اندر پہنچا، سب لڑکے کھڑے ہو گئے، بڑے شاندار لڑکے، بڑے بہترین لباس والے لڑکے، سب نے کھڑے ہو کر خوشی کی تالیاں بجائیں جوان لوگوں کا طریق ہے، مجھے ناگوار ہوا، تو میں نے ان کے استاد سے کہا:

''التصفيق للنساء و التكبير للرجال''۔

تالیاں عورتوں کے لئے ہیں، مردوں کے لئے نہیں مردوں کے لئے تکبیر ہے۔

Marfat.com

تو استاد نے کہا : ہندوستان کا شیخ یوں کہتا ہے، فوراً لڑکوں نے اس کا بدل کیا۔ نعرۂ تکبیر' اللہ اکبر۔ ان کی تہذیب دیکھی! فوراً بدل کیا، اسے کہتے ہیں تہذیب، اور ہمارے عربی پڑھنے والے لڑکے تو بڑے لوگ ہیں، بڑے خاندانی لوگ ہیں، مہذب لوگ ہیں، آداب کو سمجھتے ہیں، یہاں تو گاجر، مولی ہیں' یہ کیا سمجھیں تہذیب کسے کہتے ہیں۔

وہاں کے حالات جو میں عرض کر رہا ہوں، یہ سب ہمارے یہاں کے ہیں، مطالعہ سے انہوں نے اختیار کیا، دنیاوی نقطۂ نظر سے انہوں نے فائدہ اُٹھایا اور ہم خالی ہوگئے، اگر ہمارے یہاں کوئی بڑا شخص آجاوے، اور مہتمم صاحب ان کو مدرسہ دکھلانے اپنے ساتھ لاویں تو لڑکے حجروں سے نکل نکل کر دیکھ رہے ہیں کہ کون ہیں جیسے کوئی تماشے والا آگیا ہو، کمروں سے، برآمدوں سے نکل نکل کر دیکھ رہے ہیں اور وہاں ایسا نہیں، سب اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے ہیں، درس نہیں ہو رہا مگر اپنی جگہ بیٹھے ہوئے ہیں، اپنے کمروں سے نکل کر کوئی نہیں دیکھتا۔

مطالعہ کا شغف :

لندن کی یونیورسٹی میں ہم کتب خانہ میں گئے، کتب خانہ کے اندر دو انگریز ایک عورت اور ایک مرد مطالعہ کر رہے تھے، میں اس کمرہ میں گیا جس میں مطالعہ کر رہے تھے، حالانکہ وہ میرے قریب تھے، لیکن ایک نے تو آنکھ سے یوں کر کے بھی نہیں دیکھا، ایک نے ذرا یوں کر کے دیکھا بس فوراً اپنے کام میں لگ گیا۔ دیکھتا نہیں رہا اور یہاں عربی مدرسوں میں برابر دیکھ رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی تماشہ والا آگیا۔

غیروں کے اچھے طریقہ سے سبق حاصل کرنا چاہئے :

نصرانی تہذیب دیکھی آپ نے؟ یہ شرمانے کی شرمندہ ہونے کی بات ہے کہ

Marfat.com

نہیں؟ اور ہے یہ ہمارے گھر کی چیز، انہوں نے مطالعہ سے اختیار کرلی، ان کو ہم مہذب کہہ رہے ہیں، اپنے کو بدتہذیب کہہ رہے ہیں، کبھی جا کر کمرے دیکھ لو کتنے صاف ملیں گے۔

خیر! کمرے جیسے بھی ہیں کچھ تو صاف رہنا چاہئیں یا کوڑا کباڑ رہنا چاہئے؟ جا کر دیکھ لو ! بستر بھی ٹھیک نہیں ملے گا، تکیہ بھی ٹھیک نہیں ملے گا، اُلٹا سیدھا پڑا ہوگا، جہاں بیٹھیں گے جوتے بھی وہیں اُتار رکھے ہوں گے، چوکھٹ سے باہر بھی نہیں چوکھٹ سے اندر اُتار رکھے ہیں۔ سمجھے مولوی صاحبان ! غلط تو نہیں کہہ رہا؟ اگر غلط کہہ رہا ہوں تو آپ وہاں رہتے ہیں، دیکھ لیجئے گا، یہ باتیں سننے کی ہیں اور غیرت کھا کر اپنے گھر کی چیز اختیار کر کے ایسے بننے کی ہیں، مگر کچھ احساس ہی نہیں ہوتا، بولنا بھی نہیں آتا، وہاں پر مدرسہ کے اندر کوئی باہر کا آدمی بلا اجازت جا نہیں سکتا، یہاں اگر روک دیں، دربان منع کردے تو بگڑے گا اور کہے گا کہ اس میں اجازت کی کیا بات ہے؟ یوں سمجھے ہیں کہ مدرسہ میرا ہے اور اگر چندہ دے دیا تو پھر تو یوں سمجھے کہ میں مالک کل مدرسہ کا ہوگیا اور اگر کہیں روٹی دے دی کسی طالب علم کو، تو بس، پھر کچھ مت پوچھو، پھر تو یوں سمجھے، کہ میں آقا بن گیا اس طالب علم کا، اُسے اپنا غلام سمجھنے لگا، یہ تہذیب ہے؟ مگر وہاں باپ بھی بیٹے سے کمرہ میں جا کر نہیں مل سکتا، مدرسہ کے اندر بھی داخل بلا اجازت کے نہیں ہوسکتا۔

یہ ہمارے گھر کی باتیں ہیں، کیا قرآن شریف میں نہیں ہے؟

یا یھا الذین امنوا لاتدخلو ابیوتا غیر بیوتکم حتّٰی تستانسوا وَ تسلموا علٰی اھلھا ؕ ذلکم خیر لکم لعلکم تذکرون ۝

اے ایمان والو! تم اپنے (خاص رہنے کے) گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل مت ہو، جب تک کہ (اُن سے) اجازت حاصل نہ کرلو اور (اجازت لینے سے قبل) ان کے رہنے والوں کو سلام نہ کرلو، یہی تمہارے لئے بہتر ہے، یہ بات تم کو اس لئے

Marfat.com

بتلائی ہے تاکہ تم خیال رکھو (اور اس پر عمل کرو)۔

ادارہ بھی ایک گھر ہے:

تو یہ ادارہ جو ہے یہ ایک گھر ہے، آخر آپ بلا اجازت کیوں آئے مدرسہ کے اندر، ہم نے مانا کہ آپ اسی محلہ میں رہتے ہیں' مگر مدرسہ کے اندر بلا اجازت کیسے آئے؟ ہاں دربان کس لئے ہے، آپ نے اس سے کہا ہوتا، وہ مہتمم صاحب کی اجازت لیتا جب آپ اندر آتے، یہاں تو محلے کے لڑکے کھیلتے ہیں، مسجد کے سامنے میدان ہے وہاں کھیلتے ہیں اور اندر جاکر بھی کھیلتے ہیں اگر منع کردو، تو ابا جان آجائیں لڑنے کے لئے، جیسے مدرسہ کیا ہے' یہی ہمارا گھر ہے۔ یہ دیکھ کر آیا ہوں میں مصر کی یونیورسٹی اور لندن کی یونیورسٹیوں میں۔

وہ مہذب لوگ ہیں، یہاں تو سارا محلہ غیر مہذب ہے، کس کس سے لڑائی مول لیں۔ ان کو چاہئے تھا کہ اپنے لڑکوں سے کہتے کہ "تم کیوں جاتے ہو مدرسہ میں کھیلنے، کرکٹ کھیلتے ہو، وہ مدرسہ ہے یا چوپال، مدرسہ ہے یا بازار، تم کیوں گئے مدرسہ میں۔ اگر مدرسہ میں جاؤ تو پڑھنے کے لئے جاؤ، کھیلنے کے لئے کیوں گئے؟"

یوں منع کرتے، مگر ماں باپ میں سے تو کوئی منع نہیں کرتا اگر مدرسہ والا کہہ دے تو لڑائی مول لے لو، کیا یہ باتیں سننے کے نہیں ہیں؟ اجی غت ربود ہو رہا ہے۔

باپ کو بھی گھر میں بلا اجازت نہیں جانا چاہئے:

اہلِ علم بھی' پڑھے لکھے بھی' قرآن شریف پڑھے ہوئے بھی گھروں میں بلا اجازت داخل ہوتے ہیں حالانکہ مسئلہ ہے کہ گھروں میں اجازت لے کر داخل ہونا چاہئے، حتیٰ کہ باپ کو بھی گھر میں اجازت لے کر جانا چاہئے، نہ معلوم لڑکیاں کس حال میں بیٹھی ہیں، گھروں میں اجازت لے کر داخل ہونا کیا یہ سلوک کا سبق نہیں ہے؟

Marfat.com

پوری شریعت سلوک کا سبق ہے :

کیا لا الٰہ الا اللّٰہ کی تسبیحیں اور نفلیں پڑھنا ہی خالی تصوف اور سلوک وشریعت رہ گئی؟......بس تسبیح پڑھتے رہو، بیٹھے بیٹھے اور جو چاہے کرتے رہو؟ پہلے آدمی بنو، وظیفہ پھر پڑھنا۔ابھی ذکر ہوا کہ باپ کو بھی اجازت لے جانا چاہئے، میاں بھی گھر میں بلا اجازت جاسکتا ہے، نہیں شاید کوئی اجنبی عورت بیٹھی ہو یا عورت ہی اس حال میں بیٹھی ہو کہ شوہر کو دکھانا پسند نہیں کرتی، پہلے پوچھو، تب داخل ہو، یہ ہمارے گھر کی تعلیم ہے، لیکن ہمارے گھر کی تعلیم سے فائدہ وہ لوگ اُٹھا رہے ہیں۔جن کے پاس ہماری کتابیں ہیں، ان کا مطالعہ کرتے ہیں، اس لئے انگریز اس کو اختیار کرتے ہیں، جب انگریز گھر میں آئے گا تو گھنٹی بجائے گا، اندر سے گھنٹی کا جواب آوے گا' تب جاوے گا۔

وقت کی پابندی کا سبق :

زمانہ حکومتِ برطانیہ میں کسی نواب، رئیس سے انگریز کو ملنا ہوتا تو وقت مقرر کیا جاتا۔ چنانچہ فلاں وقت آئے گا۔اب وہ انگریز پہنچ گیا، دروازہ پر گھنٹہ لگا ہوا ہے، گھنٹہ دیکھا، ابھی وقت ہوا نہیں چند منٹ باقی ہیں، دروازہ پر کرسی رکھی ہوئی ہے، وہیں بیٹھ گیا، اس سے پہلے اطلاع بھی نہیں کرسکتا، اندر تو کیا جاتا۔یہ آنکھوں دیکھی بات ہے۔جب اس نے دیکھا کہ ہاں وقت ہو گیا، گھنٹی بجادی جو باہر لگی ہوئی ہے، اب اندر سے اجازت آئی تو انگریز ملنے کے لئے اندر جارہا ہے۔

قانون کی پابندی کا سبق :

میں علی گڑھ بڑے ڈاکخانہ میں گیا، میں نے اندر جا کر جو کام تھا وہ کیا، اتنے میں ایک انگریز بائی سائیکل پر آیا، بائی سائیکل سے اُتر کر جہاں ٹکٹ لفافہ وغیرہ بکتے ہیں وہاں

Marfat.com

آیا۔ ڈاکخانہ کے دروازہ کے قریب ہی ایک کمرہ بنا ہوا ہے، لفافہ وغیرہ وہاں بکتے تھے، اس کو گوند کی ضرورت تھی، دروازہ پر کھڑے کھڑے اس نے ٹکٹ بیچنے والے کلرک سے بات کی، وہ ہندوستانی تھا اور انگریزوں کی حکومت تھی، تو اس ہندوستانی نے انگریز سے کہا کہ اندر آجایئے۔

جس کی حکومت ہوتی ہے، اس کا بچہ بھی سمجھتا ہے کہ میری حکومت ہے، اور جو حکومت میں رہنے والے ہوتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ہم محکوم ہیں، یہ ایک فطری اثر ہے''۔

اس ہندوستانی نے انگریز سے کہا کہ اندر آجایئے، لیکن انگریز اندر نہیں گیا اور اس نے کہا: ''یہ اوپر کیا لکھا ہوا ہے؟'' کہ ''اندر آنا منع ہے''۔ اُس نے دو تین بار اندر آنے کو کہا مگر انگریز اندر نہیں گیا۔ انگریز مہذب ہے باتہذیب ہے، باہر کھڑا رہنے میں اپنی توہین نہیں سمجھ رہا ہے، اور ہم اس میں اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ ... الغرض وہ انگریز اندر نہیں گیا اور وہیں سے اپنا کام کر کے اور بائی سائیکل پر چڑھ کر چلا گیا۔

چیزیں برتنے کے لئے ہیں، فیشن کے لئے نہیں :

ایک انگریز بائی سائیکل پر چلا جارہا ہے اور ایک ہندوستانی بائی سائیکل پر آرہا ہے، وہ انگریز اس ہندوستانی کی سائیکل کے برابر سے گزرا، اس ہندوستانی کے ہاتھ میں گھڑی تھی، اس انگریز نے کہا: ''کیا ٹائم ہوا ہے؟'' اس ہندوستانی نے کہا ''میری گھڑی بند ہے''۔ انگریزی نے کہا ٹھہرو! وہ ہندوستانی ''مسلمان بھائی'' ٹھہر گیا۔ انگریز سائیکل سے اُترا' وہ بھی اُترا، انگریز اس ہندوستانی کے پاس گیا اور آہستہ سے ایک تھپڑ مارا اور کہا: ''گھڑی ٹائم کے لئے ہے فیشن کے لئے نہیں''۔ اگر خراب تھی تو تم نے گھڑی ساز کے یہاں کیوں نہیں بھیجی؟ ہاتھ پر کیوں باندھی؟

ان کی نکالی ہوئی چیز ہے، وہ جانتے ہیں کہ گھڑی کو کس لئے استعمال کرنا چاہئے،

Marfat.com

کس طرح اور کس وقت استعمال کرنا چاہئے، گھڑی بند ہے اور باندھے ہوئے پھر رہا ہے، یہ فیشن کے لئے تھوڑا ہی ہے، انہوں نے تو اپنی ضرورت کے لئے چیزیں ایجاد کی ہیں۔ ان کا جو لباس ہے، وہ اُن کے ملک کے اعتبار سے ہے، کیونکہ وہ سرد ملک ہے، اگر لباس لپٹا لپٹا یا نہیں پہنے گا، کسا کسایا نہیں پہنے گا، تو اس ملک کی ہوا اس کا کام تمام کردے گی۔

بیت الخلاء میں قالین :

جب میں لندن گیا سردی کا موسم تھا، میرے لئے بہت سردی تھی، ان کے لئے بہت کم تھی، بارش ہو رہی ہے، اولے پڑ رہے ہیں، پھر بھی وہ ویسے ہی پھر رہے ہیں، میں ہر وقت چادر اوڑھے رہتا تھا، اوپر سے ناشتہ کے لئے نیچے کمرے میں آیا تو میزبان نے کہا موزے تو ہیں نہیں ''موزے پہن لیجئے''۔ میں نے کہا ارے بھئی موزوں کی کیا ضرورت ہے؟ کہنے لگے نہیں حضرت! یہاں کی سردی ایسی نہیں ہے یہ تلوے سے نکل کر دماغ میں پہنچے گی۔

تو میں نے وہاں جا کر دیکھا کہ ایک خاص قسم کا کپڑا دیواروں سے لگا ہوا ہے، اور جب بیت الخلاء گیا تو دیکھا کہ ایک ہلکی قسم کی قالین بچھی ہوئی ہے۔ جی ہاں! قالین بیت الخلاء میں بچھی ہوئی ہے! اگو عمدہ قسم کی نہیں تھی مگر تھی قالین۔

میں نے پوچھا یہاں بیت الخلاء کے اندر بھی قالین ہے؟ کہا جی ہاں یہاں کی سردی بہت سخت ہے، زمین پر پیر نہیں رکھ سکتے، جوتے پہنے ہوئے قالین پر رکھتے ہوئے تب بیت الخلاء کے قدمچہ پر پہنچیں گے۔ میں سمجھا تھا کہ فیشن کے طور پر، زینت و زیبائش کے طور پر ایسا ہے، اور وہاں کیا معلوم ہوا کہ نہیں صحت کی ضرورت کے طور پر ہے، اب ہم نے ان کی دیکھا دیکھی ان چیزوں کو فیشن میں اختیار کرلیا، وہ فیشن کے اوپر نہیں چلتے بلکہ ان کا لباس وہاں کی ضرورت کے اعتبار سے ہے۔

Marfat.com

ہندوستانی لباس بطورِ فیشن پہنتا ہے :

اور ہم نے ان کی دیکھا دیکھی فیشن کے اعتبار سے شروع کردیا۔ اب دیکھ لو! یہاں ہندوستانی پائجامہ کیسا پہن رہے ہیں؟ اوہو، ہو!! رانوں سے چمٹا ہوا، معلوم ہو کہ نیچے کا حصہ موٹا ہے یا پتلا، دیکھ کر بھی جی بُرا ہو جاوے، اگر کچھ خوبصورت سا ہو، خاص کر اس زمانہ میں تو دیکھ کر طبیعت بھی مائل ہونے لگے۔ تو وہ لوگ فیشن کے طور پر نہیں پہنتے، وہ تو ہم نے نقل کرلی۔ دیکھو! اس انگریز نے کیا کہا کہ گھڑی فیشن کے لئے نہیں ہے، یہ ضرورت کے لئے ہے، جب بند ہے تو باندھ کیوں رکھی ہے؟ ایسے ہی وہ کہتے ہیں کہ یہ ہندوستانی بے وقوف ہیں، ہم نے تو لباس پہنا اپنے یہاں کی ضرورت کے اعتبار سے اور ہندوستانی ہمارے لباس کی نقل کر رہا ہے فیشن کے اعتبار سے۔ یہ بہت بے وقوف ہے اسے عقل نہیں ہے۔

انگریز کی ڈگڈگی :

انگریز نے بندر کی ڈگڈگی بجادی، بندر ناچنے لگا، تو ہندوستانی ناچ رہے ہیں، انگریزوں کی نقل کی فیشن کے واسطے اور یہاں کوئی اور حکومت آئی تو ان کا جی خوش کرنے کے واسطے لگے ننگے سر پھرنے، ہمارے جوان ننگے سر پھر رہے ہیں۔ یہاں تک کا کرتہ پہن لیا، مسلمانی کرتہ بھی گیا، ٹوپی بھی گئی، کہیں خدانخواستہ ننگے پیر نہ پھرنے لگیں، کیونکہ میں تو اس ملک کے بھی کئی شہروں میں گیا ہوں، مدراس گیا ہوں، تو وہاں کا لباس اور ہے، وہاں تو تھانے دار بھی ننگے پیر پھرتا ہے، مدراس میں دیکھا کہ وہاں تھانیدار ننگے پیر چل رہا ہے، کیونکہ وہاں کی معاشرت ہی ایسی ہے، جیسے ہمارے بہت سے گاؤں دیہات والے ننگے پیر پھر رہے ہیں، نہ معلوم ان کے کانٹے چبھتے ہیں کہ نہیں۔ عورتیں ننگے پیر پھر رہی ہیں، نہ معلوم انہیں سردی لگتی ہے یا نہیں لگتی؟

تو مدراس میں اچھا خاصہ آدمی بھی ننگے پیر چل رہا ہے۔ میں نے مدراسیوں کو

Marfat.com

کھاتے ہوئے بھی دیکھا۔ میں ریل کے ڈبہ میں تھا، میں نے دیکھا کہ چاول سامنے ہیں، ایک سینک سی لکڑی اس کے پاس ہے، بجائے ہاتھ سے کھانے کے اس لکڑی سے نہ معلوم کس طرح وہ چاول کھا رہے ہیں اور ہم پانچوں انگلیوں سے کھاتے ہیں تو ہر جگہ کے کھانے کا طریقہ اور ہے، پہننے کا طریقہ اور ہے یہ نقل کیسی ہے؟

ہم نقال ہیں :

تو یہ ہندوستانیوں کا لباس جو ہے، وہ نقالی ہے اور پھر ہندوستانی مسلمان اختیار کرے دوسروں کا لباس، تو کیا وہ بہروپیا ہے، کبھی ہندوؤں کا لباس لے لیا' کہیں انگریزوں کا لباس لے لیا، کبھی کسی اور کا، تو بہروپیا ہو گیا یا نہیں ہو گیا؟ ننگے سر ہی پھرنے لگا، میرے پاس آتے ہیں تو میں ضرور ٹوکتا ہوں، کہتا ہوں ٹوپی کہاں گئی؟ کوئی بچہ ساتھ ہوتا ہے تو کہتا ہوں ٹوپی نہیں ہے، بچہ کی ٹوپی کہیں کوا لے گیا ہوگا، ارے یہ بڑے ساتھ تھے، ان سے بھی کوا نہ مارا گیا، اور تیری ٹوپی کوا لے گیا، اوہو! کیسا کوا تھا وہ، اس طرح کہتا ہوں، کہتا سب کو ہوں، چاہے موٹر کار میں بیٹھ کر کیوں نہ آوے، اگر پائجامہ ذرا بڑا پہنے ہوئے ہے، ٹخنے ڈھکے ہوئے ہیں، تو کہتا ہوں، اوہو بھئی دیکھو! لنگی یا پائجامہ ایڑیوں کے نیچے ہے، کہیں پھنس نہ جاوے، کہیں میلا نہ ہو جائے، اس طرح کہتا ہوں، لٹھ مار بات نہیں کرتا، جو تہذیب کے خلاف ہو، یہاں شلوار کا نام ہی نہیں تھا جب سے یہ پنجابی لوگ آئے شلوار پہننا شروع کر دی' عورتوں نے بھی پہننا شروع کر دی۔

پہلے پردہ بہت تھا :

یہاں پردہ بے انتہا تھا، ہندوستانی مسلمان شریفوں کے یہاں پردہ بے انتہا تھا، یہ پیچھے ''اچھی بی'' کا گھر ہے، یہ سامنے ہمارا گھر ہے، جب گھر میں زندہ تھیں تو اگر ان کو اچھی بی کے یہاں جانا ہوتا تو وہ زمانہ ڈولی کا تھا، ڈولی آوے گی دروازہ کے اندر رکھی جاوے گی،

Marfat.com

اس میں بیٹھیں گی، اچھی بی کے گھر کے دروازہ میں ڈولی والے رکھ کر ہٹ گئے باہر نکل گئے، تب جا کر اُتریں گی، اب ڈولی کا نام ہی نہیں رہا، اب تو جانا آنا پیدل ہوتا رہتا ہے۔

اب تو حکومت اور ہے نیا زمانہ ہے، یہ آثارِ قدیمہ بتلا رہا ہوں تا کہ تم سمجھو۔

میرے والد صاحبؒ کے چھ، سات بچے اِدھر پیدا ہوئے اُدھر مرے، اور میں کچھ دن زندہ رہا، تو زندہ رہنے کی اُمید ہوگئی، پھوپھی صاحبہؒ کی شادی کسی اور جگہ ہوئی تھی وہ آئی ہوئی تھیں، اس زمانہ میں بارش خوب زوروں کی ہوا کرتی تھی، بڑی لوئیں چلتی تھی تو بارش بڑے زور کی ہو چکی تھی، پانی اِدھر سے اُدھر بہہ رہا تھا اور کچھ ہلکی ہلکی بوندیں سی بھی ٹپک رہی تھیں، میری پھوپھی صاحبہ نے کہا کہ میں تو بچہ کو اپنے گھر لے جاؤں گی، ان کا مکان چھ سات کوس کے فاصلہ پر تھا، جہاں شادی ہوئی تھی والد صاحبؒ سے چھوٹی بہن تھیں، وہ بڑے بھائی تھے، انہوں نے کہا کہ بارش بہت ہو چکی ہے اور ابھی بارش ہو بھی رہی ہے، ایسے میں لے جانا تو بہت مشکل ہے، کہنے لگیں ''میں تو آج ہی لے کر جاؤں گی''۔ تریا ہٹ مشہور ہے، بڑی مشکل ہوئی، والد صاحبؒ نے فرمایا: ''ڈولی والوں کو جانا مشکل ہوگا''۔ کہنے لگیں ''میں آج ہی جاؤں گی''۔ مجبوراً کہاروں کو بلایا، کہار آ گئے اور پوچھا ''میاں کیا حکم ہے؟''۔ والد صاحبؒ نے فرمایا کیاں بتاؤں؟ بچہ کو لے جانا چاہ رہی ہے میری بہن، ڈولی کی ضرورت ہے، آپ پہنچا دیں گے؟'' کہاروں نے کہا دیکھو بارش ہوئی ہے ابھی راستہ کیسا ہو رہا ہے اِدھر ابھی بوندا باندی بھی کچھ ہو رہی ہے۔

والد صاحبؒ نے بہن یعنی ''ہماری پھوپھی صاحبہ'' سے کہاروں کی بات بیان کی۔

پھوپھی صاحبہ نے کہا ''میں آج ہی جاؤں گی' ڈولی لے کر آؤ''۔ خانصاحبن تھیں بیچاروں کو ڈولی لانا پڑی۔ پھوپھی صاحبہ مجھ کو ڈولی میں بٹھا کر چلیں' چھ سات کوس کا سفر تھا، مگر اب تو ڈولی کا نام بھی نہیں، تو پہلے بات اس طرح چلتی تھی کہ بلا لاؤ! ہم نے زمانہ کچھ اور دیکھا ہے، اب انحطاط کا زمانہ ہے تو اس انحطاط کے زمانہ کو دیکھ کر چلنا پڑے گا۔ ذرا صبر کے ساتھ کچھ

Marfat.com

شکر کرتا ہوا چلنا ہوگا۔ مجھ سے پوچھو یہ ریاست کے انتظامی اُمور تھے، اس کو ظلم نہیں کہتے' اس کو سختی نہیں کہتے۔

دولت میں مساوات خلافِ فطرت وانتظام ہے :

ولو بسط اللّٰہ الرزق لعبادہٖ لبغوا فی الارض ۔حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دنیا کے سب کے سب انسانوں کو دولت برابر دے دوں، ایسا نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ اگر ایسا کیا جاوے گا تو کوئی کسی سے دبے گا نہیں کیونکہ برابری آگئی اور جب دے گا نہیں تو عالم کا نظام درہم برہم ہوجاوے گا۔ یہ بدانتظامی ہے کہ سب کو دولت برابر دے دی جاوے، سب کو یکساں طریقہ سے رکھا جاوے۔ آج مزدور کاشتکار کو ملنا مشکل پڑ گیا ہے۔

کہتا ہے پہلے میرے یہاں نولائی کرو، پہلے میرے یہاں ہل چلاؤ، پھر میں تمہارے یہاں جاؤں گا۔ نظام خراب ہوگیا تو اب تو بیٹا باپ کا مقابلہ کر رہا ہے۔

شرفاء کی تہذیب کا حال :

اب تو شرفاء کے بیٹے بھی ویسے نہیں رہے جو ہم نے شرفاء کا زمانہ دیکھا ہے: میں ایک رئیس کے پاس بیٹھا ہوا تھا، میری زندگی عورتوں میں نہیں گزری ہے، بھائیو! دتاؤلی کا قصہ ہے، سب سے بڑی ریاست پہلے دتاؤلی تھی، وہاں کے نواب فیض محمد خان صاحب تھے، جن کے چھ بیٹے تھے، ایک لڑکی تھی، حضرت والاؒ فرماتے تھے کہ حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ العزیز ہمارے دادا پیر نے فرمایا کہ نوابوں میں نواب اگر کسی کو ولی دیکھنا ہو تو فیض محمد خان صاحب کو دیکھ لو۔ دتاؤلی کے نواب تھے تو میں ان کے صاحبزادہ عیسیٰ خان صاحب کے پاس بیٹھا ہوا تھا، چھوٹی عمر تھی، داڑھی کچھ معمولی سی نکلی تھی، کسی وجہ سے گیا تھا، میں نے اپنے آنے کی اطلاع کی، ان کے کارندے تھے، انہوں نے اجازت دیدی میں اندر پہنچا، وہ بیٹے پوتے والے تھے، لیکن جب میں پہنچا تو کھڑے ہوگئے، یہ تہذیب تھی ہمارے

Marfat.com

یہاں، اور میں چھوٹا سا تھا، ان کے بیٹے بھی مجھ سے بہت بڑے بڑے تھے لیکن مجھے دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا تشریف رکھئے، پھر گھنٹی بجادی، ان کا لڑکا اندر سے آیا، مگر دیر میں آیا، شاہی سلام کیا یعنی ذرا جھک کر، یہ بات الگ ہے کہ یہ سلام ناجائز ہے۔ خانصاحب نے چپکے سے جواب دیا اور ترچھی نگاہ کے ساتھ لڑکے کی طرف دیکھا، لڑکا کانپ گیا، اب بولتے نہیں خان صاحب، میں یہ تماشہ دیکھ رہا ہوں ... کھڑا ہوا ہے، کچھ وقفہ کے بعد کہا دیر کیوں ہوئی؟ لڑکا سہم گیا، پھر کہا جاؤ! وہ چلا گیا ہم نے وہ زمانہ دیکھا ہے۔ اب اس طریق کو برت نہیں سکتے، اب استعمال نہیں کرسکتے، انحطاط کا زمانہ ہے، اضمحلال کا زمانہ ہے اور سُنو! ہمیں رات کو ایک دفعہ گھر آنے میں دیر ہوگئی، کبڈی کھیلنے چلے گئے تھے بڑوں کے ساتھ، عشاء کی نماز ہوگئی، اب طبیعت کانپ گئی ہمارے یہاں کوئی خانصاحب کا لڑکا بے نمازی نہیں تھا عورتیں بھی بے نمازی نہیں تھیں، نماز پڑھ کر مسجد سے گھر آیا، کنڈی کھلی ہوئی ہے، میں اندر گیا، کنڈی لگادی، والد صاحبؒ بڑے سخت ناراض تھے، بے انتہا خفا تھے۔ پوچھا: ''دیر کیوں ہوئی؟''

عرض کیا وہ فلاں فلاں بڑے لڑکے کبڈی کھیلنے چلے گئے تھے، ہم بھی چلے گئے، وہاں اس لئے دیر ہوگئی۔ فرمایا: ''نماز پڑھ لی؟'' عرض کیا جی پڑھ لی۔ فرمایا: ''آج تو معاف کرتا ہوں اگر آئندہ ایسا کیا تو ٹھیک نہیں''۔ عرض کیا بہت اچھا، ہم کانپ گئے اور اب؟ بیٹا کپکپا رہا ہے باپ کو تو جس نے یہ زمانہ دیکھا ہو، اس کا پھر اس وقت کس طرح گزارا ہو رہا ہوگا؟ تقابل دکھا رہا ہوں اُس زمانہ اور اِس زمانہ کا، اور اس سے پہلے تقابل دکھایا تھا، مصر اور لندن یونیورسٹیوں کا اور امام کے پیچھے مسجد میں کھڑے ہونے کا، کہ حکم تو یہ ہے کہ اہلِ علم امام کے پیچھے کھڑے ہوں، مگر اب جاہل اُڑ کھڑا ہوتا ہے۔ تو تقابل دکھا رہا ہوں۔ لہٰذا یہ زمانہ کچھ ایسا ہی ہے، اس میں بڑے نیچے ہو کر رہو، بولو مت، ورنہ منہ کی کھاؤ گے، بس خاموش!

Marfat.com

علماء صاحبان زمانہ کو پہچانیں :

ہر جگہ مسئلہ بتلانا بھی مشکل ہے، شریعت کہہ رہی ہے کہ زمانہ کو دیکھو، اے علماء! ہاں ہر جگہ نہ بولو جہاں : ''من رأی منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ'' ہے وہیں ''فان لم یستطع فقبلبہٖ'' بھی ہے۔

جس کا مطلب ہے خاموش رہو، بولو مت، منہ کی کھاؤ گے۔ یہ نہیں کہ ہر جگہ مسئلہ بگھارنے لگے، مسئلہ بتاؤ، لیکن اہلِ علم کا، علماء کا یہ کام نہیں کہ ہر جگہ مسئلہ بگھارنے لگے، بولنے لگے؛ پہلے دیکھ لو کہ مخاطب کیسا ہے جس سے میں کہہ رہا ہوں؟ وہ آدمی کیسا ہے، کیسے مزاج، کیسی طبیعت کا ہے؟ کہیں پھکڑ تو نہیں، کہیں زبان دراز تو نہیں ہے، وغیرہ وغیرہ۔

میں نے ان خان صاحب کے واقعہ سے دکھلایا ہے کہ تہذیب کسے کہتے ہیں۔ ادب واحترام کسے کہتے ہیں، بڑے چھوٹے کا، علم اثر کسے کہتے ہیں، تہذیب تو نام ہی کسی اور چیز کا ہے، کہا جاتا ہے هَذَّبَ الشَّجَرَ اس نے درخت کو مہذب کیا۔ باغیچہ ہوتا ہے ایک ہم جیسوں کا باغیچہ ہوتا ہے، ایک رئیسوں اور نوابوں کا باغیچہ ہوتا ہے، تو نوابوں کے باغیچوں میں ملازم ''مالی'' ہوتا ہے، وہ جو درخت لگے ہوئے ہوتے ہیں، ان کو چھانٹتا ہے، کوئی اونچی شاخ ہے کوئی نیچی شاخ ہے، ان کو چھانٹ کر کیسا کرتا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس پر چارپائی بچھا کر لیٹ جاؤ۔ یہ ہے عربی کی لغت هذّب کی تفصیل، یعنی شاخیں پوری یکساں کانٹ چھانٹ کر برابر ٹھیک کر دی۔

اس کو کہتے ہیں تہذیب جس سے عربی کا لفظ هَذَّبَ بنا، جس کے معنی اوپر بیان کیے گئے، پھول بھی بنائے جاتے ہیں، جو لوگ جانتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ پھول بھی بنائے جاتے ہیں، تو یہ تہذیب انسان ہی کے لئے نہیں ہے، بلکہ درختوں کے لئے بھی ہے، یہ تہذیب پھولوں کے لئے بھی ہے اور بتاؤں؟ یہ تہذیب کتوں کے لئے بھی ہے، جو کتے

Marfat.com

بڑے بڑے رئیس لوگ رکھتے ہیں، انگریز لوگ رکھتے ہیں، نواب لوگ رکھتے ہیں، شکار کے لئے جو کتے رکھے جاتے ہیں، اُن کو بھی تہذیب سکھائی جاتی ہے۔

مشکوٰۃ شریف میں ''کتابُ الصید'' پڑھی ہوگی، کتاب الصید میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کے سکھانے کا طریقہ سکھایا ہے، بتایا ہے یہ کیا جانے بچارے بیٹھے ہوئے، انہیں کیا معلوم؟ یہ سمجھے کہ ہمارے یہاں عربی مدارس میں یہی نماز، روزہ پڑھایا جاتا ہے۔

تو ہم عدالت کا کام نہیں کر سکتے تھے۔ یہ ہدایہ ہمارے یہاں پڑھائی جاتی ہے اور مسلمان کیا سمجھتے ہیں۔ یہی نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ سکھایا جاتا ہے، اور کیا سکھایا جاتا ہے یادرکھو! ہمارے یہاں وہ سب کچھ پڑھایا جاتا ہے جو کالجوں کے اندر پڑھایا جاتا ہے۔

حضرت مجددؒ تھانویؒ کا گھر میں داخل ہونے کا طریق :

حضرتؒ جب گھر جاتے تھے تو سیدھے ہاتھ میں بیت ہے، چلے جارہے ہیں، دروازے پر پہنچے، بیت سے کواڑ کو تین دفعہ بجارہے ہیں، پھر فرمارہے ہیں: ''السلام علیکم'' اندر سے بچہ بولا آجائیے، میں یہ سب منظر دیکھ رہا ہوں، لیکن نہیں گئے جب بڑے شخص کی آواز آئی ''تشریف لائیے'' جب اندر گئے بڑے میاں ''یہ بڑے میاں محبت میں کہہ رہا ہوں''۔ اپنے گھر میں داخل ہو تو اجازت لے کر، لیکن مولوی صاحب ہیں کہ چلے جارہے ہیں کہ جہاں پردہ بھی ہے، لیکن اب تو پردے اُٹھ گئے، پھوپھی زاد، خالہ زاد، چچازاد، تایازاد اور ماموں زاد وغیرہ وغیرہ، قریب کے رشتہ داروں سے کیا پردہ نہیں ہے؟ جس سے نکاح ہے اس سے پردہ بھی ہے، دیکھئے گھر میں چلے جارہے ہیں، گھسے ہوئے اور وہیں جا کر بیٹھے، برابر میں کیا اندھیر کھاتہ ہورہا ہے؟

اسی طرح سے ادارہ ''مدرسہ'' چہار دیواری کے اندر ہے، چہار دیواری کی کیا

Marfat.com

ضرورت تھی اور پھر اونچی اونچی دیواروں کی کیا ضرورت تھی؟ کوئی وہاں عورتیں رہتی ہیں، تو جیسے رہنے کا گھر ہے، اسی طرح ادارہ اور مدرسہ بھی ایک گھر ہے، تو پھر عام آدمی کا مدرسہ کے اندر بلا اجازت جانے کا سوال کیا؟ اگر اپنے بیٹے سے ملنا ہے یا رشتہ دار سے ملنا ہے، تو پہلے اجازت لو مہتمم صاحب سے، اگر مہتمم وہاں نہیں ہیں تو ان کا قائم مقام ہوگا، دربان سے کہو کہ اطلاع کردے، میں ملنا چاہتا ہوں۔ یہ تو کیا ہوتا اب تو مدرسہ کے پھاٹک کے اندر گلی ڈنڈا ہی کھیل رہے ہیں، منع کردو تو برا مانے گا۔

اسی طرح ابا جان آئے کسی سے پوچھا میرا فلاں نام کا بیٹا کہاں رہتا ہے، کسی نے بتلا دیا فلاں کمرے میں ہے، بس سیدھے اسی کمرہ میں گھسے چلے جا رہے ہیں، اب لڑکے کس حال میں بیٹھے ہوئے ہیں، لیٹے ہیں، کیا کر رہے ہیں، انہیں اس کی کچھ پرواہ نہیں، بس گھستے چلے جا رہے ہیں، جیسے اپنی کوٹھی میں جا رہے ہوں، کیا تہذیب ہے اور یہ کیا ادب و لحاظ ہے؟ کیا یہ باتیں سُننے کی نہیں ہیں؟ مدرسہ والوں کو سننے کی ضرورت نہیں؟ ذمہ داروں کے سننے کی نہیں ہیں؟ ہم نے کچھ اور زمانہ دیکھا ہے، اب تو خاموش رہو، انحطاط کا زمانہ ہے، گرا پڑا زمانہ ہے بولو مت، لڑائی مول لے لی جائے گی۔

تو ہماری کتابوں کے مطالعہ سے انگریزوں نے دنیا کا نفع اُٹھایا، تہذیب کا نفع حاصل کیا' ہمیں معلوم ہے کہ اسلام کے آنے سے پہلے لندن وغیرہ انگلستان کا کیا حال تھا؟ ہمیں معلوم ہے ہم نے تاریخ پڑھی ہے، ایسے تھے جیسے کوئی جانور ہوتا ہو، انسانیت تھی کہاں؟ یہ تو ہماری کتابوں کے مطالعہ سے بنے ہیں، اور ہم بگڑ گئے، پڑھ کر بھی۔

انہوں نے تو مطالعہ سے تہذیب حاصل کر لی اور ہم پڑھ کر بھی تہذیب حاصل نہیں کرتے، حجروں کو جا کر دیکھ لو، کیسے صاف پڑے ہوں گے، کبھی جا کر دیکھتے بھی نہیں ہیں ذمہ داران کہ کمروں کا کیا حال ہے؟ حجروں کا کیا حال ہے بستر کیسے کیسے ہو رہے ہیں،

Marfat.com

چارپائی تکئے کیسے ہو رہے ہیں، جوتے کہاں پڑے ہوئے ہیں اور جا کر کیا دیکھیں، اگر آج جا کر دیکھ بھی لیا اور کہہ سُن بھی لیا تو دو تین روز مشکل سے ایسا رہے گا اور اس کے بعد پھر وہی بیڈھنگا پن، وہ تو اسی کی طبیعت کا رنگ ہی کچھ اور قسم کا ہے "غیر مہذب" وہ تو اسی طرح رہے گا، تو روز، روز کون جا کر کہے جب تک کہ اپنے اندر ہی کچھ تہذیب نہ آ جاوے، ایک دفعہ کہہ دیا، دو دفعہ کہہ دیا، اس طرح اس اس طریقہ سے رہو، یہ لڑکوں کے بھی سننے کی باتیں اور ذمہ داروں کے سننے کی بھی باتیں ہیں۔ اجی ! آج مجلس عجیب ہو رہی ہے کیا یہ مجلس نہیں ہے کیا یہ باتیں سننے کی نہیں ہیں؟ سمجھنے کی نہیں ہیں؟ کیا یہ تہذیب اخذ کرنے کی نہیں ہے؟ عربی طلبہ کو کیسی تہذیب حاصل کرنا چاہئے، دوسروں کی تہذیبوں کو سن کر کیسا مہذب بننا چاہئے؟

ایک انگریز مسلمان کا واقعہ :

ایک انگریز بیچارہ اچھے خاندان کا مسلمان ہو گیا، اس کا جی چاہا کہ میں ہندوستان جاؤں، ہندوستان آیا تو وہ رئیس نوابوں سے کچھ بڑے لوگوں سے ملتا جلتا رہا، بیٹھتا اُٹھتا رہا، نماز کا وقت آ گیا، تو محلہ کی مسجد میں وہ انگریز نماز پڑھنے کے لئے آیا، چار چھ آدمی جن سے وہ انگریز مل کر آیا تھا اس کے ساتھ آ گئے، جب وضو کرنے نالی پر بیٹھا تو دیکھا نالی خراب ہو رہی ہے، میلی کچیلی ہو رہی ہے، انگریز نے کہا: "کیا یہاں کوئی صفائی کرنے والا نہیں"؟ تو ساتھیوں نے کہا جی ہاں صفائی والا ہے۔ انگریز نے کہا: اوہو! پھر یہ نالی کس قدر گندی ہو رہی ہے، اس میں کوڑا کباڑ اٹکا ہوا ہے"۔ تو مسلمان مؤذن بولے: "ارے مسلمان تو ہو گیا تو لیکن تیرے دماغ کے اندر سے انگریزیت کی بُو نہیں گئی، صفائی صفائی صفائی لئے پھر رہا ہے"۔

تو وہ مسلمان کیا سمجھا کہ صفائی انگریزوں کے یہاں ہے، صفائی انگریزوں کے یہاں کی چیز ہے، اور انہوں نے سیکھا ہے ہم سے اور، مسلمان کیا سمجھا؟ کہ اُن کے گھر کی

Marfat.com

چیز ہے، اپنے گھر کی چیز کو کہہ رہا ہے کہ ان کے گھر کی چیز ہے۔

ان میں سے ایک نے اس مسلمان انگریز سے کہا کہ آپ اس کی بات کا کچھ خیال نہ کیجئے گا، یہ مؤذن بیچارے ایسے ہی بھولے بھالے سادہ لوگ ہوتے ہیں۔ ان شستہ مسلمانوں کو خیال ہوا کہ کہیں انگریز بُرا اثر نہ لے، اس انگریز نے کہا: ''میں اس پر ایمان نہیں لایا اسلام کا مطالعہ کر کے اسلام کو سمجھ کر اس پر ایمان لایا ہوں، مجھ کو معلوم ہے کہ اسلام کے اندر صفائی کا کیا درجہ ہے؟''

صفائی کا شرعی اُصول:

اللہ تعالیٰ کا فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچا رہے ہیں، نَظِّفُوْا اَفْنِيَتَكُمْ یہ صفائی کا اُصول ہے۔ میں نے شروع میں عرض کیا تھا کہ اسلام کے اندر کچھ اُصول ہیں تو اُنہیں میں سے صفائی کا ایک اُصول یہ ہے کہ نظفوا افنیتکم، فناء جانتے ہو گھر کے باہر جو پھاٹک ہوتا ہے اس پھاٹک کے باہر جگہ ہوتی ہے اس کو فناء کہتے ہیں۔ تو اسلام، اللہ اور اللہ کا رسول ﷺ کیا تعلیم دے رہے ہیں کہ تمہارے نکلنے کے دروازہ کے باہر جو جگہ پڑی ہوئی ہے اس کو صاف رکھو۔ یہ نہیں کہا کہ گھروں کو صاف رکھو، یہ کلام کی بلاغت ہے۔ یہ فرمایا کہ دروازہ کے باہر صاف رکھنے کا کیسا حکم ہوگا؟ اس کو خود سمجھ لو۔ شہروں میں میونسپلٹی ''صفائی کا محکمہ'' اور قصبات میں ٹاؤن ایریا ''صفائی کا محکمہ'' یہ ہم سے سیکھا ہے کہ نالیوں کو صاف رکھو، سڑکوں کو صاف رکھو، اگر کوئی چیز پڑی ہوئی مل جایا کرے تم ہاتھ سے اُٹھا کر ایک طرف رکھ دو، کہیں ایسا نہ ہو کہ کیلے کا چھلکا پڑا ہو، پیر پھسل جائے، اینٹ وغیرہ پڑی ہوئی ہے، کوئی تیزی میں جاوے، ٹھوکر لگے گر جاوے، اندھا جاوے، ٹھوکر لگے گر جاوے، کانٹے پڑے ہوئے ہوں، ان کو ہٹا دو۔ حدیث میں ہے:

اماطة الاذیٰ عن الطریق ۔ یہ ایمان کا جز ہے یعنی جو چیز تکلیف دہ ہو وہ راستہ

Marfat.com

سے ہٹادو تو دیکھئے! محکمۂ صفائی ہمارے یہاں ہوگیا، سڑکوں کا صاف کرنا، نالیوں کا صاف کرنا ہم سے سیکھا ہے۔ اب تو معلوم ہوگیا کہ اسلام کیا ہے؟ اسلام کی تہذیب کیا ہے؟ اسلام میں صفائی کا درجہ کیا ہے؟ آداب کیا ہیں؟

نَظِّفُوْا اَفْنِیَتَکُمْ سے تصوف کا ثبوت :

جب میں لندن گیا تھا تو وہاں ایک شہر میں مجھے دعوت دی تھی، میں نے یہ حدیث نظفوا افنیتکم پوری پڑھی تھی اور میں نے کہا تھا کہ لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ انگریزوں کے اندر صفائی ہے اور اسلام میں صفائی نہیں۔ حالانکہ اسلام نے تو دروازہ کے باہر جو جگہ ہے اس کے بھی صاف کرنے کا حکم کیا ہے۔ اس سے اندازہ کرو کہ جب گھر کے باہر کی صفائی کا حکم ہے تو گھر کے اندر کی صفائی کا حکم کیوں نہ ہوگا؟ اور جب گھر کی صفائی کا حکم ہے تو خود بدن جو انسان کا جز ہے اس کی صفائی کا کس قدر حکم ہوگا کہ وہ تو انسان کا جز ہے، انسان کا وجود ہی جسم اور روح سے ہے اور پھر اس حدیث شریف سے احقر نے آپ کے خادم نے تصوف ثابت کیا تھا اس طرح سے کہ جب جسم کے صاف کرنے کا حکم ہے جو کہ انسان کا ظاہری جز ہے تو پھر روح جو باطنی جز ہے جس سے انسان کے بدن کا قوام اور بقا ہے۔ تو اس کی صفائی کا نام تصوف ہے۔

طالب علم شاہِ دین ہے :

طالب علم واقعی شاہِ دین ہے اور بادشاہ کے ساتھ ہوتا ہے؟ غیر مہذب ہوتا ہے کہ جہاں چاہے جا کر بیٹھ گیا جس گلی میں چاہے چلا گیا جس بازار میں چاہے چلا گیا، اڈوں پر جا کر گھومنے لگا جو جی میں آیا کرلیا، یہ تہذیب ہے تمہاری، تمہارے ساتھ غیر قسم کے عام آدمی بھی آ کر شریک ہو کر تماشہ دیکھیں، کھیلیں، یہ کیا طریقہ ہے تمہارا؟ اگر کھیل کھیلنا ہے تو

Marfat.com

اپنی جگہ پر کھیلو، کون منع کرتا ہے، نمازوں کا خیال رکھو، اسباق و درس کے گھنٹے کا خیال رکھو، کون منع کرتا ہے، مگر دوسرے آ کر کیوں شریک ہوئے؟ تم طالب علم ہو اپنے کو پہچانو۔ تم اپنے کو پہچانو گے تب ہی تو لوگ تم کو پہچانیں گے ورنہ یوں کہیں گے کہ یہ ہیں طالب علم، جو پھر رہے ہیں اِدھر اُدھر، اگر شہروں میں پڑھ رہے ہیں تو چاندنی چوک میں پھر رہے ہیں، بازاروں میں پھر رہے ہیں، پارکوں میں چلے گئے، باغیچوں میں چلے گئے، یہ عربی کا طالب علم ہے، یہ تہذیب ہے۔

وہ علم کا مقام کیا ہے؟ یعنی ذاتِ باری تعالیٰ نے حضورِ اکرم ﷺ پر علمِ قطعی بطریقِ وحی نازل فرمایا، اسی کو عربی کا طالب علم حاصل کرتا ہے۔ اب اس کے اندر دیکھو کہ کیسی تہذیب ہونا چاہئے اور کیسی تہذیب باہر ہونا چاہئے۔

آج تہذیب کا بیان ہوا، تو جب دروازہ سے باہر صفائی کا حکم ہوا ہے تو کپڑے میلے ہونا چاہئیں اور کپڑوں کے اندر کا بدن میلا ہونا چاہئے اور جو بڑی چیز مدارِ زندگی ہے یعنی روح وہ میلی ہونی چاہئے۔ یہ دروازہ کے باہر تہذیب اور صفائی کیا کہہ رہی ہے؟ کہ اس کو صاف رکھو؟ اور جو گھر کا صحن ہے اس کو میلا رکھو؟ اور جو گھر کا رہنے کا کمرہ ہے اس کو میلا رکھو؟ جہاں لیٹنا، بیٹھنا، اُٹھنا، سونا ہو اس کو میلا رکھو؟ اور یہ جسم سے باہر کی چیزیں ہیں، آگے چلو کپڑے میلے رکھو؟ بدن کو میلا رکھو؟ دل کو میلا رکھو؟ اور روح جس پر مدار ہے زندگی کا، کہ روح چلی گئی تو پھر کیا ہوگا؟ تو وہ روح جو کہ اصل الاصول ہے، اس روح کو میلا رکھو، سمجھے؟ یہ حدیث شریف کیا کہہ رہی ہے، مختصر اجمالی مسئلہ تصوف کا ہوگیا، طریقت کا ہوگیا، سلوک کا ہوگیا، یہی ایک حدیث شریف کافی ہے اور روح کے لئے پہلے چیز کیا ہے؟ ایمان ہے نہ کہ کفر جو کہ پورا میلا ہے تو روحانیت کے لئے پہلی چیز تو ایمان ہونا چاہئے، پھر ایمان کے جو تقاضے ہیں وہ ہونا چاہئیں کہ ظاہر کی صفائی ہو اور باطن ''دل'' کی صفائی ہو کہ اخلاقِ حمیدہ سے آراستہ ہو، نہ کہ اخلاقِ مذمومہ یعنی رذیلہ اس میں ہوں۔ دیکھ لیجئے، یہ حدیث شریف کیا

Marfat.com

کہہ رہی ہے۔

ذکر لا الٰہ الا اللہ کا طریق اور اس کا اثر :

اب احقر سب کچھ عرض کرتا ہوا پھر وہیں لوٹتا ہے جہاں سے بیان شروع کیا تھا کہ سلوک تزکیۂ نفس، تخلیہ نفس، تحلیہ وزینتِ روح میں فقط اتنا کرنا پڑتا ہے کہ بائیں جانب سے ہٹ کر دائیں جانب آنا ہے، بائیں جانب خراب ہے، دائیں جانب اچھی ہے، بائیں جانب قلب ہے اور نیچے کا حصہ نفس ہے، نفس کو مہذب کرتے ہوئے نفسانی شاخیں کاٹتے ہوئے اس طرح کہ لا کاٹتا ہوا جا رہا ہے کہاں؟ قلب کی طرف پھر وہاں سے الـــلہ کھینچتا ہوا داہنی طرف " رہا ہے اور جب لا کہا تو پھینک دیا پُشت کی پیچھے ساری مخلوق کو، تو ساری مخلوق پھینک گئی اور جب الا الـــلہ کہہ رہا ہے الا اللہ تو بس خالق رہ گیا۔ یہ ہے مختصر طریقِ ذکر لا الٰہ الا اللہ ۔ آ گئی سمجھ میں بات۔ یہیں بیٹھے بیٹھے مخلوق نکل گئی کہ نہیں نکلی؟ یہ ہے لا الٰہ الا اللہ کہ جو ہر وقت مخلوق کے اندر گھسی ہوئی ہے توحید میں شرک ہو رہا ہے، گو شرک جلی نہ سہی، اور طرح طرح کے شرک ہیں یہ لا الٰہ الا اللہ اس کو نکالنے کے لئے ہے۔

شروع میں یہ بھی عرض کیا گیا تھا کہ لا الـہ طاہر ہے اس سے طہارت ہو گئی، الا اللہ طیب ہے جب لا الٰہ کہا تو مخلوق پسِ پشت پھینک گئی، جب الا اللہ کہا خالق رہ گیا مخلوق سے درگذرا، مخلوق سے نظر انداز ہو گیا لیکن اس کو ہمارے افعال واخلاق بتلائیں گے کہ مخلوق سے نظر اندازی ہو گئی کہ نہیں ہوئی۔ اس کے اعمال، اس کے افعال واخلاق گواہی دیں گے صرف دعویٰ کرنے اور کہنے سے کیا ہوتا ہے، وہ اعمال واخلاق بتلائیں گے کہ الا اللہ آیا کہ نہیں آیا، ذکر تو کر رہا ہے، لا الٰہ کا لیکن دل سے مخلوق گئی یا نہیں گئی، الا اللہ آیا کہ نہیں آیا، ذکر تو کر رہا ہے لا الٰہ کا لیکن دل سے مخلوق گئی یا نہیں گئی الا للہ کہہ تو رہا ہے لیکن خالق رہ گیا بشمول حبِ محمد رسول اللہ ﷺ یا نہیں، اس کا پتہ اعمال واخلاق دیں گے۔

Marfat.com

شرح عقائد میں توحید پڑھی ہوگی، یہ ہے توحید کی حقیقت جو عرض کی گئی، یہ ہے طریقِ ذکر جس سے توحید آتی ہے نہ کہ صرف طریق تسبیح، ہر چیز کا ایک اثر ہوتا ہے کب؟ جبکہ اس کو اس کے طریقہ کے موافق استعمال کیا جاوے، میرے بھائیو! کچھ سن رہے ہو کہ نہیں سُن رہے؟ ابھی تو ہمیں ذکر کی حقیقت بھی نہیں معلوم اگرچہ مولوی صاحب ہو گئے ہیں، معاف کرنا مجھے! ابھی تو اس کی بھی معرفت نہیں ہوئی، کہ کلمہ یوں کہہ رہا ہے تو افعال، اقوال، احوال اور اخلاق یہ گواہی دیں گے کہ مخلوق دل سے نکلی کہ نہیں نکلی؟ اور خالق سمایا کہ نہیں سمایا۔

حدیث قدسی ہے، حق تعالیٰ فرمارہے ہیں، کہ میں کہیں نہیں سما سکتا سوائے مؤمن کے قلب کے، کہ وہ قلب کیسا ہونا چاہئے۔ تو کیا مخلوق بھی ہو اس قلب میں اور خالق بھی، جب مخلوق ہوگی تو وہ کہاں آئیں گے، اس کا طریق یہی ہے کہ لا الٰہ کہتا ہے مخلوق پسِ پُشت ڈال دی، الا اللہ کہتا ہے خالق ہی خالق رہ گیا۔

دُعا :

اللہ ہمیں صحیح معنیٰ میں مہذب بتہذیب اخلاق کرے، خدا کرے ہم لا الٰہ الا اللہ کو صحیح طریقہ سے سمجھ لیں، جان لیں، پہچان لیں اور اس کے مطابق اعمال، احوال، اخلاق مدامِ طاعت کے ساتھ، مدامِ ذکر حق تعالیٰ کا کرتے ہوئے حاصل کرنے کی سعی بمساعی جمیلہ ہونے لگے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں اور توفیق طالبِ مخلص کو عطا فرماتے ہیں۔

خدا حافظ

..............☆☆☆..............

Marfat.com

پندرھویں مجلس

عقلیہ، غضبیہ، شہویہ کے اعتدال کا نام مردِ کامل ہے

مباح چیز سے بھی نصیحت لی جا سکتی ہے:

تو یہ ٹیپ کھیل ہے خیر چلو جیسے اور کھیل ہیں یہ بھی ایک کھیل ہے، اس کھیل سے کھیلتے رہیں تا کہ دل کی ظلمت کھیل کھیل ہو جاوے۔ زبر زیر کا فرق ہے اور کچھ نہیں، کھیل کِھیل، کھیل زبر کے ساتھ ہے، کِھیل زیر کے ساتھ، اور زبر وہ ہے تکبر اور زیر وہ عبدیت، عجز وانکسار ہے تو زبر ہٹے اور زیر آوے یعنی کسرِ نفسی اور جب کسر نفس آوے تو دل میں جو کسر تھی، وہ دل کی کسر نکل گئی۔ وصلِ حق کی طرف سر اُٹھالیا، بس پھر کیا ہے اس کا نتیجہ کیا ہوا؟ یہ ہوا کہ مخلوق سے نظر انداز ہو گیا اور خالق پر نظر باندازِ خاص عبدیت کے ساتھ ہو گئی، کیونکہ دل کی ظلمت کی کھیل، کھیل اُڑ گئی۔ اگر یہ بات سمجھ میں آ جائے تو رکھ لینا

Marfat.com

یہ مختصر جملہ ہے بہت مختصر، اس کی شرح تفصیل بڑی لمبی ہے، مگر سمجھداروں کے لئے یہ متن بھی کافی ہے کہ یوں کہا ہے **العاقل تکفیه الاشارہ** کہ عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہوتا ہے۔

مرد ہو تمرد نہ ہو، کیا کہہ رہا ہوں؟ مرد ہو تمرد نہ ہو۔ تمرد بابِ تفعل سے ہے، تو تمرد نہ ہو، جب تمرد ''بابِ تفعیل کا مصدر'' نہیں ہوگا تو تمرد ''مشتق'' بھی نہیں ہوگا کہ شیطان کو حق تعالیٰ نے ملعون فرمایا ہے، اس کے تمرد کی وجہ سے قرآنِ پاک میں ہے :

وان علیک لعنتی الی یوم الدین ٥

اور بے شک تجھ پر میری لعنت رہے گی قیامت کے دن تک۔

سرکش کا سر کھینچ کر رکھ دیا جاتا ہے :

تو شیطان نے ذاتِ باری تعالیٰ کے مقابل تمرد یعنی سرکشی کی، اللہ تعالیٰ نے اس کی سرکشی بڑھتی ہوئی، تمرد بڑھتے ہوئے دیکھا، کہ سمجھانے پر بھی نہیں مانتا، تو اللہ تعالیٰ نے اس کا سر کھینچ کر رکھ دیا، یعنی ملعون ہو گیا، رحمت کا محل نہ رہا۔ اُس نے خود ہی اپنے طرزِ عمل، طرزِ حال سے کہا مجھے آپ کی رحمت کی ضرورت نہیں، تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کھنچ گئی اور اب بھی ایسے سرکشوں سے کھنچ جاتی ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ نے تو اپنی ذات پر رحمت کو لازم کرلیا ہے کیونکہ ذاتِ باری تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں افتتاحِ کلامِ پاک **بسم اللہ الرحمن الرحیم** میں اللہ کے ساتھ رحمٰن اور رحیم فرمایا ہے، جس سے اشارہ رحمت کی طرف ہوتا ہے اور پھر اپنے کلام میں صراحتاً، نصاً فرمایا ہے: **کتب ربکم علی نفسه الرحمة**۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر، نفس کے معنیٰ ذات کے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر رحمت کو لازم کرلیا ہے، تم چاہو گے آ جائے گی، تم نہ چاہو گے تو نہیں آئے گی، تو متمرد پر رحمت کا کیا سوال؟ وہ تو محل نہیں رہا۔

باپ بھی اپنے بیٹے متمرد کو عاق کر دیتا ہے، اب آگے مسئلہ مفتی صاحب سے

Marfat.com

پوچھ لینا کہ عاق کرنا کیسا ہے؟ اور کب ہے؟ اور کس لئے ہے؟ لیکن یہ مشہور اور ثابت ہے کہ بیٹے متمرد کو باپ عاق یعنی اپنی میراث سے محروم کر دیتا ہے اور دوسرا بیٹا جو مرد ہے، متمرد نہیں ہے اس کے نام سب جائیداد کر دیتا ہے، تمرد ایسی چیز ہے؟

باپ ربّ مجازی ہے :

باپ ربّ مجازی ہے، ذاتِ باری تعالیٰ نے جو ربِ حقیقی ہیں، اپنے حقوق کے بیان کے ساتھ ربّ مجازی باپ کے حقوق بھی بہت عجیب وغریب بیان فرمائے ہیں کہ "اُف" بھی نہیں کہہ سکتے :

ولا تقل لهما اف ولاتنهرهما۔

سوان کو کبھی اُف بھی مت کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا۔

اُف بھی نہیں کہہ سکتے کتنی بڑی بھاری بات ہے کہ اپنے ماں باپ کو "ہوں" بھی مت کہو، جب سامنے کھڑے ہو، یا بیٹھے ہو، تو سرِ نگاہ نیچی کرو، جب بات کرو تو نرم کلام ہو، نرم آواز اور شستہ الفاظ ہوں، ہاتھ سے ادب نہ جانے پاوے اور اُن آداب کے ساتھ ایک اور ادب بتلاتا ہوں، جس کو حق تعالیٰ ہی فرماتے ہیں کہ :

وقل رب ارحمهما كما ربّيٰني صغيرًا۔

"اے اللہ! میرے ماں باپ پر اس طرح رحم فرمایئے جس طرح انہوں نے میرے بچپنے میں، مجھ پر رحم فرما فرما کر میری پرورش کی ہے"۔

تو دُعا بھی سکھادی کہ اس طرح کہو، یہ حقوق بتلا دیئے ہیں۔

میں یہ کہہ رہا تھا کہ جب بیٹا متمرد ہے تو باپ حق سے اسے محروم کر رہا ہے کیونکہ غلط سے غلط صحبتیں ہیں اس کی، بد سے بدتر صحبتیں ہیں اس کی، نہ معلوم وہ رقم کہاں خراب کرے گا یا کہیں بے حیاؤں میں ختم کرے گا۔

Marfat.com

توبات تمرد کی ہو رہی تھی، شیطان کو کہا ہے متمرد، تو تمرد نہ ہو پھر کیا ہو؟ تمرد کی تے ہٹادو (یہاں یہ بھی فرمایا" میں اردو میں بول رہا ہوں تے ہٹادو اور قاری صاحب یا حافظ صاحب کہیں گے تا ہٹادو تو اردو بول رہا ہوں، اردو میں تو الف بے تے ثے جیم کہا جاتا ہے، اب جب میاں جی، حافظ جی قاعدہ عربی کا پڑھائیں گے تو الف، با، تا، ثا کہے گا، میں تو اردو بول رہا ہوں) کیا رہ گیا؟ مرد، یعنی انسان تو اسی سے نکل آیا کہ مرد "انسان" میں تمرد کیسا؟ اور پھر مسلمان!! اس میں تو تمرد بہت بعید ہے، اگر مسلمان میں تمرد ہے تو شکل کا تو انسان ہے مگر صفات میں شیطان ہے۔

انسان اور شیطان کا امتیاز :

تجھے اللہ نے انسان بنایا ہے، شیطان تو جنوں میں سے ہے، وہ نار سے پیدا کیا گیا ہے، اب جتنی سرکشی اس میں آجاوے، ناریت اور شعلہ بھڑک جاوے تھوڑا ہے اور تم کو تو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ "تقابل دکھا رہا ہوں" پھر یہ ناریت کا شعلہ کیسا؟ اللہ نے تو شعوری، عقلی صفت کو دے کر تم کو بھیجا ہے، مٹی سے بنایا ہے۔ تو شکل میں تو انسان ہے، مگر صفت میں شیطان کہ تمرد یہ شیطانی چیز ہے، سرکشی یہ شیطانی صفت ہے، تو ایسے شخص کا سر کھینچ کر رکھ دیا جاتا ہے، یعنی حق تعالیٰ کی رحمتِ خاص سے دور ہو جاتا ہے اور اس کو ملعون کہا جاتا ہے اور ملعون کہتے ہی اسے ہیں جو حق تعالیٰ کی رحمت سے دور ہوا۔

انسان کو مرد ہو کر رہنا چاہئے :

تو اے انسانو ! اور بالخصوص مسلمانو ! مرد ہو کر رہو، مرد کا کام بھڑکنے کا نہیں ہے، شعلہ زنی کا نہیں ہے، وہ چھچھورا ہے، بزدلا ہے، جنیت لئے ہوئے ہے۔

مسلمان سے عفت، شجاعت، حکمت مطلوب ہیں :

تین چیزیں مسلمان سے مطلوب ہیں اور باقی اس مطلوب کے سوا افراط و تفریط

Marfat.com

والی چیزیں وہ ممنوع ہیں، وہ تین چیزیں یہ ہیں: عفت' شجاعت' حکمت۔ قوتِ شہویہ میں عفت' قوتِ غضبیہ میں شجاعت' قوتِ عقلیہ میں حکمت، یہ تین چیزیں مطلوب ہیں، جب یہ تین چیزیں مطلوب ہیں تو جس کے اندر یہ تینوں چیزیں بکمال پائی جائیں گی، اس کو ''مردِ مسلم کامل'' کہا جائے گا اور جتنی جتنی اس کے اندر کمی ہوگی، اسی اسی اعتبار سے مردِ کامل ہونے میں کمی ہوگی، اب چاہے عفت میں کمی ہو، چاہے شجاعت میں کمی ہو، چاہے حکمت میں کمی ہو۔

مجادلہ میں مردانگی مطلوب ہے:

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے جہاں دعوت کا حکم فرمایا ہے تو موعظت اور مجادلہ حسن سے پہلے حکمت کے ساتھ دعوت دینے کو فرمایا ہے: **اُدعُ الیٰ سبیل ربک بالحکمة** پھر کہا **والموعظة الحسنه** اور ذرا جب کوئی چھیڑ چھاڑ کرے تو فرمایا: **وجادلهم بالتی هی احسن**، اس میں فرمادیا کہ مرد ہو کر گفتگو کرو، چھچھوراپن نہیں، نہایت اونچے حسنِ اخلاق کے ساتھ مناظرہ اور مکالمہ کرنا۔

اپنے کمالِ مردانگی کو مت چھوڑ دینا، یہاں پر بھی اپنی خوش اخلاقی کا ثبوت دینا، گالم گلوچ پر، تیز لہجے پر، ناشائستہ الفاظ پر نہ اُتر آنا۔

وجادلهم بالتی هی احسن، حسن بھی نہیں کہا، اَحسن، اسمِ تفضیل فرمایا اور یہ کب ہوگا؟ جبکہ نفس کو پورا قابو میں کرلیا ہے، اس کی مخالفت، اس کی مقاومت کرتے کرتے پورا قابو میں کرلیا۔

نفس خلق ہے ''مخلوق'' ہے خلق سے نظر انداز ہو، تو لہٰذا نفس سے بھی جو کہ وہ خلق ہے، اس سے بھی نظر انداز ہوجاؤ، اس پر نظر کیسی؟ جب اس پر نظر نہیں اور خالق پر نظر اور خالق نے کیا حکم دیا تھا کہ فرمایا تھا: **وجادلهم بالتی هی احسن**، صوت ''آواز'' کے

Marfat.com

اندر بھی احسنیت ہو اور کلام کے اندر بھی احسنیت ہو، اگر تمہاری نظر نفس ''مخلوق'' پر پہنچ گئی تو مردِ کامل ہونے سے ہٹ گئی۔

تبلیغ کا حق اصلاً مردِ کامل کو ہے :

تو اصلاً تو تبلیغ کا حق اس کو ہے جو مردِ کامل ہو، جس کی تعریف ہو چکی اور اگر مردِ کامل نہ ہو نا ناقص ہی سہی، لیکن تبلیغ کرنے کی حالت میں تبلیغ کرتے ہوئے ''مردِ کامل'' بننے کی اپنی نیت ہو۔ اصل کام تو تبلیغ کرنا اس کا ہے جو مردِ کامل ہے لیکن اگر ایسا نہیں تو میں منع نہیں کر رہا ہوں تبلیغ کو، البتہ تمہارے اندر نیت مردِ کامل بننے کی ہو، اگر یہ بھی نہیں ہے تو تم کو تبلیغ کرنے کی اجازت نہیں ہے، دوسرے کو تو تم جنت کی رہبری کر رہے ہو اور خود اپنی ذات کے لئے راہ بین بھی نہیں ہو۔ اپنے لئے راہ بین بنو، پھر راہنما بننا اور اگر اپنے لئے راہ بین نہیں ہو تو دوسروں کے لئے راہنما بھی نہیں ہو سکتے۔ تبلیغ کا انکار تو نہیں البتہ طریقِ تبلیغ کے کچھ اُصول ہیں، کیونکہ شریعت میں ہر چیز کے حدود ہیں اور خود عقل کا بھی تقاضا ہے۔

احکامِ شرع عقل کے مطابق ہیں :

جتنے احکام ہیں سب عقلِ صحیح، عقلِ مستقیم کے مطابق ہی ہیں، اگر کسی کی عقل میں نہ آویں تو یہ نہیں کہیں گے کہ احکام عقلی نہیں، تمام احکام عقلِ مستقیم کے مطابق ہیں، تو عقل یہ کہتی ہے کہ کہیں میرا کوئی کام حد سے ہٹ کر نہ ہو جاوے، کہیں میرا کوئی کام حد سے بڑھ کر نہ ہو جاوے۔ یہ بھی نہ ہو کہ خوب ٹھونس کر کھانے سے پیٹ بھرے، یہ حد سے بڑھ گیا، اور یہ بھی نہیں کہ فاقہ کشی کر رہے ہیں کہ کھاتے ہی نہیں، یا کچھ کھا لیا، پیٹ بھر کر نہ کھایا، یہ تفریط ہو گئی، تو دونوں صورتوں میں شریعت کی حد سے نکل گیا، ادھر افراط ہو گئی، اِدھر تفریط ہو گئی۔

Marfat.com

بہت کھانا افراط اور کم کھانا تفریط ہے :

ٹھونس ٹھونس کر کھانا افراط ہے اور بالکل نہ کھانا یا کم کھانا یہ تفریط ہے تو جیسے شریعت میں تجاوز عن الحد سے منع کیا گیا ہے ویسے ہی عقل بھی یہی کہتی ہے، کیا عقل کہتی ہے کہ خوب ٹھونس ٹھونس کر کھاؤ یا بالکل نہ کھاؤ؟ ہرگز نہیں اس لئے قرآنِ پاک کے اندر ذاتِ باری تعالیٰ نے احکام کو بیان فرماتے ہوئے یہ بھی بیان فرمایا :

تلک حدود اللّٰہ یہ ہیں اللہ کی حدیں ان سے مت ہٹنا، یہ بھی تو ایک قسم کی سرکشی ہے کہ جب کھانے پر آیا تو اس طرح کھا رہا ہے اور کھانا چھوڑ دیتا ہے تو اس طرح۔ یہ بھی ایک قسم کا تمرد ہے یہ حد سے تجاوز کر گیا، حد سے ہٹتا جا رہا ہے، ملکوں کی سرحدیں ہوتی ہیں، اب کوئی شخص اپنے ملک کی سرحد سے دوسرے ملک کی سرحد میں چلا گیا تو گرفتار ہوگا یا کہ آپ اپنے ملک کی سرحد چھوڑ کر دوسرے ملک میں کیوں گئے؟ لہٰذا گرفتار ہو گئے۔

تو یہ پورا کا پورا جو آسمان میں اور آسمان کے اوپر ہے اور زمین میں اور زمین کے نیچے ہے اللہ کا ملک ہے :

وللّٰہِ ملک السمٰوٰت والارض.

تبارک الذی بیدہ الملک۔

اور اللہ ہی کے لئے ہے سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی۔

وہ (خدا) بڑا عالی شان ہے جس کے قبضہ میں تمام سلطنت ہے۔

اور جب اللہ کا ملک ہے اور اس میں رہ رہے ہو تو اس کی حدود میں رہو، اس کی سرحد سے باہر نہ نکلو۔

مسائل حدود اللہ ہیں :

اور یہ حدود اللہ کے قوانین ہیں جن کو احکام کہا جاتا ہے اور جن کو ہماری اور آپ کی

Marfat.com

بولی میں مسائل کہا جاتا ہے۔وہ مسائل ہی اللہ کے قانون ہیں۔

اسلام کے پانچ جز ہیں :

لہٰذا اللہ کے قانون اور حد سے باہر نہ نکلو ان کے اندر رہو، عقائد کی درستگی کی حیثیت سے بھی، اور عبادت کی حیثیت سے بھی، معاملات کی حیثیت سے بھی، معاشرت کی حیثیت سے بھی اور اخلاق کی حیثیت سے بھی، تصحیح عقائد کے بعد یہ چار چیزیں ہیں عبادات' معاملات' معاشرت' تہذیب' اخلاق' ان حدود کے اندر رہو، اپنے شوق کو پورا مت کرو' بعض دین کے شوق میں تجاوز کر جاتے ہیں جیسا کہ بعض لوگ مسلمان ہو کر دین سے ہٹ کر (عمل نہ کرکے) تجاوز کر جاتے ہیں، ایسے ہی بعض دیندار دین سے بڑھ کر تجاوز کر جاتے ہیں کہ کھانا چھوڑ دیتے ہیں، رات کا سونا چھوڑ دیتے ہیں۔

بزرگوں نے کھانا اور سونا چھوڑنا علاجاً کیا ہے :

اپنے نفس کے علاج کے لئے، کوئی رات سونے کو چھوڑ دے، چھوڑ دے، کوئی کھانے کو چھوڑ دے، چھوڑ دے، لیکن تمام رات کا جاگنا اور کھانا چھوڑ دینا جو جسم پر ضعف کا بیماری کا سبب ہوتا ہے، وہ حدود سے آگے بڑھنا ہے۔علاجاً چھوڑ دینے کا مطلب یہ ہے کہ اس سرکش نفس کو کچلنے کے لئے چھوڑتا ہے، کہ اے نفس! یہ تکاہل کیسا؟ یہ سُستی کیسی؟ تجھ سے صبح کی نماز میں اب تک اُٹھنا نہیں آیا، نفس کا علاج کر رہا ہے لیکن اس رات بھر کے جاگنے کو عبادت نہیں سمجھتا، علاجاً یہ احقر نے سوال مقدر کا جواب دیا، یہ جاگنا اصلاً شریعت کا حکمِ اصلی نہیں ہے، اصلاً تو رات کا کچھ حصہ سونے کا ہے اور رات کا کچھ حصہ جاگنے کا، کیونکہ سونا بھی امر الٰہی ہے ورنہ :

وھو الذی جعل لکم للیل لباسًا و النوم سباتًا و جعل النهار

Marfat.com

نشورًا ○ (الفرقان:۴۷) (اور ایسا ہے، وہی اللہ جس نے تمہارے لئے رات کو پردہ کی چیز اور نیند کو راحت کی چیز بنایا اور دن کو زندہ ہونے کا وقت بتایا) کیوں فرمایا ہے؟

یہ رات کیسی ہے؟ تو رات کا کچھ حصہ آرام کے لئے بنایا کہ نہیں بنایا ہے؟ اس کا ترک کر دینا اللہ تعالیٰ کی حدود سے آگے بڑھنا نہیں ہے؟؟ ضرور ہے۔

سونا اور جاگنا بہ تحتِ حکم الٰہی عبادت ہے :

اس لئے صحابۂ کرامؓ کہتے ہیں کہ جس طرح جاگ کر تہجد پڑھنے میں ثواب اور قربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ ہم کو سونے کے اندر بھی ثواب اور قربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے، اس لئے کہ جاگنا حق تعالیٰ کے حکم کے تحت ہوا ہے' ایسے ہی سونا بھی حق تعالیٰ کے حکم تحت ہوا ہے، تو وہ جاگنا بھی عبادت اور وہ سونا بھی عبادت۔ اور انسان، مسلمان ہمہ وقت عبادت کا مکلف ہے ہمہ وقت۔ نماز روزہ کی حیثیت سے بھی، وہ بھی عبادت کے تحت ہے اور معاشرت کے اندر بھی، وہ بھی عبادت کے تحت ہے اور اخلاق، وہ بھی عبادت کے تحت ہیں، یہ پوری زندگی اس انسان مسلمان کی عبادت کے تحت ہے۔

لہٰذا اس پر آپ منطبق کر لیجئے، ذاتِ باری تعالیٰ کے اس ارشاد :

وماخلقت الجن والانس اِلّا لیعبدون کو اس میں مَا نفی الا کے ساتھ ہے، جب نفی کے ساتھ الا آتا ہے تو حصر ہو جاتا ہے تو معنی کیا ہوں گے؟ کہ میں نے انسان اور جن کو عبادت ہی کے لئے پیدا کیا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ معاشرت کی زندگی بھی، معاملات کی زندگی بھی' اخلاق کی زندگی بھی اور عبادت کی زندگی بھی' یہ سب کی سب عبادت کے ماتحت ہیں۔

زراعت' تجارت وغیرہ بہ تحتِ حکم الٰہی' عبادت ہیں :

لہٰذا زراعت ''کھیتی''، تجارت، صنعت وحرفت وغیرہ اسبابِ معیشت یہ سب کے

Marfat.com

سب اگر بتحتِ حکمِ الٰہی ہیں، تو عبادت ہیں۔ جب حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں نے انسان اور جن کو اپنی عبادت ہی کے لئے پیدا کیا ہے، تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر مسجد میں جا کر ٹھہرو، عام طور سے یہی سمجھتے ہیں عبادت کے لفظ سے کہ تسبیح لئے بیٹھے رہو، اللہ اللہ کرتے رہو، کلمہ شریف پڑھتے رہو، درود شریف پڑھتے رہو، تو پھر یہ کھیتی کیسی؟ یہ پیٹ کیوں پیدا کیا؟

انسان فرشتوں سے بڑھ سکتا ہے:

افسوس تم فرشتے ہو کر رہنا چاہتے ہو، تم کو تو اس لئے پیدا کیا ہے اے انسانِ مؤمن! کہ تو فرشتوں سے بھی بڑھ جاوے، اس طرح کہ جو موانع ہیں عبادت کے، ان کو اُٹھا دے اور جو فرائض و شرائط ہیں عبادت کے، ان پر جم جاوے، یہ بات فرشتوں میں کہاں ہے؟ حق تعالیٰ فرشتوں کو دکھانا چاہتے ہیں، دیکھو! میری ایسی مخلوق بھی ہے، کہ ان کی زراعت بھی میرے حکم کے تحت، ان کی ملازمت بھی میرے حکم کے تحت، ان کا جاگنا بھی میرے حکم کے تحت۔

اگر کوئی نماز پڑھے اور پانچوں وقت کی پڑھے، لیکن غیر وقت میں پڑھے، طلوع کے وقت پڑھے، زوال کے وقت میں پڑھے، غروب میں پڑھے، یا روزہ عید کے دن رکھے، بقرعید کے دن رکھے، تو کیا یہ حدود کے اندر ہے؟ اگر کوئی مولوی صاحب اس سے منع کریں، تو کیا یہ کہہ سکتے ہیں کہ کیسے مولوی صاحب ہیں؟ کہ نماز سے اور روزہ سے منع کرتے ہیں۔ روزہ کے تو بڑے فضائل ہیں اور نفل روزہ کے بڑے ہی فضائل ہیں۔ ارے روزہ رکھنے کو منع نہیں کر رہے ہیں، یہ ذاتِ باری تعالیٰ کے حکم سے جو تجاوز کر رہا ہے، اس سے منع کر رہے ہیں، عید کے دن، بقرعید کے دن روزہ رکھنا تو حرام ہے، اسی طرح طلوعؔ غروبؔ زوال کے وقت میں نماز پڑھنا حرام ہے، تمہیں خبر نہیں ہے اس حد کی، اور انہیں خبر

Marfat.com

ہے اس حد کی، اس لئے تجھ سے کہہ رہے ہیں۔

تو یہ تجارت، یہ زراعت، یہ ملازمت، یہ صنعت وحرفت وغیرہ وغیرہ آپس کے معاملے، آپس میں باہر اور اندر رہنا سہنا، معاشرت کی زندگی، یہ سب کے سب حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے حکم کے تحت ہو اور جب تمہاری پوری زندگی میرے حکم کے تحت ہے تو تم عبادت میں ہو، دیکھنے میں تو کھیتی کر رہے ہو لیکن تم عبادت میں ہو۔

بہ تحتِ حکمِ الٰہی پہرہ دینا بھی عبادت ہے:

پولیس کا ملازم، اس کے پاس کھانے کو کچھ نہیں ہے، مہینہ میں تنخواہ ملتی ہے، اس سے وہ اپنے اور بیوی بچوں کے نفقہ کا کام چلانے کے لئے پولیس کی ملازمت کرتا ہے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

''ان لنفسک علیک حقًا ولزوجک علیک حقًا''۔

وہ چوکیدار رات کو پہرہ دیتا ہے، گشت کرتا ہے اور وہ بجائے اللہ اللہ کہنے کے یوں کہہ رہا ہے، جاگو ہوشیار! جاگو ہوشیار! اور ایک فارغ البال شخص اس اخیر رات میں مسجد کے اندر لا الٰہ الا اللہ، اللہ اللہ کی صدا لگا رہا ہے تو مسجد میں بیٹھ کر اس کو جو ثواب وقرب مل رہا ہے اس چوکیدار کو بھی وہی ثواب اور قرب حاصل ہو رہا ہے۔

جو ثواب وقرب اس کو حاصل ہے مسجد میں بیٹھ کر، وہی اس چوکیدار کو بھی (ضرور) حاصل ہے۔ وہ فارغ البال ہے، اس لئے وہ طریقِ عبادت اختیار کر رہا ہے اور یہ بیچارہ فارغ البال نہیں ہے، اس لئے یہ طریقِ عبادت اختیار کر رہا ہے، وہ ملازم ہے رات میں پہرہ اور گشت کے لئے اس کا وقت متعین ہے، اگر اس نے اس کو ترک کر دیا تو اس کا یہ کمانا نفقہ حلال ہے؟ ہرگز نہیں، تو یہ پہرہ دار گشت و پہرہ بطاعتِ حکمِ الٰہی کر رہا ہے اور زبان پر اللہ اللہ کرنا نہیں ہے نہ لا الٰہ الا اللہ کرنا ہے، لیکن بطاعت وحکمِ الٰہی پہرہ دے رہا ہے۔

Marfat.com

لٰہذا ثواب اور قرب میں کچھ کمی نہیں آئی۔

بیماری میں چارپائی پر نماز پڑھنا بھی اطاعت ہے :

اسی طرح سے کوئی صاحب مکہ معظّمہ میں مقیم ہیں، وہاں بیمار ہو گئے، حرم شریف تک جا نہیں سکتے، گھر پر چارپائی پر ہی نماز پنجوقتہ ادا کر رہے ہیں، وضو میں پانی نقصان دیتا ہے، اس لئے تیمّم کرتے ہیں تو حرمِ شریف میں جا کر اُس باصحت، باقوت شخص کو جو ایک لاکھ نمازوں کا ثواب مل رہا ہے، وہی گھر میں، چارپائی پر تیمّم کے ساتھ پڑھنے والے کو مل رہا ہے۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے : ''**لایکلف اللّٰہ نفسًا الا وسعھا**''۔ تو حرم شریف جانا اس کی وسعت سے باہر ہے وہ تو کمزور ہے اگر ذرا چلا تو گر پڑے گا، اُسے اندازہ ہے کہ میں چلا تو گر پڑوں گا، اگر چلا اور گر پڑا، تو اس سے سوال ہو گا تجھ سے چارپائی سے تو اُترا نہیں جاتا تھا، پھر تو چلا کیوں حرم شریف کی طرف؟

جب حرم شریف میں جانے، نہ جانے کا یہ حکم ہے تو پھر محلّہ کی مسجد میں جانا ایسے بیمار پر کیسے ضروری ہو گا۔ ہاں جسم میں قوت ہے جا سکتا ہے تو جائے، لیکن اگر قوت نہیں ہے تو جیسے کہ ابھی میں نے عرض کیا۔ اس کے لئے یہی حکم ہے، حرم شریف کی حاضری سے بیچارہ معذور ہے، لٰہذا جو ثواب و قرب حرم شریف میں جا کر ملتا ہے وہی چارپائی پر لیٹ کر نماز پڑھنا بھی بتحتِ حکم تھا، اور یہ چارپائی پر نماز پڑھنا بھی بہ تحتِ حکم ہے۔

تو معلوم ہوا کہ جو کام بہ تحت حکم احکم الحاکمین ہے، وہ عبادت ہے، لوگ غلط سمجھے، جو یوں کہتے ہیں کہ اوہو! بلا وضو کے بھی کوئی نماز ہے مسجد کی بھی شرط نہیں، بھلا وہ بھی کوئی نماز ہے؟ ایسا شخص جاہل ہے۔

عابد اور عارف کا فرق :

وہ عابد جو گھر پر اس طرح پنج وقتہ نماز پڑھ رہا ہے، وہ عابد بھی ہے اور عارف باللہ

Marfat.com

بھی ہے اور جو اس کے ہوتے ہوئے گھر پر نماز پڑھ رہا ہے اور حرم شریف میں حاضری کی محرومی کا تصور کر کے رنج کھا رہا ہے تو یاد رکھئے گا وہ عابد تو ہے مگر عارف نہیں۔ عابد ہونا اور بات ہے اور عارف ہونا اور بات ہے، عارف اُسے کہتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کی پہچان آ گئی ہو اور عابد وہ ہے کہ ذکر و شغل تو بہت کرتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کا پہچاننا جسے پہچاننا کہتے ہیں، نہیں ہے۔

ایک عابد کا واقعہ :

جیسا کہ میرے حضرت مولانا التھانوی صاحبؒ نے ایک واقعہ سنایا کہ مکہ معظّمہ میں ایک صاحب بے چارے بیمار ہو گئے اور حرم شریف کی حاضری سے بیچارے معذور ہو گئے، جب وہ تندرست ہو گئے تو ہمارے پیر دادا حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں مجلس میں حاضر ہوئے۔ مزاج پرسی ہوئی، پھر ملال و رنج کے لہجہ میں کہا:

''حضرت میں اتنے دن حرم شریف کی حاضری سے محروم رہا، حرم شریف میں حاضر نہ ہو سکا، گھر پر ہی نماز پڑھتا رہا''۔

حاجی صاحب نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کا آپ کو حرم شریف میں حاضری کا حکم ہوتا رہا، آپ وہاں آتے رہے اور جب اللہ تعالیٰ کا حکم گھر پر بستر پر پڑ کر نماز پڑھنے کا ہوتا رہا، تو وہاں ادا کرتے رہے، تو آپ ملال کیوں فرما رہے ہیں؟ اس وقت وہ حکم کے تحت تھا۔ اب یہ حکم کے تحت ہے، وہ صاحب کچھ دیر بیٹھے، پھر چلے گئے، جب مجلس ختم ہو گئی اور کچھ مخصوص صاحبان رہ گئے تو حاجی صاحب نے فرمایا :

''یہ جو ابھی آئے تھے عابد تو ہیں، عارف نہیں ہیں''۔

یہ دلیل احقر نے پیش کی، وہ کلیہ پیش کیا تھا اور حاجی صاحبؒ اپنے زمانہ کے ایسے تھے کہ مکہ معظّمہ میں جو علماء بڑے بڑے خطاباتِ دین کی میراث کے پائے ہوئے تھے وہ

Marfat.com

بھی حاجی صاحبؒ کی خدمت میں مجلس شریف میں حاضر ہوتے تھے تو حاجی صاحبؒ فرما رہے ہیں کہ یہ عابد تو ہیں ابھی عارف نہیں' عارف وہ ہے کہ جب حرم میں بلایا، چلے گئے، نہیں بلایا، نہیں گئے۔

اس لئے احقر نے عرض کیا تھا کہ عابد ہونا اور بات ہے، عارف ہونا اور بات ہے۔

حدود کا تحفظ ضروری ہے :

حدود کا مضمون اپناؤ' یہ فرض ہے' ضروری ہے اور جہاں حد سے تجاوز ہوا خواہ ذاتِ باری تعالیٰ کے فرمان سے پیچھے ہٹ کر یا آگے بڑھ کر، کہ یہ دونوں خلافِ حدود ہیں تو وہ قربِ الٰہی اور وصول الی اللہ سے محروم ہے۔ حد سے بڑھنا اور حد سے پیچھے ہٹنا، یہ دونوں کے دونوں ممنوع ہیں۔

حق تعالیٰ کے یہاں تاویلیں نہیں چلیں گی :

اپنے جی میں خوش ہولو، اپنے جی میں تاویلیں کرلو، کہ ہم بھی معذورین کی فہرست میں داخل ہیں۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ....

کار ہا با خلق آری جملہ راست
باخدا تزویر وحیلہ کئے رواست

یعنی تو مخلوق کو تو اپنے طرزِ عمل سے دکھا سکتا ہے کہ یہ کام ٹھیک کر رہا ہے لیکن ذاتِ باری تعالیٰ کے سامنے یہ تیرا حیلہ حوالہ چل نہیں سکتا۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جی ہاں یہ تاویلیں ہیں کہ مسجد میں اس لئے نہیں جا سکتا فلاں عذر ہے اور حالانکہ جا سکتا تھا، تو یہ حیلہ ہو گیا، تو مخلوق تو سمجھ گئی کہ ہاں عذر ٹھیک ہے، لیکن تیرا تعلق تو خالق سے ہے، کیا سمجھے؟ یعنی مخلوق سے روگردانی کر، مخلوق سے نظر انداز ہو، نظر بر خالق رکھ، تو مخلوق کو

Marfat.com

دھوکہ دے سکتا ہے، خالق کو نہیں دے سکتا، متوجہ کر دیا، متنبہ کر دیا۔

تو انسان مسلمان کی پوری زندگی ایمان و عقائد کی تصحیح کے بعد، کا ہے کی ہے؟ عبادت کی ہے، کب؟ جبکہ اللہ تعالیٰ کی بیان کی ہوئی حدود کے اندر رہ کر عبادت کرے۔

عورت کے گھر کا کام ہی عبادت ہے:

اسی لئے عورت کے لئے گھر کی چہار دیواری کے اندر رہ کر بچوں کی پرورش، گھر کی صفائی، گھر کا نظام و انتظام اپنے لئے' اپنے شوہر کے لئے ناشتہ، کھانا پکانا، مہمان آجائیں تو مہمان نوازی کا خیال رکھنا۔ یہ سب کا سب عبادت ہے، اور اگر آپ یوں کہیں کہ عورت تو کہنا نہیں مانتی تو آپ اصلاح کرتے رہئے آپ کو ثواب ملے گا۔

ناشتہ پر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واقعہ یاد آ گیا، ناشتہ کی دلیل پیش کر رہا ہوں، قرآنِ پاک میں یہ واقعہ آیا ہے:

''واذ قال موسٰی لفتٰه لاابرح حتّٰی ابلغ مجمع البحرين او امضی حقبًاO''

اس آیت میں بڑے مسائل و جزئیات ہیں، ان سب کا بیان کرنا مقصود نہیں ہے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ کے حکم سے سفر کیا۔ حضرت یوشع علیہ السلام کو ساتھ لے لیا، چلتے چلتے ایک جگہ پتھر سے ٹیک لگا کر سو گئے، جب بیداری ہوئی تو یوشع علیہ السلام سے فرمایا ارے بھائی! وہ جو مچھلی ناشتہ کے لئے رکھی تھی وہ ناشتہ ذرا لاؤ، میں تھک گیا۔

اٰتنا غداء نا لقد لقينا من سفرنا هذا نصبًاO

تو غداء صبح کا کھانا، معلوم ہوا کہ جہاں دوپہر کا کھانا اور رات کا کھانا ہے وہاں ناشتہ بھی ہے، یہ تین وقت ہو گئے ہماری اصطلاح میں ناشتہ دوپہر کا کھانا اور رات کا کھانا، تو صبح ہی بیوی صاحبہ ناشتہ کی فکر میں لگ گئی' اب اشراق و چاشت کس وقت پڑھے تو مرد جو

Marfat.com

فارغ البال ہے اُسے فرصت ہے اشراق وچاشت کی۔

اشراق کے وقت ہی چاشت پڑھ لے :

اگر چہ چاشت کچھ دیر بعد میں ہے لیکن اشراق کے وقت فرصت ہے تو اشراق کے وقت ہی چاشت کو پڑھ لے، کس طرح؟ اس طرح کہ اشراق کی نماز پڑھ کر رُک جاوے، دو چار منٹ یا ذرا اُٹھ جاوے کہ فصل ہو گیا، تو اشراق کے بعد ہی چاشت بھی پڑھ لے کیونکہ پھر اُسے فرصت نہیں ملے گی، تدریس کا کام ہے، پڑھانے کا کام ہے تو اب اس کو وقت کہاں ملے گا بالخصوص سردی کے موسم میں دن بہت چھوٹا ہوتا ہے۔

طالب علم کو کہاں فرصت ہے اس فکر میں ہے کہ تعلیم میں حرج نہ ہو، تکرار کرانے میں حرج نہ ہو، مطالعہ میں حرج نہ ہو، اسباق کی پابندی، آموختہ میں حرج نہ ہو، تو اس کو کہاں فرصت ہے اور ہے بیچارے کو نفلوں کا شوق لہٰذا بعد فجر تلاوت کرتا رہا اور سورج نکلنے کے دس منٹ بعد اشراق پڑھ لی اور اسی وقت دو چار رکعت بیچارے نے اور پڑھ لی۔

''یہ مسائلِ سلوک ہیں صاحبِ سلوک کے لئے''، مسائل کے نہ جاننے سے بیچارہ گھبرا جاتا ہے، جیسے مکلف بالغ، عاقل کے لئے فقہ کے مسائل ہیں، ایسے ہی سلوک کے بھی مسائل ہیں۔

تہجد کی بارہ رکعات ہی لازم نہ کرے :

یہ نہیں کہ بارہ رکعات ہیں تہجد کی، تو پوری بارہ ہی پڑھے، جیسا موقع ہو، جیسی سہولت ہو، جیسی صحت ہو کہ ''کام سے بڑھ کر سہولت' مرض سے بڑھ کر صحت'' تو بدرجہ' صحت' بدرجہ' سہولت، اگر موقع چار کا ہے تو چار پڑھ لے، آٹھ کا ہے آٹھ پڑھ لے، چھ کا ہے چھ پڑھ لے، دس کا ہے دس پڑھ لے اور بارہ انتہا ہے لیکن بارہ رکعات متعین نہیں کرنا چاہیے۔

Marfat.com

سلوک کی تعلیم ہشاش بشاش رہنا ہے :

اس لئے کہ سلوک کی تعلیم یہ ہے کہ دل کو ہشاش بشاش رکھنا، ہنس مکھ رکھنا، رنجیدگی سے بچانا، طبیعت کے بجھے ہوئے رہنے سے بچانا۔

احقر نے طبیعت کے بجھے ہوئے رہنے سے کہا ہے، تو طبیعت کو بجھے ہوئے رہنے سے بچانا، کیونکہ زمانہ کی رفتار و گفتار اور کچھ مراحل ایسے آ رہے ہیں کہ طبیعت بجھ سی جاتی ہے، تو سلوک بجھے ہوئے رہنے سے منع کرتا ہے۔

بجھے ہوئے دل سے کوئی کام نہیں ہوتا :

سلوک میں داخل ہونے والے جس کو طالب علم کہتے ہیں، سلوک یہ تعلیم کر رہا ہے کہ خبردار ! دل کو بجھا ہوا مت رکھنا، بات سمجھ میں آئی ڈاکٹر صاحب! آپ تو کل جا رہے ہیں، آپ کشمیر کے ہیں، تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ طالب علم کے لئے کہاں فرصت ہے۔

طلبہ کے لئے رائج کھیل ٹھیک نہیں :

جب چاشت و اشراق کے لئے یہ کہا جا رہا ہے کہ چاشت کو اشراق کے وقت ہی پڑھ لو، تو پھر کھیلنے کے لئے کہاں فرصت ہے آپس میں ملنے جلنے کی کہاں فرصت ہے، آپس میں بیٹھنے اُٹھنے کی، اِدھر اُدھر کی باتوں کی کہاں فرض ہے جب چاشت اور اشراق کے لئے یہ کہا جا رہا ہے تو اِدھر اُدھر کھیلنے کودنے کہاں جا رہا ہے۔

اللہ کا خوف کتنا ہونا چاہئے :

خوفًا کے معنیٰ ہیں ڈرتے ہوئے، اس لئے کہ میری عبادت کرتے رہنے سے کہیں تمہارے اندر تکبر نہ آجاوے، کہیں عجب و خود پسندی نہ آجاوے، اس لئے ڈرتے ہوئے، توفیق کی دعا کرتے ہوئے نعمت کا شکر ادا کرتے ہوئے، عبادت کرتے رہو اور

Marfat.com

جب تم عبادت کے اندر لگے ہوئے ہو اور تکبر سے بچنے کے لئے خوف بھی اپنے اندر لے آئے ہو، تو اُمیدوارِ رحمت نہ ہونا کیسا؟

رحمت سے نا اُمیدی کفر کا کام ہے :

اس لئے کہ نا اُمیدی یہ کافر کا کام ہے۔ **انہٗ لا یایئس من روح اللّٰہ الا القوم الکفرون** ۔اور تمہارے لئے تو یہ حکم ہے **لاتایئسوا من روح اللّٰہ**۔اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا اُمید مت ہو، نا اُمید ہونا یہ کفر کی بات ہے اور پھر سالک سلوک میں داخل ہو کر عبادت کے اندر لگا ہوا اور اس طرح خوف؟ وہ تو کفر کی طرف جانے لگا اور عبادت کرتے ہوئے تقویٰ اختیار کرتے ہوئے جا رہا تھا، ایمان کی تقویت کی طرف تو اس سالک کے پاس شیطان آ گیا، اس نے خوف دلا کر نا اُمیدی کی طرف لے جانا شروع کر دیا۔

نا اُمیدی کی بات نہ زبان پر لاؤ نہ قصداً دل میں :

ایسی نا اُمیدی کی بات زبان پر مت لاؤ، اور دل کے اندر ''قصداً'' مت لاؤ، تمہاری طبیعت بجھ جائے گی۔اے سالک! تیری طبیعت کی کشش جو حق تعالیٰ کی طرف محبت میں ہونا چاہئے تھی وہ نہیں رہے گی، وہ بشاشت نہیں رہے گی اور ایمان چاہتا ہے بشاشت کو جیسا کہ بخاری شریف میں ہے :

''وکذلک الایمان حین تخالط بشاشته فی القلوب''۔

ایمان کا ایسا ہی حال ہے (کہ آ جاتا ہے تو جانے کا نام نہیں لیتا) جبکہ اس کی بشاشت دلوں میں گھل مل جاتی ہے۔

بشاشت ہے تو ایمان بڑھتا ہوا چلا جائے گا اور بشاشت نہیں ہو گی تو ایمان گھٹتا ہوا

Marfat.com

چلا جائے گا، اسی کو بشاشت کہتے ہیں اور کسے کہتے ہیں؟

نفسِ ایمان بھی بشاشت کو چاہتا ہے :

تو اوّل تو ہر مؤمن کے اندر ایمان ہے اس کے اعتبار سے بشاش، لیکن جب ایمان کے ساتھ عبادت بااخلاص، سلوک بالترتیب ادا کر رہا ہے، فرائض کا، واجبات کا، سنتِ مؤکدہ کا، چھوڑنا تو کیا نوافل کی بھی پابندی کر رہا ہے۔ لِلّٰہ رضاءالٰہی کی نیت کے ساتھ، تو پھر یہ نا اُمیدی کیسی؟ ''شیطان آ گیا'' وہ تو قسم کھا کر آیا ہے یا قسم کھا کر نہیں آیا؟ ضرور قسم کھا کر آیا ہے وہ یوں کہہ کر رہا ہے :

لاتخذن من عبادک نصیبًا مفروضًا ۔لامِ تاکید بانونِ ثقیلہ ہے، کہ میں ضرور تیرے بندوں سے اپنا مقرر حصہ اطاعت کا لوں گا، **ولاضلّنھم** اور میں ان کو گمراہ کرونگا **ولامنینّھم** میں اس انسان کے اندر ایسی دنیا کی ہوسیں ڈالوں گا، ایسے منصوبے بھر دوں گا جو اطاعت کے کام کا نہ رہے **وَلَا مرنھم** اور میں ان کو تعلیم دوں گا۔

فلیبتکن آذان الانعام ،جس سے وہ چوپایوں کے کانوں کو تراشا کریں گے، کسی نے پوچھا ارے بھائی! یہ کان چھیدا ہوا کیوں ہے؟ تو کہتا ہے اجی مولوی جی! کوئی بیماری تھی، اس لئے چھدوالیا **ولامرنّھم** اور میں ان کو تعلیم دوں گا، **فلیغیرن خلق اللّٰہ** جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑا کریں گے کہ اچھی صحیح صورتوں پر نہ رہیں، کبھی فیشن کے سر کے بال بڑھالئے، کبھی لباس فیشن کے پہن لئے، کبھی چہرہ اسلام سے ہٹ کر دوسروں کا چہرہ اختیار کر لیا، عورت کے اگر داڑھی ہو جائے، بعض کے ہو جاتی ہے، ہم نے دیکھا ہے، بال نکل آتے ہیں، اس کو حکم یہ ہے توڑ دے، اس کو کھینچ دے۔

اسلامی حدود سے نکلنا اسلامی صورت بگاڑنا ہے :

اور صورت بگاڑنے کی معنیٰ یہ نہیں ہیں کہ داڑھی مونڈائے صرف، بلکہ جو چیز بھی

Marfat.com

اسلامی حدود سے باہر ہے، جیسا کہ آج مسلمانوں کا طبقہ بگڑتا چلا جا رہا ہے، سر کی ٹوپی اُتر گئی، ننگے سر پھرتا ہے' صورت بگڑ گئی، لباس وہ پہنتا ہے جو اسلام کے خلاف ہے، جکڑا جکڑ ایا، رانوں سے لگا ہوا، پیچھے سے لگا ہوا اور یہاں سرین تک کا کرتا جو کرتی ہے اگر گھٹنے تک ذرا ہوتا تو کچھ چھپا رہتا، تو شیطان جو قسم کھا کر آیا ہے' میں ان کی صورتوں کو بدلنے کا حکم دوں گا، تو بدل رہے ہیں کہ نہیں بدل رہے؟ لباس کے اعتبار سے' چہرے کے اعتبار سے' کھانے کے اعتبار سے کہ بجائے بیٹھ کر کھانے کے، میز کرسی پر کھاتے تھے اور اب تو بجائے اس پر بیٹھ کر کھانے کے کھڑے کھڑے کھاتے ہیں۔ میز پر کھانے لگا دیئے' دعوتوں' شادی بیاہ وغیرہ میں' خیر کھڑے کھڑے کھالیتے ہیں، اب تو شادی بیاہ وغیرہ کی دعوتوں میں ناچتے ناچتے کھاتے ہیں' یہاں سے یہ کھالیا، پرآگے بڑھ گئے، پیچھے والا آگے آ گیا، تو ناچتے ہوئے کھا رہے ہیں، یہ بھی صورت بدلنا ہی ہے۔

صورت صرف چہرہ ہی کو نہیں کہتے:

آپ کے پاس میراث کا مسئلہ آتا ہے، آپ اسہام تقسیم کر دیتے ہیں، باپ کو اتنا ماں کو اتنا، بہن کو اتنا، بیوی کو اتنا، سہام تقسیم کر کے آپ نیچے لکھتے ہیں کہ صورتِ مسئلہ یہ ہے پھر آپ لمبی لکیر کی شکل میں لکھتے ہیں میت ـــــــ ، پھر اس کے نیچے رؤس وسہام قائم کرتے ہیں تو یہ جو آپ اوپر لکھتے ہیں صورتِ مسئلہ یہ ہے، تو کیا اس کی بھی ناک ہے، اس کے بھی کان ہیں۔

تو صورتِ مسئلہ جو لکھا آپ نے تو کیا وہ چہرہ ہے اس کا۔ معلوم ہوا کہ ہر چیز کی صورت جدا ہوتی ہے۔ یہاں آپ جدول نقشہ کو صورت کہہ رہے ہیں۔ لہٰذا جو صورت اسلامی ہے اور جو صورت صحیح مردی ہے کہ ابتداء ہوتی تھی تمرد سے اور تے ہٹا کر مرد سے، تو یہ صورت اختیار کی ہے، اس مسلم نے ''غیر مسلمی''، خلافِ اسلامی'' کی یہ تمرد نہیں تو پھر اور کیا

Marfat.com

ہے؟ سرکشی نہیں تو پھر اور کیا ہے؟ یہ الگ بات ہے کہ تمرد، تمرد اور سرکشی، سرکشی میں فرق ہوتا ہے "یہ دفع دخل مقدر کیا ہے" مگر تمرد ہے یا نہیں ہے؟ سرکشی ہے یا نہیں؟ لباس بھی اور، چہرہ بھی اور، کھانے کا طریق بھی، تو شیطان نے قسم کھائی تھی تا کہ ضرور بالضرور ان کی صورتوں کے اندر تغیر و تبدیلی پیدا کراؤں گا، میں ان کے اندر غیروں کی چیزیں پیدا کراؤں گا۔

قرآنِ کریم میں فَلَیُغَیِّرُنَّهُمْ میں غیر کا لفظ ہے نا، اور غیر مؤمن میں بھی غیر ہے اسی غیر سے تو لام تاکید با نونِ تاکید لگا کر فَلَیُغَیِّرُنَّ بنا ہوگا کہ یہ غیروں کی باتیں اختیار کریں گے، غیروں کی باتیں جو اسلام سے خارج ہیں، اسلام میں داخل نہیں ہیں، میں ان غیروں کی صورت، شکل، لباس کے اندر ان کو کر دوں گا۔

لیکن وہ یہ بھی جانتا تھا کہ مخلص بندوں پر میرا بس نہیں چلے گا، اس لئے ان کو مستثنےٰ کر دیا: **الا عبادک منهم المخلصين** o کہ جو آپ کے بندے مخلص ہوں گے، ان پر میرا قابو نہیں چلے گا، وہ جانتا تھا، بڑا گھاگھ ہے، اس لئے استثناء کر دیا۔

شیطان باشارۃ النص یوں کہہ رہا ہے کہ میں جو بگڑا ہوں اور بگاڑنے کی جو قسمیں اس طرح کھا رہا ہوں اس لئے کہ میں عالم تو تھا، عابد تو تھا مگر میں مخلص نہ تھا۔ یہ کہہ رہا ہے کہ میں مخلص نہ تھا، اگر ایسا ہوتا تو میں ایسا کیوں ہوتا؟ اے علماء کرام! اے عابدینِ عظام! مجھ سے سبق حاصل کرلو، "پھر مکرر" اے علماء کرام! اے عابدینِ عظام! مجھ سے سبق حاصل کرلو، میں عالم تھا میں عابد تھا لیکن مخلص نہ تھا، اس لئے اس نوبت کو میں پہنچ گیا۔ اے عالمو! ذرا اپنے علم کے ساتھ اخلاص کا استحضار رکھنا، اور اے عابدو! ذرا اپنے لئے رضائے الٰہی کا خیال رکھنا اور جو ان کا حکم ہو اس میں برابر بدون اس کے کہ کیا ملے گا، لگے رہنا، اس سے خالی الذہن ہو کر رہنا کہ علمِ دین حاصل کرنے سے اور عبادت کرنے سے کیا ملے گا؟ بس اصل مخلص ہو جاؤ گے۔ اسی لئے مولانا اور عبادت کرنے سے کیا ملے گا؟ بس عالموں سے

Marfat.com

زیادہ سالک اور کون ہوگا؟ ....

یا بم اورا یا نیابم جستجوئے می کنم
حاصل آید یا نیاید آرزوئے می کنم

میں اس کو پاؤں یا نہ پاؤں اس سے قطع نظر' وہ حاصل ہو، یہ میری اِک تمنا ہے، لیکن میری اس پر نظر نہیں ملے' چاہے نہ ملے، اس سب سے نظر انداز ہو کر، اسی کا ہو کر حکم کی تعمیل کر رہا ہوں۔ یہ ہے حقیقی اخلاص...... اور جو یوں کہہ رہا ہے کہ میں تو عبادت کرتے کرتے اور تلاوت کرتے کرتے اور وظیفے کرتے کرتے مر مٹا، مجھے تو کچھ ملا نہیں' بیماری وہیں' غریبی وہیں' دشمنوں کی بوچھاڑ بھی وہیں' اور جو دنیاوی چیزیں ضرر کی تخیل میں ہوتی ہیں وہ سب وہیں' تو کہیں ایسا نہ ہو کہ کل کو عبادت، فرائض، واجبات نہ چھوڑ دے یہ سوچ کر کہ میں مؤمن تو ہوں لیکن کافروں کو تو ایسا، ایسا مل رہا ہے، ''آ گیا شیطان''، اللہ تعالیٰ ہم کو اپنی پناہ میں محفوظ رکھے۔ (آمین)

دنیوی ہوسیں سلبِ علم کا سبب ہوسکتیں ہیں :

جب دنیاوی طمعیں اور ہوسیں حصولِ علم اور عبادت کے کاموں کے ذریعہ اس عالم و عابد کے اندر شیطان نے پھیلا دیں، کہ **ولاُمنینّھم** کا یہی مفہوم ہے اور وہ ملتی نہیں تو کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ عبادت ہی چھن جائے، یہ علم ہی چھن جائے۔ دیکھ لیجئے **انما الاعمال بالنیات** تو بخاری شریف میں پہلے پڑھایا جاتا ہے اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ترجمۃ الباب سے کوئی مناسبت ہی نہیں۔ اسی لئے ہے کہ امام بخاریؒ بطورِ اشارہ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ طلبِ علم میں اپنی نیتیں دیکھ لو، کیا ہیں؟

الغرض شیطان بزبانِ قال تو یہ کہہ رہا ہے کہ آپ کے مخلص بندوں پر میرا اثر نہیں ہوگا اور بزبانِ حال یہ کہہ رہا ہے کہ میں مخلص نہیں تھا اگر میں مخلص ہوتا تو میرا یہ حال عالم

Marfat.com

ہونے' عابد ہونے کے باوجود نہ ہوتا۔

مردوں کے خطاب میں عورتیں بھی داخل ہیں :

تو اللہ تعالیٰ مؤمن مرد کو' مرد ہوکر'' رکھنا چاہتے ہیں۔ مؤمن مرد میں سبھی آ گئے' مرد بھی اور عورتیں بھی آ گئیں' یہ تو محاورہ ہے' قرآن شریف میں جگہ جگہ یایھا الذین آمنوا، یایھا الناس مذکر کے صیغے ہیں تو کیا عورتیں اس میں داخل نہیں ہیں؟ ضرور ہیں' تو ذاتِ باری تعالیٰ مؤمن مرد کو مرد بن کر رہنے کی تعلیم فرما رہے ہیں اور تمرد سے بچنے کا حکم دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ شیطان سے سبق حاصل کرلو، وہ متمرد تھا باشتقاقِ تمرد' اس لئے دیکھو اس عالم، عابد کا کیا حشر ہوا؟ غلطی ہونا اپنی جگہ پر' یہ تو انسان کا خاصہ ہے مگر متمرد جس کو سرکش کہتے ہیں، کہ مان کر دیتا ہی نہیں ایسے سرکش اور متمرد کا تو سر کھینچ دیا جاتا ہے یعنی اس کا سر کاٹ دیا جاتا ہے۔

''سرکش'' کشیدن سے ہے جس کے معنیٰ ہیں کھینچنا، یہ سرکش اسمِ فاعل سماعی ہے، فارسی کا کشیدن سے کش امر حاضر معروف ہے اور سر یہ اسم ہے اور ایک اسم اور امر حاضر معروف مل کر اسم فاعل سماعی بنتا ہے، سماعی اسے کہتے ہیں کہ ہم نے اہل فارس سے اسی طرح سُنا ہے، اس لئے ہم اسی طرح کہہ رہے ہیں، تو سماعی کا قاعدہ مقرر نہیں ہوتا اور قیاسی اور چیز ہے کہ اس کا قاعدہ مقرر ہوتا ہے، تو اہلِ فارس کشیدن سے اسم فاعل سرکش بناتے ہیں کہ جس کے معنیٰ ہیں سر کھینچنے والا' اور سرکشی کا اثر یہی ہوتا ہے کہ اس کا سر کھینچ دیا یعنی کاٹ دیا جاتا ہے، اسی سرکش کو عربی میں متمرد کہتے ہیں جو تمرد سے مشتق ہے اور تمرد کی تے نکال دیجئے تو مردرہ گیا۔

عمل مطلوب ہے نہ کہ زوالِ مادہ :

تو معلوم ہوا کہ مؤمن مرد کو مرد ہوکر رہنا چاہئے، قوتِ شہوت کا گویا عملی حیثیت

Marfat.com

سے قلع قمع کر دیا، ''لفظ حیثیت سے'' میں نے دفع دخل مقدر کیا ہے کیونکہ مادہ تو ہے لیکن عملاً مرد ہو کر رہنا چاہئے۔ اور مرد ہو کر رہنے کی تین باتیں ہیں، جن کو پہلے عرض کیا تھا وہ جس میں جس درجہ کی ہوں گی اس کو مردِ کامل یا ناقص کہا جائے گا۔ وہ کیا ہیں؟ قوتِ شہویہ میں عفت' اگر قوتِ شہویہ میں پہلے غلطی ہوگئی ہے تو توبۂ نصوح ہوگئی، بس بے فکر' حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

یاایها الذین آمنوا توبوا الی اللّٰه توبةً نصوحًا، یعنی میں یہ نہیں کہتا کہ تجھ انسان سے خطا نہیں ہوگی، لیکن یوں کہتا ہوں کہ خطا نہ ہوتی رہے' جو ہوگئی۔

توبۂ نصوح کے بعد آدمی بزرگ بن سکتا ہے:

اے مؤمنو! اس سے توبۂ نصوح'' پکی توبہ کرلو'' کہ ندامت کے ساتھ ماضی سے توبہ کرلی اور مستقبل کے لئے پکا عہد کرلیا کہ اب میں اس کے پاس اور ایسی خلافِ شرع باتوں کے پاس نہیں جاؤں گا، یہ توبۂ نصوح ہوگئی، بڑے بڑے اولیاءِ کرام ہوئے ہیں ان کا تذکرہ سنیں تو تعجب ہو جائے، جی ہاں!

فضیل بن عیاضؒ کی توبہ:

ایک بزرگ گزرے ہیں فضیل بن عیاضؒ، چشتیہ کے شجرہ کے اندر ان کا نام آتا ہے، یہ ابراہیم بن ادھمؒ کے شیخ ہیں، اور ان کے شیخ عبدالواحدؒ اور ان کے شیخ حسن بصریؒ اور ان کے شیخ حضرت علیؓ اور پھر حضورِ اکرم ﷺ ہیں ہی۔

شجرہ کا محفوظ رکھنا یہ بھی سلوک کا مسئلہ ہے، تو فضیل بن عیاضؒ بڑے پکے ڈاکوؤں کے سردار ہوگئے تھے۔ پھر انہوں نے جو توبہ کی ہے تو کیا بنے؟ بڑے اولیاءِ کرام میں سے ہوگئے، امام اعظم ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں اور جب امام صاحبؒ نے بیس افراد کو

Marfat.com

تدوینِ فقہ کے لئے جمع کیا تھا تو فضیل بن عیاضؒ کو بھی بلایا گیا تھا۔ بعض فقہاء نے امام صاحبؒ سے تعجباً عرض کیا کہ آپ نے ان کو بھی فقہاءِ کرام کے ساتھ ترتیبِ فقہ میں بلا لیا تو امام صاحبؒ نے کیا فرمایا؟ کہ :

"یہ ایسا شخص ہے اگر ہم سے کوئی بات دین کے خلاف کی دیکھے گا تو ضرور ٹوکے گا، اس لئے رکھ لیا ہے"۔

دیکھو ! فضیل بن عیاضؒ کی کتنی اونچی بات ہوگئی۔ اسے کہتے ہیں توبۂ نصوح، کہ جو ماضی میں ہوگیا، ہوگیا مگر توبہ کی پکّی ندامت کے ساتھ۔

توبہ کیلئے ندامت طبعی کافی نہیں ندامت شرعی مطلوب ہے :

لیکن صرف طبعی ندامت کے ساتھ نہیں، طبعی ندامت اور چیز ہے، عقلی شرعی ندامت اور چیز ہے، مثلاً کوئی چور چوری کرنے گیا، نقب دیا، اتنے میں چوکیدار اسی گلی میں آ گیا، اس چور نے دیکھ لیا، شرمندہ ہوگیا اور بھاگا، تو یہ شرم اس کی طبعی ہے، عقلی شرعی نہیں ہے۔

ندامتِ شرعی کی حقیقت :

غور سے سنئے ! ندامتِ شرعی عقلی کا اعتبار ہے کہ آئندہ اس کام کے پاس اس کام کے پیچھے، اس کام کی طرف نہ جائے تو دیکھو! میں نے ولی کی ایک مثال دی کہ ماضی میں کیسے تھے؟ توبہ کے بعد کیسے ہوگئے، ایسا بڑے بڑے اولیاء کا حال ہے میں کس کس کا نام لوں۔

بعض بزرگ مولوی نہ تھے مگر مولوی گر تھے :

اور ایسے ایسے بھی گذرے ہیں کہ جنہوں نے عربی کا ایک حرف بھی نہیں پڑھا،

Marfat.com

مولوی تو کیا ہوتے، ہماری اصطلاح ہے کہ میزان سے لے کر بخاری شریف وغیرہ دورۂ حدیث شریف تک پڑھنے کا نام مولوی ہوتا ہے، تو بعض اولیاء اللہ ایسے گذرے ہیں کہ ایک حرف نہیں پڑھا عربی کا لیکن مولوی صاحبان اور عالموں کے لئے عالم گر بن گئے۔

شیخ کو وقتاً فوقتاً اصلاح و تبلیغ ضروری ہے :

کہیں ایسا نہ ہو شیخ صاحب کے یہاں حلقہ ہو رہا ہے، شیخ صاحب گردن جھکا کے بیٹھ گئے، مریدین کیا، کیا، تصور کر رہے ہیں، نہ معلوم عرش پر پہنچ گئے ہیں یا کرسی کی سیر کر رہے ہیں' ارے! کر رہے ہوں گے جو کچھ کر رہے ہوں گے لیکن مریدین کے پلے تو کچھ نہ پڑا۔ جب آپ کے پاس سے "خانقاہ" سے گھر پہنچیں گے تو چونکہ ان کے کانوں میں تو سلوک کی کوئی بات بھی نہیں پڑی' روک ٹوک بھی نہیں ہو رہی ہے' پھر تو جو باتیں پیش آویں گی' ان کے پیش آنے پر رہبری کون کرے گا۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ شیخ کو ٹرا ہونا چاہئے، یہ مولانا ہی کے لفظ ہیں کہ شیخ ٹرّا ہونا چاہئے، خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ، خواجہ معین الدین چشتی کی خدمت میں تیس سال رہے، حضرت والا فرماتے ہیں کہ خواجہ معین الدین چشتیؒ بہت بڑے عالم ہیں، اور حضورِ اکرم ﷺ کے روضۂ اطہر پر مدینہ منورہ میں حاضری رہتی تھی۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ معین الدین ہندوستان جاؤ! تو حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ حضور ﷺ کے حکم کی تعمیل میں ہندوستان آئے تھے، راستہ میں جگہ جگہ لوگ ان سے بیعت ہوتے رہے، چلتے چلتے یہاں پہنچ گئے، لمبا قصہ ہے تو دیکھئے قطب الدین بختیار کاکیؒ عالم نہیں تھے، لیکن ایسے شیخ عالم کے پاس بہ نیتِ اصلاح، بہ طلبِ صادق، بفکرِ آخرت رہے۔ آخر سند سلسلۂ اجازت لے کر دہلی آئے، پھر کیسے ہوئے؟ ایسے ہوئے کہ شیخ بابا فرید الدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ جو متبحر عالم تھے، خواجہ قطب

Marfat.com

الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

صحابی تو نہیں، جنید ہو سکتے ہیں:

میرے حضرت فرماتے تھے کہ صحابی تو نہیں بن سکتا نبوت ختم ہو چکی لیکن جنید بن سکتا ہے، بس ندامت کے ساتھ ماضی سے توبہ کرلے مستقبل کے لئے عہد کرلے، جو نمازیں چھوٹ گئی ہیں ان کو ادا کرنے کا اہتمام شروع کردے، جو روزے رہے ہوئے ہیں ان کے ادا کرنے کا اہتمام کرلے، اگر خدا نے مال دیا ہے تو پچھلی زکوۃ ادا کرنے کا اہتمام شروع کر دے اور زیادہ مال ہے تو حج بیت اللہ کا اہتمام کرلے اور اگر کسی کا مالی حق ہے اس سے معافی مانگ لے یا اگر مال پاس ہے جا کر ادا کردے۔ جو حقوق اللہ، حقوق العباد اس طرح ادا کرنے کا اہتمام شروع کردے تو وہ ولی ہو گیا، توبہ سے معصیت معاف ہوتی ہے، حقوق معاف نہیں ہوتے۔

عرض یہ کیا جارہا تھا کہ متمرد نہ بنو مرد ہو کر رہو اور مرد ہو کر رہنے کی صورت یہ ہے کہ تین چیزیں ہیں قوتِ شہویہ، قوتِ غضبیہ، قوتِ عقلیہ۔ ان تینوں چیزوں میں اعتدال کا نام "مردِ کامل" ہونا ہے۔

تو بات اس پر چلی تھی کہ قوتِ شہویہ پہلے تھی جیسی تھی اب توبہ کرلی پھر توبہ پر بعض اولیاء اللہ کا ذکر آ گیا تھا، کہ ایسے تھے اور پھر توبہ کرنے سے ایسے ہو گئے۔ جب قوتِ شہویہ سے توبہ کی تو اس کے اندر توبہ کرکے اعتدال آ کر عفت آ گئی۔ قوتِ غضبیہ کے اندر توبہ کرکے اعتدال آ کر شجاعت آ گئی، اور قوتِ عقلیہ کے اندر اعتدال آ کر افراط و تفریط سے بچ کر حکمت آ گئی۔ ان تینوں قوتوں میں تین تین درجے ہیں، پہلا درجہ افراط، دوسرا درجہ تفریط اور تیسرا درجہ اعتدال، اسی درجۂ اعتدال کا نام قوتِ شہویہ میں عفت ہے، قوتِ غضبیہ میں شجاعت ہے اور قوتِ عقلیہ میں حکمت ہے۔

Marfat.com

تو شیطان کے اندر تمرد تھا، اس لئے متمرد ہو گیا، نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ ملعون ہو گیا۔

اسی لئے حق تعالیٰ کیا فرماتے ہیں، انسان مؤمن مسلمان کو؟ کہ تم کو موت کے وقت تک مرد ہو کر رہنا چاہئے۔ جب عفت شجاعت اور حکمت آ گئی تو مرد ہو گئے، جب مرد ہو کر رہے گا تو کوئی رنج کی بات پیش آ جاوے گی تو کیا رنجیدہ ہو کر رہے گا؟ ہرگز نہیں ورنہ پھر کیا مرد ہوا کہ رنج کی بات پر رنجیدہ ہو کر رہتا ہے۔ ''ضمناً کلام آ تا رہتا ہے''۔

گفتگو سالک سے ہو رہی تھی، تو اے سالک! سلوک کو طے کرنے والے تیرے پاس دنیاوی اعتبار سے رنج کی بات پیش آنے پر تو کیا رنج ہو، دین کی بات میں بھی اگر کسی وقت کمی معلوم ہو، رنج طبعی ہونا تو ہے، رنجیدہ رہنا نہیں ہے، حق تعالیٰ رنجیدہ رہنے سے منع کرتے ہیں۔ میں نے ایک عابد صاحب کے حرم شریف میں بیمار ہوتے کا واقعہ سنایا تھا اور یہ بھی پیشِ خدمت کیا تھا کہ میرے دادا پیر صاحب نے کیا فرمایا تھا؟ ''عابد ہونا اور بات ہے اور عارف ہونا اور بات ہے۔ لہٰذا اے مسلمان ! ''مردِ کامل'' ہونا چاہئے۔

☆☆☆

Marfat.com

سولہویں مجلس

تصدیق وعمل صراطِ مستقیم ہے

اُصولی اور مسلم بات یہ ہے کہ جس شخص کو جس شخص سے کوئی غرض ہے اس کو خوش رکھنے کی کوشش کرے اور اگر اس کے ساتھ کوئی کوتاہی ہو جائے تو اس کو منالے۔ جب یہ مقدمہ تسلیم ہے۔

اللہ کو خوش رکھنے کی کوشش عقلی چیز ہے:

تو جو ایسی ہو کہ اس کو تو کسی سے بھی، کسی قسم کی بھی، کبھی بھی حاجت نہیں، کوئی غرض نہیں، کوئی کام انکا پڑا نہیں اور سب اسی کے محتاج ہیں تو ایسے کو تو اور بھی زیادہ سے زیادہ خوش رکھنے کی سعی بتامہا وکمالہا کرنا چاہیے اور اگر کچھ کوتاہی ہو جائے اور ممکن الوجود سے ممکن ہی ہے، کہ کوتاہی ہو جائے تو جلدی سے منانے کی کوشش کرے۔

اللہ تعالیٰ رحمت کا بہانہ ڈھونڈتے ہیں:

اور پھر وہ ایسی کرم والی طبیعت کا ہے اور ایسی جود وسخا والی ذات ہے کہ وہ تو اپنی

Marfat.com

رحمت بھیجنے کے لئے، نازل کرنے کے لئے بہانہ دیکھتے ہیں ......

ع رحمت حق بہانہ می جوید ...... اللہ کی رحمت بہانہ ڈھونڈتی ہے۔

کتب ربکم علیٰ نفسه الرحمة۔

تمہارے رب نے اپنے اوپر رحمت فرض کرلی ہے۔

"اللہ تعالیٰ تو روٹھتے نہیں، تم روٹھتے ہو، تم منالو"۔ ابھی تمہارے ہاتھ ان کو منانے کے لئے اُٹھیں گے بھی نہیں صرف دل میں منانا آیا ہے، وہ مان گئے یعنی راضی ہوگئے، تو یہ بات مسلم ہے۔ جب یہ بات مسلم ہے تو اگر دیر ہو تو یہ دیر ہماری طرف سے ہے اُدھر سے دیری نہیں۔ باپ جو رب مجازی ہے وہ اپنی اولاد کے اعزاز کو، منافع کو سوچتا ہے اور مضار اور اضرار و اضلالِ اولاد کے لئے کبھی اس کے خیال میں نہیں آتا۔ جب شفقتِ پدری مربی حقیقی کی طرف سے باپ میں اس طرح واقع ہے تو اس مربی حقیقی میں تو شفقت کی کوئی انتہا نہیں، رحمت کی کوئی انتہاء نہیں، کرم کی کوئی انتہاء نہیں۔

رسول علیہ السلام بھیجنا بھی کرم کا تقاضہ ہے :

اسی لئے مربی حقیقی نے اپنی رحمت سے بلا سوال کے اپنے کرم سے یوں چاہا کہ میں اس انسانِ ممکن الوجود کی طرف اپنے خاص بندے "رسولوں" کو بھیجتا رہوں، یہاں تک کہ انتہاء خاتم النبیین اپنے حبیب محمد ﷺ پر کردوں' تو اس کو تو اپنی حاجت کسی قسم کی من حیث العبادۃ بھی نہیں' اس کو اپنے لئے عبادت کی کیا ضرورت؟

تو اس ربّ حقیقی نے اپنے کرم سے، جود سے، سخاء سے، رحمت سے یہ چاہا کہ رسولوں کو بھیجوں اور آخر میں اپنے حبیب نبی آخر الزماں کو بھیجوں، کیوں بھیجوں؟ اس لئے کہ میری مخلوق انسان کے لئے جو منافع کی چیزیں ہیں، ان کو پہنچا دیں اور جو مضار (نقصان کی) چیزیں ہیں ان کو بتلا دیں کہ منافع کی چیزوں سے عمل میں لا کر نفع اُٹھاویں،

Marfat.com

دنیوی بھی اور اُخروی بھی اور جو مضار کی چیزیں ہیں ان کو بھی تسلیم کردیں، بتادیں تاکہ وہ ان مضار کی چیزوں سے ہٹ کر ضرر سے بچے رہیں تو اس میں مخلوق انسان ہی کا نفع ہے اور دو ہی چیزیں ہوتی ہیں منفعت کی یا مضرت کی۔

کلام اللہ بوصفِ اعجاز باعثِ تصدیق ہے :

تو ذاتِ باری تعالیٰ نے قرآنِ پاک بوصفِ اعجاز نازل فرما کر اس کے قطعیت کے طور پر کلام اللہ ہونے کی تصدیق قلب میں بٹھادی۔ جب کلام اللہ کے کلام اللہ ہونے کی تصدیق ہوگئی، تو جو مضامین ہیں ان کا تسلیم کرنا ہوگیا اور تصدیق و تسلیم کو عمل لازم ہے، تو تصدیق و عمل یہی صراطِ مستقیم کامل ہے، اسی میں منافع کا ذکر ہے، اسی میں مضار کا ذکر ہے، لہٰذا اب تم مکلف ہوگئے، اب چاہے تم منافع کو اختیار کرو اور چاہے تم مضار کو اختیار کرو۔ قوتِ ارادیہ، قوتِ اختیاریہ، قوتِ عقلیہ بعقلِ مستقیم وفہمِ سلیم تمہارے اندر ودیعت کی ہوئی، پیدا کئے گئے ہو۔ ہم نے تو تمہارے سامنے رسول بھیج کر اور کلام اللہ بوصفِ اعجاز روانہ کر کے مضامین عمل من حیث النافع والمضار رکھ دیئے ہیں۔ اب تم منافع کو اختیار کر کے منعم علیھم ہو جاؤ مقبول بن جاؤ، اور چاہے تم مضار کو اختیار کر کے منتقم علیھم بن جاؤ اور کوئی مضمون من حیث العمل تمہاری طاقت اور وسعت سے باہر نہیں۔ یہ تو میری رحمت کے خلاف ہے کہ ایسے عمل کو تم پر لادوں جو تمہاری طاقت سے باہر ہو اسی لئے کلیہ بیان کردیا :

"لایکلف اللہ نفسًا الاوسعھا"۔

اللہ تعالیٰ کسی کو مکلف نہیں بناتا مگر اسی کا جو اس کی طاقت میں ہو۔

تو یہ انسان بشر پورا کا پورا اپنی جگہ پر مکلف ہوگیا۔

یَھْدِی اور یضل من حیث التخلیق ہیں :

کسی قسم کی کسی وقت بھی، کوئی بھی جس میں لوگوں کی نگاہوں میں ذلت ہو، میں

Marfat.com

نے سوچا عبدالرب اگر تو نے علماءِ دیوبند کی تواضع جو مشہور ہے اس کو اختیار کیا تو بری طرح تیری پٹائی ہوگی۔ اس لئے میں نے کہا: "جانتے نہیں ہم کون ہیں؟ ہم ہیں حضرت مولانا عبدالرب صاحب دہلی والے"۔

یہ سن کر وہ پہرہ دار ڈر گیا اور کہا حضور معاف فرمائیں، میں نے پہچانا نہیں نواب صاحب سے نہ کہئے گا"۔ "ہاں نواب صاحب سے نہ کہئے گا کیوں نہ کہوں؟ ہمیں ٹوکتا ہے تو' جانتا نہیں ہم کون ہیں؟" پہرہ دار نے کہا: "نہیں صاحب! میں بیوی بچوں والا ہوں، مجھے نواب صاحب برخاست کردیں گے، میرا روزگا چلا جائے گا"۔ فرمایا: اچھا اچھا جا، معاف کردیا"۔

تو یہ جو مولانا عبدالرب صاحب فرما رہے ہیں تو کیا تکبر تھا؟ یہ انہوں نے تکبراً کہا تھا؟ نہیں' یہ صورۃً تکبر تھا' حقیقۃً تواضع' تذلل سے بچنا ہے، تو حب جاہ ممنوع ہے، وقتی طور پر کسب جاہ یہ ممنوع نہیں ہے کہ جیسے براز (پاخانہ) اندر کچھ رہنا چاہئے ورنہ حرارتِ عزیزیہ گئی، ایسے ہی اگر کبھی تکبر اندر سے بالکل گیا تو جس کو حیوٰۃ کہتے ہیں وہ گئی۔

حالتِ تُرابیت مطلوب ہے:

لیکن اس کا استعمال ہر ایک شخص نہیں کرسکتا، جب تک کہ باطن کی حالتِ تُرابیت کی نہ ہوگئی ہو کہ اپنے کو تمامی مخلوق سے بدتر جانتا ہے اور تمامی مخلوق کو اپنے سے بہتر سے بہتر جانتا ہے۔ ہر مؤمن کے مقابلہ میں تو ایسا حالاً جانتا ہے اور غیر مؤمن کے مقابلہ میں حیوان خنزیر سے بھی اپنے آپ کو مآلاً کمتر سے کمتر جانتا ہے، کہ اگر میرا خاتمہ ایمان پر نہ ہوا تو خنزیر مجھ سے اچھا ہے، اس سے کوئی حساب، کتاب سوال وجواب نہیں ہے۔ اور میرے ساتھ حساب کتاب، سوال وجواب کا معاملہ ہے، یہ معنیٰ ہیں اس کے جو بزرگوں نے کہا ہے، اکابر نے کہا ہے اور سب نے کہا ہے کہ ہم تو کتے، خنزیر سے بدتر ہیں تو

Marfat.com

یہ مآل کے اعتبار سے فرمایا ہے۔

الغرض ...... یہ استعمال تکبر صوری ہر ایک کا کام نہیں ہے۔ دیانۃً معاملہ اس بندۂ مؤمن کا ذات باری تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ ایک قضاءً معاملہ، ایک ہے دیانۃً معاملہ۔ تو دراصل بندۂ مؤمن کا ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ معاملہ ہے۔ دعویٰ تو ہر شخص ہر چیز کا کرسکتا ہے۔ حالات شاہد ہوتے ہیں دعویٰ پر۔

حضرت مولانا دیوبندیؒ کی ترابیت کا واقعہ :

حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ جو شیخ الہند کے ساتھ ملقب ہوگئے ہیں۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو ناگواری ہوتی تھی کہ شیخ العلم کو شیخ الہند کہتے ہیں۔ ان کا واقعہ ہے کہ کانپور میں ایک بہت بڑا جلسہ تھا جیسے مدرسوں کے سالانہ جلسے ہوتے ہیں، اس میں بڑے بڑے علماء کو دعوت دی گئی تھی، مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی بہت بڑے معقولی، بڑے صاحب ریاضی، وہ بھی مدعو تھے، مولانا محمود الحسن صاحب وعظ کررہے تھے وعظ کہنے کی ان کی عادت نہیں تھی، مگر فرمائش پر وعظ کہہ رہے تھے، اتنے میں مولانا لطف اللہ صاحب علیگڑھی بھی مجمع میں پہنچے، کسی نے نظر اُٹھا کر جو دیکھا تو اچانک بلند آواز سے کہا او ہو! مولانا لطف اللہ صاحب آگئے، اب جو لوگوں کی نگاہیں پہنچیں تو دیکھا واقعی مولانا لطف اللہ صاحب جلسہ گاہ میں تشریف لے آئے ہیں۔ جب آوازیں بلند ہوئیں تو مولانا محمود الحسن صاحب کی بھی نگاہ پڑ گئی، جب مولانا کی نگاہ ان پر پڑی تو جو لفظ بول رہے تھے وہیں چپ ہوگئے، زبان بند فرمالی اور فرمایا آیئے مولانا تشریف لایئے، پھر بڑے تپاک، بڑے اعزاز کے ساتھ فرمایا : آیئے کرسی پر تشریف رکھئے اور اپنا وعظ ختم فرمادیا۔ مولانا لطف اللہ صاحب نے وعظ فرمایا پھر دوسرے وعظ ہوتے رہے۔

اس جلسہ میں جو مولانا محمود الحسن صاحب کے شاگرد تھے، ان کو بڑا رنج ہوا، بہت

Marfat.com

رنج ہوا کہ مولانا وعظ بڑا مدلّلانہ اور مبرہنانہ فرمارہے تھے۔ اُس وقت علماءِ دیوبند کے متعلق یہ مشہور تھا کہ فقیہ تو ہیں، یہ محدث تو ہیں، مگر معقولی، منطقی نہیں ہیں اور آج مولانا بڑے معقولی اور منطقی دلائل کے ساتھ وعظ فرمارہے تھے تو ہمارے استاد صاحب کو تو بیان جاری رکھنا چاہیے تھا تاکہ ان کو معلوم ہو جاتا کہ علماءِ دیوبند بھی منطق سے خالی نہیں ہیں۔ حضرت مولانا نے یہ کیا کیا؟ جب مولانا اپنے مستقر پر پہنچے تو شاگرد بھی اس مستقر پر پہنچ گئے اور بعض نے ہمت کر کے، جرأت کر کے کہا کہ حضرت یہ کیا کیا، کہ اپنے بیان کو آپ نے ختم فرمادیا، کیا اچھا ہوتا کہ یہ بیان جاری رہتا اور مولانا لطف اللہ صاحب کو معلوم ہو جاتا کہ ایسا نہیں ہے جیسا ہم سمجھتے تھے، علماءِ دیوبند بھی معقول اور منطق سے خالی نہیں ہیں۔

حضرت ! آپ نے یہ کیا کیا؟ اس سے بڑا رنج ہوا۔ مولانا محمود الحسن صاحب نے کیا فرمایا، کہ میں نے اسی لئے بند کر دیا تھا، مجھے بھی یہ وسوسہ تھا، خیالی، غیر اختیاری آ گیا تھا تو اب جو بیان ہوتا وہ اپنے لئے ہوتا، رضاءِ الٰہی کے لئے نہ ہوتا اس لئے میں نے بند کر دیا، دیکھا یہ ہے تواضع۔ وہ خیال کچھ واہمہ، کبر کا آ گیا تھا نہ کہ حقیقتِ کبر، اس کی وجہ سے بھی وعظ ترک فرمادیا اور فرمایا کہ جو تمہیں خیال آیا مجھے بھی یہی خیال آیا۔

حضرت علیؓ کی ترابیت کی حکایت :

جیسا کہ واقعہ مشہور ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا، کہ جنگ میں ایک شخص پر قابو پالیا، سینے پر بیٹھ گئے، تلوار کاٹنے کے لئے گردن پر جاری ہے، اس کو ختم کرنے کے لئے اچانک اس نے حضرت علیؓ کے چہرہ پر تھوک دیا۔ حضرت علیؓ اس کے اوپر سے اُٹھ گئے اور اس کو چھوڑ دیا۔ اس نے کہا کہ اب تو جلدی مجھے قتل کر دینا تھا کہ میں نے آپ کے چہرہ پر تھوک دیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اسی وجہ سے میں نے تجھ کو چھوڑ دیا، کہ ہمارا ہر کام رضاءِ الٰہی کے لئے ہوتا ہے۔ جب تو نے تھوکا تو طبعی طور پر مجھ پر ایک اثر ہوا، اب میں تجھ کو اگر قتل کرتا

Marfat.com

تو اپنے لئے کرتا نہ کہ اللہ کی رضا کے لئے، اس لئے چھوڑ دیا۔

دیکھا ! ہمارا آپ کا یہاں بیٹھنا اسی لئے تو ہے کہ یہ چیزیں ترک کے ساتھ ذاتِ باری تعالیٰ کے لئے اپنے اندر قائم ہوں۔ اسی لئے تو یہ سفر ہے (بہت سے علماء اور طلبہ دور دراز سے تعطیلاتِ سالانہ میں اصلاحِ نفس کے لئے آتے ہیں' ان کو خطاب ہے۔از: محشی) اگر یہ نیتیں نہیں ہیں تو وہ سفر سقر (دوزخ) ہے۔

تو ہمارے ان اکابر کی حالتِ تواضع دیکھی! تکبر کا نام بھی نہیں اور جہاں استعمال کیا ہے جیسا کہ میں نے مولانا عبدالرب صاحب کا تذکرہ کیا وہ صورۃً ہے، ذلت سے حفاظت کے لئے ہے، ضرر سے حفاظت کے لئے ہے، اگر یہ صورت نہ ہوتی تو مولانا عبدالرّب صاحب کے الفاظ سے بھی معلوم ہو رہا ہے کہ میں بھی یوں ہی کہتا جو اکابر وعلماءِ دیو بند کا طریقہ رہا ہے کہ میں ہوں ناچیز، ہیچمدان، حقیر، فقیر، میں یوں ہی کہتا، لیکن اس موقع پر یہ کہنا شرعاً میرے لئے مجاز نہیں تھا کہ اس میں ذلت ہوتی بلکہ اس ذلت سے بچنے کے لئے شرعاً دوسرا طریق اختیار کرنا ضروری تھا، ان کا جملہ ''اگر میں علماءِ دیو بند کی طرح تواضع اختیار کرتا'' بتلا رہا ہے کہ اگر واقعہ کی موجودہ صورت نہ ہوتی تو میں بھی وہی علماءِ دیو بند کا طریقہ اختیار کرتا، مگر وہ صورت ونوعیت ہی ایسی تھی کہ میں نے الفاظِ تواضع کہنا شرعاً جائز نہ سمجھا۔

استفتِ قلبک ہر ایک کا معاملہ نہیں ہے :

لیکن ہر شخص اپنے معاملہ میں مفتی بن جائے اور صحیح فیصلہ کرلے، یہ ہر ایک کا کام نہیں ہے۔ یہ حق تعالیٰ کے ساتھ دیانۃً معاملہ ہے، اسی لئے فرمایا ہے استفت قلبک' لیکن یہ ہر ایک کا کام نہیں ہے۔ یہ ان کا کام ہے جو جانتے ہیں کہ رائی کے دلنہ کے برابر بھی واقعی، حقیقی اگر کبر ہے تو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ بھلا وہ حضرات یہ جانتے ہوئے کیسے

Marfat.com

استعمال کر سکتے ہیں حقیقتِ کبر کو اور جہاں استعمال کیا ہے، یہ نوعیت ہے یعنی کسب جاہی کی نوعیت ہے۔ حب جاہی کی نوعیت نہیں ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے، آپ حضرات نے پڑھا ہوگا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں :

''میں قیامت کے دن اولادِ آدم کا سردار ہوں گا و لافخر ، میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا و لافخر ، اور آدم علیہ السلام اور ان کے سوا جتنے نبی ہیں سب میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور مجھ سے سب سے پہلے زمین شق ہوگی و لا فخر ، آپ نے ایک حدیث میں اپنے خاندان کو بھی بیان کیا ہے کہ: انا خیرھم نفسا و خیرھم بیتاً میں تمام میں ذات کے اعتبار سے بھی بہتر ہوں اور خاندان کے اعتبار سے بھی بہتر ہوں لیکن یہ سب منجانب اللہ نعمتیں ہیں، میرا اس میں کوئی دخل نہیں جس پر فخر ہو سکے، کیوں؟ اس لئے کہ یہ ساری نعمتیں عطائی ہیں؛ اگر میں ان کے بالمقابل فخر کرنے لگوں تو یہ میری خطا ہے۔ اسی لئے لافخر، لافخر، لافخر، لافخر ، بار بار حضور ﷺ فرما رہے ہیں، تو جب نسب کو بیان کرتے ہوئے بھی یہ انداز ہے تو اور فضائل تو بہت اونچے ہیں کہ ......

ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ ایں مختصر

خدا کے بعد آپ ہی بڑے ہیں مختصر بات یہ ہے۔

اور ہم اُمتِ مسلمہ بالخصوص علماءِ کرام، نائبینِ رسول، اسوۂ رسولِ اکرم ﷺ کے مکلف ہیں اور آپ خود عطاءِ نعم پر الفاظ امتیازی فرما رہے ہیں، پھر سب اس کے لافخر، لافخر، لافخر تو نائب رسول بھی کسی موقع پر ان الفاظ کو استعمال کر لیتا ہے اور کہتا ہے لافخر، لافخر اور یہ سب تحدیثاً بالنعمۃ ہے۔ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۔

تحدیث بالنعمۃ میں نکتہ :

اور اس میں نکتہ یہ ہے کہ پرورش کرنے والے کی نعمت کے تذکرہ سے عبادت کی

Marfat.com

طرف قدم بڑھتا رہتا ہے۔ جی چاہتا ہے کہ ایسے منعمِ حقیقی کی اور عبادت کیوں نہ کروں۔ تو نائبِ رسولؐ جو واقعی نائبِ رسولؐ ہیں کہ نیابت کی اس کے اندر صفات ہیں اور پھر وہ اپنی کوئی صفت بیان کر رہا ہے تو فخراً نہیں بیان کر رہا ہے بلکہ اظہارِ نعمت کے طور پر کہہ رہا ہے۔

ایک صحابیؓ کا واقعہ :

حدیث شریف میں ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک صحابیؓ آئے، ان کے جسم پر کپڑے اچھے اور صاف ٹھیک سے نہیں تھے۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا :

''تمہارے بدن پر ایسے کپڑے ہیں، کیا تمہارے پاس مال نہیں ہے؟''

انہوں نے عرض کیا : ''ہے''۔ اونٹ بھی ہیں، بکریاں بھی ہیں، پیسے بھی ہیں''۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا :

''پھر تمہارے جسم پر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو کیوں نہیں دیکھتا ہوں؟ تمہارے بدن پر ایسے کپڑے کیوں ہیں؟''

ایک اور حدیث ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ ایک جنازہ میں شریک ہیں، صحابہؓ بھی شریک ہیں، آپ ﷺ کی عادتِ مبارکہ صحابہؓ سے آگے ہی چلنے کی نہ تھی۔ صحابۂ کرامؓ کی کوشش تو یہی تھی کہ ہم پیچھے چلیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی صحابہؓ سے آگے ہو جاتے کبھی پیچھے ہو جاتے۔ اس وقت اتفاقاً آگے تھے، آپ ﷺ نے جو آگے سے سرِ مبارک پھیر کر دیکھا تو صحابۂ کرامؓ کے کندھوں پر چادر نہیں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا : ''سوگ مناتے ہو؟'' جیسا ہمارا طریقہ ہے کہ ماتم کرتے ہیں اور نہ معلوم اظہارِ غم کے لئے کیا کیا طریقے نکال رکھے ہیں، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب تم باہر نکلتے تھے تو چادر اوڑھ کر نکلتے تھے پھر چادر کیوں نہیں ہے؟ لوٹو اور چادر اوڑھ کر آؤ۔ لوٹے اور چادر اوڑھ کر آئے۔ یہ اس طرح ماتم منانے کا کیا مطلب؟ تو کیا صحابۂ کرامؓ کے اندر فخر تھا، دکھاوا تھا، ریاء تھی؟ ہرگز

Marfat.com

نہیں، وہ تو سارے کے سارے ولی ہیں، جو صحابی ہے ولی نہیں؟ ضرور ہے، تو جب ولی ہیں تو اخلاقِ رذیلہ ضمیمہ سے صاف ہیں۔

تو صحابہؓ چادریں اوڑھ کر نکلا کرتے تھے، تو کیا فخراً نکلا کرتے تھے، اگر یہ نکلنا فخر ہے والعیاذ باللہ تو پھر ولی کیسے تھے؟ لیکن ان کی ولایت مسلم ہے اور اس طرح نکلنا معلوم ہوا تو کیا یوں کہہ سکتے ہیں کہ تکبراً چادر اوڑھ کر نکلتے تھے۔

جب اللہ تعالیٰ نے نعمتیں بے بہا دی ہیں' تو ان کا ظہور ہمارے طعام واکل کے اندر، لباس وغیرہ کے اندر کیوں نہ ہو وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ کا یہی مقتضا ہے۔ اسی سے معلوم ہو گیا کہ جب حضور کو اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا تو جو حضور کے اسوۂ حسنہ دیانۃً واقعی اپنے اندر لئے ہوئے ہیں، وہ بھی اسی طریقے سے اپنے کو ظاہر کرتا ہے کہ چوغہ پہن کر نکلتا ہے جو نکلتا ہے، اس پر اعتراض نہ کیجئے گا کہ اوہو! چوغہ پہن کر نکل رہے ہیں۔ رومال ڈال کر نکل رہے ہیں اوہو ہو!۔ یہ بے باکی کیسی؟ جو منہ میں آیا، سو کہہ دیا اور جس کو چاہا کہہ دیا تو اس کے باطن سے واقف ہے؟ معلوم ہوتا ہے، تیرے اندر خوفِ خدا نہیں، غیبتیں کرتا پھرتا ہے، تہمتیں لگاتا پھرتا ہے، تیرے اندر خوفِ خدا نہیں ہے، اگر تیرے ذہن میں کوئی اعتراض کی بات آئی تھی، تو اس سے خفیہ طور پر جا کر کہتا، اگر واقعی تجھے اس کی محبت ہے، تو اس سے جا کر کہتا، نہ کہ لوگوں میں لگاتا پھرتا ہے، اگر تخطیہ کی بات ہے تو اس سے کہتا نہ کہ اس کا تخطیہ گاتا پھرتا ہے، ایک قطعہ یاد آ گیا ....

خواہی کہ شود دلِ تو چوں آئینہ
دہ چیز بروں کن از درون سینہ

سینہ مثلِ آئینہ ہو جائے اس کا طریقہ :

اگر تو یوں چاہتا ہے کہ تیرا سینہ مثلِ آئینہ کے ہو جائے تو دس چیزیں ہیں اُصولی

Marfat.com

طور پر، یہ نہیں کہ دس ہی ہیں کچھ فروعی ہیں' اصولی طور پر جو دس چیزیں ہیں، ان کو بیان کر رہے ہیں .... ۔

حرص و امل و غضب و دروغ و غیبت

ریا و حسد و بخل کبر و کینہ

امل' یہ الف سے ہے، یعنی لمبی لمبی آرزوئیں، من گھڑت منصوبے، یہ دس چیزیں ہوگئیں، ان کو نکالو اپنے اندر سے جب تمہارا سینہ مثل آئینہ ہوگا تو ایسے شخص کو حق ہے کہ صورۂ جاہ کا اظہار کرے۔ یہ ہر ایک کو مجاز نہیں۔ کبھی کہیں شیخ باطن کے ساتھ زانوئے ادب تو طے ہوا نہیں اور خود سمجھ بیٹھا کہ ساری چیزیں میرے اندر سے نکل چکی ہیں، مٹی پنا میرے اندر آگیا ہے، ذرا کچھ کہہ کر دیکھ لو، کتنا غضب ناک ہوتا ہے۔

تصدیق و عمل صراطِ مستقیم ہے :

شروع میں یہ عرض کیا جا رہا تھا کہ ذاتِ باری تعالیٰ کا کلام جو صفتِ اعجاز کے ساتھ ہے، اس کی تصدیق اور اس کے اندر جو مضامین ہیں، ان پر عمل تو تصدیق و عمل یہی صراطِ مستقیم کامل ہے۔ یہ معنیٰ ہیں اهدنا الصراط المستقیم کے۔

اہلِ کتاب ہونا صراطِ مستقیم پر ہونے کیلئے کافی نہیں :

ورنہ ہر شخص کہہ سکتا ہے کہ میں صراطِ مستقیم پر ہوں' یہودی بھی کہہ دیگا، نصرانی بھی کہہ دے گا، مشرک بھی کہہ دے گا۔ قرآن شریف میں ہے :

وزیّن لهم الشیطان ما کانوا یعملون ○

ہر ایک کا عمل شیطان نے اس کے سامنے مزین اور حسین کر دیا ہے۔ اسی لئے حق تعالیٰ اهدنا الصراط المستقیم کا بدل لائے صراط الذین انعمت علیهم جو منعم

Marfat.com

علیھم ہیں وہ ہیں صراطِ مستقیم پر اور وہ انبیاء علیھم السلام ہیں' شہداءِ حقیقی ہیں، وہ صدیقین ہیں، وہ صالحین ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے :

و من یطع اللّٰہ و رسولہ فاولٰئک مع الذین انعم اللّٰہ علیھم من النبیین و الصدیقین و الشھدآء و الصّالحین○

اس کی شرح کر دی اور کھول دیا تا کہ ہر ایک یہ نہ سمجھ جائے کہ میں صراطِ مستقیم پر ہوں۔ اب آگے ضرورت تھی نہیں، لیکن پھر اور صاف کر دیا کہ دوسروں کو اہلِ کتاب سمجھ کر سمجھنے لگیں کہ وہ صراطِ مستقیم پر ہیں، اگر ہم نے ان کے طریق کو اختیار کر لیا تو کیا حرج ہے؟ اس لئے آگے فرمایا : غیر المغضوب علیھم و لاالضالین وہ تو راہِ ضلالت پر، راہِ غضب پر ہیں، مراد ہیں یہودی اور نصرانی جو کہ اہلِ کتاب رہے ہیں، یہ کلام کی بلاغت ہے کہ جو اہلِ کتاب سے نہیں ہیں، تو وہ بطریقِ اولیٰ مغضوب علیھم اور ضالین میں سے ہیں۔ جب اہلِ کتاب کے لئے میں کہہ رہا ہوں کہ وہ صراطِ مستقیم پر نہیں بلکہ راہِ ضلالت پر' راہِ غضب پر ہیں تو غیر اہلِ کتاب بدرجۂ اولیٰ صراطِ مستقیم پر نہیں ہوں گے۔ لہٰذا صراط المستقیم کی شرح صراط الذین انعمت علیھم فرما کر احتراز ہو گیا غیر مسلم سے، کہ مراد صراطِ مستقیم سے اسلامِ حقیقی ہے، تو جتنے بھی غیر مسلم وہ سب کے سب نکل گئے، ان سے احتراز ہو گیا، یہ قیدِ احترازی ہے۔

تو بھائی موٹی سی بات ہے کہ ہم کو جس سے غرض ہو گی اور اس کو ہم سے کوئی بھی غرض نہیں تو ہمیں تو اس کو راضی رکھنے کی پوری پوری سعی و کوشش کرنا ہو گی اور ذرا کوئی بات اس کی مرضی کے خلاف اپنے اندر دیکھے تو فوراً جلد سے جلد اس کو منانے کی کوشش کرے، اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اس لئے میرے حضرت نے فرمایا کہ حق تعالیٰ تو روٹھتے نہیں تم روٹھتے ہو کہ گناہ کرتے ہو، لہٰذا تم منالو۔

Marfat.com

توبہ کی انوکھی تعبیر :

اور وہ ایسے ارحم الراحمین ہیں کہ ذرا بہانہ رحمتِ خاص کے نزول کا ہوا فوراً رحمتِ خاص کا نزول ہو گیا اور مان گئے' کیونکہ حق تعالیٰ جانتے ہیں کہ بندہ یہ سمجھ رہا ہے کہ اس کا چارہ میرے ماننے کے سوا کوئی نہیں ہے، وہ میرے سوا کسی اور کو جانتا اور مانتا ہی نہیں ہے، تب ہی تو سر جھکا رہا ہے میرے سامنے ندامت کے ساتھ' کہ اس کا کوئی چارہ نہیں ہے۔ چلو وقتی ہی سہی' مگر میں کہہ رہا ہوں توبہ کرنے کو' میرے کہنے سے کہہ رہا ہے' مگر کہہ تو رہا ہے بہ ندامت' اس لئے مان گئے، اس کی نگاہِ دل، نظر قلب میری طرف آئی کہ میں اس کا منظورِ نظر ہوں، اسی کا نام انابت الی اللہ ہے اور انابت الی اللہ والے منیب سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتے ہیں۔ اس لئے بھی ابراہیم علیہ السلام کے اوصاف کو بیان کرتے ہوئے ذاتِ باری تعالیٰ نے فرمایا :

ان ابراهيم لحليمٌ اَوَّاهٌ مُّنيبٌ ٥ بلاشک وشبہ ابراہیم بہت ہی بردبار ہیں، کسی نے کچھ کہہ دیا، دل پر بوجھ پڑ گیا، اس کو اُٹھا لیا جب کوئی خلافِ طبیعت بات کہے گا تو بوجھ پڑے گا یا نہیں، ضرور پڑے گا، اس کو اُٹھا لیا، یہ ہے حلیم۔ اَوَّاہٌ بڑے نرم دل، یہ حضور کے جدِ امجد کے اوصاف بیان کئے جا رہے ہیں، سب ہی نبی ایسے تھے، بعض چیزیں ہوتی ہیں تغلیب کی۔

اہلِ علم کو خطاب :

اہلِ علم حضرات ! آپ سوچئے کہ ہمارے اندر پڑھ لکھ کر حلم کس درجہ کا ہے، پھر سوچئے، کہ ہمارے اندر کس درجہ کی شفقت ہے، یعنی اوّاہیت نرم دلی، پھر سوچئے کہ آگے حق تعالیٰ منیبٌ فرما رہے ہیں، منیب انابت بابِ افعال سے ہے، میری طرف رجوع

Marfat.com

کرنے والا، معلوم ہوا کہ انابت بڑی خوبی کی صفت ہے، وہ سمجھتا ہے کہ میں تو انتہائی درجہ کا محتاج ہوں اور ذاتِ باری تعالیٰ بوصفِ صمدیت ہیں، مجھ کو چارہ نہیں ہے، بدون ذاتِ باری تعالیٰ کی انابت کے، اس لئے رجوع کر رہا ہے۔ انابت کے یہی معنی ہیں، جہاں یہ انابت آئی بس مان گئے تو دیر ہماری طرف سے ہے۔ ان کی طرف سے دیر کا سوال ہی نہیں ہے۔

توبہ کی ایک اور تعبیر :

اس کو یوں سمجھ لیں۔ استاد نے شاگرد کا جب سبق سُنا تو اس سے کوئی غلطی ہوگئی، استاد نے کہا کھڑے ہو جاؤ، وہ کھڑا ہو گیا، اب بیچارہ ڈر کے مارے کچھ کہتا نہیں، اس کا حوصلہ یہ کہنے کا نہیں ہوتا کہ معاف کر دیجئے، جب کچھ تھوڑی سی دیر ہوگئی، کھڑے ہوئے تو استاذ صاحب فرما رہے ہیں :

''کیا کہتا ہے؟ آئندہ یاد کر کے لائے گا''۔

بچہ فوراً کہہ دیتا ہے : ''جی ہاں آئندہ یاد کر کے لاؤں گا''۔

اسے استاد نے تلقین کر دی کہ جو میں کہہ رہا ہوں یہ کہدے تو میں کہہ دوں گا بیٹھ جا۔ چنانچہ اس نے کہہ دیا، استاد نے بٹھا دیا۔ اسی طرح ذاتِ باری تعالیٰ بندہ کو سکھا رہے ہیں کہ تو یوں کہہ دے کہ میں توبہ کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے سکھائے ہوئے کو وہ کہہ رہا ہے، اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں : ''معاف''۔

حضرات ! خلاصہ یہ نکلا قرآنِ پاک بدلائلِ اعجاز کی تصدیق اور اس کے مضامین پر عمل۔ تو تصدیق و عمل یہ ہے صراطِ مستقیم کامل۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی صراطِ مستقیم پر تادمِ آخر قائم رہنے کی توفیق ارزانی سے نوازیں۔

(آمین)

Marfat.com

ملفوظ

فرمایا حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا بول و براز پاک تھا، بعض صحابیات برکۃؓ اور اُم یمنؓ نے اس بول کو پی لیا تھا، کیونکہ آپ ﷺ نور ہیں، مگر آپ ﷺ کو دنیا میں بھیجا جانا تھا افادہ اور استفادہ کے لئے، تو اگر آپ ﷺ نورِ محض ہو کر آتے جسم کا لباس آپ کو نہ پہنایا جاتا تو ہم کو استفادہ نہ ہو سکتا تھا، ہم اُسوۂ حسنہ کو دیکھ کر کس طرح کرتے مثلاً نماز میں رکوع، سجدہ، حروف کی ادائیگی کس طرح کرتے، زکوٰۃ کی ادائیگی کا وقت وواجب کی مقدار کس طرح کرتے، روزہ رکھنے کا کیا طریق ہے؟ یہ سب تفصیلات کیسے معلوم ہوتیں، اس لئے آپ ﷺ کو جسم کا لباس پہنا کر اس عالم میں بھیجا گیا تا کہ مخلوق کے لئے استفادہ کرنا آسان ہو جائے، مگر اصل فطرت کے اعتبار سے آپ ﷺ نور ہیں اور نور پاک ہے تو نور میں جو چیز ہے وہ بھی پاک ہے، اس لئے علماء نے آپ ﷺ کے بول و براز کو پاک فرمایا ہے، مگر چونکہ آپ ﷺ کے اجزاءِ تالیفیہ بشر کے ہیں، اس لئے تمام احکام آپ ﷺ پر تکلیفی حیثیت سے واجب ہیں۔

چنانچہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ اس قدر بلند ہے کہ وہ بقعۂ ارض جس سے آپ ﷺ کا جسمِ اطہر مس کئے ہوئے ہے، وہ عرشِ اعظم سے بھی افضل ہے، تو ''بیت اللہ'' سے آپ ﷺ کا مقام کس قدر افضل ہوگا، مگر قضاءِ حاجت کے وقت آپ ﷺ بھی کعبہ کا احترام فرماتے تھے، یہ حال کی باتیں نہیں ہیں، مقام کی باتیں ہیں۔ حال وسطِ سلوک کی کیفیت ہے اور مقام منتہائے سلوک کا مقتضیٰ ہے۔

Marfat.com

حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ العزیز سیاہ جوتہ نہیں پہنتے تھے، کسی نے پوچھا کہ سیاہ جوتہ کیوں نہیں پہنتے؟ فرمایا بیت اللہ شریف کا غلاف سیاہ ہے، اس لئے طبیعت گوارہ نہیں کرتی، ہم جیسے روکھے سوکھے تو اس حکایت کو سن کر نا معلوم کیا گمان کرنے لگیں، لیکن عشق کا رنگ کچھ اور ہوتا ہے، وہ سمجھایا نہیں جا سکتا۔ اس میں صرف علم الیقین، عین الیقین کافی نہیں ہے بلکہ حق الیقین کا جب درجہ آتا ہے جب سمجھ میں آتا ہے، اس سے پہلے مان لینا چاہئے۔ اعراض وانکار نہیں کرنا چاہئے۔ تو ان صحابیاتؓ نے رسول اللہ ﷺ کا بول پی لیا، یہ محبت و عشق کا ہی تو اثر ہے۔

اسی طرح آپ ﷺ کا خون پاک تھا۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے فصد کرائی، اس سے خون نکلا، مالک بن سنان اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بجائے کہیں ڈالنے کے وہ خون خود پی لیا۔ محبت میں نا معلوم کیا کیا ہوتا ہے، دور کیوں جایئے یہاں ہندوستان میں تو یہ طریق نہیں، یورپ میں رہنے والوں میں یہ بات ہے کہ بیوی کا پیار ہونٹ چوس کر یا زبان باہر نکلوا کر لیتے ہیں، تو دیکھئے وہ محبت کا اظہار کس عجیب طریقہ سے کرتے ہیں۔

یہاں ایک بات یاد آ گئی اہلِ یورپ کہتے ہیں کہ دوسرے کا جھوٹا پانی نہیں پینا چاہئے کہ دوسرے کے جراثیم (کیڑے) اس کے منہ میں چلے جائیں گے۔ سبحان اللہ جھوٹا پانی پینے سے تو کیڑے چلے جائیں گے۔ اس لئے بعضے وہی گلاس سے کپڑا لگا کر پانی پیتے ہیں اور زبان چوسنے کے بعد اس میں جو لعاب آیا اس میں کیڑے نہیں جائیں گے۔ اس کے برخلاف حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

سور المؤمن شفاءٌ ...... کہ مؤمن کے جھوٹے میں شفا ہے۔ حضور ﷺ کا منشاء یہ ہے کہ کافر کے کفر کی حیثیت سے جو چیز اس کی نظر میں بری ہے، اس کے خلاف کیا

Marfat.com

جائے۔ بعض کفار کے یہاں چھینک آنا بدفالی ہے کہ کام کو جاتے ہوئے چھینک آجائے تو نحوست سمجھتے ہیں، کام سے واپس آجاتے ہیں۔ اس کے برخلاف ہم کو حکم ہے کہ اگر کسی کو چھینک آجائے تو الحمد للہ کہو چھینک سے دماغ ہلکا ہوتا ہے جو ایک نعمت ہے۔ اسی طرح ان کے یہاں عورت کو اگر حیض آجائے تو بستر' چارپائی' کھانا پینا' برتن وغیرہ سب الگ کردیا جاتا ہے، ہمارے یہاں سوائے نماز' روزہ' تلاوت اور وطی وغیرہ کے سب کام اسی طرح بدستور رہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ کی روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں بحالتِ حیض جس برتن سے پانی پیتی تھی، آپ ﷺ بھی اسی برتن سے وہیں منہ لگا کر پانی پیتے تھے، جہاں میں منہ لگاتی تھی، تو محبت کی ادائیں عجیب ہوتی ہیں۔

حدیث میں ہے آپ ﷺ جہاں جہاں بیٹھے تھے جہاں جہاں جو کام کیا تھا، وہیں وہیں ایک صحابیؓ نے وہ کام کیا۔ یہ سکھانے کی بات نہیں ہے بلکہ اندر کی چیز خود سکھاتی ہے۔ تعلیم کب تک ہوگی اسی طرح جس سے محبت ہوتی ہے اس کے چہرہ پر چھپ کر نظر ڈالتے ہیں اور یہ بہتر بھی ہے مگر اس طرح دیکھے کہ اس کو معلوم نہ ہو، جیسے ماں باپ کے چہرہ پر عظمت واحترام کے ساتھ محبت کی نظر ڈالنا بڑا ثواب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عالمِ ربانی کے چہرہ کو دیکھنا ایسا ہے جیسے میرے چہرہ کو دیکھنا اور میرے چہرہ کو دیکھنا خدا کے چہرہ کو دیکھنا ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

امامِ اعظم ابوحنیفہؒ

کے حیرت انگیز واقعات

از ! مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب

اردو کی سب سے پہلی اور کامیاب کاوش فکر ونظر، علم وعمل، تاریخ وتذکرہ، اخلاص وللّٰہیت، طہارت وتقویٰ، سیاست واجتماعیت، تبلیغ واشاعتِ دین، تعلیم وتدریس، غرض ہمہ جہت جامع، نفع بخش، کمپیوٹرائزڈ ٹائٹل، مضبوط جلد بندی اور شاندار طباعت۔

صفحات : 272 .... قیمت : =/130 روپے

القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ سرحد پاکستان

Marfat.com

القاسم اکیڈمی کی علمی اور ادبی پیشکش

قدرِ زر

ترتیب : حافظ محمد قاسم

شیخ التفسیر، محدث کبیر، محقق عصر، استاذ العلماء، مفتی اعظم پاکستان

حضرت مولانا **محمد زرولی خان** دامت برکاتہم

کے جامعہ ابوہریرہ میں عالمانہ بیانات، القاسم میں چھپنے والے علمی و ادبی تحریرات، الاحسن میں شائع ہونے والے حقانی کتب پر وقیع، شاندار اور محققانہ نگارشات اور مولانا عبدالقیوم حقانی کے نام فاضلانہ مکتوبات کا حسین مرقع۔ عنقریب منظر عام پر آرہا ہے۔

ناشر

القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ
برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ سرحد پاکستان
Mob: 0333-9102770

Marfat.com

القاسم اکیڈمی کی ایک اور عظیم تاریخی پیشکش

جمالِ انورؒ

تذکرہ وسوانح علامہ انور شاہ کشمیریؒ

مولانا عبدالقیوم حقانی

سلسلۂ نسب' ولادت' والدین' تحصیلِ علم' تعلیم و تربیت' تذکرۃ الاساتذہ' دارالعلوم دیوبند میں کسب فیض اور تدریس کا آغازِ کار علمی تبحر' بے مثال حافظہ' ذوقِ مطالعہ اور حیرت انگیز مطالعاتی یاداشتیں طالبانِ علومِ نبوت پر شفقت' تشجیع و تربیت' تسامح و عنایت' بے تکلفی و ظرافت' محدثانہ جلالتِ قدر' تدریسی خصوصیات' تجدیدی کارنامے' محققانہ مباحث' مجتہدانہ افاضات' درسی معارف و افادات' تصنیف و تالیف اور تحقیق کے نادر نمونے و شہ پارے' ذوقِ شعر و ادب' افادات' ملفوظات' رُخِ انور کی تابانیاں' حسنِ صورت و سیرت کا مرقع' دلبرانہ ادائیں و معصومیت' اتباعِ سنت کا اہتمام' خودداری و استغناء اور مخلوقِ خدا پر شفقت' سلوک و تصوف اور صفائے باطن کا اہتمام' احترام و اطاعتِ اساتذہ' حضرت گنگوہیؒ سے عشق و محبت' عبدیت و انابت' معاصی سے اجتناب اور نفرت' عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قادیانیت کا تعاقب' حضرت امام کشمیریؒ کا سفرِ آخرت' دو تاریخی دستاویزات :۱۔ مقدمہ بہاولپور کی تفصیلی رپورٹ ۲۔ علامہ رشید رضا کی آمد پر علماءِ دیوبند کے عقائد' مسلک و منہج پر مفصل خطاب۔

صفحات : 298 .... قیمت : 130 روپے

300 روپے بھیجنے پر "جمالِ انورؒ" کے ساتھ ساتھ ماہنامہ "القاسم" بھی ایک سال کے لئے جاری کر دیا جائے گا۔

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ سرحد پاکستان

فون نمبر 0923-630237 .... فیکس : 0923-630094

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خصائل اور شمائل نبوی ﷺ

پر

مولانا عبدالقیوم حقانی

کی علمی اور عظیم تاریخی کاوشیں

شرح شمائل ترمذی (تین جلد مکمل)
صفحات: ۱۲۰۸...... قیمت: ۸۰۰ روپے

جمالِ محمد ﷺ کا دلربا منظر
صفحات : ۲۰۶ ...... قیمت : ۱۲۰ روپے

روئے زیبا ﷺ کی تابانیاں
صفحات : ۱۵۶ ...... قیمت : ۱۲۰روپے

ماہتابِ نبوت ﷺ کی ضوافشانیاں
صفحات : ۲۱۰ ...... قیمت :۱۲۰روپے

آفتابِ نبوت ﷺ کی ضیاء پاشیاں
صفحات : ۲۰۲ ...... قیمت :۱۲۰ روپے

محبوبِ خدا ﷺ کی دلربا ادائیں
صفحات : ۱۹۷ ...... قیمت :۱۲۰ روپے

محبوبِ خدا ﷺ کی عبادت واعتدال
صفحات : ۱۸۷ ...... قیمت :۱۲۰روپے

خصائلِ نبوی ﷺ کا دلآویز منظر
صفحات : ۱۷۶ ...... قیمت :۱۲۰ روپے

شمائلِ نبوی ﷺ کا ایمان افروز مرقع
صفحات : ۱۵۳ ...... قیمت :۱۲۰روپے

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ
برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ سرحد پاکستان
Ph:0923-630237 --Mob:0333-9102770

Marfat.com

توضیح السنن

شرح

آثار السنن للامام النیموی ؒ

(دو جلد مکمل)

تصنیف : مولانا عبدالقیوم حقانی

آثار السنن سے متعلق مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کی تدریسی، تحقیقی، درسی افادات اور نادر تحقیقات کا عظیم الشان علمی سرمایہ، علم حدیث اور فقہ سے متعلق مباحث کا شاہکار، مسلک احناف کے قطعی دلائل اور دلنشین تشریح، معرکۃ الآراء مباحث پر مدلل اور مفصل مقدمہ اور تحقیقی تعلیقات اس پر مستزاد۔

کاغذ، کتابت، طباعت، جلد بندی اور اب نئے کمپیوٹرائزڈ چار رنگہ ٹائٹل، ہر لحاظ سے معیاری اور شاندار، اساتذہ، طلباء اور مدارس کے لئے خاص رعایت۔

صفحات : 1376 ......ریگزین ...... قیمت : 600روپے

القاسم اکیڈمی ' جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس' خالق آباد، ضلع نوشہرہ، سرحد، پاکستان

Marfat.com

Marfat.com